



سببِ تالیفِ کتاب

دردمندانِ اسلام رفتارِ زمانہ سے اس بات کو محسوس کر سکتے ہین کہ مسلمانون سے شعارِ اسلام ایک حد تک مفقود ہو گیا ہی اور دِن بدن ہوتا جاتا ہی اس کے مختلف اسباب ہین جن کا تفصیلی ذکر باعثِ اطنابِ مل ہی۔ مگر مختصر یہ ہی کہ عموماً مسلمان اپنی ذاتی کہالت اور لاپروائی سے اپنی پت کھو بیٹھے۔ اور ایسے حضیضِ ادبار مین مبتلا ہو گئے ہین کہ الامان۔ بالخصوص مسلمانانِ ہند تو کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا کے درجے تک ہوپنچ گئے ہین۔

اِن کے افلاس نے نہ ان کو دُنیا ہی کا رکھا اور نہ دین کا۔ اور خال خال افراد نے ضروریاتِ زمانہ کو محسوس کر کے علومِ مغربی مین کچھ حصہ لیا ہی مگر انمین بھی بہت سے بوجہ کم فرصتی علومِ دین سے کما ینبغی معلومات حاصل کرنے سے قاصر رہے ہین۔ تاہم اس گروہ کو تربیت یافتہ کہا جا سکتا ہی۔ اور انکی تھوڑی سی توجہ پژمردہ باغِ اسلام کی آبیاری کا کام کر سکتی ہی اور نیز اس خیال سے کہ سب سے زیادہ اخلاقی عنصر کا درست کرنا لازمی ہی کہ بوجہ ناواقفیت اسلام کے شائستہ اخلاق سے قوم بہت دور ہو گئی ہی۔ مناسب سمجھا گیا کہ اسلامی تہذیب کے مضامین قرآن مجید سے اخذ کر کے بطور تحریک ہدیۂ ناظرین کیئے جائین تاکہ قومی حالت کی اصلاح کی جانب اکابرینِ قوم کا میلانِ خاطر جوشش زن ہو اور وہ احیائے دینِ محمدیؐ کے مناسب تدابیر اختیار کرین یہی خیال کتاب **خیر الکلام فی اخلاقِ الاسلام** کی تحریر کا باعث ہوا۔

خدائے پاک کا لاکھ لاکھ شکر ہی کہ یہ کتاب بعہد
پادشاہِ اسلام کہف البرایا والمسلمین مؤیّد دینِ ختم المرسلین معدن
خلق وجود برگزیدۂ درگاہِ ربِّ ودود اعلحضرت قوی شوکت
بندگانعالی متعالی حضور پُرنور آصف جاہِ سادس
نظام الدولہ نظام الملک میر محبوب علیخان بہادر
فتح جنگ جی سی یس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ بی۔
سریرآرائے سلطنتِ حیدرآباد دکن ادام اللہ شموس
اقبالہم طالعۃً الیٰ یوم القیامۃ اور بزمانِ وزارتِ ارسطوئے
زمان معینِ خیروامان صاحبِ اخلاقِ رضیّہ خیرخواہِ سلطنتِ آصفیہ
ممدّ عدل وداد راجۂ راجایان مہاراجہ سرکشن پرشاد
بہادر یمین السلطنتہ۔ کے۔ سی۔ آئی۔ اِی۔
زاد دولتہٗ وحشمتہٗ مدار المہام سرکارِ عالی۔

تالیف وطبع ہوکر شائع کیگئی۔

ناظرین باتمکین سے عاجزانہ التماس ہی کہ بالاستیاب اِس کتاب کو ملاحظہ فرماوین کہ یہی اس کا قیمتی صلہ ہی۔ اگر کوئی خطا نظر سے گذرے تو قلتِ معلوماتِ مولف پر محول کر کے درگذر فرماوین۔ فقط

الملتمس خاکسار

غلام احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

یہ بات ظاہر ہے کہ انسان حادث ہے اور اپنے نظر و فکر کی تقلید کرتا ہے جو مثل دیگر
قوائے انسانی کے وہ بھی ایک قوت حادثہ اور تابع عقل ہے۔ قوت فکر اپنے حد و مرتبہ سے
تجاوز نہین کر سکتی۔ جو حکم بالتخصیص دوسرے قوائے کو حاصل ہے وہ اسکو حاصل نہین ہے مثلاً
قوت حافظہ۔ مصورہ۔ متخیلہ کو جو بات نصیب ہے وہ قوت فکر کو حاصل نہین ہے۔ اسی طرح
قوت لامسہ۔ شامہ۔ باصرہ سامعہ اور ذائقہ سے جو احکام متعلق ہین اُن سے وہ بے بہرہ
ہے۔ پس اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر ایک قوت کو بہ نسبت دیگر قوائے بشریہ کے
ایک دوسرے کی احتیاج ہے یعنے جو کام قوت حافظہ سے نکل سکتا ہے وہ قوت مصورہ سے
نہین نکل سکتا۔ اور جو کام قوت مصورہ سے حاصل ہوتا ہے قوت حافظہ اُس سے عاجز ہے
اور تمام دلائل عقلی کا سلسلہ اسی طرح قائم ہے چنانچہ اس ارشاد باری پر کہ ان اللہ قد اعطیٰ

کل شئ خلقہ غور کیا جاوے تو صاف ظاہر ہو سکتا ہی کہ ہر شئی مین ایک خاص صفت ہی وہ
ایسی قوت ہی کہ عقل بھی اُسکی محتاج ہی۔ مثلاً سمع کو ایک خاص قوت قدرت نے عطا کی ہی
وہ ایسی قوت ہی کہ اگر عقل کو صوت کے ادراک کی ضرورت لاحق ہو تو بدون استمداد قوت
سمع کے وہ اقسام صوت کا امتیاز ہی نہین کر سکتی۔ گدھے کی آواز کو گھوڑے کی آواز
سے جدا سمجھنا قوت سمع کا ہی کام ہی عقل فی حد ذاتہ اس فرق کا ادراک نہین کر سکتی
یہی حال تمام قوائے انسانی کا ہی دیکھو خیال کو حواس کی احتیاج ہی کیونکہ اگر قوت حافظہ
خیال کی مدد نہ ہو تو حواس سے جو فوائد خیال کو حاصل ہوتے ہین وہ قائم نہین رہ سکتے یہ امور
بدیہی ہین۔ اگر کسی کی قوت حافظہ مین ضعف ہو تو بہت سے امور اُسکے خیال سے
نکل جاتے ہین ایسی حالت مین خیال کو دوسری قوتون سے مدد لینے کی ضرورت
لاحق ہوتی ہی تاکہ جو باتین قوت حافظہ سے نکل گئین ہین وہ پھر یاد ہو جائین۔ اسیطرح
جب قوت مفکرہ خیال کی طرف رجوع کرتی ہی تو اُسکو قوت مصورہ کی احتیاج لاحق
ہوتی ہی تاکہ جو امور خیال مین منضبط ہین وہ دلیل وبرہان کی شکل پیدا کر سکین اور اُن سے
جس امر کا ثابت کرنا مقصود ہو وہ ثابت کیا جائے جب قوت فکر اس طرح سے کوئی
دلیل پیدا کرتی ہی تو اُسکو عقل کام مین لاتی ہی یعنے مدلول پر اسکا استعمال کرتی ہی
اس سے عقل کا احتیاج ظاہر ہی۔ مزید بران ہر قوت کو اپنے اثر کے دکھلانے مین
موانعات بھی حائل ہین جس سے احتمال ہی کہ اظہار اثر مین کبھی وہ غلطی بھی کرے تو
ایسی حالت مین رفع احتمال اور صحیح نتیجہ نکالنے کے لیے ایک فصل خاص کی ضرورت

لاحق ہوتی ہے پس اس بیان سے عقل کی محتاجی کا حال ظاہر ہے کہ بلا واسطہ دیگر قوائے انسانی کے وہ بذاتہ کسی چیز کو معلوم کرنے مین کیسی عاجز ہے۔ اس سے یہ مقصود نہین ہے کہ دراصل عقل ایک بیکار شئی ہے مقصود صرف اسبات کا بیان کرنا ہے کہ عقل کو منجانب اللہ جو بات نصیب ہے وہ صرف مادۂ قبولیت ہے تو ایسی حالت مین جن امور کی خبر خود خدائے تعالےٰ نے دی ہو اُسکو قبول کرنا عقل کا لازمی کام ہے کیونکہ بمقابلہ اخبار الٰہی کے جن باتون کو فکر بطور خود حاصل کرتی ہے وہ قوی نہین ہوسکتین اس سے عقل کے حدود مرتبہ کا پتہ لگ سکتا ہے اگر عقل سے اس نکتہ کو بیان کیا جائے کہ دیکھو ورائے طور عقل بھی کوئی چیز ہے جس سے ملائکہ انبیا علیہم السلام اور اولیائے کرام نے فیض حاصل کیا ہے اور جسکا ذکر کتب سماوی مین مندرج ہے تو عقل حیران رہجاتی ہے انسان کو علم ورائے طور عقل کے حاصل کرنے کے لیے ریاضت قطع علائق کی احتیاج ہے اور شبہات فکر کا ترک کرنا لازمی ہے کیونکہ فکر کی دَوڑ ممکنات تک محدود ہے اور علم ورائے طور عقل انبیا و رسل سے ماخوذ ہے جب اُسکی طرف توجہ کلی ہو تو پھر علم الٰہی کا فیضان قلب پر ہوتا ہے جیسا کہ اس آیۂ کریمہ مین ارشاد ہوا ہے من کان لہٗ قلبٌ سلیم یہان قلب کا لفظ اسوجہ سے استعمال فرمایا گیا ہے کہ قلب مین ایک حالت قائم نہین رہ سکتی ہر وقت اختلاف حالات کے لحاظ سے تبدیل ہوتی رہتی ہے جیسا کہ تجلیات الٰہی کی شان ہے۔

چنانچہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان القلب بین اصبعی الرحمن یقلبہ کیف یشاء پس اس بیان کا نتیجہ یہ ہے کہ جو قوت ورائے طور

عقل ہی اسکا فیضان قلب پر ہوتا ہی اسی وجہ سے آیۂ موصوفہ مین قلب کا لفظ تخصیص
کے ساتھ بیان ہوا ہی لفظ عقل عام ہی اس سے ہر ایک انسان کم و زائد مستفید ہی معرفت
آلٰہی کا تعلق خاص طور پر قلب سے ہی اگر عقل کو بھی کچھ حصہ معرفت آلٰہی کا ملا ہی تو وہ
بطفیل قلب کے ہی جس طرح وہ اور امور کی معرفت فکر کے صدقے مین حاصل کرتی ہی - یہ
مسئلہ بہت وسیع اور نازک ہی اثبات توحید باری وضرورت بعثت انبیا علیہم السلام کی
بحث مین قدوۃ المحققین شیخ اکبر رضی اللہ عنہ نے فتوحات مکیہ مین اسکا ذکر بہت صراحت
کے ساتھ فرمایا ہی پس اس اصول کے لحاظ سے مناسب سمجھا گیا کہ علم اخلاق مین
ایک مختصر کتاب ایسی لکھی جائے کہ جسکے اصلی دلائل و براہین کلام آلٰہی سے مستنبط
کیے جائین دلائل عقلی سے حتی الامکان زیادہ بحث نکیجاوے -

چنانچہ حضرت مولوی معنوی قدس سرہ العزیز اسطرح بیان فرماتے ہین

ای دلیل تو مثال آن عصا در کفت دَلَّ علیٰ عَیبِ العَمیٰ
ای دلیل ما چو فکر ما ذلیل ہستی ما پیش دانایان قلیل

اور نیز دوسرے ایک مقام پر دلائل عقلی اور علم ورائے طور عقل کی نسبت یون
ارشاد فرماتے ہین -

نوح نہ صد سال در راہِ سوی بود ہر روز یش تذکیر نوی
لعل او تازہ زیا قوت القلوب نے رسالہ خواندنے قوت القلوب
وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح بلکہ ینبوع کشوف و شرح روح

ابوطالب مکی کی

زان مئی کان مئی چو نوشیدہ شود — آب نطق از گنگ جوشیدہ شود

طفل نوزادہ شود حبر و فصیح — حکمت بالغ بخواند چون مسیح

از گہے کہ یافت زان مئی خوش لبی — صد غزل آموخت داؤد نبی

جملہ مرغان ترک کردہ چیک چیک — ہم زبان و یار داؤد ملیک

چہ عجب گر مرغ گردد مست او — چون شنید آہن ندای دست او

صرصرے بر عاد قتالی شدہ — مر سلیمان را چو حمالی شدہ

اس لحاظ سے یہ کام تو بہت بڑا اور نازک ہی اس کام کا تمام کرانا خدا ہی کے ارادہ اور مرضی پر موقوف ہی۔

چونکہ مین نے اس کتاب کو اپنے معصوم بچے ابو الخیر غلام محی الدین طاب شراہ کی یادگار مین لکھنا شروع کیا ہی اسلیئے اسکا نام **خیر الکلام فی اخلاق الاسلام** رکھا ہی جو حضرات اس کتاب کو ملاحظہ فرماوین اُن سے بعجز التماس ہی کہ اگر کہین لغزش ہو تو از راہ عنایت اُسکی اصلاح فرماوین۔

غلام احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جیسا کہ تمہید بالا مین ذکر ہوا ہی پارۂ الٓمٓ مین سے آیات ذیل کا استنباط کیا گیا ہی اور ان آیات مقدسہ مین جن اخلاقی مضامین کا ذکر ہی اختصار کے ساتھ لکھا جاتا ہی۔

الٓمٓ ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ ومما رزقنٰھم ینفقون ۝ والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاٰخرۃ ھم یوقنون ۝ اُولٰئک علیٰ ھدًی من ربھم واُولٰئک ھم المفلحون) ترجمہ یہ وہ کتاب ہی جسکے کلام الٰہی ہونے مین کچھ بھی شک نہین پرہیزگارون کی رہنما ہی جو غیب پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور جو کچھ ہمنے اُنکو دے رکھا ہی اُسمین سے خرچ کرتے ہین اور اے پیغمبر جو کتاب تمپر اُتری اور جو تم سے پہلے اُترین سب پر ایمان لاتے اور آخرت کا بھی یقین رکھتے ہین یہی لوگ اپنے پروردگار کے سیدھے رستے پر ہین اور یہی آخرت

مین مَن مانی مرادین پائین گے۔

چونکہ ان آیات سے ہدایت وحکمت ربانی کا اور نیز صل مقصد یعنے یہ کہ اصلاح حال انسان کے لیے منجانب اللہ اخلاقی تعلیم کا سلسلہ کس طرح شروع کیا گیا ہی ذکر کرنا مقصود ہی لہذا مختصراً بطور تفسیر بھی کچھ کچھ لکھنا ضرور ہی تاکہ اُن مضامین پر اجمالی نظر پڑنے سے فہم مقصود مین آسانی ہوجائے۔

دیکھو اس بیان کو اللہ تعالی نے حروف مقطعات یعنے الف لام میم سے شروع فرمایا ہی اسکی وجہ یہ ہی۔

(۱) کہ قرآن کریم اہل عرب کے محاورات اور روزمرہ کے موافق نازل ہوا ہی۔ عرب مختصر نویس مختصر کلام کرنے والے تھے۔ اِسی طرز کو قرآن کریم نے بھی لیا ہی۔ چنانچہ عرب بجاے انا للہ وانا الیہ راجعون کے استرجع اور لاحول ولاقوۃ کو حوقل سے ادا کر لیتے ہین اور اسی طرح بہت سے لمبے لمبے فقرات کو مختلف طرز پر اختصار کے ساتھ کہا کرتے ہین۔

(۲) یا اس بات پر مطلع کرنا مقصود تھا کہ قرآن کریم کی ترتیب انھین حروف سے ہی پہلے تم ان حروف کو الگ الگ مفرداً سُن لو پھر یہ حروف تمکو ملا کر سُنائے جائین گے جس طرح چھوٹے چھوٹے بچّون کو اولاً مفردات سکھائے جاتے ہین اور رفتہ رفتہ مرکبات کی تعلیم دیجاتی ہی۔ تاکہ تمھین معلوم ہو کہ وہی حروف اب آئندہ کس ترکیب سے بیان کیے جاتے ہین اور اُن سے کیسے کیسے کلمے اور جُملے بنتے ہین اور کیسی کیسی عجیب وغریب ہدایتون اور حکمتون کا انکشاف ہوتا ہی۔

(۳) بعض کا یہ بھی قول ہی کہ ابتدائے اسلام مین کفار نے باہمدیگر مشورہ کر لیا تھا کہ قرآن

نہ سُنین گے۔ اسیلیے جب کبھی قرآن شریف کے سُننے کی نوبت آتی تھی تو وہ شور و غل مچایا کرتے تھے اور قرآن سے اعراض کرنے کی نصیحت کرتے تھے مگر خدا ے تعالی کو از راہ فرط نوازش وعنایت اُنکی بہتری اور اُنکو راہ راست پر لانا مقصود تھا سو اسطے خدا ے تعالی نے قرآن مجید کی ابتدا ایسے حروف سے فرمائی کہ جسکے مقصود کا سمجھنا اُنکی فہم سے باہر تھا اور یہ قاعدے کی بات ہی کہ جب کوئی انوکھی بات سننے مین آتی ہی تو خواہ مخواہ انسان کی طبیعت اُسکے جانب رغبت کرتی ہی اسیلیے جب وہ ان حروف کو سنتے تھے تو تعجب کرکے ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ ذرا سنو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا کلام اترا ہی۔ جب اس رجحان سے وہ ذرا اس طرف کان لگاتے تھے تو اُنکا شور و غل کم ہو جاتا تھا اور قرآن کے مضامین اُن پر برسنے لگتے تھے اس طرح سے قرآن کے مفید احکام اُنکے کانون مین پڑ جاتے تھے۔ جنکی قسمت مین خداوند عالم نے دولت اسلام کو ودیعت رکھا تھا وہ قرآن مجید کی پاک ہدایت سے راہ راست پر آتے تھے اسکے بعد ان حروف کے استعمال کے مفاد پر بھی غور کرو۔

الٓمٓ سورۂ بقرہ کا نام ہی جو الحمد شریف کی تفسیر ہی۔ عرب ایسے ہی نام رکھنے کے عادی ہین۔ حماسہ مین لکھا ہی کہ ایک شاعر کا نام بالام تھا مگر کتاب اللہ مین ایسے نامون کا ذکر صرف عادتاً نہین ہوا ہی بلکہ اُسمین بہت سے اسرار و حکمت بھی مضمر ہین چنانچہ اس نام مین مندرجہ ذیل چند اسرار کا ذکر کیا جاتا ہی۔ یعنے

(۱) اس سورہ شریف مین تین قصے حضرت آدم۔ اسرائیل۔ ابراہیم علیہم السلام کے بیان ہوئے ہین۔ پس الف سے آدم لام سے اسرائیل میم سے ابراہیم۔ مراد ہی۔

(۲) عرب اکثر حلقی حروف بولتے ہین یا وسطی۔ یا شفتی الٓمّٓ مین الف حلقی لام وسطی میم شفتی ہے۔

(۳) الٓمّٓ کے لفظ سے بطریق جمل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد آمد کی بشارت کی طرف بھی ایما ہے جو اکتّیس نبیون کے چالیس صحیفون مین مرتسم ہے۔

اسکے بعد فرمان الٰہی کی ابتدا لفظ ذٰلک سے ہوئی ہے۔ اب یہان سے سلسلۂ بیان کو دیکھو۔ لفظ ذٰلک سے جو حرف اشارۂ بعید ہے کتاب کی طرف اسوجہ سے اشارہ کیا گیا ہے کہ اس سورہ کے زیادہ حصہ مین یہود اور بنی اسرائیل پر حجت اور الزام قائم کیا گیا ہے کیونکہ بنی اسرائیل کو حضرت موسی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے یہ خبر دی تھی کہ حقتعالے محمّدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجے گا اور اُن پر کتاب نازل فرمائے گا۔ اسلیے یہان خداے تعالی نے ذٰلک الکتٰب سے ابتدا فرمائی ہے۔ یعنے یہ وہی کتاب ہے جسکی نسبت انبیاے سابقین نے پیشین گوئی کی تھی۔

(۴) یا یون سمجھو کہ قرآن مجید بڑی بڑی حکمتون اور علوم پر مشتمل ہے جسپر تمامہ اطلاع پانا بہت دشوار ہے گو وہ باعتبار صورت ظاہری کے تمھارے سامنے موجود ہے لیکن باعتبار اسرار و حقائق کے تمھاری نظر سے غائب ہے لہذا حرف اشارۂ بعید اس حکمت کے اظہار کے لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے دیکھو ترکیبِ بیان اور طرز ادا مین کیا کیا عجیب و غریب نکات کا لحاظ فرمایا گیا ہے کہ اس بعدیت معانی کا لحاظ الفاظ مین بھی رکھا گیا ہے اسکو اعجاز القرآن کہتے ہین۔ اسکے بعد کتاب کا لفظ ذکر کیا گیا ہے اور اس لفظ کے تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے

نام ہین منجملہ اُن نامون کے کتاب بھی ایک نام ہی اور نیز جو مکاتبت مابین آقا اور غلام کے ہوتی ہی اُسکو بھی محاورۂ عرب مین کتاب کہتے ہین۔ چونکہ قرآن مجید منجانب اللہ بندون کی ہدایت وصلاح حال کے لیئے نازل ہوا ہی اسلیے مناسبت بالا کے لحاظ سے کتاب کا لفظ استعمال فرمایا گیا ہی اور اُسکی توثیق کے لیے یہ ارشاد ہوا ہی کہ لا ریب فیہ یعنے اس کتاب کی صحت اور اعجاز اور کتاب الٰہی ہونے مین کوئی شک وشبہ نہین ہی۔

بعض ملحدین نے اس آیت مین طعن کیا تھا۔ کہ قرآن مین شک نہونے سے کیا مراد ہی کیونکہ اگر اس بیان سے یہ مقصود ہی کہ ہمارے نزدیک (بقول کفار) شک نہین ہی تو یہ کہنا صحیح نہین ہی کہ ہمکو تو قرآن مین شک ہی۔ اور اگر یہ مراد ہی کہ خدائے تعالی کے نزدیک شک نہین تو اس کہنے کا کیا نتیجہ ہی۔ مگر اس فضول خیالی کا یہی جواب ہی کہ قرآن کی فصاحت اور حقانیت ایسی مسلمہ ہی کہ کسی شک کرنے والے کو اُسمین شک کرنیکا موقع نہین ہی۔ اسلیے کہ جس زمانے مین اس کلام پاک کا نزول ہوا اہل عرب فصاحت کے منتہا درجہ کو پہونچ گئے تھے اور سخن آفرینی مین خدائی کا دعوی کرتے تھے۔ تاہم قرآن کی ایک چھوٹی سورت کے برابر نہ لاسکے۔ اسلیے لا ریب فیہ کے الفاظ سے خود اللہ جل شانہ نے ان شبہات کو رفع فرمادیا اور پھر اس کتاب مقدس کی توصیف ھدی للمتقین کے ساتھ کی گئی یعنے یہ قرآن رہنما ہی پرہیزگارون کے لیے۔ اس خصوصیت کے سمجھنے کے لیے بھی ہر ہر لفظ کے معنے پر غور کرنے کی ضرورت ہی۔ ہدایت کے معنے بتلا دینا اور رہنمائی کے ہین اور متقین جمع ہی متقی کی اور ماخوذ ہی لفظ وقایہ سے جسکے معنے فرط صیانت اور پوری طور پر محفوظ رکھنے کے ہین

اس جگہ متقین کا لفظ مدح کے طور پر ذکر فرمایا گیا ہی بس مفہوم یہ ہی کہ یہ کتاب ایسے لوگون کو راہ راست بتلانیوالی ہی جو دنیا و آخرت کے کامون مین زیادہ حفاظت ونگہبانی کو مدنظر رکھتے ہین اور جن امور کی شرعًا ممانعت کی گئی ہی اُس سے الگ رہتے ہین۔

فائدہ قرآن مجید مین مختلف مقامات پر تقوے کا لفظ مستعمل ہوا ہی مگر باعتبار استعمال اُسکے اغراض بھی مختلف ہین۔ کہین تو لفظ تقوے ایمان کے معنے مین مستعمل ہوا ہی۔ کہین توبہ کہین طاعت۔ کہین ترک معصیت۔ اور کہین اخلاص کے معنے مین استعمال ہوا ہی جیسا کہ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَىٰ یہان تقوے کے لفظ سے توحید مراد ہی قوم فرعون الا یتقون یہان تقوے نہ اختیار کرنے سے ایمان نہ لانا مراد ہی ولو ان اهل القری آمنوا واتقوا۔ یہان تقویٰ سے توبہ مراد ہی وانا ربکم فاتقون یہان تقوے سے عبادت مقصود ہی واتوا البیوت من ابوابها واتقوا الله یہان تقوے سے ترک معصیت مقصود ہی فانها من تقوی القلوب یہان تقوے سے اخلاص مراد ہی۔ بہرکیف چونکہ تقوے کا درجہ بہت بلند ہی۔ اسلیے تقوے کے نسبت خود ارشاد باری یون ہوا ہی ان الله مع الذین اتقوا والذین هم محسنون۔ ان اکرمکم عند الله اتقاکم اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی قال علیه الصلوٰة والسلام من احب ان یکون اکرم الناس فلیتق الله الخ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہی کہ جو شخص لوگون مین بزرگ بننے کی خواہش رکھتا ہو اُسکو چاہیے کہ خدا کا خوف کرے اور جو شخص زیادہ قوی بننا چاہے تو اُسکو لازم ہی کہ خدا پر توکل کرے اور جو شخص زیادہ دولتمند بننا چاہے تو اُسکو چاہیے کہ بہ نسبت اُس چیز کے

جو اُسکے ہاتھ مین ہی اُس چیز پر زیادہ بھروسہ رکھے جو خدا کے ہاتھ مین ہی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ تقوے کے معنے یون فرماتے ہین کہ التقوی ترک الاصرار علی المعصیۃ و ترک الاغترار بالطاعۃ یعنے تقوے وہ ہی کہ گناہ پر اصرار نہ کیا جائے اور عبادت پر گھمنڈ نہ کیا جائے۔ اور ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ معنے تقوے کی تعبیر یون فرماتے ہین التقوی ان لا یجد الخلق فی لسانک عیبا و لا الملائکۃ فی افعالک عیبا و لا ملک العرش فی سرک عیبا یعنے حقیقت تقوے یہ ہی کہ لوگ تیری زبان مین کوئی عیب نہ دیکھین اور ملائکہ تیرے افعال مین کوئی عیب نہ دیکھین اور خدا ے تعالی تیرے باطن مین کوئی عیب نہ دیکھے۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی التقوی ان تزین سرک للحق کما زینت ظاہرک للخلق یعنے تقوی وہ ہی کہ انسان اپنے باطن کو خدا ے تعالی کے لیے اسطرح آراستہ کرلے جسطرح ظاہری حالت کو مخلوق کو دکھانے کے لیے آراستہ کرتا ہی۔ الحاصل متقی وہ ہی کہ جو ممنوعات الٰہی کا مرتکب نہو۔ چونکہ تقوے مین ایسے لطیف معانی داخل تھے اسلیے اس آیۂ کریمہ مین خدا ے تعالی نے متقین کو مخاطب بنایا کیونکہ جبتک قلوب مین اتقا کا اثر نہو علم الٰہی کا فیضان نہین ہوتا۔ کمال عدل کا وصف یہی ہی کہ وضع الشئ علی محلہ ہو بعض بے دینون کا یہ بھی خیال فاسد ہی کہ جب قرآن مجید کا عام مخلوقات کی ہدایت کے لیے نازل ہونا بیان کیا جاتا ہی تو پھر متقین کے اختصاص کی کیا ضرورت ہی مگر یہ وہ نہین سمجھتے کہ کلام کی عزت صاحب کلام کی عظمت اور موقع کے لحاظ سے ہوتی ہی۔ تو اللہ جل شانہ کا یہ کلام نقش اولین نہین ہی بلکہ ابتدا ے بعثت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بہت سے صحائف و کتب ہدایت

وتہذیب نفوس انسانی کے لحاظ سے نازل ہوئے اور قرآن مجید خاتم المرسلین پر نازل ہوا ہی
اور جن احکام وہدایات کا ذکر فرقان حمید مین ہی وہ بھی خلاصۂ ہدایات ہی اسیلیے تہذیب نفس کا
زینہ اسلام مین تقوےٰ قرار دیا گیا ہی جسکی تفصیل آیندہ بھی آئے گی اس سے انتہاے عروج
تعلیم قرآنی کا اندازہ ارباب بصیرت خود فرما سکتے ہین بہرکیف متقیون کی تعریف جملہ مابعد سے
خود یون فرمائی ہی کہ الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوٰة ومما رزقنٰھم
ینفقون۔ کیونکہ متقی وہ شخص ہی جو نیکوکار ہوا ور بدکاری سے احتراز کرے۔ عمل کے دو قسم
ہین کیونکہ عمل کا صدور یا تو قلب سے ہوتا ہی جیسے ایمان لانا یا جوارح سے جیسے نماز پڑھنا۔ اور
زکوٰة کا دینا۔ پس الذین یؤمنون بالغیب مین عمل قلبی کا بیان کیا گیا ہی۔ اور یقیمون
الصلوٰة ومما رزقنٰھم ینفقون مین عمل جوارح کا ذکر ہوا ہی افعال جوارح کا اصل اصول
نماز اور زکوٰة اور صدقہ ہی۔ اسیلیے کہ عبادت یا بدنی ہوتی ہی یا مالی۔ عبادت بدنی مین سب سے
بڑھکر نماز ہی اور مالی مین زکوٰة۔ یہی وجہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو دین کے ستون
اور زکوٰة کو اسلام کے پل سے تعبیر فرمایا ہی غرضکہ ان سب امور کو اس آیۂ کریمہ مین ذکر کیا گیا ہی
اسیلیے کہ سعادت بحالہ اُسوقت حاصل ہوتی ہی کہ جن چیزون کا ترک کرنا لازم ہی وہ ترک کی جائین
اور جنکو عمل مین لانا ضرور ہی اُنکو عمل مین لایا جائے۔ پس نامناسب چیزون کے ترک کا
نام تقویٰ ہی۔ جبکہ تقوےٰ ترک فعل کا نام ہی۔ اسکو فعل یعنے نماز وزکوٰة پر اس لحاظ سے
مقدم کیا گیا ہی کہ قلب کا حال مثل ایک تختی کے ہی جسمین عقائد حقہ اور اخلاق حسنہ کے نقوش
قبول کرنیکی قابلیت ہوتی ہی اور جب تختی کے اندر خوشنما نقوش کا درج کرنا مقصود ہوتا ہی تو پہلے

بدنما نقوش سے اُسکو صاف کرلینا ضرور ہوتا ہی یہی حال اخلاق کا بھی ہی۔ لہذا خدا تعالی نے پہلے تقوے کا ذکر فرمایا جسمین ناشائستہ افعال کا چھوڑنا ضروریات سے ہی اور اُسکے بعد شایستہ اور پاکیزہ افعال کا ذکر فرمایا۔

اسی طرح ایمان بھی دو قسم پر ہی۔ ایک ایمان مجمل اور دوسرا ایمان مفصل۔ اب اسکے بعد والذین یؤمنون بما انزل الیک سے ایمان تفصیلی کا ذکر کیا گیا ہی۔ یعنے جو احکام آلہی بذریعہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نازل ہوئے ہین اُنکا بالتفصیل جاننا بھی مسلمانون پر واجب ہی۔ کیونکہ اولئک ھم المفلحون کا تعلق اسی علم تفصیلی سے وابستہ ہی مگر یہ وجوب بر سبیل کفایہ ہی عوام الناس پر واجب نہین وما انزل من قبلک سے اُن احکام کا جاننا جو انبیاے سابقین پر نازل ہوئے ہین مقصود ہی جو ایمان مجملی سے تعلق رکھتے ہین اور پھر اُسکی تتمیم اسطرح ذکر کی گئی ہی کہ وبالآخرۃ ھم یوقنون آخرت پر یقین رکھنا متقیون کا وصف ہی۔ یعنے جس چیز کا وقوع آخرت مین ہونے والا ہی مثلاً حساب اور سوال اور مومنین کا جنت مین اور کفّار کا دوزخ مین داخل ہونا وغیرہ وغیرہ روی عنہ علیہ الصلوۃ والسلام انہ قال یا عجبا کل العجب من الشاک فی اللہ وھو یری خلقہ وعجبا ممن یعرف النشاۃ الاولی ثم ینکر النشاۃ الآخرۃ وعجبا ممن ینکر البعث والنشور وھو فی کل یوم ولیلۃ یموت ویحیا یعنے النوم والیقظۃ وعجبا ممن یؤمن بالجنۃ وما فیھا من النعیم ثم یسعی لدار الغرور وعجبا من المتکبر الفخور وھو یعلم ان اولہ نطفۃ مزرۃ واٰخرہ جیفۃ قذرۃ یعنے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا کہ بڑا تعجب ہی اُس شخص سے جو اپنی بضاعت خلقت کو دیکھے اور پھر خدا کے وجود مین شک
کرے اور تعجب ہی اُس شخص سے کہ باوجود اپنی ابتدائی پیدایش کے حال سے واقف ہونیکے
آخرت مین دوبارہ پیدا ہونے سے انکار کرے۔ اور تعجب ہی اُس شخص سے جو حشر ونشر کا انکار
کرے جبکہ وہ خود ہر رات اور دن مین مرتا اور جیتا یعنے سوتا اور جاگتا ہو اور تعجب ہی اُس شخص
سے کہ جنت اور اُسکی نعمتون کا یقین کرتا ہو اور پھر دنیا کے حصول کی کوشش مین مبتلا رہے
اور تعجب ہی فخر اور تکبر کرنے والے سے جبکہ وہ جانتا ہی کہ اُسکی پیدایش ایک ناچیز نطفہ سے
ہی اور انجام کار سڑنا گلنا ہی اولئك علی هدی من ربهم واولئك هم المفلحون ۵
سے ایک سوال مقدر کا جواب مقصود ہی کیونکہ یہان یہ سوال بھی ہو سکتا تھا کہ متقیون کے ساتھ
ہدایت کو خاص کرنے کا کیا سبب ہی تو الذین یؤمنون بالغیب سے لیکر ہم المفلحون
تک اُسکا جواب دیا گیا ہی یعنے جو شخص اقامت صلوة اور ادائے زکوة اور فلاح نجات کے ساتھ
متصف ہو تو ضرور ہی۔ کہ خدائے تعالی کی طرف سے اُسکو ہدایت بھی ہو۔ اولئك علی هدی
کے ساتھ متقین کو خاص کرنے مین اہل کتاب پر تعریض بھی مراد ہو سکتی ہی کہ جو رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم پر ایمان نہ لاکر اپنے آپ کو ہدایت پر ہونے کا گمان رکھتے ہین اور خدائے تعالی سے فلاحیت
کے امیدوار ہین۔ یا یہ مراد ہی کہ خدائے تعالی نے متقین کو ہدایت پر قدرت دی ہی اور ہدایت
پر قائم کیا ہی۔ یہ ایک محاورہ ہی جسطرح کہا کرتے ہین کہ فلان شخص حق کے اوپر یا باطل پر ہی یا گمراہی
یا جہل پر سوار ہی پس متقین کے ہدایت پر ہونے سے یہ مراد ہی کہ وہ دلیل کے موافق چلتے ہین۔ اور
اُس سے اپنی حجت قائم کرتے ہین۔ گویا خدائے تعالی نے پہلے تو اُنکی تعریف کی کہ جو کتاب

محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتری ہی اُسپر وہ ایمان رکھتے ہین اور پھر دوسری مرتبہ یون مدح فرمائی کہ وہ برابر
اُسپر قائم ہین اور شبہات سے محفوظ ہین۔ اور یہ بات ہر مکلف پر واجب ہی اسواسطے کہ جب
کوئی شخص دین کا پابند ہوتا ہی اور خدا تعالی کا خوف اُسکے دلمین ہوتا ہی تو وہ بالضرور اپنے نفس
سے علم و عمل کا حساب لیتا رہتا ہی اور اپنے اصلاح حال کی فکر رکھتا ہی۔ جب کسی شخص نے اپنے
نفس کی حفاظت کی اور اُسمین خلل واقع ہونے نہ دیا تو وہ اس قابل ہوگیا کہ اُسکی تعریف ہدایت
اور بصیرت پر ہونیکی کیجاوے ھدی کا لفظ نکرہ اسوجہ سے لایا گیا ہی کہ اُس سے ہدایت لاانتہا
اور غیر محصور کا ذکر مقصود ہی۔ جسکے یہ معنی ہوئے کہ متقین اپنے پروردگار کی جانب سے ایک ایسی
ہدایت سے ممتاز ہین کہ جسکا حصر و اندازہ نہین ہوسکتا اولئك کے مکرر لانے مین اس بات کی
انتباہ ہی کہ جسطرح یہ لوگ ہدایت کے ساتھ خاص ہین اسیطرح فلاحیت کے ساتھ بھی مخصوص ہین
ھم کی ضمیر فصل کے لیے واقع ہوئی ہی اسکے دو فائدے ہین ایک تو ضمیر فصل سے معلوم
ہوگیا کہ اُسکا مابعد ماقبل کے لیے خبر ہی صفت نہین ہی۔ دوسرا یہ کہ جب خبر کے ساتھ ضمیر کا استعمال
کیا جاتا ہی تو اُس سے مبتدا مین حصر کا معنی پیدا ہوجاتا ہی۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ الانسان
ضاحك اس سے یہ نہین سمجھا جاتا کہ ضاحک فقط انسان ہی۔ برخلاف اسکے اگر یون
کہین کہ الانسان ھو الضاحك تو اس سے ضحک کا حصر انسان کے ساتھ ہوجاتا
ہی المفلحون پر الف لام تعریف داخل ہونے سے اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ گویا اللہ جل شانہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہی کہ اے پیغمبر متقی وہ لوگ ہین جنکا آخرت مین
کامیاب ہونا تمکو معلوم ہی یہ بات ایسی ہی کہ مثلاً تم کو معلوم ہو کہ تمھارے شہر والون مین سے

کسی نے توبہ کی ہے۔ پھر تم کسی سے دریافت کرو کہ وہ کون شخص ہے تو اُسکا جواب یون دیا جاتا ہے
کہ زید التائب تو اُسکے یہ معنی ہونگے کہ وہ شخص جسکی توبہ کا حال تمکو معلوم ہوا ہے زید ہے
حاصل اس تمام بیان کا یہ ہے کہ مکارم اخلاق حاصل کرنے کے لیے پہلے انسان کو تقوی حاصل
کرنا ضرور ہے۔ جبتک انسان مین اتقا پیدا نہوا اُسوقت تک اُسپر ہدایت کا پرتو نہین پڑسکتا۔
اسواسطے اللہ جل شانہ نے فرقان حمید مین پہلے ہی اسکا ذکر فرما دیا کہ ہماری اس کتاب (قرآن مجید)
سے وہی لوگ ہدایت حاصل کرسکتے ہین جن مین تقوی ہو۔ ہدایت دراصل مکارم اخلاق کی
رہنمائی کو کہتے ہین۔

الذین اتقوا و راست نجات زندہ دانش وگرچہ از اموات
آنکہ بے تقوے ست در رہِ دین آدمی نیست ہست دیو لعین

حدیث قدسی مین وارد ہے کہ اعددت لعبادی الصالحین ما لا عین رأت و لا اذن
سمعت و لا خطر علے قلب بشر۔ اسی مضمون کو حضرت مولوی معنوی
قدس سرہ نے یون بیان فرمایا ہے۔

آن دہد حق شان کہ لا عین رأت کہ نہ گنجد در زبان و در لغت

یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون

ترجمہ اے لوگو اپنے پروردگار کی عبادت کرو جسنے تمکو اور اُن لوگون کو جو تمسے پہلے
ہوگذرے ہین پیدا کیا عجب نہین تم (آخرکار) پرہیزگار بنجاؤ۔ اس آیہ شریف مین بلاواسطہ
انسان کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے کیونکہ یہ قاعدے کی بات ہے کہ جب کسیکی بزرگی و عظمت کا اظہار

مقصود ہوتا ہی تو اُس سے بلا توسط گفتگو کیجاتی ہی۔ گویا اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ اے لوگو پہلے تو
ہم نے بواسطۂ رسول مقبول تم پراُن احکام کا ذکر کیا ہی جو اس سے قبل کی آیات مین مذکور
ہو چکے ہین اب ہم تمھارے تقرب و بزرگی کا اظہار کرنا چاہتے ہین اور شرف مکالمہ سے سرفراز
کرنا چاہتے ہین اسیلئے بلا توسط تم سے خطاب کیا جاتا ہی اور حکم دیا جاتا ہی کہ تم اپنے پروردگار کی
عبادت کرو۔ پیشتر کی آیات مین منافقین اور مومنین اور کافرون کے حالات بیان فرما کر اب ان
آیات مین مسلمانون کو تکلیف اور مشقت کے ساتھ مامور فرمایا ہی۔ اس موقع پر ضرور تھا کہ اُس مشقت
کے مقابلہ مین ایک قسم کی راحت بھی پائی جائے تاکہ وہ مشقت آسان ہوجائے اسیلئے وہ
شہنشاہ حقیقی درمیان کے واسطہ کو اُٹھا کر بلا واسطہ خطاب فرماتا ہی جسطرح کہ کوئی آقا اپنے غلام
کو ایک عظیم الشان کام پر مامور کرے تو وہ خود اپنی زبان سے یون کہتا ہی کہ مین یہ جانتا ہون
کہ تم اس کام کو کروگے تو اس ترغیب سے اُس کام کا کرنا غلام پر آسان ہوجاتا ہی۔ بلکہ اُس کام کے
کرنے مین ایک قسم کا لطف آتا ہی۔ امر بالعبادۃ اگرچہ سب لوگون کے لیے عام ہی مگر اُس حکم سے
وہ لوگ مستثنیٰ ہین جن مین فہم نہو۔ مثلاً۔ لڑکا۔ مجنون۔ غافل۔ بھولنے والا۔ اور وہ شخص جسکو قدرت
نہو۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہی لایکلف اللہ نفساً الا وسعہا یعنے خدا تعالی کسی شخص کو اُسکی
وسعت سے زیادہ مشقت مین نہین ڈالتا۔ اُسی قدر مشقت مین ڈالتا ہی جتنی کسی مین گنجایش
ہوتی ہی اور بعض کہتے ہین کہ اس آیت سے غلام بھی مستثنیٰ ہین۔ اسواسطے کہ خدا تعالی
نے غلامون کے اوپر اُنکے مالکون کی اطاعت فرض کی ہی۔ جب وہ اپنے مالک کی اطاعت
مین مصروف رہین گے تو خدا تعالی کی عبادت سے باز رہین گے۔ قاضی نے بیان کیا ہی

کہ بندون پر طاعت الٰہی کے واجب ہونے کا سبب یہی ہی جسکو خدا تعالیٰ نے اس آیت مین بیان فرمایا ہی یعنے یہ کہ خدا تعالیٰ نے بندون کو پیدا کیا اور پھر اُن پر انعامات فرمائے۔ اس سے یہ مستنبط ہوتا ہی کہ بندہ اپنے فعل کی وجہ سے ثواب کا مستحق نہین ہوتا۔ کیونکہ جب عبادت کے ہونیکا سبب یہی ہی کہ خدا تعالیٰ نے ہمکو پیدا کیا اور ہمارے اوپر انعامات فرمائے تو ظاہر ہی کہ ہمارا خدا کی عبادت مین مشغول ہونا اسکے حق واجبی کا ادا کرنا ہی اور جو شخص کسی واجبی حق کو ادا کرے وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہین ہوسکتا۔ پس بندہ بسبب اپنے اعمال و افعال کے اس بات کا مستحق نہین ہوتا کہ خدا تعالیٰ پر اُسکو ثواب دینا لازم ہو جائے۔

المختصر پہلے یہ حکم صادر فرمایا گیا کہ بندون کو چاہیے کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرین تو اب اس بات کی ضرورت تھی کہ وجود باری کے دلائل بیان کیے جائین سو اسکا ذکر اسطرح ہوا ہی کہ اُس نے سب مکلفین کو پیدا کیا اور نیز اُن لوگون کو جو تم سے پیشتر گذر چکے ہین اس سے ثابت ہوتا ہی کہ خدا تعالیٰ کی معرفت کا کوئی طریقہ بجز اسکے نہین ہی کہ اسکے صفات مین غور و فکر اور استدلال سے کام لیا جاوے۔ اگرچہ بعض فرقون کو اسمین کلام ہی۔

واضح ہو کہ علم معقول مین اثبات وجود باری تعالیٰ کے جو طریقے بیان کیے گئے ہین وہ یہ ہین ایک تو امکان ذوات یا حدوث اجسام یا ان دونون کا مجموعہ۔ اور پھر اسمین بھی دو صورتین باعتبار جواہر و اعراض کے مذکور ہوئی ہین۔ پس اسطرح سے اثبات وجود ذات باری کی چھ شکلین قابل الذکر ہین۔

(۱) ممکنات کی ذوات کے امکان سے وجود باری پر استدلال کرنا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے

اسکی طرف اشارہ فرمایا ہی واللہ الغنی وانتم الفقراء اور بر سبیل حکایت ابراہیم علیہ السلام کی جانب سے ذکر ہوا ہی عدو لی الا رب العالمین یا یہ آیت وان الی ربك المنتہی یا قل اللہ ذرھم یا ففروا الی اللہ یا الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

(۲) صفات کے ممکن ہونے سے اُسکے وجود پاک پر استدلال کرنا خلق السموات و الارض یا الذی جعل لکم الارض فراشا والسماء بناء

(۳) اجسام کے حدوث سے استدلال کرنا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قول سے اشارہ فرمایا گیا ہی لا احب الافلین۔

(۴) اعراض کے حدوث سے استدلال کرنا اور یہ طریقہ سب طریقون سے سہل ہی اور جلد فہم مین آجاتا ہی اور اسکا حصر دو قسم کے دلائل پر ہی (۱) دلائل انفس (۲) دلائل آفاق۔ کتب الٰہیہ مین اکثر انھین دو باتون کا ذکر ہی۔ دلائل انفس یہ ہین کہ ہر شخص اس بات کو جانتا ہی کہ وہ پہلے سے موجود نہین تھا اب موجود ہوا ہی اور جو چیز عدم سے وجود مین آئی ہی اُسکے لیے موجد کا ہونا ضروری ہی اور وہ موجد اُسکی ذات نہین ہو سکتی اور نہ اُسکے ماں باپ وغیرہ ہو سکتے ہین اسواسطے ایک ایسے موجود کی ضرورت ہی جسکا وجود اِن سب سے علیحدہ ہو اور وہی خدا ہی۔ دلائل آفاق سے یہ مراد ہی کہ جو چیزین انسان کی ذات کے علاوہ ہین اُنسے وجود باری پر استدلال کیا جائے جسمین تمام تغیرات عالم داخل ہین جیسے پانی کا برسنا۔ ہوا کا چلنا۔ اختلاف فصول وغیرہ۔ یہ سب ایک ایسی ذات کے محتاج ہین جو سب سے نرالی ہو اور جسم سے مبرّا مگر سب کی موجب ہو۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ تمام اجسام کو ایک موثر کی ضرورت ہی جو سب پر قادر ہو اور

وہ خود نہ جسم ہو اور نہ جسم سے اُسکو لگاؤ ہو۔ لہذا جناب باری تعالیٰ نے اپنے کلام پاک مین اسی قسم کی دلیل کو ذکر فرمایا۔

دلائل قرآنی سے حقیقت مین مجادلہ مقصود نہین ہی بلکہ یہ مقصود ہی کہ لوگون کو عقائد حقہ سہولت کے ساتھ معلوم ہوجائین۔ اس قسم کی دلیلین تمام دلائل سے قوی ہوا کرتی ہین کیونکہ ان دلائل سے جسطرح وجود خالق کا علم ہوتا ہی اُسی طرح خدا ے تعالیٰ کے انعامات جو بندون پر ہین یاد آجاتے ہین جیسا کہ اس آیت مین خلقکم کے لفظ سے حیات یاد آجاتی ہی جو خدا کا بڑا انعام ہی انعامات کے یاد آجانے سے خواہ مخواہ منعم کی محبت دل مین پیدا ہوتی ہی اور دل چاہتا ہی کہ اُسکے تسلیم کرنے مین جھگڑا و قضیہ نکرین اور اُسکے سامنے گردن جُھکا دین اور اُسکے سب احکام کو سچا سمجھین اسی وجہ سے اس قسم کے دلائل کا ذکر کرنا خصوصًا ابتدا ے کتاب مین ضروری تھا۔ جسکو اللہ جل شانہ نے ذکر فرمایا

واضح ہو کہ سلف رحمہم اللہ تعالےٰ نے وجود باری کے متعلق بہت سی باریک باریک اور نازک باتین بیان کی ہین جنکا ذکر کرنا بلحاظ مناسبت مقام مناسب سمجھا گیا۔

(۱) **روایت ہی** کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک زندیق نے وجود صانع سے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو کبھی کشتی پر سوار ہوا ہی اُسنے کہا کہ ہان۔ آپنے فرمایا تو نے کشتی کی مصیبت کو بھی دیکھا ہی اُسنے کہا کہ ہان دیکھی ہی۔ ایک مرتبہ بڑی سخت ہوا چلی جس سے کشتی ٹوٹ کر ٹکڑے ہو گئی اور ملاح غرق ہو گئے۔ مین نے یہ ترکیب کی کہ کشتی کا ایک تختہ تھا اُسپر لٹک رہا۔ پھر وہ تختہ بھی میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور موجون کے

تلاطم مین مبتلا ہوگیا۔ اور بہتا بہتا دریا کے کنارے پر جا لگا۔ اُسوقت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پہلے تو تجھکو ملاح اور کشتی پر اعتماد ہوگا اُسکے بعد تجھکو اُس تختہ پر بھروسہ ہوگا جسپر تو لٹکا تھا جب وہ بھی تیرے ہاتھ سے چھوٹ گیا تو بتلا کہ پھر تیرا کیا حال تھا اور کس پر بھروسہ تھا کیا تو نے اُسوقت اپنی جان کو موت کے حوالہ کردیا تھا یا اُسوقت بھی تجھکو بچنے کی کچھ امید تھی۔ اُسنے کہا کہ ہان مجکو امید تھی کہ شائد اب بھی بچ جاؤن تو آپ نے فرمایا سچ بتا کہ یہ امید تجکو کس سے تھی وہان تو کوئی تھا ہی نہین۔ یہ بات سُنکر وہ زندیق خاموش ہوا۔ آپنے فرمایا دیکھ جس سے تجھکو امید تھی وہی سب کا صانع ہے۔ اور اُسی نے تجکو ڈوبنے سے بچایا ہے یہ بات سُنکر وہ شخص آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوگیا۔

(۲) کتاب دیانت العرب مین لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ تیرے کتنے معبود ہین اُسنے کہا کہ دس ہین۔ آپ نے فرمایا اُن سب مین وہ کون ہے جو غم اور مصیبت کے وقت تیرے کام آتا ہے اور جب کبھی کوئی بڑی دقت پیش آتی ہے تو وہ اُسکو دور کرتا ہے اُسنے بیساختہ عرض کیا وہ تو اللہ ہے۔ آپ نے فرمایا جب یہ بات ہے تو پھر اللہ کے سوا تیرا کوئی معبود نہین ہے۔

(۳) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دہریون کے حق مین ایک تیز شمشیر کا حکم رکھتے تھے اسلیے دہریے بھی موقع کی تاک مین رہا کرتے تھے کہ کسی ترکیب سے امام صاحب کو قتل کر ڈالین چنانچہ ایک مرتبہ آپ اپنی مسجد مین بیٹھے تھے کہ دہریون کی ایک جماعت برہنہ تلوارین لیے ہوئے آگئی۔ اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ پہلے تم ہمکو ایک سوال کا جواب دیدو

پھر جو تمھارا دل چاہے کرو انھون نے کہا وہ کیا سوال ہی۔ آپ نے فرمایا اُس شخص کے بارہ مین تم کیا کہتے ہو جو یہ بیان کرتا ہی کہ مین نے ایک کشتی اسباب سے بھری ہوئی دیکھی کہ دریا کی موجون اور مختلف ہواؤن نے اُسکو پریشان کر رکھا ہی مگر وہ کشتی برابر چلتی ہی اور کشتی کے اوپر ملاح بھی نہین ہی جو اُسکو باقاعدہ چلاوے اور نہ اور کوئی ہی جو ہوا کے جھوکون اور پانی کی موجون سے کشتی کو محفوظ رکھے غرض وہ کشتی خود بخود اپنا سب انتظام کرتی ہی۔ ایسے بیان کرنے والے کی نسبت تم کیا کہتے ہو۔ تو دہریون نے کہا کہ اُس شخص کا یہ قول بالکل جھوٹا ہی عقل مین نہین آتا۔ آپ نے فرمایا سبحان اللہ۔ جب یہ بات عقل مین نہین آتی کہ دریا کے اندر کشتی خود بخود بلا کسی محرک کے قاعدہ کے ساتھ نہین چل سکتی تو یہ بات کیسی باور کیجاتی ہی کہ یہ تمام دنیا باوجود اسقدر تغیرات اور اختلاف حالات کے اور باوجود اسقدر فراخی اور بُعد اطراف کے اسطرح محفوظ ہی اور کوئی اُسکا حافظ اور صانع نہین ہی۔ یہ سنتے ہی وہ دہریے سب کے سب رونے لگے اور کہنے لگے کہ آپ سچ کہتے ہین۔ پس تلوارین نیام مین کرلین اور توبہ کرکے مشرف باسلام ہوگئے۔

(۴) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگون نے پوچھا کہ وجود صانع پر کیا دلیل ہی آپ نے فرمایا کہ شہتوت کے پتون کا مزہ اور اُسکی طبیعت تمھارے نزدیک ایک ہے کہ نہین انھون نے کہا کہ ہان ایک ہی تو آپ نے فرمایا۔ ریشم کا کیڑا جب اِن پتون کو کھاتا ہی تو اُس سے ریشم نکلتا ہی اگر شہد کی مکھی کھاتی ہی تو اُس سے شہد نکلتا ہی اگر بکری کھاتی ہی تو اُس سے مینگنی نکلتی ہی ہرن کھاتا ہی تو اُسکے نافہ مین مشک بنجاتا ہی پس بتاؤ کہ وہ کون ہی جس نے ایسی مختلف

چیزین اُس پتّہ مین پیدا کردین باوجودیکہ پتّہ کی طبیعت ایک ہی ہی۔ یہ بات اُن لوگون کو بہت پسند آئی اور سب کے سب آپکے ہاتھ پر مشرف باسلام ہو گئے۔ اور یہ ستر آدمی تھے۔

(۵) امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لوگون نے وجود باری کی نسبت سوال کیا۔ آپنے یہ دلیل بیان کی کہ تم اکثر دیکھا کرتے ہو کہ کبھی انسان خواہش کرتا ہی کہ اُسکے لڑکا پیدا ہو مگر لڑکا پیدا نہین ہوتا بلکہ لڑکی پیدا ہوجاتی ہی اور جب لڑکی کا ارادہ کرتا ہی تو لڑکا پیدا ہوتا ہی۔ اس سے ثابت ہوا کہ پیدا کرنے والا کوئی اور ہی اور وہی خدا ہی۔

(۶) احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وجود صانع پر ایک مرتبہ یہ دلیل بیان کی کہ مین نے ایک مضبوط قلعہ دیکھا جو صاف اور چکنا بنا ہوا تھا اُسمین کہین روزن نہ تھا باہر سے اُسکی شکل ایسی تھی جیسے پگھلی ہوئی چاندی ہوتی ہی اور اندر سے مثل سونے کے۔ پھر اُس قلعہ کی دیوارین پھٹین جنمین سے ایک جانور نکل پڑا جسکے آنکھ کان سب اعضا موجود تھے۔ آیا یہ کسی کے خیال مین آتا ہی۔ اُنکی مراد قلعہ سے انڈا اور جانور سے انڈے کے اندر کا بچہ تھا نتیجہ اس بیان کا یہ تھا کہ ایسی چیزون کا پیدا کرنیوالا کوئی ہی اور وہی خدا ہی۔

(۷) ہارون رشید نے امام مالک سے وجود صانع پر دلیل پوچھی تو اُنھون نے فرمایا آوازون کا مختلف ہونا اور نغمتون کا متفاوت ہونا بھی وجود صانع کی دلیل ہی۔

(۸) ابو نواس سے کسی نے وجود صانع کی دلیل پوچھی تو اُسنے یہ تین شعر پڑھ دیے۔

تامل فی نبات الارض وانظر	الی آثار ما صنع الملیک
عیون من لجین شاخصات	وازھار کما الذھب السبیک

علی قصب الزبرجد شاهدات   بان اللہ لیس لہ شریک

ت بغنے زمین کی گھانس پر نظر ڈال کر دیکھ لے کہ اُس بادشاہ کی قدرت کے کیا کیا آثار موجود ہین کہین پھول کھلے ہوئے ہین جیسے چاندی کی آنکھین۔ کہین کلیان ہین جیسے پگھلا ہوا سونا۔ یہ سب سبز رنگ کی شاخون پر اسبات کی گواہی دے رہے ہین کہ اُس خدائے ذوالجلال کا کوئی شریک نہین ہی۔

(۹) ایک اعرابی سے کسی نے وجود صانع کی دلیل طلب کی تو اُسنے کہا البعرۃ تدل علی البعیر والروث علی الحمیر واثار الاقدام علی المسیر فسماء ذات ابراج وارض ذات فجاج وبحار ذات امواج ماتدل علی الصانع الحلیم العلیم القدیر یا مینگنی اونٹ کے وجود پر دلالت کرتی ہی۔ اور لید گدھے پر۔ اور قدم کے نشان چلنے پر۔ تو یہ آسمان جسکے اندر برج ہین اور یہ زمین جسمین بڑے بڑے راستے ہین اور یہ دریا جو موجین مارتے ہین۔ کیا صانع حلیم۔ وعلیم وقدیر پر دلالت نہین کرتے۔

(۱۰) کسی نے طبیب سے دریافت کیا کہ تو نے اپنے پروردگار کو کس طرح پہچانا اُس نے کہا کہ مین نے ہلیلہ کے مزاج سے اپنے پروردگار کو پہچان لیا اگر خشک استعمال کیا جائے تو باوجود سوکھا ہونے کے دست آور ہی اور اگر اسکا لعاب استعمال کیا جائے تو باوجود تر ہونے کے دستون کو بند کرتا ہی۔ ایک شی مین ایسی متضاد صفات کا پیدا کرنیوالا وہی خدائے عزوجل ہی۔

اسیطرح ایک اور طبیب نے بیان کیا کہ مین نے شہد کی مکھی سے اپنے پروردگار کو پہچانا کہ اُسکے ایک جانب سے تو شہد نکلتا ہی اور دوسری جانب سے وہ کاٹتی ہی۔ عربی مین شہد کو

عسل اور کاٹنے کو لسع کہتے ہین اور یہ ایک دوسرے کا عکس ہے۔ اس عکس لفظی کا معنی شہد کی مکھی ہین موجود ہے۔ اہل لغات کی وسعت نظر بھی قابل غور ہے۔

(۱۱) دلیل یہ ہے کہ ہر کافر و مومن بداہتًا بلا کسی دلیل کے خدا کے وجود کا قائل ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے ولئن سألتهم من خلقهم ليقولن الله یعنے اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تم اُنسے پوچھوگے کہ اُنکو کسنے پیدا کیا ہے تو وہ یہی کہین گے کہ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ انکا بیان ہی خدا کے موجود ہونے کی بدیہی دلیل ہے۔ اسیطرح ارشاد ہوتا ہے کہ فلما راوا باسنا قالوا آمنا بالله وحده وكفرنا بما كنا به مشركين یعنے جب مشرکین نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم خدا کے اوپر ایمان لائے وہ یکتا ہے اور جسکو ہم خدا کا شریک بناتے تھے اُس سے باز آئے الذی خلقکم کے بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ پہلے تو بندون پر عبادت لازم کردیگئی اور پھر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہمنے تمکو پیدا کیا ہے تو عبادت کے ہم مستحق ہین تم پر ہماری عبادت واجب ہے والذين من قبلكم کے کہنے مین یہ تعلیم آلہی ہے کہ جیسا ہم نے تمکو پیدا کیا ہے ویسا ہی تمہارے اسلاف کے بھی ہم ہی خالق ہین۔ اصول کا پیدا کرنا فروع کے حق مین بڑا انعام ہے گویا خدائے تعالی بندون کو یاد دلاتا ہے کہ میرا انعام تمپر ایک زمانۂ دراز سے ہے حتی کہ تم موجود بھی نہین تھے۔ یہ گمان نکرنا کہ جب سے تم موجود ہوئے ہو اُسی وقت سے تمہارے اوپر ہمارے انعامات ہین۔ اسکے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ لعلكم تتقون جسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر تم ہماری عبادت کروگے تو ہم تمھین پرہیزگار بنادین گے۔ لفظ لعل عربی زبان مین مختلف معنون مین استعمال ہوتا ہے۔ اکثر ترجی اور ڈرانے کے لیے آیا کرتا ہے۔ جسمین یقین کا درجہ نہین ہوتا جسطرح کوئی کہے

لعل زیداً یکرمنے شائد زید میرا اکرام کرے کلام مین ترجی اور خوف کا استعمال اُسیوقت ہوتا ہی
کہ جب ایک چیز کے پائے جانے سے جہل ہو۔ اور اسکا انجام معلوم نہو۔ جناب باریتعالی توان سب
امور سے پاک ہی لہذا ایسے مواقع مین تاویل کیجاتی ہی اور ظاہری معنی سے عدول کیا جاتا ہی
سو وہ تاویل یہ ہی کہ یہان ترجی کے معنی بندون کی طرف راجع ہین نہ خدا کی طرف اصل یہ ہی
کہ بادشاہون کی عادت ہی کہ جب وہ کسی سے وعدہ کرتے ہین تو بظاہر ایسے مختصر الفاظ کا استعمال
کرتے ہین کہ جو امید دلانے کے لیے آتے ہین۔ یا آنکھ سے اشارہ کر دیتے ہین یا تبسم فرما دیتے
ہین غرضکہ جو باتین اور لوگون سے یقین کے لیے نہین پائی جاتین اُنکا استعمال فرماتے ہین
اور باوجود اسکے اہل غرض کو یقین کامل ہو جاتا ہی کہ ہم کامیاب ہو گئے۔ یہ طرز ادا اور تصمیم
ارادہ کا اثر ہی۔ اسیطرح جناب باری عز اسمہ کے کلام مین لفظ لعل وغیرہ مستعمل ہوئے ہین۔

بعض کا یہ خیال ہی کہ تقوی اور عبادت ایک ہی چیز ہی۔ مگر یہ صحیح نہین ہی کیونکہ عبادت
اُن افعال کے کرنے کا نام ہی جنکے کرنے کا حکم خدا ے تعالی نے دیا ہی اور تقوے در اصل اُن
چیزون سے بچنے کا نام ہی جو انسان کے حق مین مضر ہین۔ گو بہ لحاظ تعمیم معنی تقوے مین عبادت
بھی داخل ہی۔ مگر یہان بلحاظ اصلیت معنی کے عبادت کے حکم کے بعد لعلکم تتقون کے ذکر سے
عبادت کو تقوے کے حصول کا باعث قرار دیا گیا ہی اور اس مضمون عبادت کو دیکھو اس نظم مین
کس خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہی۔

جاہ و حرمت ز دل رہا کردن — پشت در خدمتش دوتا کردن
تنقیت کردن نفوس از بد — تقویت کردن روان زخرد

پس حصول مکارم اخلاق کے لیے عبادت آلٰہی لازمی ہی- یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی
التی انعمت علیکم واوفوا بعہدی اوف بعہدکم وایای فارہبون وامنوا
بما انزلت مصدقا لما معکم ولا تکونوا اول کافر بہ ولا تشتروا بایاتی ثمنا
قلیلا وایای فاتقون ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون
واقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وارکعوا مع الراکعین ۰ اتامرون الناس بالبر
وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون ۰ واستعینوا بالصبر
والصلوۃ وانہا لکبیرۃ الا علی الخاشعین **ترجمہ** اے بنی اسرائیل ہمارے وہ احسانات
یاد کرو جو ہم تم پر کر چکے ہین اور تم اُس اقرار کو پورا کرو جو (تم نے) ہمسے کیا ہی- ہم اُس اقرار کو پورا
کرین گے جو ہمنے تمسے کیا ہی- اور ہم سے ڈرتے رہو اور اس قرآن پر ایمان لاؤ جو ہم نے
(اب) نازل فرمایا ہی اور وہ اُس کتاب کی تصدیق کرتا ہی جو تمہارے پاس ہی اور سب سے
پہلے اسکے منکر نہو اور ہماری آیتون مین تحریف کرکے اُنکے معاوضہ مین تھوڑی قیمت (یعنے
دنیاوی فائدے) حاصل نہ کرو اور ہم ہی سے (یعنے ہمارے عذاب سے) بچتے رہو اور سچ کو
جھوٹ کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو- اور جان بوجھکر حق بات کو نہ چھپاؤ اور نماز پڑھا کرو اور زکوۃ
دیا کرو- اور جو لوگ ہمارے حضور مین بوقت اداے نماز جھکتے ہین اُنکے ساتھ تم بھی جھکا کرو-
کیا تم (دوسرے) لوگون سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہین لیتے حالانکہ تم کتاب آلٰہی
بھی پڑھتے ہو- کیا تم اتنی سی بات بھی نہین سمجھتے- اور مصیبت کی برداشت کے لیے صبر
اور نماز کا سہارا پکڑو اور البتہ نماز شاق ہی مگر اُن پر نہین جو خاکسار ہین "

اس آیۂ شریفہ کے متعلق پہلے بعض ضروری الفاظ کے معنے کا لکھدینا بھی مناسب ہی
مفسرین کا اتفاق ہی کہ اسرائیل سے حضرت یعقوبؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ مراد ہین۔ لفظ
اسرائیل مرکب ہی۔ بمعنے عبد اللہ۔ کیونکہ اسرا کے معنے عبد کے ہین اور ئیل کے معنے
اللہ کے ہین۔ جبرئیل و میکائیل کا بھی یہی معنی ہی بعضون نے اسرائیل کے معنے مرد خدا
کے بھی کیے ہین یا بنی اسرائیل اُن یہودیون سے مراد ہی جو یعقوب علیہ السلام کی
اولاد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین مدینہ مین رہا کرتے تھے۔
نعمت اُس منفعت کو کہتے ہین جو غیر پر احسان کرنے کے لحاظ سے پہونچائی جائے
کیونکہ اگر کوئی شخص ایسا کام کرے کہ جسکا نفع اُسی کے نفس پر عائد ہوتا ہو تو اُسکو نعمت نہین
کہتے۔ دن رات جو احسانات ہم پر ہوتے ہین یا جو مصیبتین خدائے تعالی اپنے فضل و کرم سے
دفع فرماتا ہی خواہ دنیا مین ہو یا آخرت مین۔ وہ سب نعمت الٰہی ہین جیسا کہ فرمایا ہی[۱] وما بکم
من نعمۃ فمن اللہ جو نعمتین بندون کو حاصل ہوتی ہین وہ تین قسم کی ہین ایک تو بلا واسطہ
جیسا کہ ہمکو پیدا کرنا اور ہمکو رزق دینا۔ اور دوسرے بالواسطہ باین طور کہ خدائے تعالی نے
اولاً نفس نعمت کو پیدا کیا اور پھر منعم کو بنایا اور اُسکو نفع پہونچانے کی قدرت اور توفیق دی۔
اگرچہ یہ نعمت بھی درحقیقت خدا ہی کی طرف سے ہی مگر اُسکا ظہور بندہ کے ہاتھ سے ہونیکی
وجہ سے بندہ بھی ضمناً شکر کے قابل ہی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی[۲] ان اشکر لی ولوالدیک لفظ

---

[۱] تم کو جو کچھ نعمت میسر ہی وہ خدا کی طرف سے ہی ۱۲

[۲] میرا شکر اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرو ۱۲

لی کے تقدم سے اشارہ ہی کہ ہر ایک احسان کا تعلق دراصل خدائے تعالی سے ہی۔ چنانچہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین لایشکر اللہ من لایشکر الناس[1] تیسری نعمت وہ ہی کہ جو عبادت کے معاوضہ مین خدا ہمکو عطا فرماتا ہی۔ یہ نعمت بھی منجانب اللہ ہی کیونکہ اگر خدائے تعالے ہمکو ادائے عبادت کی توفیق و ہدایت اور سکت نہ دے تو جو نعمتین عبادت کے معاوضہ مین میسر ہوتی ہین اُنکو ہم کیسے حاصل کرسکتے ہین گویا یون سمجھو کہ دینے والا داتا تو وہی ہی۔ لیکن دینے کے ڈھنگ جدا جدا ہین اور سب انتظام و مصالح عباد پر مبنی ہین۔ اس عنایت آلہی کو دیکھو کہین تو مالک کی اطاعت کی تعلیم ہوتی ہی کہین محسن کی شکرگذاری سکھائی جاتی ہی۔ کہین عبادت (خدمت) کے معاوضہ کی تعلیم ہوتی ہی۔ یہ سب نعمات آلہی نہین ہین تو پھر کیا ہین۔ اسلیے ارشاد ہوا ہی وان تعدوا نعمت اللہ لاتحصوھا[2] اسکی وجہ یہ ہی کہ خدائے تعالی نے جو منافع اور لذتین ہم مین پیدا کی ہین جن سے ہم مستفید ہوتے ہین اور جن اعضا کو نفع کے حاصل اور ضرر کے دور کرنے مین استعمال کرتے ہین جو وجود صانع کے سمجھنے اور گناہون سے احتراز کرنے کے باعث ہین وہ سب نعمت مین داخل ہین اور بیشمار ہین اُنکا حد و حصر نہین ہی اُسکی نعمتون کی دراصل کیفیت تو یون ہی۔

او بہ بخشد ہم او ثواب دہد — او بگوید ہم او جواب دہد

ہرچہ بستد ز نعمت و نازت — بہ ازان یا ہمان دہد بازت

[1] جو شخص مخلوق کا شکرگزار نہین ہوتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہین کرتا ۱۲

[2] اگر تم خدا کی نعمتون کا شمار کرو تو اُسکا حصر نکرسکوگے ۱۲

گر ہمہ موے ہا زبان گردد — ہر یکے صد ہزار جان گردد

تا بدان شکر او فزون گویند — شکر توفیق شکر چون گویند

پس سوے شکر نعمتش پویند — گر بگویند ہم بدو گویند

اگر غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ دنیا کی تمام چیزین یا تو باعث لذت ہوتی ہین یا باعث نفرت یا موجب دفع مضرت اور بعض چیزین ایسی ہین کہ سردست اُنسے حصول نفع یا دفع ضرر کی توقع تو نہین ہوتی مگر اُنسے وجود صانع پر استدلال ہوسکتا ہی۔ جو معرفت وطاعت آلٰہی کی باعث ہوتی ہین جس سے دوامی لذتین حاصل ہوتی ہین۔ پس یہ سلسلہ اس قسم کا ہی کہ جس سے تمام معنے نعمت مین داخل ہوجاتے ہین۔ اسیواسطے یہ ہدایت ہوئی ہی کہ اذکروا نعمتی[۱] التی انعمت علیکم سب سے مقدم نعمت حیات ہی چنانچہ ارشاد باری تعالی ہی کیف[۲] تکفرون باﷲ وکنتم امواتا

بعض محققین کا قول ہی کہ نعمت کے بندے بہت ہین لیکن بندۂ منعم کم ہین اسلیے اس آیت مین بنی اسرائیل سے اپنی نعمتون کا ذکر فرمایا گویا یون سمجھو کہ پہلے خدا نے اُن لوگون کا ذکر کیا ہی کہ جو بندۂ نعمت ہین اور امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یون ارشاد ہوا ہی فاذکرونی[۳] اذکرکم یعنے وہ بندۂ منعم قرار دیے گئے اور اس سے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف تمام امتون پر ثابت ہوتا ہی۔

فائدہ جاننا چاہیے کہ بنی اسرائیل پر بہت سی نعمتون کا نزول ہوا ہی چنانچہ بعض کا

[۱] میری اس نعمت کو یاد کرو جو مینے تم پر کی ہی ۱۲ [۲] کیسا تم اللہ کا انکار کرتے ہو حالانکہ تم مردہ تھے ۱۲ [۳] تم مجھکو یاد کرو مین تمکو یاد کرونگا ۱۲

تذکرہ کیا جاتا ہی۔

(۱) ایک تو یہ کہ بنی اسرائیل کو خدا نے فرعون سے اور اُسکی قوم سے نجات دی اور اُن کی گردن مین غلامی کی جو رسن تھی اسکو نکال دیا اور حکومت عطا فرمائی کما قال[1] ونرید ان نمن علے الذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم ائمۃ ونجعلھم الوارثین ونمکن لھم فی الارض ونری فرعون وھامان وجنودھما منھم ما کانوا یحذرون

(۲) خدائے تعالی نے بنی اسرائیل مین بہت سے انبیا اور بادشاہون کو پیدا کیا اور وہ قبط کے غلام بنے رہتے تھے پس اُنکے دشمنون کو ہلاک کر دیا اور اُنکو اُنکے ملک و مال کا وارث بنا دیا جیسا کہ فرماتا ہی کذالک واورثناھا بنی اسرائیل

(۳) اُن پر بڑی بڑی کتابین نازل ہوئین چنانچہ ارشاد فرماتا ہی واذ قال[2] موسی لقومہ اذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ جعل فیکم انبیاء وجعلکم ملوکا واتاکم ما لم یوت احدا من العالمین۔

ہشام رضؓ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہی کہ منجملہ نعماے الٰہی کے جو بنی اسرائیل پر نازل ہوئین ایک یہ بھی تھی کہ خدائے تعالی نے اُنکو آل فرعون سے نجات دی اور جنگل مین اُن پر

[1] یعنے ہم چاہتے ہین کہ اُن لوگون پر احسان کرین جنکو ملک مین ضعیف سمجھا گیا اور اُنکو ہم امام بنائین اور وارث گردانین اور زمین مین اُنکو قدرت عطا کرین اور فرعون و ہامان اور اُنکے لشکر کو اُنسے وہ چیز دکھائین جس سے وہ ڈرتے تھے ۱۲

[2] یعنے جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ تم خدا کی نعمت کو یاد کرو جو تمھارے اوپر ہوئی کہ خدائے تعالی نے تم مین انبیا بنائے اور تمکو بادشاہ بنایا اور تمکو وہ چیز دی جو جہان مین سے کسی کو نہین دی ۱۲

ابر کا سایہ کیا۔ اور من وسلوے اُتارا اور اُنکو ایک پتھر دیا جو آدمی کے سر کے مانند تھا۔ اُسمین یہ صفت تھی کہ جب وہ چاہتے تھے بقدر ضرورت اُس سے اُنکو پانی مل جاتا تھا اور جب پانی کی ضرورت نہ رہتی تھی تو اُسکو زمین سے اُٹھا لیتے تھے اور فوراً پانی بند ہوجاتا تھا اور اُنکو رات کے لیے روشنی کا ایک ستون عنایت فرمایا تھا کہ جسکی روشنی مین آرام سے بسر کرتے تھے اور اُنکے سر گرد آلود نہوتے تھے اور کپڑے پُرانے نہوتے تھے خداے تعالی نے یہ نعمتین کئی وجہ سے یاد دلائی ہین منجملہ اُسکے۔

(۱) یہ کہ توراۃ۔ انجیل اور زبور مین جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا جو ذکر ہے اُسکی تصدیق کرین اور اس نعمت کو فراموش نکرین۔

(۲) یہ کہ نعمتون کی کثرت منعم کی نافرمانی کی وجہ سے بڑی بڑی مصیبتون مین مبتلا ہونے کی بھی باعث ہوتی ہے اسلیے ان نعمتون کو یاد دلایا گیا ہے تا کہ اُسکے حکم کی مخالفت کا خوف کرین اور قرآن اور جناب رسالت آب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائین۔

(۳) نعمات کے یاد دلانے سے یہ مقصود بھی ہے کہ جب کسی پر کسی کی بہت ساری مہربانیان اور احسانات ہون تو اُسکو اپنے محسن کے ساتھ مخالفت کرنے مین شرم آتی ہے۔

(۴) نعمات کثیرہ کا یاد دلانا اسبات کا بھی مستلزم ہے کہ بین الناس اُس قوم کی اختصاص کو ظاہر کردیا جائے اور جب کوئی قوم بہت سی نعمتون کے ساتھ ممتاز ہو تو اُسکو اس بات کی بھی توقع ہوسکتی ہے کہ وہ نعمتین اُس سے زائل نہون اور یہ امید اُس قوم کو مطیع و فرمان بردار بنا کر رکھ سکتی ہے نافرمانی کے مادہ کو دفع کرتی ہے۔ بہر حال اسکے بعد ارشاد ہوا ہے اوفوا بعھدی

اوف بعهدکم - چونکہ عہد کا اثر معاہد اور معاہد لہ دونون پر یکسان ہوتا ہی اسیلیے اللہ جل شانہ
فرماتا ہی کہ اگر تم ہماری نعمتون کو پیش نظر رکھوگے اور شکر بجالاؤگے تو ہم بھی اسکی جزا تمھین
دین گے اور ایای فارھبون سے یہ جتلایا جاتا ہی کہ انسان کو خدا ہی سے خوف اور امید
رکھنا چاہیے کیونکہ تمام امور کا ظہور اُسکی مشیت وقدرت سے وابستہ ہی - اور کوئی عبادت بغیر خوف
ورجا کے دُرست نہین ہوسکتی ہی وامنوا بما انزلت مصدقا لما معکم سے بنی اسرائیل
کو قرآن مجید پر ایمان لانیکی ہدایت کی گئی ہی - کیونکہ قرآن تو جن پیغمبرون کو وہ مانتے ہین
(یعنے موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام) اور جن کتابون پر اُن کا اعتقاد ہی (یعنے توراۃ وانجیل)
ان سب کی تصدیق کرتا ہی - پس اگر وہ قرآن کو سچ مانین تو اُنکے ایمان مین اور تقویت ہوجائیگی
ولا تکونوا اول کافر بہ سے اس بات کی تاکید کی گئی ہی کہ تم کو توراۃ وانجیل سے تو
قرآن کے نازل ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کی کیفیت معلوم ہی پس تم اسکو
مت جھٹلاؤ تمھارے انکار مین اور قریش کے انکار مین فرق ہی - اُنکا اِنکار تو جہل پر مبنی ہی
تم اس عذر کو پیش نہین کرسکتے - اس سے یہ ہدایت مقصود ہی کہ کسی امر کا جان بوجھ کر انکار
کرنا سخت گناہ ہی - ولا تشتروا بایاتی ثمنا قلیلا سے بنی اسرائیل پر قرآن مجید کی
عظمت ثابت کیجاتی ہی کیونکہ کعب بن اشرف اور حسن بن اخطب جو روساے یہود تھے غریب
یہودیون سے کچھ کچھ ہدیتا لیا کرتے تھے - اور انکا یہ خیال تھا کہ اگر یا تباع آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم قرآن پر ایمان لائین تو یہ ہدایا اُن سے منقطع ہوجائین گے - اسیلیے اُنکو کفر پر اصرار تھا او
قرآن مجید کی آیتون مین تحریف کیا کرتے تھے لہذا اُنکو ممانعت کی گئی کہ دُنیوی قلیل نفع کے لیے

ایسی ہدایت سے جو تمھاری دنیا اور آخرت دونون کے لیے سودمند ہی ناکام رہوا ورر
ایا ی فارھبون سے یہ بات بھی جتلادیگئی کہ اگر ایسا نکروگے تو تمپر ہمارا عذاب نازل ہوگا یعنے
پہلے جرم کی تعریف بتلادیگئی اور پھر اُسکی سزا کا ذکر ہوا ہی۔ اور ولاتلبسوالحق بالباطل
سے اسبات کی رہنمائی کیجاتی ہی کہ دوسرون کو گمراہ کرنا یا گمراہ ہونیکا اغوا دینا بھی بُرا ہی اس کو
چھوڑدیا جائے غیر کے گمراہ کرنے کے دو طریقے ہین ایک یہ کہ اگر اُنھون نے دلائل حقہ کو سنا ہی
تو اُنکے گمراہ کرنے کے لیے اُن دلائل مین تشویش پیدا کردینی اور اگر سنا نہین ہی تو اِن سے
دلائل حقہ کو مخفی رکھنا تاکہ اُنسے مستفید نہون۔ پس ولاتلبسوا الحق بالباطل سے
پہلی صورت کی ممانعت کی گئی ہی وتکتموا الحق سے دوسری صورت کی اور پھر وانتم تعلمون
سی یہی جتلایا گیا ہی کہ اسطرح جان بوجھ کر گمراہ کرنے مین جو ضرر و نقصان ہی اُس سے تم واقف
ہو۔ اگرچہ بظاہر یہ خطاب خاص بنی اسرائیل کی جانب ہی لیکن بلحاظ معنے کے اسکا مفہوم
عام ہی۔ وہی بات ہی۔ در ترا گویم دیوار تو بشنو۔ تعلیم قرآن کے سلسلہ کو دیکھو کہ کیسا پاک سلسلہ
ہی۔ پہلے ایمان کا حکم ہوا ہی۔ اور پھر امر حق مین آمیزش باطل اور دلائل نبوت کے کتمان سے
ممانعت کی گئی ہی جب اس سے ایمان کی تکمیل ہوگئی تو پابندی شریعت کا حکم ہوا ہی اور
اسمین بھی اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہی کہ جو چیز شریعت مین اصل اور مقدم ہی پہلے اُسکا ذکر
فرمایا گیا ہی۔ یعنے واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الرّاکعین اسلیئے کہ نماز
عبادت بدنی مین سب سے بڑی عبادت ہی اور زکوٰۃ عبادت مالی مین اعظم عبادات ہی اور یہ
دونون فروعات شرعی ہین اسلیے ان فروعات سے یہود کے ساتھ خطاب کیا گیا ہی۔ اگرچہ

وارکعوا مع الراکعین کا ذکر اقیموا الصلوٰۃ کے بعد بلحاظ معنی کے بطور تکرار معلوم ہوتا

ہی لیکن پہلے جو اقیموا الصلوٰۃ کا ذکر ہوا ہی اُس سے مقصود حکم اقامت صلوٰۃ ہی اور وارکعوا

مع الراکعین سے اسکی عملی تعمیل یعنے جماعت کے ساتھ نماز کا ادا کرنا مراد ہی اور نیز یہود

کی نماز مین رکوع نہین ہی اسلیے اُنکو مثل مسلمانون کی نماز ادا کرنے کی تحریص بھی دلائی گئی ہی

چونکہ رکوع کے معنے خضوع کے بھی ہین اس صورت مین گویا ادائے نماز کا طریقہ بھی بتلایا گیا

ہی کہ نماز پڑھو تو خضوع کے ساتھ پڑھو تکبر کے ساتھ مت پڑھا کرو اور زکوٰۃ کا ذکر خاص طور پر

اسوجہ سے بھی کیا گیا ہی کہ بنی اسرائیل زکوٰۃ نہین دیا کرتے تھے بلکہ سود کھایا کرتے تھے جیسا

کہ قرآن مجید مین آیا ہی۔ اکالہم السحت واکلہم الربٰو واکلھم اموال الناس

بالباطل لہذا اُنکو اوامر کی تعلیم اور منہیات سے احتراز کرنیکی ہدایت کی گئی ہی چونکہ بنی اسرائیل

کی عادت تھی کہ دوسرون کو تو عبادت الٰہی کی ہدایت اور معصیت سے بچنے کا حکم کرتے تھے

اور خود طاعت الٰہی کو ترک کرتے اور معصیت مین مبتلا رہتے تھے اسلیے ارشاد ہوا کہ تامرون

الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتاب افلا تعقلون اخیر جملہ

افلا تعقلون کا مقام تعجب مین مستعمل ہوا ہی۔ کیونکہ دوسرے کو امر معروف و نہی منکر سے

تحصیل خیر کی ہدایت کرنا اور اپنے نفس کو اُس سے محروم کرنا حقیقت مین حیرت انگیز بات

ہی اور جبتک ناصحین اُن اعمال کے خود بھی عامل نہون تو ایسی نصیحت مؤثر نہین ہوتی اور

عبث ہوجاتی ہی۔ کبھی دانشمند ایسا لغو کلام نہین کرتے وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام

مثل الذی یعلّم الناس الخیر ولا یعمل بہ کالسراج یضیٔ للناس ویحرق نفسہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دوسرون کو خیر کی تعلیم کرے اور خود اُس پر عامل نہو تو اُسکی مثال ایک ایسے چراغ کی ہی جو دوسرون کے لیے تو روشنی کا کام دیتا ہی اور خود اُسکو جلا دیتا ہی۔

اسکے بعد ارشاد ہوتا ہی واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانہا لکبیرۃ الا علے الخاشعین الذین یظنون انھم ملاقو ربہم وانھم الیہ راجعون خطاب بھی بنی اسرائیل کی طرف ہی۔ کیونکہ خدا نے جب اُنکو ادا ے صلوٰۃ و زکوٰۃ کا حکم فرمایا تو یہ باتین اُن پر شاق گذرین۔ کیونکہ نماز سے تکبر و جاہ کا ترک کرنا اور زکوٰۃ سے مال سے دستکش ہونا لازم آتا تھا اسلیے اس مرض کا علاج اللہ تعالی نے اسطرح بیان فرمایا واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ چونکہ اِن امور کا اختیار کرنا اُنکے نفوس پر نہایت گران گذرتا تھا جسکا ذکر قرآن مجید مین ایک دوسرے مقام پر یون ہوا ہی کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ ان ملحدین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان احکام کے بجالانے مین نہ تو کوئی منفعت ہی نہ ترک مین کوئی عقاب۔ اسلیے انکی قلبی حالت کو اسطرح ظاہر فرمایا گیا ہی وانہا لکبیرۃ ان پر نماز کا ادا کرنا نہایت گران ہی۔ مگر الا علی الخاشعین سے مسلمانون کو مستثنےٰ فرمایا گیا ہی کیونکہ مسلمانون کا اعتقاد تو یہ ہی کہ خدا ے تعالی کے احکام کی بجا آوری مین ہر طرح کی منفعتین ہین اور نافرمانی موجب عذاب الٰہی ہی۔ جیسے کہ کسی مریض کو جب شفا کی توقع ہوتی ہی تو اُسکے سامنے کیسی ہی تلخ دوا رکھدی جائے تو وہ اُسکو بخوشی نوش جان کرلیتا ہی برخلاف اسکے اگر صحت کی امید نہو تو استعمال دوا وبال جان ہوتا ہی بہرکیف اس آیۂ شریف کی تعلیم و فوائد پر غور کرنے سے

واضح ہوگا کہ احسان کو فراموش نکرنیکی ہدایت کس خوبصورتی سے بیان ہوئی ہو کہ جس سے آقا
اور غلام کا پیوند قائم رہسکتا ہو اور خدا اور بندہ یا ماتحت و بالادست مین اطاعت و انقیاد کا مادہ
پیدا ہوتا ہو۔ جب انسان احسانمندی کو بھلا دیتا ہو تو اسمین سرکشی اور ناحق شناسی اثر کرجاتی
ہو جسکا نتیجہ تباہی و بربادی ہو۔ اسکے ساتھ ہی وفاداری اور معاہدے کی پابندی کی تعلیم کی گئی
ہو۔ یہ چیزین ایسی ہین کہ جن سے تمام دین و دنیا کے کامون مین رونق پیدا ہوجاتی ہو اگر انسان
مین وفاداری اور اقرار کی پابندی نہو تو وہ بے اعتبار ہوجاتا ہو ایسے انسان کی نہ مخلوق مین
عزت ہو نہ خدا کے پاس اور نیز یہ جتلایا گیا ہو کہ کسی بات کو جان بوجھ کر جھٹلایا نہ جائے اور
دنیوی عارضی نفع کی لالچ مین آخرت کی دائمی منفعت کو فراموش نہ کیا جائے۔ حق و باطل
مین مابہ الامتیاز قائم رکھین جس سے ہر کام حفاظت سے سرانجام پاسکتا ہو۔ یہ سب امور
ایسے ہین کہ جن سے ایمان مستحکم ہوجاتا ہو۔ جب تکمیل ایمان کی باتین پہلے بتلادیگئین تو اسکے بعد
احکام شرع کی بجاآوری کی ہدایت ہوئی کیونکہ ایمان کا ثمرہ یہی ہو کہ شریعت کے احکام کی
بجاآوری دل و جان سے قدر و منزلت کے ساتھ کیجائے۔ احکام شریعت پر غور کرنے سے
معلوم ہوسکتا ہو کہ بنیان انسان کے محفوظ رکھنے کے لیے وہ بمنزلہ حصن حصین کے ہین
اگر کوئی مسلمان اُس سے دل چراتا ہو تو سمجھو کہ مریض اپنے علاج سے غافل ہو اور ایسا
بیمار آج نہین تو کل ہلاک ہوجائے گا۔ بہرحال چونکہ عبادت بدنی مین مقدم نماز ہو اسلیے
پہلے اُسکی بجاآوری کا حکم ہوا ہو اور اُسکے بعد عبادت مالی کا ذکر کیا گیا ہو۔ مگر جو عبادت
ہو وہ خلوص کے ساتھ ہونی چاہیے عبادت ریائی مقبول نہین ہو اسکی طرف حکیم الٰہی نے

اشارہ فرمایا ہی۔

چون تو با صدق در نماز آئی | با ہمہ کام خویش باز آئی
ور تو بے صدق صد سلام کنی | نیستی بختہ کار خام کنی
یک سلامے و وصد سلام ارزد | سجدۂ صدق صد قیام ارزد
آن نمازے کہ عادتی باشد | خاک باشد کہ باد بر پاشد
بے دعاؤ تضرع وزاری | یک دو رکعت بغفلہ بگزاری
ظن چنان آیدت کہ ہست نماز | بخدا ار دہندت ایچ جواز
بار عونت شوے بہ نزد خدا | از تو کے بشنود خدا ے دعا
بے تو باشد بہ پاک برگیرد | کز تو آلودہ گشت نہ پذیرد
تو بہ زین طاعتِ تو اے نادان | خویشتن را دِگر تو بندہ مخوان
چون ز نزد دنیا ز باشد پیک | از تو یا رب بود وز و لبیک

ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ و ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھار و ان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماء و ان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ و ما اللہ بغافل عما تعملون افتطمعون ان یومنوا لکم و قد کان فریق منھم یسمعون کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون ۞ ترجمہ پھر اُسکے بعد تمھارے دل ایسے سخت ہو گئے کہ گویا وہ پتھر ہین یا اُنسے بھی سخت تر۔ اور پتھرون مین تو بعض ایسے بھی ہوتے ہین کہ اُنسے نہرین نکلتی ہین اور

بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہین جو پھٹ جاتے ہین اور اُنسے پانی جھرتا ہی اور بعض پتھر ایسے
بھی ہین جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہین اور تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہین (مسلمانو)
کیا تمکو توقع ہی کہ یہود تمھاری بات تسلیم کر لین گے انکا حال یہ ہی کہ انمین کچھ لوگ ایسے بھی گذرے
ہین کہ کلام خدا سنتے تھے اُسکے سمجھے پیچھے دیدہ و دانستہ اُسکو کچھ کا کچھ کر دیتے تھے۔ بعض
چیزین بالذات ایسی ہوتی ہین کہ اُنمین دوسری شی کے اثر قبول کرنے کا مادہ ہوتا ہی اور
جب عوارضات حائل ہو جاتے ہین تو اُنمین قبولیت کا مادہ باقی نہین رہتا تو اُسوقت ایسی
شی سخت اور غلیظ کہلاتی ہی جیسے جسم کہ جب اُسمین حجریت عارض ہو جاتی ہی تو نفس جسم مین اثر
قبول کرنے کا جو مادہ ہی اُس سے زائل ہو جاتا ہی۔ اسی طرح قلب انسان مین بذاتہ ایسی صلاحیت
موجود ہی کہ دلائل الٰہی اور عبرت انگیز واقعات سے وہ متاثر ہوتا ہی اور اس تاثیر کو بدا ہتاً باخدا
لوگون مین دیکھو کہ اُنمین سرکشی اور خدا کی نافرمانی باقی نہین رہتی اور طاعت و خوف الٰہی مین
منہمک رہتے ہین۔ مگر جب قلب پر عوارض لاحق ہو جاتے ہین تو یہ صفت زائل ہو جاتی ہی
اور مثل پتھر کے بنجاتا ہی۔ اس آیت مین وہ اہل کتاب مخاطب ہین کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے زمانے مین باوجود عجیب و غریب خدا کی نشانیون کے دیکھنے کے اُنکے دلون مین ایمان
اثر نہین کرتا تھا یا وہ یہود مراد ہین جو موسی علیہ السلام کے زمانے مین باوجود موسی علیہ السلام
سے کھلے معجزات ظاہر ہونے کے معترض ہوتے تھے اور عناد رکھتے تھے۔ ان کے دلون
کو خدا نے پتھر سے تشبیہ دی ہی بلکہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہونا بیان کیا ہی۔ جیسا کہ
اللہ جل شانہ فرماتا ہی لو انزلنا ھذا القراٰن علی جبل لرأیتہ خاشعا

متصدعا من خشیۃ اللہ دوسری بات یہ ہی کہ پتھرین ابا وانکار کا مادہ نہین ہی جو تصرف
اُسمین کیا جاتا ہی باوجود سختی طبع کے اُسکو قبول کرلیتا ہی برخلاف مشرکین کے کہ یہ پتھر سے بھی
زیادہ سخت بنگئے ہین۔ بعض صورتون مین تو پتھرون سے فائدہ پہونچتا ہی اور بعض اوقات
اُنسے پانی نکلتا ہی مگر یہ ایسے سنگدل ہین کہ کچھ بھی نہین پگھلتے اور خدا کی عبادت مین نہین
جھکاتے۔ ایسے دلون پر پتھر کو جو فضیلت ہی اُسکو خود خدا تعالی نے تین طریقون سے
بیان فرمایا ہی وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھا ر یعنے پتھرون مین تو بعض ایسے
بھی ہوتے ہین کہ اُنسے نہرین نکلتی ہین۔ حکما کا بھی قول ہی کہ پانی کی نہرین اُن بخارات سے
پیدا ہوتی ہین جو زمین کے تحت مین مجتمع ہوتے ہین۔ اگر زمین مین ڈھیلا پن ہو تو آسانی
کے ساتھ جا بجا سے بخارات بشکل نہرون کے نکل جاتے ہین۔ برخلاف اسکے اگر زمین مین
حجریت ہو تو بخارات مجتمع ہوجاتے ہین اور رفتہ رفتہ صلابت بڑھتی جاتی ہی پھر زلزلہ ہوتا ہی
جسکے زور سے زمین پھٹتی ہی اور پانی وادیون اور نہرون مین پہونچ جاتا ہی۔ بہرحال نقل و
عقل سے پتھر سے پانی کی نہرون کا بہنا ثابت ہی اور دوسرے طور پر یون ارشاد ہوتا ہی
وان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماء یعنے بعض پتھر ایسے بھی ہوتے ہین جو پھٹ جانیکے بعد
مثل چشمہ کے ہوجاتے ہین۔ نہر کے طور پر جاری نہین ہوتے۔ اس سے تفاوت رطوبت کا
بیان کرنا مقصود ہی۔ یعنے بعض پتھر ایسے ہوتے ہین کہ کثرت رطوبت کی وجہ سے اُنسے نہرین
نکلتی ہین۔ جسکا ذکر جملہ اولین مین ہوا ہی اور بعض مین کم رطوبت ہوتی ہی اور اُن سے پانی

لہ اگر ہمنے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارا ہوتا تو تم اُسکو دیکھ لیتے کہ خدا کے ڈر کے مارے جھک گیا ہوتا اور پھٹ پڑا ہوتا ۱۲

جھر کر صرف ایک چشمہ بنجاتا ہی- جملہ ما فی البیان سے اُسی کا اظہار مقصود ہی اور ساتھ ہی اُن منکرین
کے قلوب کی مشابہت کا ذکر کرنا بھی مقصود ہی کہ جن مین نصیحت کارگر نہین ہوتی اور ہدایت سے
اثر پذیر نہین ہوتے اور تیسری حالت کا یون بیان ہوا ہی کہ وان منہا لما یھبط من خشیۃ
اللہ - بعض پتھر ایسے بھی ہین جو اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہین- تمام مفسرین کا اتفاق ہی کہ اس آیت
مین پتھر سے جبل موسی علیہ السلام مراد ہی جو تجلی الٰہی کے خوف سے ریزہ ریزہ ہو گیا تھا- یہ کچھ
خدا کی قدرت سے بعید نہین ہی وہ جس شی مین چاہے حیات عقل- ادراک پیدا کر دیتا ہی اور کر سکتا
ہی اس طرح کے بہت سے نظائر قرآن مجید مین موجود ہین جیسا کہ وقالوا لجلودھم لم
شہدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ اس آیہ شریف مین کفار کا
تنزل بیان کیا گیا ہی کہ باوجود خدا کی روشن دلیلون کے دیکھنے کے اپنے عناد و تکبر پر مصر ہین
یہ اُنکے مرتبت انسانی سے گر جانے کی علامت ہی- اگر ان مین کچھ بھی عقل سلیم ہوتی تو فرمان الٰہی
کے تابع بنجاتے اور خدا کا خوف انکے دلون مین اثر کر جاتا- مگر یہ ایسے اشد ہین کہ پتھرون سے
بھی گئے گذرے ہین یہ بات ظاہر ہی کہ خدائے تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے سوائے جن و
انس کے سب چیزون مین عبودیت ذاتی کو پیدا کیا ہی کسی مین سرکشی و سرتابی کا مادہ نہین ہی
یہی وجہ ہی کہ پتھر سے یا جس شی سے جس قسم کا کام لینا چاہو لیا جا سکتا ہی- جب خدا نے بوجہ
اپنی خلافت کے تمکو اسطرح کی قدرت دے رکھی ہی کہ دنیا کی تمام چیزون مین مَن مانے تصرف
کر سکتے ہو اور وہ تمھاری اطاعت سے مُنھ نہین پھراتے تو پھر خدا کے حکم سے پتھرون مین
اِن صفات کا پیدا ہونا کیا مشکل ہی- بہر حال اللہ جل شانہ تنبیہاً فرماتا ہی وما اللہ بغافلٍ

عما تعملون ۵ کہ اللہ اُس سے بے خبر نہین ہی ایسے سخت دلون کی تاک مین لگا ہوا ہی۔
انکے اعمال کو دیکھ رہا ہی دنیا اور آخرت مین اسکی سزا اُنکو دیجائیگی۔ یہ حکم مشرکین کے حق مین بطور
وعید کے ہی۔ یہانتک تو اسلاف یہود کی بداعمالیون کا ذکر تھا جو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وسلم کے قبل گذر چکے ہین اسکے بعد اب اُن یہود کے افعال کا ذکر کیا جاتا ہی جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے زمانے مین تھے افتطمعون ان یومنوا لکم وقد کان فریق منہم یسمعون
کلام اللہ ثم یحرفونہ من بعد ما عقلوہ وھم یعلمون ترجمہ (مسلمانو) کیا تمکو توقع
ہی کہ یہود تمھاری بات کو تسلیم کرلین گے اور اسکا حال یہ ہی کہ ان مین کچھ لوگ ایسے بھی
گذرے ہین کہ کلام خدا سنتے تھے اور اُسکے سمجھے پیچھے دیدہ و دانستہ اسکو کچھ کا کچھ کردیتے تھے
اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے اِن قصون کو جو ذکر فرمایا ہی اُس سے مقصود یہ ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی صحت نبوت کا سب کو یقین ہوجائے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
ان قصون کا تذکرہ بدون تعلیم کے فرمایا ہی اور جو خبر بلا تعلیم مطابق واقعہ کے بھی ہو تو ظاہر ہی
کہ وہ وحی کے سبب سے ہی تمام عرب اور اہل کتاب ان قصون سے اچھی طرح واقف
تھے جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِن قصون کو سنتے تھے اور اُسمین تفاوت بھی
نہ پاتے تھے تو اُنکو اس بات کا یقین ہوتا تھا کہ اسطرح واقعات کا بیان کرنا مبنی بر وحی ہی
اسلیے اہل کتاب بھی ان قصون سے فائدہ حاصل کرتے تھے اور عموماً اہل عرب بھی۔
اہل کتاب کا مستفید ہونا تو تطابق واقعات سے تھا اور عموماً قوم عرب کو اسوجہ سے فائدہ
پہونچتا تھا کہ اہل کتاب کی تصدیق کا اثر اُنکے دلون پر پڑتا تھا وہ بھی ان قصون سے فائدہ مند

ہوتے تھے۔ اور نیز بنی اسرائیل کے اسلاف پر جو نعمتین خدا کی طرف سے اُتری تھین جن کا
اُنھون نے کچھ خیال نہین کیا تھا وہ بھی جتلا دینا مقصود ہی اور اسی طرح آنحضرت کے زمانے
مین جو یہود موجود تھے اُنکو خوف دلانا بھی مقصود ہی کہ بوجہ کفر و طغیان کے جسطرح تمھارے
اسلاف پر عذاب آلٰہی نازل ہوا ہی اگر تم بھی اُسی راہ پر چلوگے تو ویسا ہی عذاب تمپر بھی نازل
ہوگا۔ علیٰ ہذا مشرکین عرب کو بھی جتا دینا منظور تھا کہ دیکھو بصورت خلاف ورزی تمھارے
ساتھ بھی ایسا ہی عمل ہوگا جیسا کہ یہود کے ساتھ ہوا ہی۔ اصل بات یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو بڑی حرص اور تمنا اسبات کی تھی کہ مشرکین عرب دولت اسلام سے مالامال ہون اور
ایمان لائین۔ مگر جب اُنکی جانب سے مخالفت ہوتی تو آپ کے مبارک قلب مین ایک تنگی سی
ہوجاتی تھی۔ اسلیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی خاطر کے لیے بنی اسرائیل کا جو برتاؤ اپنے پیغمبرون
کے ساتھ تھا اُسکو بر سبیل حکایت بیان فرمایا ہی اور اُنکے عادات کا بھی ذکر کر دیا ہی تا کہ معلوم
ہوجائے کہ جنکے حصہ مین دولت ایمان نہین ہی اُنکے افعال ایسے ہی ہوا کرتے ہین حاصل
دیکھو ان آیات مین سچے واقعات کو جان بوجھکر جھٹلانے کی مذمت کس عمدگی سے کی گئی
ہی۔ اس سے اہل اسلام کو اس بات کی تعلیم دیگئی ہی کہ سچ کہنا اور سچے واقعات کا انکار
نکرنا تہذیب اخلاق کے لیے لازمی ہی قولہ تعالیٰ اقیموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ
ثم تولیتم الا قلیلا منکم وانتم معرضون **ترجمہ** نماز پڑھتے رہنا اور زکوۃ دیتے رہنا
پھر تم مین سے تھوڑے آدمیون کے سوا (باقی) سب پھر بیٹھے اور تم لوگ ہو بے پروا۔
نماز و زکوۃ کا ذکر تو پہلے ہو چکا ہی مگر ثم تولیتم سے اخیر آیت تک اُنھین مشرکین کا ذکر

کیا گیا ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین موجود تھے اور باوجود نبوت کی نشانیون کے دیکھنے کے ایمان سے مشرف نہوئے مگر معدودے چند بلےٰ من اسلم وجھہ للہ وھو محسن فلہ اجرہ عند ربہ ولا خوف علیہم ولا ھم یحزنون بلکہ واقعی بات تو یہ ہی کہ جسنے خدا کے آگے سر تسلیم خم کر دیا اور وہ نیکوکار بھی ہی تو اُسکے لیے اسکا اجر اُسکے پروردگار کے ہان موجود ہی اور ایسے لوگون پر نہ کسی قسم کا غم طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہون گے۔

یہود و نصاری کا اعتقاد ہی کہ انکے سوائے کسی کو جنت نہین ہی۔ یہ دعوی بھی مسلمانون کے دل مین ایک شبہ پیدا کرنے کے لیے ہی۔ کیونکہ درحقیقت یہود یہ نہین کہتے کہ نصاری جنت مین داخل ہون گے اور نہ نصاری کا یہ اعتقاد ہی کہ یہود داخل جنت ہون گے۔ بلکہ یہود کا معتقدہ یہ ہی کہ جنت اُنھین کے لیے مخصوص ہی۔ علی ہذا النصاری بھی جنت اپنے ہی لیے خاص کرتے ہین یہ انکی تمنائین ہین جسکا مآل یہ ہی کہ مسلمانون پر خیر الٰہی نازل نہین ہوتا ان باطل آرزون کی تردید ھاتوا برھانکم سے کی گئی ہی قال علیہ الصلوۃ والسلام الکیس[1] من دان نفسہ وعمل لما بعد الموت والعاجز من اتبع ھواھا وتمنی علی اللہ الامانی وقال علی رضی اللہ عنہ لا یتکل علی المنی فانھا بضائع النوکی۔ من اسلم وجھہ للہ کے معنے یہ ہین کہ نفس خدا کی عبادت کے لیے مطیع و منقاد ہو جائے۔ طاعت کے لیے وجھہ یعنے مُنھ کی تخصیص اسواسطے کی گئی ہی کہ وہ اشرف اعضائے انسانی ہی کہ حواس اور فکر و خیال کا

[1] ترجمہ حدیث فرمایا علیہ الصلوۃ والسلام نے عقلمند وہ شخص ہی جو اپنے نفس کو منقاد کرے اور ما بعد موت یعنے آخرت کے لیے عمل کرے۔ اور بیوقوف وہ شخص ہی جو اپنے نفس کی خواہشون کا فرمان بردار ہوا اور اللہ تعالی سے اپنی جھوٹی خواہشون کے پورے ہونے کی آرزو رکھے۔ اور فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ تمناؤن پر بھروسہ نکیا جائے اسلیے کہ وہ اللہ تعالی کی قدرت و لایت کو دل سے ضائع کر دیتی ہین ۱۲

معدن ہی۔ جب یہ مطیع ہوگیا تو سب اعضا اسکے تابع ہوجاتے ہین اور کبھی کنایۃً وجھہ کے معنے
نفس کے بھی لیے جاتے ہین۔ جیسا کہ کل شئ ھالک الا وجھہ مین وجہ سے نفس
مراد ہی یا اسلیے کہ سب سے بڑی عبادت سجدہ ہی اور سجدہ کے حصول کا تعلق بھی منھ ہی سے ہی
اور للہ کے معنے خالصاً للہ کے ہین کیونکہ جس عبادت مین خلوص نہو وہ مقبول نہین ہی
و ھو محسن سے یہ مقصود ہی کہ عبادت کی ادائی کا طریقہ بھی عجز و انکسار کے ساتھ ہو۔
ہندو بھی خدا کے ساتھ اظہار عجز کرتے ہین مگر طریقہ ادا ٹھیک نہین ہی کہ وہ ایسے افعال قبیحہ کا
ارتکاب کرتے ہین جو شان الٰہی کے شایان نہین ہی۔ بہرکیف جب خدا کے مقرر کردہ طریقون
پر عبادت ادا کیجائے تو کسی قسم کا خوف و حزن نہین۔ خوف کا تعلق زمانۂ مستقبل سے ہی
حزن کا تعلق زمانۂ حال و ماضی سے۔ سعادت کاملہ کی تعریف یہی ہی کہ اُسمین کسی طرح کا
نقصان نہو۔ چونکہ عبادت الٰہی مین خلوص کی شرط ہی تو اب اخلاص کی بھی تعریف معلوم
کرنی ضرور ہی۔ اخلاص کے لیے امور ذیل کی ضرورت ہی اول یہ کہ نیت اچھی ہو انما[1] الاعمال
بالنیات وقال[2] علیہ الصلوۃ والسلام ان اللہ لاینظر الے صورکم و لا
الی اعمالکم وانما ینظر الے قلوبکم ونیاتکم دوسرا یہ کہ جب انسان کو اس بات کا علم
یا گمان بھی ہو کہ کسی فعل کے کرنے مین یا ترک مین کوئی نفع یا دفع ضرر ہی تو اسکے دل مین
ایک طلب پیدا ہو جاتی ہی جو اُس فعل کے وجود کی باعث ہوتی ہی اسی کا نام ارادہ ہی جسکو

[1] ترجمہ حدیث۔ عملون کا مدار نیت پر ہی ۱۲
[2] ترجمہ حدیث۔ تحقیق اللہ تعالی تمھاری صورتون اور اعمال کی طرف نہین دیکھتا بلکہ تمھارے دلون
اور نیتون کی طرف دیکھتا ہی ۱۲

نیت بھی کہتے ہین- پس اس نیت کا باعث وہی علم واعتقاد ہی جسکا اوپر ذکر ہوا ہی اور اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ باعث فعل کبھی ایک ہوتا ہی اور کبھی دو بر تقدیر ثانی ان دونون مین ہر ایک سبب مستقل ہوتا ہی یا منجلہ ان دو کے ایک سبب مستقل ہوتا ہی اور دوسرا غیر مستقل بہرحال اسطرح چار صورتین باعث فعل وعدم فعل کی قرار پاتی ہین- مثلاً فرض کرو کہ ایک شیر نے کسی انسان پر حملہ کیا- بمجرد حملہ کے وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوگا- اب اس فعل کا یعنے اُٹھ کھڑے ہونیکا باعث وہی اعتقاد نفع ہی جو بھاگ جانے مین خیال کیا جاتا ہی یا نہ بھاگ جانے سے ضرر مین مبتلا ہو جانے کا اندیشہ- پس اسی نیت کا نام نیت خالص ہی اور ایسی نیت سے جو عمل ہو اُسی کو اخلاص کہتے ہین-

یا یون فرض کرو کہ کسی کا ایک دوست محتاج ہی اور اُسنے اپنے دوست سے حاجت برآری کی التجا کی اور اس شخص نے اُس محتاج شخص کو اپنا دوست اور محتاج سمجھکر حاجت روائی کی تو یہ دونون صفتین یعنے دوستی اور محتاجی ایسی ہین کہ ہر ایک صفت ادائے حاجت کے لیے مستقل باعث ہو سکتی ہی ایسے اسباب کا نام موافقت الباعث ہی-

تیسری صورت وہ ہی کہ دونون سبب مل کر باعث مستقل ہون- اسکو مشارکت کہتے ہین اسکی مثال ظاہر ہی-

چوتھی وہ کہ ایک سبب تو مستقل ہو اور دوسرا سبب امدادی- جیسا کہ ایک شخص وظیفہ پڑھنے کا عادی ہی- جب وظیفہ پڑھنے کا وقت آیا تو کچھ اور لوگ بھی اس شغل کے جمع ہو گئے جنکی شرکت سے اس کے وظیفہ کی پڑھائی مین آسانی ہوگئی تو یہ شکل معاونت کی ہی

اور یہان صورت اول یعنے اخلاص مقصود ہی۔ بہر حال چونکہ قلب تمام جسم مین اشرف اعضا ہی
پس اس کا فعل بھی اور اعضاے جسم کے افعال سے بہتر ہی۔ اسلیئے نیت عمل سے بہتر ہی
کیونکہ وہ قلبی فعل ہی۔ عمل کی تین قسم ہین۔ طاعت۔ معصیت۔ مباح۔ نیت کی وجہ سے
اعمال معاصی اپنے موضوعات سے خارج نہین ہو سکتے۔ جیسے کسی شخص نے محتاج کو
کسی غیر کا مال دیدیا یا حرام مال سے مسجد بنوائی تو یہ افعال نیکی مین داخل نہین ہوتے۔
افعال طاعات بلحاظ اصل و فضیلت کی نیت سے مربوط ہین۔ نیت کا تعلق عبادت کے ساتھ
بالاصل اسطرح ہی کہ عبادت خاص اللہ کے لیے ہو اگر ریا ہو تو معصیت ہو جاتی ہی نیت کا تعلق
فضیلت کے ساتھ نیات خیر کے کثرت سے ہوتا ہی مثلاً ایک شخص مسجد مین بیٹھا ہی اس نیت
سے کہ یہ اللہ کا گھر ہی اور ساتھ ہی مشاہدۂ الٰہی بھی پیش نظر ہو تو ایسی نیتون کا تعلق فضیلت
سے ہو جاتا ہی کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من قعد فی المسجد فقد زار اللہ
وحق علیہ المزور اکرام زائرۃ جیسا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
کہ جو شخص مسجد مین بیٹھا اُسنے اللہ کی زیارت کی اور خدا پر حق ہی کہ ایسے زائر کا اکرام کرے
یا ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار مین بیٹھے رہنا بھی داخل فضیلت ہے کہ ایسا انتظار
گویا نماز مین ہی مشغول رہنا ہی۔ یا خدا سے شرم کرکے گناہون سے باز آنا۔ یہ سب صورتین
فضیلت نیت کی ہین۔ اور نیز نیت کے بھی اقسام ہین بعض تو اعمال صالح دوزخ کے خوف
سے کرتے ہین اور بعض حصول جنت کے توقع ہین۔ جو لوگ دوزخ کے خوف سے نیک
عمل کرتے ہین وہ اچھے ہین۔ مگر جنت کی ہوس سے جو لوگ عمل خیر کرتے ہین وہ نفسانی خواہشات کے

بندہ ہین -اور جو مقربین بارگاہ ہین انکے اعمال محبت آلٰہی مین ہوتے ہین جنکی شان مین
یہ آیت ہے ھم الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ بہرحال
جیسی نیت ویسی برکت ہے دیکھو نیک نیتی کے ساتھ کام کرنیکی کیسی ہدایت ہوئی ہے جن
لوگون کو خدا کی عبادت خلوص نیت کے ساتھ ادا کرنیکی عادت ہوگیا وہ بندگان خدا کے ساتھ
بدمعاملگی یا بدنیتی کو کام مین لائین گے -پس جو شخص دوسرون کے ساتھ نیک نیتی سے
پیش آئے تو وہ بھی اُسکے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرین گے اور ایسی خوش معاملگی سے جو
عمدہ نتائج پیدا ہون گے وہ محتاج بیان نہین ہین پس نیک نیتی سے کام کرنا اخلاق کا
جزو اعظم ہے قولہ تعالیٰ فاذکروانے اذکرکم واشکروالے ولا تکفرون -یایھا الذین
امنوا استعینوا بالصبر والصلوٰۃ ان اللہ مع الصابرین ولا تقولوا لمن
یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون ولنبلونکم بشئ من
الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین
الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون ٥ اولئک علیھم
صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون ٥ ترجمہ تو تم ہماری
یاد مین لگے رہو کہ ہمارے یہان بھی تمھارا ذکر (خیر) ہوتا ہے اور ہمارا شکر کرتے رہو اور
ناشکری نکرو مسلمانو صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے (مصیبت کی برداشت پر) سہارا پکڑو
بیشک اللہ صبر کرنے والون کا ساتھی ہے -اور جو لوگ اللہ کی راہ مین مارے جائین اُنکو
مرا ہوا نہ کہنا (وہ مرے نہین) بلکہ زندہ ہین مگر (اُنکی زندگی کی حقیقت) تم نہین سمجھتے -اور البتہ

ہم تمکو تھوڑے سے خوف اور بھوک سے اور مال وجان اور پیداوار (اراضی کی) کمی سے آزمائینگے۔ اور (اے پیغمبرؐ) صبر کرنے والون کو (خوشنودی خدا اور کشائش کی) خوشخبری سنادو۔ یہ لوگ جب ان پر مصیبت آپڑتی ہے تو بول اُٹھتے ہین کہ ہم تو اللہ ہی کے ہین اور ہم اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہین۔ یہی لوگ ہین جن پر اُنکے پروردگار کی عنایت اور رحمت ہے اور یہی راہ راست پر ہین"

حدیث شریف مین آیا ہے کہ روے زمین کے فرشتے روزانہ بارگاہ ربوبیت مین حاضر ہوتے ہین تو اُنسے بندون کا حال پوچھا جاتا ہے تو وہ مجالس خیر کا تذکرہ عرض کرتے ہین اُسوقت خداوند تعالی کی طرف سے ایسے بندون پر رحمت کا اظہار ہوتا ہے شاید اس آیت مین اسی مضمون کی طرف اشارہ ہوگا۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان صبر کا عادی ہوجاتا ہے تو اُسکو مصیبت کی ایذا محسوس نہین ہوتی ؎

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج مشکلین اتنی پڑین مجھپر کہ آسان ہوگئین

اسکے سوا آیت اولین یعنے فاذکرونی اذکرکم واشکروالی ولا تکفرون مین دو باتون کی تعلیم دیگئی ہے ایک تو ذکر کی اور دوسرے شکر کی ذکر کئی قسم پر ہے۔ ذکر لسانی ذکر قلبی۔ ذکر جوارح۔ تحمید۔ تمجید۔ تسبیح۔ اور قرآن مجید کا پڑھنا۔ سب ذکر لسانی ہین ذکر قلبی کی تین قسم ہین۔

ایک تو اُن دلائل پر غور کرنا جو خدا تعالی کی ذات وصفات پر دلالت کرتے ہین۔ یا اُن دلائل کی تردید مین خوض وفکر کرنا جن سے دلائل مذکورہ مین شبہہ واقع ہو-

دوسرا ان دلائل پر غور کرنا جو تکلیف شرعی اور اوامر و نواہی یا وعدہ وعید پر دلالت کرتے ہین۔ کیونکہ ان امور کو جب اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو ان افعال کی ادائی مین سہولت ہو جاتی ہے۔

تیسرا مخلوقات کے اسرار مین غور و فکر کرنا تاکہ ہر ایک ذرہ کرشمہ قدرت کے معائنہ کیلیے آئینہ ہو جائے جیسے ؎

برگِ درختان سبز در نظر ہوشیار   ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ذکر جوارح وہ ہے کہ اعضاے انسانی اوامر الٰہی کے بجا لانے مین مصروف رہین اور نواہی سے محفوظ۔ جملۂ اذکروانے مین یہ سب باتین شامل ہین اور اذکرکم کے یہ معنے ہین کہ اگر حسب بیان بالاتم ہماری اطاعت مین مشغول رہوگے تو ہم بھی حسب مناسب تمھارے ساتھ اچھا سلوک کرین گے یعنے کسی عمل کے معاوضہ مین ثواب عنایت فرمائین گے کسی فعل کے نسبت تمھاری مدح کرین گے اور کسی فعل کے نسبت اپنی خوشنودی ظاہر کرین گے۔ کسی کے بدلے تمھارے مراتب مین ترقی دین گے وقس علی ہذا۔ یا اُسکی تفسیر یون بھی کی گئی ہے اذکروانی بطاعتی اذکرکم برحمتی اگر تم ہماری طاعت کو پیش نظر رکھوگے تو ہم تمکو اپنی رحمت سے فراموش نکرینگے[۲]۔ اذکروانی بالدعاء اذکرکم بالاجابۃ والاحسان اگر تم کوئی اپنی حاجت چاہوگے تو ہم اسکو قبول کرین گے بلکہ کچھ زیادہ دین گے[۳] اذکروانی فی الرخاء اذکرکم فی البلاء خوشوقتی کی حالت مین اگر ہماری یاد رکھوگے تو تمھاری مصیبت کے وقت مین ہم بھی تمکو نہ بھولین گے وقس علےٰ ہذا۔

بہرکیف جبکہ خدائے تعالی نے فاذکرونی سے امور بالا کی ہدایت فرمائی تو واشکروالے
سے ادائے شکر کا حکم ہوا۔ اور ساتھ ہی اُن امور کا ذکر کیا گیا ہی جن سے عبادات شکر
کی تائید ہوتی ہی لہذا ارشاد ہوا کہ استعینوا بالصبر و الصلوة کیونکہ صبر سے نفس مقہور
و مغلوب ہوجاتا ہی اور نماز کا بھی یہی اثر ہی کہ نماز مین خضوع وخشوع وتذلیل و اخلاص لازم ہی
جس سے نفس مین تہذیب پیدا ہوتی ہی اور جب نفس کی اصلاح ہوجائے تو پھر عبادت
وشکر آلہی مین کچھ خلل نہین واقع ہوتا۔ وروی انہ علیہ الصلوۃ والسلام کان اذا حزبہ
امر فزع الی الصلوۃ۔ ثم قال ان اللہ مع الصابرین۔ اس سے
ظاہر ہوسکتا ہی کہ صبر اور نماز مین اصلاح نفس کی کیا کیا خوبیان ہین ولا تقولوا لمن یقتل
فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون اس آیت کو مضمون ماقبل سے
یون ربط ہی کہ ہرگاہ صبر اور نماز ممد دین ہین تو پھر خدا فرماتا ہی کہ بشرط ضرورت دشمن دین کے
مقابلہ مین تمکو جان ومال بھی خرچ کرنا ہوگا۔ جو لوگ اقامت دین کے لیے جان دیتے ہین
اُنکی نسبت یہ خیال نہ کیا جائے کہ اُنھون نے یون ہی اپنے نفوس کو رایگان کھو دیا بلکہ
وہ ہمارے پاس زندہ ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ یہ آیت شہداے
جنگ بدر کی شان مین نازل ہوئی ہی۔ اس جنگ مین چودہ مسلمان شہید ہوے چھ مہاجرین
سے اور آٹھ انصار سے مہاجرین مین عبیدہ بن حرث بن عبد المطلب۔ عمر بن ابی وقاص
ذو الشمالین۔ عمر بن نفیلہ۔ عامر بن بکیر۔ مھجع بن عبد اللہ۔ اور انصار مین سعید بن خثیمہ۔
قیس بن عبد المنذر۔ زید بن حرث۔ تمیم بن ہمام۔ رافع بن معالی۔ حارثہ بن سراقہ۔

معوذ بن عفراء۔ عوف بن عفراء۔ جب یہ حضرات شہید ہوے تو لوگ کہنے لگے کہ فلان فلان اشخاص مر گئے اور کفار قریش کہتے تھے کہ لوگ بیفائدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے اپنی جانون کو ہلاک کرتے ہین تو اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسے شہدا کی شان مین اموات کا لفظ استعمال نکرین کیونکہ قریب مین قیامت کے دن وہ زندہ ہون گے اور اپنے نیک اعمال کی جزا پائین گے۔ اور انکو جنت مین نعمتین دیجائینگی۔

اصل یہ ہی کہ بقاے وجود انسانی روح سے متعلق ہی۔ موت کے بعد بھی روح مین کسی طرح کا تفرق وتمزق عارض نہین ہوتا۔ اسلیے وہ الم ولذت کا مزہ برابر حاصل کرتی ہی۔ قیامت کبریٰ مین پھر روح کا تعلق جسم کے ساتھ بحکم قدرت الٰہی ہوجاتا ہی اور یہ بات اللہ کے پاس کچھ مشکل نہین ہی ولنبلونکم بشیٔ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس والثمرات یہ آیت متعلق ہی واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ سے یعنے اے مسلمانو صبر کرنے اور نماز پڑھنے سے (مصیبت کی برداشت پر) سہارا پکڑو کیونکہ ہم تکو خوف سے بھوک سے مال وجان سے پیداوار اراضی کی کمی سے آزمائین گے۔ بعض منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کا اظہار مال اور کشایش رزق کی طمع سے ظاہر کرتے تھے اسلیے کھوٹے کھرے کی آزمایش کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے ان مصائب کا ذکر فرمایا ہی جب منافق اس مضمون کو سنتے تھے تو بھاگ جاتے تھے اور دین کو چھوڑ دیتے تھے جس سے انکی اصلی حالت کا امتحان ہوجاتا تھا اور نیز انسان کے خلوص اعتقاد کی کیفیت مصیبت کے وقت اچھی طرح معلوم ہوجاتی ہی۔ فراغت کے وقت اسکا معلوم

ہونا محال ہی۔ علاوہ اسکے جن مصیبتون کا ذکر اس آیۂ شریف مین ہوا ہی اُن کا ہر ایک واقعہ متعلقہ بھی ہی۔ خوف کا تعلق واقعۂ احزاب سے ہی کما قال اللہ تعالےٰ ھنالك ابتلے المؤمنون وزلزلوا زلزالا شدیدا[۱]۔

اور بھوک کا تعلق ابتدائے ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی۔ کیونکہ اُسوقت مال کی بہت کمی تھی۔ حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا تھا۔ اور مال وجان کا نقصان جہاد مین واقع ہوتا ہی کما قال اللہ تعالیٰ وجاھدوا[۲] باموالکم وانفسکم۔

اور کبھی سفر جہاد مین توشہ نہونے سے بھوک کی تکلیف ہوتی ہی قال اللہ تعالیٰ ذلك[۳] بانھم لایصیبھم ظمأ ولا نصب ولا مخمصة فی سبیل اللہ

نقصان نفس بعض اوقات عزیز وقریب کی موت سے واقع ہوتا ہی چنانچہ یہی تاویل آیۂ ولاتقتلوا انفسکم مین کی گئی ہی۔ اور نقصان ثمرات کبھی تو قحط سے ہوتا ہی اور کبھی عمارتون کی مرمت نکرنے سے ہوتا ہی۔ خاصکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین تو لوگون کو بوجہ مشغولی جہاد اپنے گھرون اور باغچون کی مرمت کا کم موقع حاصل ہوتا تھا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی کہ خوف سے خوف خدا۔ بھوک سے روزے۔ نقصان مال سے زکوٰة اور صدقات کا دینا۔ نقصان نفس سے امراض اور نقصان ثمرات سے اولاد کا فوت ہوجانا مقصود ہی

---

۱ ترجمہ۔ اس موقع پر مسلمانون کے (استقلال) کی آزمائش کی گئی اور خوب ہی جھڑ جھڑائے گئے ۱۲

۲ ترجمہ۔ اور اپنے جان ومال سے خدا کی راہ مین جہاد کرو ۱۲

۳ ترجمہ۔ یہ اسلیے کہ ان (جہاد کرنیوالون کو) خدا کی راہ مین پیاس اور محنت اور بھوک کی تکلیف پہونچتی ہی ۱۲

بہرحال اِن امور پر صبر واجب ہی۔ کیونکہ خدا جانتا ہی کہ بندون کے حق مین عدل وحکمت کیا ہی جن لوگون کا ایمان کامل نہین ہی وہ اِن باتون کو اچھی طرح نہین سمجھ سکتے۔ بلکہ وہ اس آیۂ کریمہ کے مصداق ہین ومن الناس من یعبد اللہ علے حرف فان اصابہ خیر اطمان بہ وان اصابتہ فتنۃ انقلب علے وجھہ خسر الدنیا والاخرۃ۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین کہ صبر انسان کا خاصہ ہی۔ بہائم وملائکہ مین صبر نہین ہوتا۔ بہائم مین اسوجہ سے صبر نہین ہوتا کہ وہ ناقص الخلقتہ ہین۔ شہوت اُن پر غالب ہی اُنمین اسقدر عقل نہین ہوتی کہ مکروہات کا مقابلہ استقلال کے ساتھ کرین جس سے صبر حاصل ہو۔ اور ملائکہ مین صبر اسوجہ سے نہین ہوتا کہ وہ کامل الخلقت ہین وہ شہوت کے مطیع نہین ہین اسلیے اُنکو مکروہات سے مقابلہ کی ضرورت ہی نہین ہوتی۔ برخلاف انسان کے

آدمی زادہ طرفہ معجون ست　　　　کز فرشتہ سرشتہ وز حیوان

گر کند میل این شود بہ ازین　　　　ور کند رغبتش شود بہ ازان

اسکی ابتدائی حالت تو مثل بہائم کے ہوتی ہی کہ صرف کھانے پینے کی خواہش مین گذرجاتی ہی پھر چند روز کے بعد کھیل کود کی خواہش پیدا ہوتی ہی اور اِسکے بعد جماع کی۔ اور کچھ صبر نہین ہوتا اسکا بلوغ کا زمانہ تو ایسا ہوتا ہی کہ سوائے طلب لذات دُنیوی کے آخرت کا خیال ہی نہین ہوتا جب عقل کا زمانہ شروع ہوتا ہی تو اسوقت نفسانی خواہشات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہی۔ اسی

ترجمہ۔ لوگون مین کوئی ایسا بھی ہی جو خدا کی عبادت تو کرتا ہی۔ دگر، اکھڑا اکھڑا۔ کہ اگر اُسکو کوئی فائدہ پہونچ گیا تو اُسکی وجہ سے مطمئن ہو گیا اور اگر اُسپر کوئی مصیبت آپڑی تو جدھر سے آیا تھا اُدھر ہی کو لوٹ گیا۔ اُس نے دنیا بھی کھوئی اور آخرت بھی ۱۲

مقابلہ کا نام صبر ہی۔

فائدہ صبر دو قسم پر ہی بدنی۔ نفسانی۔ صبر بدنی وہ ہی کہ انسان جسمانی مشقتون کا تحمل کرے درد و تکالیف بدنی کو سہے۔ اعمال شاقہ کا عادی ہو۔ صبر نفسانی وہ ہی کہ مقتضیات شہوت اور مشتہیات طبع کو روکے۔ اگر شہوت بطن و فرج پر صبر کرے تو اُسکو عفت کہتے ہین۔ اگر مکروہات کی برداشت ہو تو بہ لحاظ حالت ایسے صبر کا نام جُدا جُدا رکھا گیا ہی اگر محض مصیبت کی برداشت ہو تو اُسکو بھی صبر کہتے ہین۔ اگر ان امور سے حالت بڑھ جائے اور چیخنے پکارنے اور دامن چاک کرنیکی نوبت پہونچ جائے تو اسکو جزع و ہلع کہتے ہین۔ اگر حالت غنا مین صبر کی ضرورت ہو تو ضبط نفس کہا جاتا ہی۔ اور حالت فقر مین بطر۔ معرکہ رزم مین صبر کا نام شجاعت ہی۔ والا جُبن کہتے ہین۔ حالت غیظ و غضب مین صبر کرنے کو حلم کہتے ہین والا نزق۔ اگر زمانہ کے حوادث مین مبتلا ہوا اور صبر کرے تو اسکا نام سعۃ الصدر ہی۔ والا ضجر، ندم اور ضیق الصدر ہی۔ اخفائے کلام کے صبر کا نام کتمان النفس ہی۔ زیادتی عیش سے اپنے آپ کو بچانا زہد کہلاتا ہی اور اسکے ضد کا نام حرص ہی۔ بقدر ضرورت مال پر اکتفا کرنا قناعت ہی جسکا ضد شرہ ہی۔

احادیث مین صبر کی جو فضیلت مذکور ہی کسی قدر اُسکا ذکر بھی مناسب ہی قال علیہ الصلوۃ والسلام الصبر نصف الایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر ایمان کا نصف حصہ ہی کیونکہ ایمان کی تکمیل بدون ترک ممنوعات کے ہو نہین سکتی خواہ وہ اقوال سے متعلق ہون یا اعمال و عقائد سے۔ اگر فعل یا ترک فعل خواہش کے مطابق ہی تو اسمین صبر کی ضرورت نہین ہوتی۔ مگر خلاف خواہش ہو تو البتہ صبر کی ضرورت ہی

حدیث شریف مین اسی لحاظ سے صبر کو نصف ایمان کہا گیا ہی- بہرحال جن مشکلات کا ذکر
آیت شریف مین ہوا ہی وہ از قبیل عقوبت نہین ہی کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اسکو رسول مقبول
اور صحابہ کرام کے جانب اسوجہ سے منسوب فرمایا ہی کہ اُسکے معاوضہ مین دین مین اُنکا درجہ
بڑھانا مقصود ہی اور نیز منجمین وثنویہ کے اقوال کی تردید بھی مقصود ہی جو اس قسم کے مصائب
کو نحوست کواکب وغیرہ کا اثر بتلاتے ہین-

اب صابرین کے لیے جو خوشخبری ہی اُسکا ذکر کیا جاتا ہی- وبشر الصابرین
الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون- اولٰئک
علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ واولٰئک ہم المہتدون یعنی اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُن صبر کرنے والون کو خوشخبری سُنا دے کہ جب اُن پر مصیبت آپڑتی
ہی تو کہتے ہین کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کہ ہم تو اللہ ہی کے ہین اور ہم اُسی کی طرف
لوٹ کر جانے والے ہین- اسمین بعث ونشور کا اعتراف ہی عن النبی صلے اللہ علیہ
وسلم من استرجع عند المصیبۃ جبر اللہ مصیبتہ احسن عقباہ وجعل
لہ خلفا صالحا یرضاہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی مصیبت کیوقت
انا للہ وانا الیہ راجعون کہے تو خدائے تعالیٰ اُسکا بہتر معاوضہ عنایت
فرماتا ہی اور اُسکو خلف صالح عطا فرماتا ہی جس سے وہ خوش رہے روی انہ طفی سراج
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فقال انا للہ وانا الیہ راجعون فقیل
امصیبۃ ھی قال نعم کل شیئ یؤذی المؤمن فھو لہ مصیبۃ ایکبار آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت خانہ مبارک کا چراغ گل ہوگیا تو آپ نے فرمایا انا للہ وانا
الیہ راجعون تو حضرت سے دریافت کیا گیا کہ کیا چراغ کا گل ہوجانا بھی مصیبت ہی
تو آپ نے فرمایا کہ ہان جو چیز مومن کو ایذا دیوے وہ مصیبت ہی قالت ام سلمۃ حدثنی
ابو سلمۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام قال ما من مسلم یصاب بمصیبۃ فیفزع
الی ما امر اللہ بہ من قولہ انا للہ وانا الیہ راجعون اللھم عندک احتسبت
مصیبتی فاجرنی فیھا وعوضنی خیرا منھا الا اجرہ اللہ علیھا وعوضہ خیرا
منھا قالت فلما توفی ابو سلمۃ ذکرت ھذا الحدیث وقلت ھذا القول
فعوضنی اللہ تعالی محمدا علیہ الصلوۃ والسلام ام سلمہؓ سے روایت ہی اُنھون نے
کہا کہ مجھسے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا جو مسلمان کسی مصیبت مین مبتلا ہوا ور
وہ پناہ گزین ہو اللہ تعالی کے اس قول سے یعنے انا للہ وانا الیہ راجعون کہے اور
نیز یہ دعا پڑھے اللھم عندک احتسبت مصیبتی فاجرنی فیھا وعوضنی خیرا منھا
تو اللہ جل شانہ اُسکو نیک معاوضہ عنایت فرماتا ہی۔ چنانچہ بی بی ام سلمہؓ فرماتی ہین کہ جس وقت
ابو سلمہؓ کی وفات ہوئی تو مجکو یہ حدیث یاد آئی اور مین نے اُسپر عمل کیا یعنے اُس قول و دعا کو
پڑھا تو اللہ جل شانہ نے مجکو ابو سلمہ کے عوض مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت فرمایا جو
برگزیدہ عالم ہین۔ اصل یہ ہی کہ جب انسان قضاے الٰہی پر راضی ہوجاتا ہی تو اُسمین صبر
بھی پیدا ہوجاتا ہی اور صبر دو طرح سے پیدا ہوتا ہی یا بطریق تصرف یا بطور جذب الٰہی تصرف
سے جو صبر پیدا ہوتا ہی اسکی کیفیت یہ ہی کہ جب کسی شی کی طرف خاطر مائل و ملتفت ہوجاتی ہی

تو وہی شے مورث آفات بنجاتی ہے تب انسان کا دل مکروہات عالم سے متنفر ہوجاتا ہے اور خدائے پاک کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اُنس تھا آخر وہی جنت وبال ہوگئی اور وہان سے نکالے گئے تو آپ کو ذکر آلہی سے اُنس ہوگیا اسیطرح یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے انتہا درجہ کا اُنس تھا جسکا نتیجہ فراق ہوگیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل مکہ سے نصرت و اعانت کی توقع تھی۔ مگر وہی ایسی سختی کرنے لگے کہ آخر کار آپ نے فرمایا ما اوذی نبیٌ مثل ما اوذیت[1] الغرض آخر آیہ مین صابرین کے مراتب کا ذکر کیا گیا ہے کہ یہی لوگ مورد عنایت و رحمت ایزدی ہین اور یہی راہ راست پر ہین۔

حاصل ۔ دیکھو کہ انسان کو ذکر و شکر کی تعلیم کس طرح دیگئی ہے اور صبر مین کیا کیا خوبیان ہین۔ صبر کی تعریف کس عمدگی سے کی گئی ہے اور صابرین کا کیا مرتبہ ہے بہرکیف ذکر و شکر و صبر بھی لازمۂ اخلاق ہے قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس کلوا مما فی الارض حلالاً طیباً و لا تتبعوا خطوات الشیطان انہ لکم عدو مبین۔ انما یامرکم بالسوء و الفحشاء و ان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون (ترجمہ) لوگو زمین مین جو چیز حلال طیب (قسم کی) ہے اُسمین سے (جو چاہو بے تامل) کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے وہ تو تمھین بدی اور بیحیائی (کے ہی کام کرنے) کو کہے گا اور یہ چاہیگا کہ (اپنی طرف سے) بے سمجھے بوجھے خدا پر بہتان باندھو۔ یہ آیت اُن لوگون کے حق مین

[1] ترجمہ۔ کسی نبی کو ایسی ایذا نہین پہونچائی گئی جیسا کہ مجکو پہونچائی گئی ہے ۱۲

نازل ہوئی جنھون نے اپنے اوپر سوائب[1] وصائل[2] اور بحائر[3] کو حرام کرلیا تھا جو قبیلہ ثقیف بنی عامر بن صعصعہ خزاعہ اور بنی مدلج سے تھے۔ حلال کے معنے مباح کے ہین یعنے جو چیز فی نفسہ حرام نہو۔ جیسے مردار خون شراب اور نہ مال غیر ہو کہ جسکے کھانے کی اجازت صاحب مال سے نلیگئی ہو کیونکہ یہ دونون صورتین اشیاے حرام سے متعلق ہین اسکے سواے سب حلال ہین طیبا کی قید حلال کے ساتھ اسیواسطے لگائی گئی ہی کہ اُنسے غیر کا حق متعلق نہو پس حلال کے معنے یہ ہوئے کہ وہ اشیا کہ جنکی جنس حلال ہو اور اُنسے غیر کا حق متعلق نہو ان دو لفظون سے اشیاے حرام کی دونون مذکورہ بالا صورتون سے بچنے کی تعلیم ہوئی ہی۔ خطوٰت الشیطان سے طریقہ شیطانی مقصود ہی کیونکہ شیطان کی عادت ہی کہ ناجائز چیزون کو جواز کی صورت مین زینت دیدیتا ہی اسیلیے خدا نے اُسکی اتباع سے زجر فرمایا اور جتادیا کہ دیکھو وہ جو تمھارے ساتھ اسطرح برتاؤ کرتا ہی اُسکی وجہ یہ ہی کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہی۔ شیطان نے اپنی عداوت کی وجہ سے سات چیزون کو لازم کرلیا ہی جنمین سے چار چیزون کا ذکر اس آیت مین ہی یعنے ولاضلنھم[4] ولامنینھم ولامرنھم فلیبتکن اٰذان الانعام ولامرنھم فلیغیرن خلق اللہ اور تین چیزون کا ذکر اس

[1] سائبہ۔ معمولی سانڈ جن سے کوئی کار و خدمت نہ لیا جائے ۱۲

[2] وصیلہ وہ اونٹنی جسکے پہلونٹی کے اوپر تلے کے دو بچے مادہ ہون ۱۲

[3] بحیرہ۔ کن پھٹی اونٹنی۔ وہ ایک طرح کی سانڈ ہوتی تھی جو بتون کے نام کان پھاڑکر چھوڑدیجاتی تھی اور پھر اُسکو کوئی دوہ نہین سکتا تھا ۱۲

[4] ترجمہ۔ اور انکو ضرور بہکاؤنگا اور انکو امیدین بھی ضرور دلاؤنگا اور انکو سمجھاؤنگا تو وہ میری ہدایت کے مطابق بتونکی نیاز کے جانورونکے کان بھی ضرور چیرا کرینگے اور انکو سمجھاؤنگا تو وہ میری ہدایت کے مطابق خدا کی بنائی ہوئی صورتون کو بھی ضرور بدلا کرینگے ۱۲

آیت مین ہی لاقعدان ھم صراطك المستقیم ثم لاتینھم من بین ایدیھم ومن خلفھم وعن ایمانھم وعن شمائلھم ولا تجد اکثرھم شاکرین اور یہ جو آیت زیر تفسیر مین انما یامرکم بالسوء والفحشاء وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون کا ذکر فرمایا گیا ہی یہ بھی اُسی عداوت کی مجملی تفصیل ہی۔ کیونکہ لفظ سوء مین وہ تمام معاصی شامل ہین جو خواہ افعال جوارح سے متعلق ہون یا افعال قلوب سے فحشاء بدترین قسم سوء مین داخل ہی۔ علی ہذا خدا پر بہتان باندھنا بھی اقسام گناہ کبائر مین داخل ہی۔ جسکو خطوات الشیطان کی تفسیر مین خود اللہ تعالی نے بیان فرمادیا ہی۔ معنی آیت یہ ہی کہ شیطان گناہ صغیرہ۔ کبیرہ۔ کفر اور جہل بابد کی طرف انسان کو مائل کرتا ہی۔

حاصل دیکھو حرام کھانے اور بُرے افعال سے بچنے کی ہدایت کس جامعیت کے ساتھ کی گئی ہی۔ یہ دونون باتین تہذیب اخلاق انسانی کی جزو عظم ہین۔ قولہ تعالے لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر والملائکۃ والکتاب والنبیین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوۃ واٰتی الزکوۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اُولئك الذین صدقوا واُولئك ھم المتقون

ملہ مین بھی تیرے سیدھے رستے پر بنی آدم کی تاک مین بیٹھون تو سہی۔ پھر ادبدا کر اُنکے آگے سے آؤن اور اُنکے پیچھے سے (آؤن) اور اُنکے داہنے طرف سے (آؤن) اور اُنکے بائین طرف سے (آؤن) اور جسطرح بن پڑے اُنکو بہکا کر رہون) اور تو اکثر بنی آدم کو (اپنا) شکر گزار نہین پائیگا۔ ۱۲

ترجمہ نیکی یہی نہین کہ (نماز مین) اپنا مُنھ مشرق (کی طرف کرلو) یا مغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل) نیکی تو اُنکی ہی جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتون اور (آسمانی) کتابون اور پیغمبرون پر ایمان لائے اور مال (عزیز) اللہ کی حُب پر رشتہ دارون اور یتیمون اور محتاجون اور مسافرون اور مانگنے والون کو دیا اور (غلامی وغیرہ کی قید سے لوگون کی) گردنون کے چھڑانے مین (دیا) اور نماز پڑھتے رہے اور زکوۃ دیتے رہے اور جب (کسی بات کا) قرار کرلیا تو اپنے قول کے پورے اور سختی و تکلیف مین اور ہلاچلی کے وقت ثابت قدم رہے۔ یہی لوگ ہین جو (دعوی اسلام مین) سچے نکلے اور یہی ہین (جنکو) پرہیزگار کہنا چاہیے۔

علما کا اس امر مین اختلاف ہی کہ اس آیۂ کریمہ مین جو خطاب واقع ہوا ہی وہ خاص ہی یا عام۔ بعض کا قول ہی کہ اہل کتاب مخاطب ہین اسلیے کہ وہ بیت المقدس کی جانب متوجہ ہوکر عبادت کے ادا کرنے کو بہت ضروری جانتے تھے۔ سو اللہ تعالی نے اُسکی نسبت فرمادیا کہ نیکی محض کسی ایک خاص جہت کی طرف متوجہ ہوکر عبادت کے ادا کرنے کو نہین کہتے ہین بلکہ نیکی یہ ہی کہ خدا پر ایمان لایا جائے اور آخرت۔ ملائکہ۔ کتب آلٰہی اور انبیا علیہم السلام کی تصدیق کیجائے۔ علی ہذا اُن سب امور کی پابندی کیجائے جسکا ذکر آیت مقدس بالا مین ہوا ہی۔ بعض کہتے ہین کہ مومنین مخاطب ہین کیونکہ تحویل قبلہ کی اُنھین بہت آرزو تھی۔ جب کعبۃ اللہ کی جانب نماز ادا کرنے کا حکم ہوا تو وہ سمجھے کہ اب ہماری مراد حاصل ہوگئی تو اُنکو جتا دیا گیا کہ محض کعبہ کی طرف مُنھ کرکے نماز پڑھنے کا نام نیکی نہین ہی بلکہ نیکی مین وہ سب باتین شامل ہین جنکا ذکر اس آیت مین ہی۔ بعض کا قول ہی کہ خطاب عام ہی۔ مطلب یہ ہی کہ محض مغرب یا مشرق کی جانب

متوجہ ہوکر عبادت کا ادا کرنا نیکی نہین ہی بلکہ فلان فلان باتین نیکی مین داخل ہین اُن پر عمل پیرا رہو۔ خدا کی نسبت اہل کتاب کے اعتقادات جُدا جُدا ہین۔ یہود تجسم کے قائل ہین اور عزیر کو ابن اللہ کہتے ہین اور نیز خدا کو فقیر اور اپنے کو غنی سمجھتے ہین چنانچہ خدائے تعالی نے حکایتاً قرآن مجید مین اسکا ذکر یون فرمایا ہی قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء[۱] اور نصاری مسیح کو ابن اللہ جانتے ہین۔ آخرت کی نسبت بھی انکے اعتقادات ایسے ہی ہین۔ یہود و نصاری دونون کہتے ہین کہ لن[۲] یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصاری اور یہود خلود نار کے بھی قائل نہین ہین اُنکا اعتقاد یہ ہی لن تمسنا[۳] النار الا ایاما معدودۃ نصاری معاد جسمانی کے منکر ہین جسکا مطلب یہ ہی کہ آخرت کوئی چیز نہین ہی۔ ملائکہ کی نسبت یہود کا عجیب اعتقاد ہی وہ تو جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ اپنی عداوت ظاہر کرتے ہین۔ کتب الہی کے نسبت بھی انکے اعتقادات مین کمی ہی۔ قرآن مجید کو کتاب الہی سمجھنے سے محروم ہین۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہی وان[۴] یاتوکم اساری تفادوھم وھو محرم علیکم اخراجھم افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض اعتقاد انبیا کا بھی یہی حال ہی۔ یہود نے تو انبیا علیہ السلام کو قتل کر ڈالا جیسا کہ اللہ تعالی اُسکا ذکر فرماتا ہی ویقتلون[۵] النبیین بغیر الحق اور آنحضرت

۱ ترجمہ۔ اللہ کو محتاج اور اپنے تئین مالدار کہتے ہین ۱۲

۲ ترجمہ۔ (یہود) کہتے ہین کہ یہود (کے سوا) اور نصاری (کہتے ہین) کہ نصاری کے سوا جنت مین کوئی نہین جانے پائیگا ۱۲

۳ ترجمہ گنتی کے چند روز کے سوا دوزخ کی آگ ہمکو چھوئے گی بھی تو نہین ۱۲

۴ ترجمہ۔ اور وہی لوگ اگر کہین قید ہوکر تمھارے پاس مدد مانگنے کو آئین تو تم چندہ بھر کر اُنکو چھڑا لیتے ہو حالانکہ سرے سے اُنکا نکال دینا بھی تمکو روا نہ تھا تو کیا کتاب الہی کی بعض باتون کو مانتے ہو اور بعض کو نہین مانتے ۱۲

۵ ترجمہ۔ اور پیغمبرون کو ناحق قتل کیا کرتے تھے ۱۲

صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے نسبت بھی اِن بھلے مانسون نے طعن کیا ہی۔ علی ہذا زکوۃ و نماز
اور وفا بالعہود کی نسبت بھی انکے عقائد گوناگون ہین۔ الغرض نیکی کے لیے چند امور کی شرط
ہی۔ ایک تو خدا پر ایمان لانا۔ خدا پر ایمان لانے کے لیے اولاً اُسکی ذات کا بھی علم ہونا چاہیے
باین تفصیل کہ اُسپر کسطرح کا ایمان واجب ہی اور کن کن امور کا اطلاق اُسپر جائز یا محال ہی
اور نیز اُن دلائل کا معلوم کرنا کہ جن سے امور ما فی البحث پر استدلال کیا جاتا ہی مثلاً عالم کو
حادث سمجھنا اور جن اصول پر عالم کا حادث ہونا مبنی ہی اُسکا جاننا۔ خدا کے نسبت ان امور
کا اعتقاد واجب ہی کہ وہ موجود ہی۔ قدیم ہی اُسکو کوئی زوال نہین ہی تمام معلومات کا علم
اسکو حاصل ہی۔ قادر۔ حی۔ مرید۔ سمیع۔ بصیر۔ اور متکلم ہی۔ خدا کسی چیز مین حلول نہین کرتا اور
نہ خدا مین کوئی چیز حلول کرتی ہی۔ علی ہذا وہ تحیز و عرضیت سے بری ہی تمام مخلوقات کو اُسی نے
پیدا کیا ہی۔ موجد عالم ہی۔ انبیا اُسیکے فرستادہ ہین۔ دوسرا آخرت پر ایمان لانا۔ تیسرا ملائکہ پر
ایمان لانا۔ چوتھا اللہ کی کتابون پر ایمان لانا۔ پانچوان انبیا علیہم السلام پر ایمان لانا۔ بعضون
نے اس مقام پر یہ اعتراض کیا ہی کہ علم وجود ملائکہ اور تصدیق کتب آلہی کے لیے اولاً تصدیق
رسل ضرور ہی۔ اس صورت مین انبیا کے ذکر کے قبل ملائکہ اور کتب کا ذکر قرآن مجید مین کیون
واقع ہوا ہی اُسکا جواب یہ ہی کہ محض ترتیب عقلی اور فکری سے یہ اعتراض مترتب ہوتا ہی۔ اگر
ترتیب وجودی پر خیال کیا جائے تو معاملہ برعکس ہی کیونکہ ملائکہ کا وجود مقدم ہی اور انھین کے
واسطہ سے کتب آلہی کی تبلیغ انبیا علیہم السلام پر ہوئی ہی۔ کتب آلہی سے انبیا کی تصدیق ہوئی
ہی۔ پس آیت شریف مین ترتیب وجود خارجی کا اعتبار کیا گیا ہی نہ ترتیب اعتباری ذہنی کا۔

ان پانچ امور کی خصوصیت ایمان کے ساتھ اسوجہ سے کی گئی ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے
تحت مین معرفت۔ توحید باری اور اُسکے عدل وحکمت پر ایمان لانا بھی داخل ہوجاتا ہے۔
آخرت پر ایمان لانے کے ضمن مین احکام ثواب وعقاب ومعاد وغیرہ کی معرفت وتصدیق
شامل ہوجاتی ہے۔ ایمان ملائکہ کے تحت مین ملائکہ کا انبیا علیہم السلام پر احکام آلہی پہونچانا اور
نیز ایسے احکام جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہم تک پہونچنا داخل ہے
علی ہذا کتاب ونبیین کے تحت مین قرآن مجید اور جمیع کتب آلہی کی تصدیق اور انبیائے
سابقین کی نبوت وشریعت کی صحت شامل ہے جس سے ایمان کے جملہ اجزا کی تکمیل ہوجاتی
ہے۔ ہر مکلف کی تین حالتین ہوتی ہین۔ ابتدائی۔ وسطی۔ انتہائی۔ حالت اول و دوم تو معرفت
مبدا و منتہی سے متعلق ہے جسکا جاننا مقصود بالذات ہے۔ معرفت مبدا ایمان باللہ کو کہتے ہین
اور معرفت منتہی ایمان بہ آخرت کو۔ حالت وسطی کی تکمیل بغیر رسالت کے نہین ہوسکتی۔ تتمیم رسالت
کے لیے تین چیزون پر ایمان لانا ضرور ہے۔ ایک تو ملائکہ پر جو وحی کے لانیوالے ہین اور نفس وحی
پر یعنے کتاب اللہ پر اور تیسرا موحی الیہ یعنے رسولون پر۔ دیکھو تکمیل ایمان کے لیے جن امور پر
ایمان لانیکی ہدایت ہوئی ہے اُسمین انسان کی تینون حالتون کو درست کرنے کے لیے کیسے
عمدہ اصول قرار دیے گئے ہین۔ آیت شریف مین ایمان کو زکوۃ ونماز پر اسوجہ سے مقدم
کیا گیا ہے کہ ایمان افعال قلوب مین داخل ہے۔ زکوٰۃ اور صلوٰۃ افعال جوارح مین داخل ہے
افعال قلوب کو افعال جوارح پر جو شرف حاصل ہے وہ ظاہر ہے۔ اسیلیے اُسکا ذکر پہلے کیا گیا ہے
واتی المال علی حبہ کے یہ معنے ہین کہ حالت صحت اور امید حیات مین خدایتعالی کے

حکم کی تعمیل اور اُسکی خوشنودی کے لحاظ سے اُن لوگون کی خبر گیری کرین جنکی تفصیل ما بعد مین

کی گئی ہی قال صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی تصدق عند الموت مثل الذی

یھدی بعد ما شبع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص قریب موت کے صدقہ

دے اُسکی مثال ایسی ہی کہ جیسے پیٹ بھر کھانے کے بعد بچی ہوئی شی کسیکے لیے ہدیہ بھیجدیا جائے

غرضکہ اس آیت شریف مین مال کے دینے کا جو حکم ہی وہ زکوٰۃ کے علاوہ ہی اور بر سبیل وجوب

ہی قال علیہ الصلوٰۃ والسلام لا یٔومن باللہ والیوم الاٰخر من بات شبعانا

وجارہ طاوٍ الی جنبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص اللہ اور آخرت

پر ایمان رکھنے والا نہین کہ شب کو خود تو آرام سے کھا کر سورہے اور اُسکے ہمسایہ مین کوئی

بھوکا ہو۔ یہ مسئلہ اجماعی ہی کہ مضطر کو بقدر دفع ضرورت دینا واجب ہی۔ گو زکوٰۃ کامل ادا

کردیگئی ہو۔ اہل حاجات مین اقارب کو مقدم کیا گیا ہی۔ کیونکہ محتاج قرابت دار کی دستگیری

دوسرون سے افضل ہی اس سے صلہ رحم کی رعایت اور صدقہ کا خیر دونون حاصل ہوجاتے

ہین اسی لیے جب قرابت دار موجود ہوتے ہین تو مالک مال پر سوائے ثلث مال کے وصیت

جائز نہین ہوتی۔ کیونکہ وہ مستحق وراثت کے ہین۔ جب موت کے بعد اُنکے ایسے حقوق ہین تو

زندگی مین بدرجہ اولی اُنکی اعانت ہونی چاہیے۔ اُنکے بعد یتیمون کا حق ہی کیونکہ ایسے صغیر السن

بچے جنکے باپ نہون اور اُنکا کوئی معاون بھی نہو تو اُنکی احتیاج دوسرون سے مقدم ہی

وہ من کل الوجوہ منقطع الحیلہ ہین۔ اُنکے بعد بنظر شدت احتیاج مساکین کا درجہ ہی اور پھر مسافرین

کا۔ کیونکہ انکو اپنے اہل وعیال سے ملنے کی سخت ضرورت ہوتی ہی۔ غرضکہ سب کے آخر مین

سائلین وغیرہ کا درجہ ہی۔ حقیقت مین کمی وزیادتی حاجت کا معلوم کرنا مشکل تھا۔ اسلیے اللہ تعالے نے خود اُسکی صراحت فرمادی۔ ماہیت برّ (نیکی) مین نماز کا قائم رکھنا اور زکوۃ کا دینا بھی داخل ہی جسکا ذکر اوپر ہوچکا ہی اور وفاے عہد بھی اسی مین داخل ہی جسکا ذکر بقدر ضرورت اوفوا بعھدی اوف بعھدکم کی تفسیر مین قبل ازین ہوچکا ہی اور یہان بھی کچھ بیان کیا جاتا ہی عہد تین قسم پر ہی ایک تو وہ جو بندہ اور خدا کے مابین ہوتا ہی جیسا کہ اللہ پر ایمان لانا اور اُسکی نذر کا ادا کرنا دوسرا عہد مع الرسول ہی۔ جیسا کہ مومنین بیعت کے وقت آنحضرت سے عہد کرتے تھے کہ جنکو آپ دوست رکھین ہم بھی اُنکو دوست رکھین گے آپ جنکو عدو سمجھین ہم بھی انکو اپنا عدو سمجھین گے وغیرہ وغیرہ۔ اور تیسرا معاہدہ بین الناس ہوتا ہی اور وہ بھی دو قسم پر ہی ایک تو وہ کہ جسکا وفا کرنا واجب ہی۔ جیسا کہ شرائط بیع ورہن اور عقود معاوضات ہین اور دوسرا مستحب جیسا کہ کسی سے تبرعاً کچھ مال دینے کا وعدہ کیا گیا ہو تو اُسکا وفا کرنا اور حسب وعدہ اخلاص کے ساتھ کسی کی تائید کرنا الموفون بعھدھم مین یہ تمام معاہدات داخل ہین۔ اور نیز نیکی حاصل کرنے کے لیے سختی اور مصیبت اور موت کے وقت بھی اپنے ایمان پر قائم رہنا ضرور ہی یعنے جس قدر اوصاف کا نیکی کی تفسیر مین ذکر ہوا ہی۔ ان سب کا مجموعۃً حاصل کرنا نیکی کی تکمیل کے لیے ضرور ہی۔ اگر ان اوصاف سے کسی ایک وصف پر قائم تھو تو نیکی کی تکمیل نہین ہوتی اسلیے بعض مفسرین کا قول ہی کہ اِن تمام صفات کا جمع ہونا انبیا علیہم السلام کا خاصہ ہی دوسرون کو یہ بات نصیب نہین ہوسکتی۔

حاصل۔ اسلام مین نیکی کی تعریف کس جامعیت کے ساتھ کی گئی ہی غور طلب ہی

کیا سوائے خدا کے کسیکی مجال ہی کہ ایسی اخلاقی تعلیم انسان کی جو ہر طرح کے عیب سے پاک ہو کر سکے
اس کتاب مین اوساط الناس کے مناسب حال مضامین کا ذکر ہوا ہی۔ اگر پڑھنے والون کے
شوق مین خدا برکت دے اور وہ ذرا اس سے آگے قدم بڑھائین اور ان احکام کے غوامض
و اسرار کو معلوم کرین تو ہر بات بات مین اُنھین لطف آنے لگیگا اور معلوم ہوگا کہ اسلام کن خوبیون
سے ممتاز ہی افسوس ہی کہ باوجود اسکے مسلمان کسب فضائل کے جانب توجہ نہین کرتے اور
اقوام سے تو اسوجہ سے قطع نظر کرنا پڑتا ہی کہ وہ بدنصیبی اور شدت حسد سے ان ہدایات کو دیکھتے
ہی نہین۔ مگر مسلمانون کو چاہیے کہ خدا کے فضل و انعام کو دیکھین اور اس سے بہرہ ور ہون
اسوقت جس نکبت مین مسلمان مبتلا ہین وہ صرف احکام الٰہی کی نافرمانی کا نتیجہ ہی۔ اور بس

قوله تعالیٰ واتقوا الله واعلموا ان الله مع المتقین - وانفقوا فی سبیل الله
ولا تلقوا بایدیکم الی التهلکة واحسنوا ان الله یحب المحسنین ترجمہ۔ اور زیادتی
کرنے مین (اللہ سے ڈرتے رہو اور جانتے رہو کہ اللہ اُنھین کے ساتھ ہی جو اُس سے ڈرتے
ہین اور خدا کی راہ مین خرچ کرو اور اپنے ہاتون اپنے تئین ہلاکت مین نہ ڈالو اور احسان کرو۔
اللہ احسان کرنے والون کو دوست رکھتا ہی)

تقوے کا بیان تو اوپر ہو چکا ہی اس آیہ مین ارشاد ہوتا ہی کہ خدا متقین کے ساتھ ہی
یعنے اُنکی معاونت و نصرت اور اُنکی حفاظت کا اللہ ذمہ دار ہی وانفقوا فی سبیل الله الخ
اس آیہ کا تعلق اُس آیہ ماقبل سے ہی جسمین قتال کا حکم ہی۔ چونکہ لڑنے کے لیے آلات
و ادوات کی ضرورت ہوتی ہی جسکے خرید کرنے کے لیے مال کی ضرورت ہی بعض وقت

ایسا بھی ہوتا ہی کہ صاحب مال لڑنے سے عاجز ہوتے ہین۔ یا جو لوگ شجیع اور جنگ کرنے پر قادر ہوتے ہین انکے ہاتھ مین روپیہ نہین ہوتا۔ اسلیے اس آیت شریف مین مالدارون پر اللہ نے نفقہ دینے کا حکم کیا ہی کہ وہ غریبون کو مالی امداد دین جو جنگ کرنے پر تو قادر ہین مگر آلات وادوات جنگ کے فراہم کرنے مین بوجہ عسرت قاصر ہین اور بعض کا قول ہی کہ جب آیۂ کریمہ الشھر الحرام بالشھر الحرام والحرمات قصاص نازل ہوئی (عرب کے لوگ۔ ذیقعدہ۔ ذی الحج۔ محرم۔ رجب۔ ان چار مہینون کا بڑا ادب کرتے تھے کہ سارے ملک مین لوٹ مار لڑائی سب بند ہوجاتی تھی اور مسلمان بھی اسی دستور پر چلتے تھے تو کافر انھین مہینون مین مسلمانون پر چڑھ کر آتے اور مسلمان مہینے کے ادب کے لحاظ سے لڑائی کا پہلو بچاتے تھے۔ اللہ نے مسلمانون کو بھی آیۂ مذکورہ سے اجازت دیدی کہ ادب کے ساتھ ادب ہی کفار کسی وقت یا کام کا ادب نکرین تو تمکو بھی ایسا ادب کرنا ضرور نہین) تو حاضرین مین سے ایک شخص نے بہ حلف عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے پاس تو کچھ کھانے پینے کو نہین ہی اور کوئی میرا معاون بھی نہین ہی تو آپ نے فی سبیل اللہ نفقہ دینے کا حکم فرمایا۔ پھر آیت انفقوا فی سبیل اللّٰہ نازل ہوئی۔ اچھے کامون مین مال کے خرچ کرنے کو انفاق کہتے ہین فضول خرچی انفاق کی تعریف مین نہین آسکتی۔ جبکہ آیت شریف مین انفاق کو فی سبیل اللہ کے ساتھ مقید کیا گیا ہی تو اس سے مراد یہ ہی کہ مال بطریق مشروع صرف کیا جائے جیسے حج وعمرہ کے لیے یا جہاد کے لیے یا بطریق اعانت وصدقہ یا صلۂ رحم کے لیے صرف کرنا یا زکوۃ وکفارات مین دینا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہان مجاہدین کی تائید کے لیے دینا مقصود ہی کیونکہ مال در اصل خدا کا ہی

تو اسکو فی سبیل اللہ یعنے جہاد مین صرف کرنا واجب ہی۔ اور نیز یہ آیت شریف اُسوقت نازل
ہوئی۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عمرہ کے لیے مکہ معظمہ تشریف فرما ہوے تھے
اور اس سال جہاد ہونے کا ظن غالب تھا تو گویا دو امر جمع ہو گئے تھے۔ ایک تو عمرہ دوسرا
جہاد کا احتمال ولا تلقوا بأیدیکم الی التہلکۃ کے معنے یہ ہین کہ اپنے نفوس کو اپنے
ہاتھون سے ہلاکت مین مت ڈالو۔ بعض مفسرین کا قول ہی کہ تہلکہ کا لفظ انفاق سے متعلق ہی
یعنے اگر جہاد کے لیے مال خرچ نکروگے تو دشمن تم پر غالب ہو جائے گا جس سے تمھارے
نفوس ہلاک ہو جائینگے۔ یا جہاد کے لیے مال تو دو مگر کل مال مت دیدینا کہ جس سے تمھاری
حاجتین بند ہو جائین اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ اس سے گویا اسراف کی بھی ممانعت ہی۔ اور بعض
نے یہ تاویل کی ہی کہ جہاد کے لیے مال دو اور اس قسم کے دینے سے اپنے نفوس کی ہلاکت
تصور مت کرو۔ ہلاکت نفس کے یہ بھی معنے کہے گئے ہین کہ مثلاً کسی نے گناہ کا ارتکاب
کیا اور یہ سمجھا کہ اب میرا کوئی عمل خیر اس گناہ سے بچانے والا نہین ہی۔ اسلیے وہ خدا کی رحمت
سے نا امید ہو گیا تو ایسے خیالات چونکہ انسان کے لیے ترک عبودیت کے باعث ہوجاتے
ہین تو یہ عین ہلاکت نفس ہی۔ یا یہ مراد ہی کہ خدا کی راہ مین اپنا مال نو دو مگر خالصاً للہ دو سمعہ وریا
کے طور پر نہ دینا اور نہ کسی پر منت دھرنا۔ کہ اسطرح کے دینے مین کوئی ثواب نہین ہی واحسنوا
ان اللہ یحب المحسنین کے معنے یہ ہین کہ جو کچھ خدا کی راہ مین دو اعتدال کے ساتھ
دو نہ اسراف کرو اور نہ بخل۔ کہ ایسے ہی خرچ کرنے والون کو خدا دوست رکھتا ہی۔

حاصل۔ دیکھو خدائے تعالی نے مال کو احتیاط سے صرف کرنیکی کیسی تعلیم فرمائی ہی

اسلام مین فضول خرچی سے بچنا بھی اخلاق حسنہ کا ایک جزو عظم ہی۔ مگر اسکے ساتھ مسلمانون کی موجودہ حالت کا اندازہ کرو تو معلوم ہوسکتا ہی کہ وہ احکام آلہی کے خلاف فضول خرچی کے کیسے عادی ہین اور کس فخر و مباہات کے ساتھ غیر ضروری کامون مین محض نام و نمود کے لحاظ سے بیجا صرف کرتے ہین یہی وجہ ہی کہ مسلمان غربت کی نکبت مین مبتلا ہین اِنَّ الذین اٰمنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمۃ اللہ واللہ غفور رحیم ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے اللہ کی راہ مین ہجرتین بھی کین اور جہاد بھی کیے یہی ہین خدا کی رحمت کی آس لگائے بیٹھے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی۔

قرآن مجید مین جب وعید کا ذکر آجاتا ہی تو اسکے ساتھ وعدہ کا بھی ذکر ہوتا ہی یہ خدائے تعالیٰ کی کمال عنایت ہی کہ محض اعمال کی سزا کے خوف پر اکتفا نہین فرماتا بلکہ بمقتضائے رحم و کرم فوراً اعمال خیر کے ثواب وجزا کی خوشخبری سنادیجاتی ہی یعنے اس آیت کے پہلے کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم[1] بیان کیا گیا ہی جس سے جہاد کا ترک کرنا وعید قرار دیا گیا ہی۔ اور اس آیت مین خدا کی راہ مین جہاد کرنے والون کو اپنی رحمت کی امید دلائی گئی ہی جو وعدہ سے متعلق ہی۔ ہجرت سے لپنے اوطان واقارب کا چھوڑدینا مراد ہی۔ یا یہ کہ بوجہ تخالف مذہب کے مسلمانون کے خویش واقارب نے انکا ساتھ چھوڑدیا تھا اور انھون نے بھی انکی محبت ترک کردی۔ یہان رجا کا لفظ مقام

[1] ترجمہ۔ (مسلمانو) تم پر جہاد فرض کیا گیا اور وہ تمکو ناگوار بھی گذریگا ۱۲

شک مین مستقل نہین ہوا ہی جیسا کہ ظاہر عبارت سے متبادر ہوتا ہی۔ بلکہ یہ مومنین کی کمال تعریف ہی کہ باوجود خدا کے حکم کی تعمیل مین اپنے ملکون کی سکونت ترک کرنے اور اپنی جانون کو دیدینے کے یہ سمجھتے ہین کہ ہم نے عبادت آلہی کو جسطرح ادا کرنا ہی نہین کیا۔ اور دین محمدی کی تائید جیسی کرنی چاہیے ویسی نہین کی اسیلیے وہ خوف ورجا کے ساتھ خدا کی مہربانی کے طلبگار ہین اُنکی اس امید کے برلانے کا وعدہ واللہ غفور رحیم کے ساتھ کیا گیا ہی

حاصل۔ باوجود مالک و آقا کے احکام کی تعمیل بطیب خاطر کرنیکے صلہ کی توقع خوف ورجا کے ساتھ رکھنا تہذیب اخلاق کا ایک جز ہی۔ کچھ کام کرکے ساتھ ہی ڈھٹائی کے ساتھ اجرت کا طلب کرنا بدخلقی ہی۔ حُسن اخلاق کے امہات کو اس لطافت کے ساتھ کلام آلہی مین بیان کیا گیا ہی کہ اگر اسپر خوب غور و فکر کیجائے تو بیحد جزئیات کا استخراج ممکن ہی۔ قوله تعالے واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروه واعلموا ان اللہ غفور حلیم (ترجمہ) اور جانتے رہو کہ جو کچھ تمھارے جی مین ہی اللہ اسکو جانتا ہی تو اس سے ڈرتے رہو اور یہ بھی جانتے رہو کہ اللہ بخشنے والا بردبار ہی۔

اس آیت مین بھی وعید اور وعدہ کا ذکر ہی اور یہ بھی جتلا دیا گیا ہی کہ جو کچھ تم ظاہر و باطن کرتے ہو اسکو سب خدا جانتا ہی۔ اسیلیے تمکو چاہیے کہ ہر ایک کام کرنے کے وقت خدا کو پیش نظر رکھین۔

اعمال نیک کی جزا ضرور ملنے والی ہی اسیلیے انسان کو چاہیے کہ ہر وقت خدا کو پیش نظر رکھکر کام کرے۔ اس سے سمعہ و ریا کی ممانعت ہی جو حقیقت مین مخرب اخلاق ہین۔

خالصًا للہ نیک اعمال کا کرنا انسان کی وقعت کا پایہ بلند کر دیتا ہی ایسے ہی نیک نیتون کا اثر
صفحات عالم پر باقی رہتا ہی۔ محض نام ونمود کے کام جسمین خوشنودی الٰہی کا خیال نہو بے نتیجہ
ہین واعلموا ان اللہ یعلم ما فی انفسکم فاحذروہ کے معنے پر ذرا غور تو کرو کہ جس سے
کلیجہ ہل جاتا ہی باوجود ایسی پاک تعلیم کے مسلمان اُس سے فائدہ نہ اُٹھائین تو ادبار کا منتظر
ہی قولہ تعالی مثل الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ کمثل جنۃ انبتت
سبع سنابل فی کل سنبلۃ مائۃ حبۃ واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع
علیم۔ الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا
ولا اذی لھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۝
ترجمہ۔ جو لوگ اپنے مال کو خدا کی راہ مین خرچ کرتے ہین اُنکی خیرات کی مثال اُس دانے
کی سی ہی کہ جس سے سات بالین پیدا ہوئین اور ہر بالی مین سو دانے۔ اور اللہ برکت
دیتا ہی جسکو چاہے اور اللہ بڑی گنجایش والا اور ہر ایک چیز کے حال سے واقف ہی۔ جو
لوگ خدا کی راہ مین خرچ کرتے ہین۔ پھر خرچ کے پیچھے کسی طرح کا احسان نہین جتاتے
اور نہ (لینے والے کو کسی طرح کی) ایذا دیتے ہین اُنکو اُنکا ثواب پروردگار کے یہان ملیگا اور
(آخرت) مین نہ تو اُن پر (کسی قسم کا) خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح پر آزردہ خاطر ہونگے
اس آیت شریف کے قبل قرآن مجید مین اصول علم مبدأ و معاد کا ذکر ہوا ہی اسلیے
یہان احکام و تکالیف شرعی کا بیان شروع ہوا ہی اور سب سے پہلے مال کو خدا کی
راہ مین صرف کرنے کا ذکر ہوا ہی کیونکہ پیشتر مجملاً بیان کیا گیا ہی من ذا الذی یقرض اللہ

قرضاً حسناً فیضاعفہ لہ اضعافاً کثیرۃ[۱] تواب ایسے مال کو کسطرح بڑھایا جاتا ہی اُسکی مثال بتلائی گئی ہی اور ان دونون آیتون کے درمیان خدا کی قدرت کا ذکر کیا گیا ہی کہ وہ کسطرح زندہ کرتا ہی اور مارتا ہی اس سے یہ بیان کرنا مقصود ہی کہ اگر ایسا صاحب قدرت خدا نہو تو تکالیف شرعی بے سود ہوجائینگی۔ الغرض جسکو خدا کی راہ مین مال صرف کرنے کی توفیق دیگئی ہی اُسکو اللہ تعالی جتاتا ہی کہ تو اس بات کو جانتا ہی کہ مین نے تجھکو پیدا کیا اور تجھکو زندہ رکھکر مال کو امور خیر مین صرف کرنے کی قدرت دی ہی۔ یہ ہماری کمال مہربانی وعنایت کی دلیل ہی۔ ہماری عنایت یہی نہین ہی بلکہ اگر تم ایک دو تو ہم اُسکو دس گونہ بڑھائین گے۔ جبکہ خدا کی راہ مین مال خرچ کرنے کے نتائج بیان ہوئے تو اُسکے ساتھ ہی سمجھا دیا گیا ہی کہ نیکی کرکے ضائع نکرین۔ کیونکہ اگر تم کسیکے ساتھ نیکی کرو اور پھر اُسپر احسان دھرو یا ایذا پہونچاؤ تو وہ رائگان ہوجاتی ہی الذین ینفقون اموالھم فی سبیل اللہ ثم لا یتبعون ما انفقوا منا و لا اذی لھم اجرھم عند ربھم لا خوف علیھم و لا ھم یحزنون سے یہی ارشاد ہوا ہی یہ آیت عثمان اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کی شان مین نازل ہوئی ہی۔ جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک مین ہزار اونٹ مع ساز وسامان کے اور ہزار دینار کے ساتھ مسلمانون کی تائید کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونون مبارک ہاتھون کو بلند کرکے دعا کی یا ربّ[۲] عثمان رضیت عنہ فارض عنہ

[۱] ترجمہ۔ کوئی ہی جو خدا کو خوش دلی کے ساتھ قرض دے کہ خدا اُس قرض کو کئی درجہ بڑھا دیگا ۱۲

[۲] اے رب عثمان کے کام سے مین راضی ہوا تو بھی اُس سے راضی ہو ۱۲

اور عبدالرحمن بن عوف نے اپنا نصف مال یعنے چار ہزار دینار صدقہ دیا تھا تب یہ آیہ نازل
ہوئی۔ احسان کر کے منت دھرنا بہت بد ہے کہ احسان قبول کرنے والے محتاج ہوتے ہین
اور بسبب احتیاج کے اُنکا دل ٹوٹا ہوا ہوتا ہی۔ پھر جب احسان کا اظہار کیا جاتا ہی تو چوٹ
پر چوٹ لگتی ہی یا جب یہ معلوم ہوجاتا ہی کہ فلان شخص کی عادت ہی کہ احسان تو کرتا ہی۔ لیکن
منت بھی رکھتا ہی تو ارباب حاجت ایسے شخص کا احسان قبول کرنے سے نفرت کرتے
ہین اسلیئے دینے والے کا اعتقاد تو یہ ہونا چاہیے کہ یہ محض اللہ کی عنایت ہی کہ مجکو مال
دیا اور پھر اُسکو اپنی راہ مین خرچ کرنے کی توفیق بھی دی۔ جو حضرات یہ سمجھتے ہین کہ حقیقت
مین معطی خدا ہی اور اُنکی نظر اسباب ظاہری پر نہین ہوتی۔ اُنکا کیا کہنا۔ کہ اُنکا دل تو نور آلہی سے
روشن ہی اور جنکی نظر محض اسباب ظاہری پر ہی اور مطالعہ اسباب ربانی سے قاصر ہی وہ بہایم
صفت ہین۔ اللہ تعالی توفیق خیر دے۔ اسیطرح فقرا کو بھی ایذا دینا ممنوع ہی۔ مثلاً کسی محتاج
سے یہ کہنا کہ تم عجب آدمی ہو کہ ہر وقت میرے پاس آتے ہو۔ خدا تم سے نجات دے۔
بہرکیف جب منت و ایذا سے اعمال خیر پاک ہون تو اُسوقت ایسی نیکی کرنے والے
لهم اجرهم کے مصداق بنتے ہین۔ اس آیت کے لحاظ سے معتزلی کہتے ہین کہ نفس
عمل اجرت کا مستوجب ہی اور اہل سنت وجماعت کا یہ اعتقاد ہی کہ عمل تو واجب ہی واجبات
کا ادا کرنا اجر کا مستوجب نہین ہی بلکہ اجر کا عنایت فرمانا اقتضاے وعدہُ آلہی ہی۔ لا
خوف علیهم و لا هم یحزنون کے یہ معنے ہین کہ ایسے اعمال خیر کا ثواب
قیامت مین بھی ضایع نہوگا۔ قول معروف و مغفرة خیر من صدقة

یتبعہا اذی واللہ غنی حلیم۔ دراصل خیرات کی دو قسم ہین۔ ایک یہ کہ خدا کی راہ
مین دینے کے بعد منت وایذا نہ پہونچائی جائے۔ جسکا ذکر پہلی آیت مین ہوا ہی اور
دوسری صورت کا ذکر اس آیہ مین ہوا ہی اور اسی کے ضمن مین محتاجین کے ساتھ
کسطرح برتاؤ کرنا چاہیے وہ بھی بتایا گیا ہی یعنے اگر تم کسی محتاج کی کچھ مدد نکرسکتے ہو
تو اُسکو ایسے الفاظ مین جواب دو کہ اُسکا دل نہ دُکھے۔ قول معروف کے یہی معنے
ہین اور مغفرت کے یہ معنی ہین کہ اگر محتاج کو کچھ نہ دیا جائے تو بوجہ ناکامیابی کے
اُسکی زبان دراز ہوجاتی ہی اور یہ عادتی بات ہی۔ اسلیئے اگر وہ کچھ زبان درازی کرے
تو اس سے درگذر کیا جائے سوائے اسکے مغفرت کے معنے ڈھانکنے کے بھی ہین
تو اس صورت مین یہ معنے ہونگے کہ محتاج کی حاجت کو دوسرون پر ظاہر ہونے مت دو
یا قول معروف کو متعلق بہ مسئول سمجھو اور لفظ مغفرت کو سائل سے۔ یعنے
مسئول کو چاہیے کہ جب کیسی کی حاجت روا نہ کرسکے تو لینت کے ساتھ جواب دے۔ علی ہذا
سائل پر بھی لازم ہی کہ ایسے مسئول سے درگذر کرے بہر حال اسطرح کا دینا بہتر ہی کہ دینے
کے بعد سائل کو کسی طرح کی ایذا نہ پہونچائی جائے۔ کیونکہ اللہ تعالی بے نیاز ہی اُسکو
ایسی خیرات کی پروا نہین جو احسان جتا کر دیجائے۔ اور پھر دونون قسم کے عطا کی
مزید صراحت اور مثال بیان کیجاتی ہی۔ پہلے اُس خیرات کی تصریح کیجاتی ہی جسکے
بعد احسان جتایا جاتا ہی اور ایذائین پہونچائی جاتی ہین۔ یا ایہا الذین امنوا

ل ترجمہ۔ نرمی سے جواب دیدینا بہتر ہی اُس صدقہ سے جسکے (دیے) پیچھے (سائل کو) ایذا ہو اور اللہ بے نیاز ہی ۱۲

لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی کالذی ینفق مالہ رئاء الناس ولا یؤمن باللہ والیوم الاخر - جو خیرات احسان جتانے اور ایذا پہونچانے سے ضائع ہوجاتی ہی اُسکی دو مثالین بیان کی گئی ہین - ایک تو اُس شخص کی مثال دیگئی ہی جو لوگونکی دکھاوے کیلیے خیرات دے اور وہ کافر بھی ہو تو ظاہر ہی کہ ایسی خیرات خدا کے پاس مقبول نہین بیکار ہی - دوسری مثال آیندہ بیان کی جاتی ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یون تفسیر کی ہی کہ تم اپنی خیرات کو خدا پر احسان رکھنے سے اور سائل کو ایذا دینے سے مت ضائع کرو ایسا خیال اُس وقت پیدا ہوتا ہی کہ خیرات کنندہ خیرات کرنے کو اپنا فعل سمجھے خدا کے فضل و احسان کو بھول جائے مثال مین جو کاف تشبیہ کا استعمال ہوا ہی اُس سے یہ بھی متبادر ہی کہ جیسا منافق و مرائی کا دینا بوجہ اللہ نہین ہی - ایسا ہی خیرات کے بعد اگر منت و ایذا پہونچائی جائے تو وہ بھی باطل ہی - بہرکیف اس مثال مین منت نہندہ اور موذی کو منافق کے ساتھ تشبیہ دیگئی ہی اور دوسری مثال مین پتھر کے ساتھ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہی - فمثلہ کمثل صفوان علیہ تراب فاصابہ وابل فترکہ صلدا لایقدرون علی شئ مما کسبوا واللہ لایہدی القوم الکافرین

۱؎ ترجمہ - مسلمانون اپنی خیرات کو احسان جتانے اور (سائل) کو ایذا دینے سے اُس شخص کیطرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگون کے دکھانے کے لیے خرچ کرتا ہی اور اللہ اور روز آخرت پر یقین نہین رکھتا ۱۲

۲؎ ترجمہ - تو اُس کے خیرات کی مثال چٹان کی سی ہی کہ اُسپر دکچھ تھوڑی سی) مٹی (پڑی) ہی پھر اُسپر برسا زور کا مینھ اور اُسکو سپاٹ کر کے بہائے گیا - اسیطرح قیامت مین ریاکارون کو اُس خیرات مین سے جو اُنھون نے کی تھی کچھ بھی ہاتھ نہین لگیگا - اور اللہ اُن لوگون کو جو نعمت کی ناشکری کرتے ہین ہدایت نہین دیا کرتا ۱۲

عام لوگون کے خیال کو خدائے تعالی نے اس مثال سے رد فرمایا ہی کیونکہ وہ بظاہر یہی سمجھتے ہین کہ فعل تو بندہ کا ہی گو اُسنے بعد مین احسان رکھا ہو یا ایذا پہونچائی ہو۔ مگر قیامت مین ظاہر ہو جائیگا کہ دراصل فعل خدا ہی کا تھا تم کو اپنی طرف کسی کام کا منسوب کرنا اور لوگون کے دکھاوے کے طور پر کرنا یا سائل کو رنج پہونچانا سزاوار نہ تھا جسطرح پانی کے پڑنے سے چٹان کی مٹی صاف ہو جاتی ہی اسی طرح قیامت مین بندون کے ساتھ افعال کی نسبت کا خیال مٹ جائے گا۔ اور فعال لما یرید کی کیفیت ظاہر ہو جائے گی۔ اگرچہ کاملین کو یہ بات دنیا مین بھی حاصل ہی۔ مگر خداوند عالم کے فرمان کا منشا رعام ہی اور عوام الناس کا تصفیہ آخرت ہی پر رکھا گیا ہی۔ اسلیے کہ ہر ایک عالم کا ایک مقتضا ہی۔ چونکہ دنیا عالم اسباب ہی ہر ایک کی نظر سبب قریب پر پڑتی ہی اسباب ربانی پر نظر نہین ہوتی ریاکار درحقیقت وہی ہین جو خدا کے فعل کو اپنا فعل بتاتے ہین۔ لھذا اللہ تعالی نے لا یقدرون علے شئے مما کسبوا سے ظاہر فرمادیا کہ ایسے ریاکارون کو قیامت مین انکی خیرات کا کچھ بدلا ملنے والا نہین ہی بلکہ لا یھدی القوم الکافرین سے اس بیان کی توثیق کردیگئی ہی کہ ایسے ناسپاسون کو جو ہمارے افعال کے جھٹلانیوالے ہین درحقیقت ہدایت ہی نصیب نہین ہوتی۔ اور جو لوگ ریاکاری سے بچکر خیرات کرتے ہین اُنکی مثال یون ارشاد ہوئی ہی۔ ومثل[1] الذین ینفقون اموالھم ابتغاء

[1] ترجمہ۔ اور جو لوگ خدا کی رضاجوئی کے لیے اور اپنی نیت ثابت رکھکر اپنے مال کو خرچ کرتے ہین انکی مثال ایک باغ کی سی ہی جو اونچے پر واقع ہی اُسپر بڑا زور کا مینھ۔ تو دو چند پھل لایا اور اگر اُسپر زور کا مینھ نہ (بھی) پڑا تو (اُسکو) ہلکی ہوا (بھی بس کرتی ہی) اور تم لوگ جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ (اُسکو) دیکھ رہا ہی ۱۲

مرضات الله وتثبیتا من انفسہم کمثل جنة بربوة اصابہا وابل فاتت اکلہا ضعفین فان لم یصبہا وابل فطل والله بما تعملون بصیر۔ اس قسم کی خیرات سے دو غرض وابستہ ہین۔ ایک تو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنا دوسرے اپنے نفوس کو بجا آوری احکام الٰہی مین ثابت رکھنا۔ صاحب تفسیر کشاف کا یہ قول ہی کہ من انفسہم مین جو من واقع ہی وہ تبعیض کے لیے ہی۔ اسلیے وہ یون تعبیر کرتے ہین یعنے جس نے مال کو اللہ کی راہ مین خیرات کیا اُسنے اپنے بعض نفس کی حفاظت کی اور جسنے مال وروح دونون خدا کی راہ مین دیدیا اُسنے کل نفس کی حفاظت کی جیسا کہ آیت وتجاھدون فی سبیل الله باموالکم وانفسکم مین اسی کا بیان ہوا ہی۔ بہرحال اس آیت مین اُن لوگون کی خیرات کی مثال بیان ہوئی ہی۔ جو اللہ کی خوشنودی کے لیے دیا کرتے ہین۔ اکثر مفسرین کا یہ قول ہی کہ باغ اونچی زمین پر پھلتا پھولتا ہی۔ لیکن امام فخرالدین رازی علیہ الرحمة کو اس سے اختلاف ہی وہ ربوة کے معنے اونچی زمین کے نہین لیتے ہین بلکہ یہ کہتے ہین کہ ربوة ایسی سطح زمین کو کہتے ہین کہ جب اُس پر پانی پڑے تو زیادہ پانی جذب کرے اور پھولے۔ انھون نے اس آیت سے استدلال کیا ہی وترے الارض ھامدة فاذا انزلنا علیہا الماء اھتزت وربت[۱] اور نیز انھون نے یہ استدلال کیا ہی کہ یہ مثال مثال اولین کے مقابلہ مین واقع ہوئی ہی جسمین صفوان کا لفظ

[۱] ترجمہ۔ زمین کو دیکھتا ہی کہ بے حس وحرکت پڑی ہی پھر جب ہم اُسپر پانی برساتے ہین تو وہ لہلہانے اور اُبھرنے لگتی اور ہر طرح کی خوشنما روئیدگی اُگاتی ہی ۱۲

واقع ہوا ہی جسکے معنے چٹان کے ہین اور ظاہر ہی کہ چٹان پر بسبب سختگی کے پانی کا اثر نہین ہوتا اور کوئی چیز اُسپر پھل پھول نہین لاسکتی تو دوسری مثال مین بطریق مقابلہ ایسی زمین کا ذکر کیا گیا ہی کہ جسمین پانی اچھی طرح اثر کرتا ہو اور جسمین درختون کے نمو کا مادہ ہو۔ مطلب یہ ہی کہ جو نیکی خدا تعالی کی رضا جوئی کے لیے کیجائے وہ ضائع نہین جاتی ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل واعناب تجری من تحتہا الانہار لہ فیہا من کل الثمرت واصابہ الکبر ولہ ذریۃ ضعفاء فاصابہا اعصار فیہ نار فاحترقت۔ کذلک یبین اللہ لکم الایات لعلکم تتفکرون۔ یہ مثال بھی پہلی صورت سے متعلق ہی۔ یعنے خیرات دینے کے بعد احسان جتانے اور ایذا پہونچانے سے نیکی یون ضائع ہو جاتی ہی کہ جیسے ایک شخص کا باغ نہایت عمدہ اور نفیس ہی اور اس سے بہت کچھ فائدہ حاصل ہوتا رہتا ہی۔ مالک باغ بوجہ کھولت کسب سے عاجز ہی اور طرہ یہ کہ اُسکے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہین جو کوئی محنت نہین کر سکتے سارے کنبے کا تعلق فقط ایک باغ سے ہی۔ جب ایسا باغ ایک دم سے اُجڑ جائے تو اُنکی بے بسی و حرمان کی کیا کیفیت ہوگی ظاہر ہی پس اسی طرح جو لوگ خدا کی راہ مین خیرات کرتے ہین اُنکی خیرات ایک خوشنما اور پُر نفع باغ ہی جس سے وہ آخرت مین ہر طرح کا فائدہ اُٹھا سکتے ہین۔ لیکن خیرات کے بعد احسان جتا ہین

سلہ۔ ترجمہ۔ بھلا تم مین سے کوئی اس بات کو پسند کریگا کہ کھجورون اور انگورون کا اُسکا ایک باغ ہو اور اُسکے تلے نہرین بڑی بہ رہی ہون ہر طرح کے میوے اُسکو وہان میسر اور بڑھاپے نے اُسکو آلیا اور اُسکے چھوٹے چھوٹے ناتوان بچے ہین۔ اب اُس باغ پر چلا ایک بگولا جسمین بھری تھی آگ تو باغ جل بھُن کر رہگیا اسی طرح اللہ اپنے احکام کھول کھول کر تم لوگون سے بیان کرتا ہی تاکہ تم غور کرو۔ ۱۲

یا ایذا پہونچائین تو یہ سب امیدین خاک مین ملجاتی ہین۔ اور سوا ے حسرت و ندامت کے
کچھ ہاتھ نہین آتا۔ بیان الٰہی کی لطافت کو دیکھو کہ باغ کی صفت تین چیزون سے کی گئی
ہی۔ ایک تو کھجور و انگور سے۔ کیونکہ یہ دونون میوے تمام میوہ جات مین اعلیٰ اور اشرف
ہین۔ دوسرے باغ کے تلے سے نہرون کا بہنا جو باغ کی شادابی اور حسن کی دلیل ہی۔
تیسرے ہر طرح کے میوہ جات کا وہان میسر ہونا جو باغ کی کمال عمدگی پر مبنی ہی۔ اُسکے بعد
شدت حاجت کا ذکر کیا گیا ہی۔ یعنے صاحب باغ کا بڑھاپا اور اُسکے کم سن بچون کا ہونا
گویا احتیاج کی ایک زندہ تصویر کھینچ دیگئی ہی کذلک یبین اللہ لکم الاٰیات
سے یہ مراد ہی کہ جسطرح خیرات کے متعلق دلائل بیان کیے گئے ہین ویسے ہی ہر ایک امر دین
کی تشریح کر دیگئی ہی بشرطیکہ اُسپر غور کیا جائے۔ بعض لوگ بیکار اور بے مصرف چیزین خیرات
کے طور پر دیکر ثواب کی امید رکھتے ہین لہذا اللہ تعالیٰ نے یون ارشاد فرمایا کہ یاایھا الذین
امنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث
منہ تنفقون ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمید ۝
شان نزول اس آیت کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ بیان کیا ہی کہ ایک روز ایک
شخص صدقہ کے لیے سوکھی کھجور لایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھکر فرمایا کہ اس نے

ل ترجمہ۔ مسلمانو (خدا کی راہ مین) عمدہ چیزون مین سے خرچ کرو جو تم نے (تجارت وغیرہ سے) آپ کمائی
ہون تو اور ہم نے تمھارے لیے زمین سے پیدا کی ہون اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نکرنا۔ کہ لگو (ہمین سے)
خرچ کرنے حالانکہ (وہی چیز کوئی تمکو دینی چاہیے تو) تم اسکو کبھی خوش دلی سے نہ لو مگر یہ کہ دیدہ و دانستہ (اس
کے لینے) مین چشم پوشی کرو۔ اور جانے رہو کہ اللہ بے نیاز (اور) سزاوار حمد و ثنا ہی ۱۲

کیا ہی بُرا فعل کیا اُسوقت یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ طیبٰت سے مال حلال اور خبیث سے مال حرام
مراد ہی۔ ردّی مال کو خدا کی راہ مین بطور خیرات دینے کی وجہ ظاہر ہی کہ اگر تمکو کوئی ایسا ناکارہ
مال دیوے تو کیا تمھین خوش آئے گا۔ جب تم خوش نہین ہوتے تو تمھارا خدا جو غنی مطلق ہی
ایسی خیرات سے کیونکر خوش ہو سکتا ہی۔ آیت شریف مین غنی کا لفظ مقام تہدید مین واقع
ہوا ہی۔ یعنے اشیاے ردی صدقات و خیرات مین نہ دینا کہ تمھارا پروردگار بے پرواہی۔ اور
حمید کا لفظ مقام مدح مین واقع ہوا ہی۔ یعنے خدلے تعالی کی رضا جوئی کے لیے پاک اور
نفیس مال کو خیرات دیا کروگے تو تمھاری سعی مشکور ہوگی الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم
بالفحشاء والله یعدکم مغفرة منه وفضلا والله واسع علیم جبکہ بیان بالاسے
خیرات کی تحریص دلائی گئی اور اُسکے فوائد بتا دیے گئے تو اس آیت شریف مین عوارض کا
ذکر کیا گیا ہی۔ چونکہ ان امور کا ذکر مناسب حال تھا لہذا بقدر ضرورت کچھ کچھ بیان کیا گیا
ہی یعنے پروردگار عالم کا ارشاد ہوتا ہی کہ دیکھو نیکی کرنے مین شیطان کے وسوسہ سے بچا
کرو وہ تمھارے دل مین یہ وسوسہ ڈالتا ہی کہ اگر تم اچھا مال خدا کی راہ مین خرچ کروگے تو محتاج
ہو جاؤگے وسوسہ شیطانی کی نسبت ابن مسعود رضی الله عنه سے روایت ہی ان للشیطان
لمه وللملك لمه۔ لمہ شیطانی یہ ہی کہ خیالات شر انسان کے دل مین پیدا کرتا تاکہ بُرے
افعال کا ارتکاب ہو۔ لمہ ملکی یہ ہی کہ خدا سے ہر طرح کی خیر کی امید رکھنا فحشاء کے معنے

لـه ترجمہ۔ شیطان تم کو تنگ دستی سے ڈراتا اور شرم کی بات یعنے بخل کی طرف برانگیختہ کرتا ہی اور الله
(بڑی) گنجائش والا (اور سب کے حال سے) واقف ہی ۱۲

بخل کے ہین۔ بخیل کو عرب فاحش کہتے ہین۔ شیطان کی عادت ہی کہ خیر وخیرات سے باز رکھنے
کے لیے اولاً بخل کی رغبت دلاتا ہی اور سمجھاتا ہی کہ دیکھو اگر عمدہ مال صرف کرو گے تو فقیر بنجاؤ گے
بشرط ضرورت فرسودہ چیزین دیدینا۔ اسکے بعد بالکلیہ خیرات سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہی
جس سے نہ تو مال جید کے دینے کی ہی رغبت باقی رہتی ہی نہ ردی کی۔ اسیطرح رفتہ رفتہ
واجبات سے بھی روک دیتا ہی اسیلیے نہ زکوۃ ہی دیجاتی نہ صلہ رحم کا خیال رہتا ہی بلکہ
امانت کا پھیر دینا بھی دشوار ہوجاتا ہی۔ جب یہ کیفیت انسان کی ہوجاتی ہی تو وہ انسانیت
کے درجے سے گرجاتا ہی اور اُسکے دل پر گناہون کا ہجوم ہوجاتا ہی۔ افعال بد کے ارتکاب
مین ڈھٹائی پیدا ہوجاتی ہی جسکی طرف فحشا کے لفظ سے اشارہ کیا گیا ہی۔ انسان کے تین
درجہ ہین۔ اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ اوسط۔ انسان کامل تو خدا کی راہ مین خواہ جید ہو خواہ ردی
سب دیدیا کرتے ہین اور ادنیٰ درجے کے لوگ فاحش کے مصداق ہین نہ اُنسے جید ہی
دیاجاتا ہی نہ ردی۔ اور جو لوگ متوسط درجے مین ہوتے ہین وہ مال جید کے دینے مین تو بخل
کرتے ہین مگر ردی دیدیا کرتے ہین۔ شیطان کا انسان کو یکدم جہت فاضل سے فاحش
کیطرف لانا ممکن نہین ہی اسیلیئے وہ درجۂ وسط سے فاحش کی طرف لانے کی کوشش کرتا
ہی یعدکم الفقر سے اسی درجہ اوسط کی طرف اشارہ کیا گیا ہی ویامرکم بالفحشاء
سے درجۂ ادنے کے جانب اور مغفرۃ منه سے ثواب آخرت مراد ہی اور فضلا سے منافع دنیا

وروی عنه صلے الله علیه وسلم ان الملك ینادی کل لیلة اللهم اعط کل منفق

ترجمہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہی کہ فرشتہ ہر رات کو پکارتے ہین کہ اے خدا دے ہر ایک نفقہ دینے والے کو نیک بدل اور ہر ایک بخیل کو ٹوٹا

خلفا وکل ممسک تلفا شیطان جو فقر کا خوف دلاتا ہی اُسکا تعلق دنیا سے ہی اور اللہ تعالے
جو مغفرت کا وعدہ فرماتا ہی اُسکا تعلق آخرت سے ہی دنیا کا تعلق مشکوک ہی عقبے کا وجود یقینی ہی
اسلیے شیطانی وساوس کا قبول کرنا جہل ہی۔ خدا کے وعدون پر بھروسا کرنا سعادتمندی کی دلیل
ہی۔ یون فرض کرو کہ کچھ مدت تک دنیا مین ہم رہے اور دنیاوی فوائد کے لحاظ سے بخل کے ساتھ
کچھ مال بھی جمع کرلیا لیکن ایسے مال سے کیا ہمین کوئی فائدہ بھی حاصل ہوگا۔ یہی غور طلب ہی
کیونکہ بہت سے موانعات درپیش ہین اگر اس قسم کا مال محض لذات دنیوی مین صرف کیا جائے
تو وہ سب آغشتہ بمضرت ہین الا منافع آخرت کہ اُسمین کچھ بھی غل وغش نہین ہی۔ جب
انسان کی زندگی کے ایسے حالات ہین تو دانشمندی کا شیوہ یہی ہی کہ خدا کے وعدہ پر بھروسہ
کیا جائے شیطان کے کید وشید سے بچتا رہے۔ آیت شریف مین دو لفظ ہین جو کمال مغفرت
پر دلالت کرتے ہین ایک تو مغفرت کا لفظ بطریق نکرہ مستعمل ہوا ہی جسمین ہر قسم کی مغفرت
شامل ہی اور دوسرا لفظ منہ کا ہی جس سے خدائے تعالے کی کمال مغفرت بندون کے لیے
ظاہر ہوتی ہی کیونکہ عطا بقدر عظمت معطی ہوتی ہی۔ ایسی عطا کا اندازہ دانشمند خود
کرسکتے ہین بلکہ خدا کی دین تو ایسی ہی فاولئک یبدل اللہ سیاتہم حسنات
یا یون سمجھو کہ اس مغفرت کی تہ کو جب تک کہ ہمارا تعلق دنیا سے ہی معلوم نہین کرسکتے۔
کیونکہ آخرت کی کیفیت سے فی الحال بیخبر ہین۔ اور فضلا سے دنیا مین بدل معجل کا
حاصل ہونا مراد ہی۔ کیونکہ خیرات سے انسان کو جود وسخا کی فضیلت دنیا ہی مین حاصل
ہوجاتی ہی۔ اِدھر کچھ خلوص نیت سے دیے اُدھر سخی بنگئے۔ حقیقت مین سعادت کے کئی

مدارج ہین مگر سعادت نفسی اور خارجی خاص طور پر ذکر کے قابل ہین۔ مال کا حاصل ہونا فضائل خارجی مین داخل ہی اور خُلق جود و سخا کا حاصل ہونا فضائل نفسی مین داخل ہی۔ سعادت کے جملہ مراتب مین سعادت نفسی کا درجہ اعلیٰ اور اشرف ہی اور سعادت خارجی کا درجہ ادنی۔ پس سعادت نفسی کے حاصل کرنے کے لیے مال کا خدا کی راہ مین خرچ کرنا ضرور ہی۔ جب یہ صفت انسان مین پیدا ہو تو وہ خدا کے وعدہ کے موافق فضل کا مستحق ہوتا ہی واللہ واسع علیم کے یہ معنے ہین کہ اللہ کی مغفرت وسیع ہی وہ تمکو غنی کرنے اور جو مال صرف کرتے ہو اُسکا بدل دینے پر قادر ہی اور تمھاری خیرات کی حقیقت کو جانتا ہی۔ اگر دینا محض نام و نمود کے لیے ہی تو وہ بیکار ہی خلوص نیت کے ساتھ رضاے الٰہی اور تائید بندگان خدا کے لحاظ سے جو خیرات دیجائے وہی منتج نتائج حسنہ ہی۔ چنانچہ قیس بن عاصم کی یہ حکایت مشہور ہی۔

آن زمان کز خداے نزد رسول — حکم من ذا الذی بے نمود نزول
ہر کسے آن قدر کہ دست رسید — پیش مہتر کشید و سر نہ کشید
قیس عاصم ضعیف حالے بود — کہ نکردی طلب ز دنیا سود
رفت در خانہ با عیال بگفت — زانچہ بشنید ہیچ یک ننہفت
کا ینچنین آیت آمدست امروز — خیز و مارا در انتظار مسوز
آنچہ در خانہ حاصل ست بیار — تا کنم پیش سید آن ایثار
گفت زن چیز نیست در خانہ — تو نہ ز ین سراے بیگانہ
گفتش آخر بجوے آن مقدار — ہرچہ یابی سُبک بر نزد من آر

رفت و خانه بجست بسیاری — تا بر آید مگر ورا کاری

یافت در خانه صاعی از خرما — دقل و خشک گشته تا بنوا

پیش قیس آورید زن در حال — گفت زین بیش نیست ما را مال

قیس خرما به آستین در کرد — شادمانه بر رسول آورد

چون درون رفت قیس در مسجد — نه ز سر هزل بلکه از سر جد

گفت با وی منافقی که بیار — تا چه آورده بشتاب پیش آر

گوهرست این متاع یا زر و سیم — پیش مهتر همی کنی تسلیم

زین سخن قیس گشت خوار و خجل — بنگر تا چه آمدش حاصل

رفت و در گوشهٔ به غم بنشست — بر نهاده ز شرم دست بدست

آمد از سدره جبرئیل امین — گفت کای سید زمان و زمین

مرد را اندر انتظار مدار — وانچه آورده است خوار مدار

مصطفی را ز حال کرد آگاه — یَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِینَ ناگاه

ملکوت آمده بنظارند — مرد را انتظار چون دارند

زلزله اوفتاده در ملکوت — نیست جای قرار و جای سکوت

حق تعالی چنین همی گوید — دل او را به لطف می جوید

کای سرافراز وی گزیده رسول — این قدر کن ز قیس نزد قبول

که به نزد من این متاع قلیل — هست مقبول و نیست مرد بخیل

من پذیرفتم این وقل بعیان | بهتر از زر و گوہر دگران
از ہمہ چیز ہاے بگزیدہ | ہست جہد المقل پسندیدہ
قیس را زان سبب برآمد کار | زان منافق بفعل بدگفتار
گشت رسوا منافق اندر حال | قیس را کار گشت ازان بکمال
تا بدانی کہ ہر کہ پیش آمد | ہم بران سان کہ بود پیش آمد
با خدا آنکہ او دو دل باشد | از ہمہ فعل خود خجل باشد
راستی بہتر از ہمہ کارے | خواندہ باشی تو اینقدر بارے

دیکھو اسلام مین خیرات کی تعلیم کس طریق سے ہوئی ہی اور نیک کامون کی ہدایت کیسے سچے اصول پر مبنی ہی۔ یہ خدا ہی کے کلام کی شان ہی کہ جسمین علوم و حکمت کے خزانے بھرے ہوئے ہین۔ اگر علم دین کی کتابون کو پڑھو اور اُسمین غور کرو تو اس قسم کی ہزارون باتین معلوم ہو سکتی ہین قولہ تعالیٰ یاایہا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقے من الربوا ان کنتم مؤمنین فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من اللہ و رسولہ وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تَظلِمُون ولا تُظلَمُونَ وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمُون ٭ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفے کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون ترجمہ۔ مسلمانو اللہ سے ڈرو اور جو سود (لوگون کے ذمے) باقی ہی اُسکو چھوڑ بیٹھو اگر تم ایمان رکھتے ہو اور اگر (ایسا) نہین کرتے تو ہشیار رہو اللہ اور اُسکے رسول سے

لڑنے کے لیے اور اگر تم توبہ کرتے ہو تو اپنی اصل رقم تمکو (لینی پہونچتی ہی) نہ تم (کسیکا) نقصان کرو اور نہ کوئی تمھارا نقصان کرے اور اگر کوئی تنگ دست (تمھارا مقروض) ہو تو فراخی تک مہلت (دو) اور اگر سمجھو تو تمھارے حق مین یہ زیادہ بہتر ہی کہ اُسکو (اصل قرضہ بھی) بخشدو۔ اور اُس دن سے ڈرو جبکہ تم اللہ کی طرف لوٹا کر لائے جاؤگے۔ پھر ہر شخص کو اُسکے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور لوگون پر ذرہ بھر ظلم نہوگا۔

قبل ازانکہ مفاد آیۂ کریمہ کا ذکر کیا جائے کچھ سود کی حقیقت بھی لکھنے کی ضرورت ہی یعنے یہ کہ سود اور صدقہ مین نسبتِ تضاد ہی۔ کیونکہ صدقہ مین بظاہر مال کی کمی ہی مگر اُسکے دینے کے لیے خدا کا حکم ہی اور خدا جس طرح خیرات کی جزا اور بدلہ دیتا ہی بقدر ضرورت اُسکا ذکر اوپر ہو گیا ہی اور سود لینے مین بظاہر مال کی زیادتی ہی لیکن اُسکو خدا نے منع فرمایا ہی اور اُسکے نقصانات جو کچھ ہین اُسکو شرح و بسط کے ساتھ اس آیت کے قبل قرآن مجید مین ذکر فرمایا گیا ہی۔ قرآن مجید مین صدقہ کے بیان کے بعد مسائل سود کا ذکر اسی مناسبت تضاد کی وجہ سے ہوا ہی۔ لغت مین ربا کے معنے زیادتی کے ہین۔ ربا کی دو قسم ہین۔ ربا النسیہ ربا الفضل۔ اول قسم کا ربا ایام جاہلیت مین بہت جاری تھا اور وہ یہ کہ اسطرح پر قرض دیا جاتا تھا کہ مدیون ماہانہ کچھ نفع دیا کرے اور اصل باقی رہے۔ جب قرض لینا اسلام مین حلال ہوا تو مدیون سے راس المال طلب کیا جاتا تھا اگر راس المال کی ادائی مین تعذر ہوتا تو پھر قرض خواہ اصل مین کچھ اور بڑھا کر مہلت دیتا تھا۔ قسم دوم یہ ہی کہ گندم یا جو وغیرہ کسی چیز کو اُسی کے جنس سے ڈیوڑھی یا دوگنی قیمت پر فروخت کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اول تو یہ رائے تھی کہ ربا النسیہ حرام ہے اور ربا الفضل جائز۔ لیکن ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کیا اس جواز کو آپ نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے یا کوئی دلیل آپ کے پاس ہے تو پھر آپ نے اس رائے سے رجوع کیا۔ لیکن جمہور ائمہ دونوں قسم کے ربا کو حرام کہتے ہین۔ قسم اول کی حرمت تو احل اللہ البیع وحرم الربو سے ثابت ہے اور قسم دوم کی حرمت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ منجملہ انکے ایک حدیث صحیح یہ ہے کہ جسکو عمر بن الخطابؓ اور عبادہ بن ثابت اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے اصحاب الصحاح نے روایت کیا ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم الذھب بالذھب الفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء بالسواء یدا بید فاذا اختلفت ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدا بید ہ رواہ مسلم اس حدیث مین جناب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ چیزون مین برابر اور دست بدست خرید و فروخت کرنے کا حکم دیا ہے۔ سونا۔ چاندی۔ گیہون۔ جو۔ چھوارے۔ نمک۔ یعنی جب سونے کو سونے سے اور چاندی کو چاندی سے اور گیہون کو گیہون سے اور جو کو جو سے اور چھوارون کو چھوارون سے اور نمک کو نمک سے فروخت کرین تو کمی زیادتی نکرین اور اسیوقت لین دین کرین اگر ایک سیر دیکر دو سیر لیا جائے یا دوسرے وقت سیر بھر بھی لیا جائے تو یہ ربا ہے۔ کیونکہ دوسرے وقت گرانی غلہ کا احتمال ہے جس سے نرخ کی زیادتی لازمی ہے۔ جمہور مجتہدین یہ کہتے ہین کہ علاوہ انکے اور چیزون مین بھی انھین

اشیاپر قیاس کر کے حکم جاری ہوگا۔ مگر قیاس کے وقت وصف مشترک کو دیکھا جاتا ہی جسکو علم اصول فقہ مین علت کہتے ہین قرار داد علت مین ائمہ کا اختلاف ہی۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک علت درہم ودینار مین وزن ہی۔ اور باقی چار چیزون مین کیل اور اتحاد جنس پس اگر ایک چیز تُل کر بکتی ہو اور اُسکے بدل مین جو چیز لیجاسئے وہ بھی تُل کر ہی فروخت ہوتی ہو جیسا کہ چاندی تولنا درست ہوگا۔

دوسرا قول امام شافعی رضی اللہ عنہ کا ہی وہ یہ ہی کہ مذکورہ چار چیزون مین علت حرمت رِبا طعم ہی۔ یعنے کھانے مین آنا اور نیز جنس کا متحد ہونا۔ اور چاندی سونے مین نقدیت ہی۔

تیسرا قول امام مالک رح کا ہی وہ یہ ہی کہ علت قوت ہی یعنے غذائیت کا ہونا یا جو اسکی اصلاح کرے جیسا نمک۔

چوتھا قول عبد الملک بن ماجشون کا ہی یعنے جو اشیا قابل نفع ہون اُنمین زیادتی باعث ربا ہی۔

اسباب حرمت ربا بہت سے بیان کیے گئے ہین چند ضروری وجوہ نقل کیے جاتے ہین۔

(۱) ربا مین انسان کا مال بلا عوض کے زیادہ لیا جاتا ہی جسکی حرمت اس حدیث سے لازم آتی ہی۔ حرمة مال الانسان کحرمة دمه[1]۔

(۲) جب انسان کو سود کھانے کی عادت ہو جاتی ہی تو وہ کسب معاش سے

---

[1] ترجمہ۔ انسان کے مال کی حرمت ایسی ہی جیسے انسان کے خون کی ۱۲

بیفکر ہوجاتا ہی نہ وہ تجارت کا خیال کرتا ہی نہ صنعت وحرفت کا اس سے مصالح انتظام عالم مین خلل واقع ہوتا ہی۔

(۳) معاملہ سود باعث فقدان قرض حسنہ ہی جسکی فضیلت قرآن مجید مین وارد ہی۔

(۴) جب حرمت ربا کی نص سے ثابت ہی تو اُسکے وجوہ کی تلاش بے سود ہی ہمکو اُسپر عمل کرنا چاہیے۔ مخلوق کو تمام وجوہ تکالیف شرعی معلوم کرنا واجب نہین ہی۔

جب سود کے ضروری مسائل معلوم ہوچکے اور نیز وجوہ حرمت بھی تو آیت زیر تفسیر کے قبل یہ بھی قرآن مجید مین ذکر ہوچکا ہی کہ ممانعت سے پیشتر جو سود لے چکے ہو وہ تمھارا ہی۔ اس سے یہ بھی خیال پیدا ہوتا تھا کہ ممانعت سے پہلے کا جو سود قرضدار کے ذمہ باقی ہی وہ ہمارا ہی اسکو لینا چاہیے اسکی ممانعت اس آیت سے اللہ تعالی نے فرمائی یہ جتا کر کہ اگر تمکو اپنے ایمان کی سچائی کا دعوی ہی تو ایسے قبیح فعل کو ترک کرو اور پھر اس بات کی تنبیہ ہوئی کہ اگر اس فعل سے باوجود ممانعت کے باز نہ آؤگے تو خدا اور رسول سے لڑنے کے لیے آمادہ ہوجاؤ سو اسکی سکت کس مین ہی۔ یا یون سمجھو کہ سود لینا اور غریبون کا دل دکھانا خدا اور رسول سے جنگ کرنا ہی فاذنوا بحرب من اللہ کے الفاظ کمال تہدید کے طور پر مستعمل ہوئے ہین۔ جو لوگ احکام الٰہی کی نافرمانی کرتے ہین اُنکی نسبت ایسے الفاظ استعمال کیے جاتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہی من[1] اہان لے ولیا فقد

---

[1] جسنے میرے دوست کی اہانت کی بس اُسنے میرے ساتھ لڑنے کی جرأت کی ۱۲

با ذنی بالمحاربۃ قرآن وحدیث مین بہت سے مقامات مین اس قسم کی تہدید وارد ہوئی ہے اور بعض علمانے نفس سے حرب ہی مراد لی ہے اور وہ استدلال کرتے ہین اُس واقعہ سے جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے جنگ کی تھی۔ انھین واقعات پر قیاس کرکے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر سود خوار اپنے فعل سے توبہ نکرے تو اُسکی گردن مارنی چاہیے۔

پھر اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ان تبتم یعنے اگر معاملہ ربا سے تم توبہ کروگے تو تمھارا اصلی مال تمھارے لیے ہے۔ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ سے یہ مراد ہے کہ نہ زائد مال لیکر تم کسی پر ظلم کرو نہ اصل مال مین کمی کرکے تم پر ظلم کیا جائے فَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلَىٰ مَيْسَرَةٍ کے یہ معنے ہین کہ اگر قرضدار تنگ حال ہو تو اُسکے ذمہ کی رقم آسانی کے ساتھ وصول کیجائے۔ کیونکہ جب سود کی ممانعت ہوگئی تو پھر اسبات کا احتمال تھا کہ نفع کی امید منقطع ہونے سے کہین قرض خواہ وصول رقم مین تعجیل نکرے جس سے تنگدست مبتلاے آفت ہوجائین قرضدارون کی مصیبت اور بیکسی پر رحم کرکے یہ حکم دیا گیا کہ اگر قرضدار تنگ حال ہو (یعنی سردی اور گرمی کے کپڑون اور دو ایک دن کے کھانے اور خرچ عیال کے سوائے کوئی جائداد نہ رکھتا ہو جو اسکو فروخت کرکے قرضہ ادا کرے نہ نقد مال ہی ہو جس سے قرضہ ادا ہوسکے) ایسی حالت مین مقروض کو مہلت اس قدر دینی چاہیے کہ اُسکو قرض کے ادا کرنے کی قدرت حاصل ہو۔ اسکے قبل اُسکو تنگ کرکے قید وغیرہ کی فکر کرنا ممنوع ہے۔ اس رعایت پر ہی اکتفا نہین کیا گیا بلکہ پھر حکم ہوا کہ وان

تصدقوا خیر لکم اگر اس قسم کا قرضہ بالکل معاف کر دیا جائے تو تمھارے لیے بہتر ہی کہ ایسی نیکی خزانۂ الٰہی مین جمع رہیگی اور اسکا نفع آخرت مین ملیگا - یہ احکام انتہا درجہ کی عطوفت و مہربانی پر شامل ہین - اور پھر ارشاد ہوا کہ ان کنتم تعلمون یعنے ایسے نیک اعمال کے مفاد کو سمجھ کر عمل کرو تو تمھارے لیے بہتری ہی یا جو حکم تمکو دیا جاتا ہی اُسپر عمل کرنا تمھارے لیے مفید ہی - اور اسکے بعد حکم ہوا واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ ثم توفی کل نفس ما کسبت وھم لا یظلمون یہ آیت اُن امراے قوم کے حق مین بطور تازیانے کے نازل ہوئی کہ جو اپنی ثروت و جلال دنیوی کی وجہ سے سود خواری مین گرفتار تھے - اسلیے اُنکو جتایا گیا کہ قیامت کے دن سے ڈرو جس روز تم ہمارے حضور مین حاضر ہو گے اور ہر شخص اپنے کیے کا نتیجہ پائے گا مگر کسی پر ظلم نہوگا - جسکے معنے یہ ہوئے کہ اگر آخرت مین جزاے خیر کی امید رکھتے ہو تو مخلوقات کے ساتھ ظلم کا برتاؤ مت کرو -

اسلام مین سراسر رحمدلی ہی - دیکھو سود خواری مین بنی نوع انسان پر جو سختی ہوتی ہی اُسکو کیسی تنبیہات سے دفع کیا گیا ہی اور کیسے سچے اصول ہمدردی کے بیان ہوئے ہین چنانچہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہین -

دولتِ رفتہ کجا قوت دہد — دولتِ آیندہ خاصیت دہد

قرض دہ زین دولت اندر اقرضوا — تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رو

قولہ تعالیٰ للہ ما فی السمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ فیغفر لمن یشآء ویعذب من یشآء واللہ

علی کل شیٔ قدیرۃ آمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون

کل آمن باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ لانفرق بین احد من رسلہ

وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیرۃ لا یکلف اللہ نفسا

الا وسعھا لھا ما کسبت وعلیھا ما اکتسبت ط ربنا لا تؤاخذنا

ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا

ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ ط واعف عنا واغفر لنا وارحمنا

انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین ۃ **ترجمہ** - جوکچھ آسمانون

مین اور جوکچھ زمین مین ہی (وہ سب) اللہ ہی کا ہی اور جو تمھارے دل مین ہی خواہ اُسکو

ظاہر کرو یا چھپاؤ - اللہ تم سے اُسکا حساب لیگا - پھر جسکو چاہے بخشے اور جسکو چاہے عذاب

دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی (ہمارے) پیغمبر (محمدؐ) اس (کتاب) کو مانتے ہین جو اُن کے

پروردگار کی طرف سے اُن پر اُتری ہی اور (پیغمبر کے ساتھ دوسرے) مسلمان بھی (یہ سب

کے) سب اللہ اور اُسکے فرشتون اور اُسکی کتابون اور اُسکے پیغمبرون پر ایمان لائے کہ

(سب پیغمبرون کا دین ایک ہی) اور ہم خدا کے پیغمبرون مین سے کسی کو (بھی) جُدا نہین

سمجھتے (یعنے سب کو) مانتے ہین اور بول اُٹھے کہ اے پروردگار ہم نے تیرا ارشاد سُنا اور

تسلیم کیا - اے ہمارے پروردگار بس تیری ہی مغفرت (درکار ہی) اور تیری ہی طرف لوٹ کر

جانا ہی - اللہ کسی شخص پر بوجھ نہین ڈالتا مگر اُسی قدر جس (کے اُٹھانے) کی اُسکو طاقت

ہو - جس نے اچھے کام کیے تو (اُنکا نفع) بھی اُسی کے لیے ہی اور جس نے بُرے کام کیے

(اُنکا وبال بھی) اُسی پر۔ اے ہمارے پروردگار اگر ہم بھول جائین یا چوک جائین توہمکو (اُسکے وبال مین) نہ پکڑ اور اے ہمارے پروردگار جو لوگ ہم سے پہلے ہو گذرے ہین جسطرح اُن پر تونے (اُنکے گناہون کی پاداش مین احکام سخت کا) بار ڈالا تھا ویسا ہم پر نہ ڈال اور اے ہمارے پروردگار اتنا بوجھ جس (کے اُٹھانے) کی طاقت ہمکو نہین ہم سے نہ اُٹھوا اور ہمارے قصورون سے درگذر اور ہمارے گناہون کو معاف کر اور ہم پر رحم فرما۔ تو ہی ہمارا (حامی و) مددگار ہی۔ تو اُن لوگون کے مقابلہ مین جو کافر ہین ہماری مدد کر۔

سورۂ بقر مین بہت سے اصولی امر کا ذکر ہوا ہی۔ توحید۔ نبوت۔ اور اصول شرعی کے لحاظ سے۔ نماز۔ زکوۃ۔ قصاص۔ صوم۔ حج۔ جہاد۔ حیض۔ طلاق۔ عدت۔ مہر۔ خلع۔ ایلا۔ رضاعت۔ بیع۔ ربوا۔ قرض کشی کے اصول۔ جسمین سے بعض کا ذکر تو اس انتخاب مین ہوا ہی اور بعض کا ذکر بہ لحاظ اختصار چھوڑ دیا گیا ہی۔ اکثر تفاسیر ان بیانات سے مملو ہین۔ اگر طالبین بالاستیعاب ان مسائل کو دیکھنا چاہین تو تفاسیر کا مطالع کر سکتے ہین چونکہ صفات کمال مین قدرت وعلم نسبتاً مقدم ہین۔ اس سورہ کے اخیر مین خدائے تعالی نے اپنی قدرت وعلم کا ذکر فرمایا ہی۔ قدرت کا ذکر تو یون کہ للہ ما فی السموات وما فی الارض آسمان وزمین اسکی ملک ہی اور وہی اسکا مالک ہی۔ اور علم کا ذکر یون ہوا ہی وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ جو باتین تمھارے نفوس مین ہین خواہ اُنکو تم ظاہر کرو خواہ چھپا رکھو۔ اُن باتون کا حساب تم سے لیا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہی کہ ہر امر

کلی وجزئی پر خدائے تعالی کا علم محیط ہی۔ بعض نے یہ لکھا ہی کہ ہرگاہ اس سے پہلے کے رکوع
مین کتمان شہادت اور مضرت رسانی کی ممانعت ہوئی ہی اور امانت کو واپس دینے کا حکم ہوا
ہی اور یہ امور کما ہو حقہ اُسیوقت ادا ہو سکتے ہین کہ دل مین خدا کا خوف بھی ہو۔ کیونکہ حکام
ظاہری تو قلبی کیفیات سے لاعلم ہوتے ہین اور اُسپر کچھ مواخذہ نہین کر سکتے۔ صرف
ظاہری بیانات پر اُنکے فیصلون کا مدار ہوتا ہی۔ اسیلیے اس آیت مین خدائے تعالی کے
علم وقدرت کا ذکر کیا گیا ہی کہ وہ تمھارے ظاہر وباطن امور کو سب کچھ جانتا ہی۔ نتیجہ اس
قدرت وعلم کا یہ ہی کہ آسمان وزمین مین جو کچھ ہی سب اسکے تابع ہین اور وہی انکا
آقا اور مالک ہی۔ سارے عالم کو اُسی نے پیدا کیا ہی اور اُسکی نگھبانی رزق وغیرہ سے فرماتا
ہی جو لوگ اللہ کے فرمان بردار ہین انکے لیے یہ آیت شریف بطور وعدہ کے ذکر ہوئی ہی
اور نافرمانون کے لیے بمنزلۂ وعید کے ہی اور بعضون نے یہ تاویل کی ہی کہ اسکے قبل
اُن معاملات کا ذکر ہوا ہی جنکا وقوع بین الناس ہوتا ہی۔ پس ان معاملات مین اگر خدا کے
حکم کے موافق عمل کیا جائے تو اُسکا نفع تمھین کو ملنے والا ہی۔ اور خدا تمھارے معاملات
سے بے نیاز ہی۔

فائدہ خطرات قلبی دو قسم کے ہین۔ ایک وہ کہ جو بات انسان کے دل مین ہوتی
ہی اسکو وجود مین بھی لانا چاہتا ہی اور دوسرے اسکے خلاف مین ہوتے ہین کہ بے اختیار
ایک چیز کا خیال دل مین آتا ہی مگر اُسکو وجود مین لانا انسان مکروہ جانتا ہی۔ اسیلیے جن
بد خطرات قلبی کا ظہور ہو ان پر مواخذہ کیا جاتا ہی اور جنکا ظہور نہو وہ معفو عنہ ہین۔ جیساکہ

اس آیت کا منشا ہی لایؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما کسبت
ضحاک نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہی کہ آپ نے فرمایا کہ جب انسان کے
دلمین بد خطرات پیدا ہوتے ہین تو وہ غم وہم دنیوی مین مبتلا ہوتا ہی یہی محاسبۂ الٰہی کی
علامت ہی۔ برخلاف نیک خطرات کے کہ اسمین یہ بات نہین ہوتی۔ ام المومنین فرماتی ہین کہ
مین نے اس بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ نے یہی فرمایا تھا۔ پھر ارشادِ
باری ہوا کہ فیغفر لمن یشاء ویعذب من یشاء اگرچہ مفہوم عام ہی مگر علمانے اس
آیت سے یہ حجت قائم کی ہی کہ مومنین کے گناہ کبیرہ بخشے جائین گے اور کافر معذب ہونگے
کیونکہ ایمان کے برکت کی وجہ سے مومنین کا کامیاب ہونا قطعی ثابت ہی اسیطرح نکبت کفر
سے کافرین کا معذب ہونا بھی امر فیصل شدہ ہی اور پھر واللہ علی کل شئ قدیر
سے یہ بات بیان کی گئی ہی کہ تمھارا خدا کامل قدرت والا ہی۔ تمام ممکنات اُسکے قہر وقدرت
کے تابع ہین انکی تکوین واعدام سب اُسکے قبضۂ اقتدار مین ہی۔ جسکی قدرت ایسی ہو تو
ہر مرد عاقل پر واجب ہی کہ اُسکا بندۂ فرمان بردار ہو رہے۔ جن امور کے بجالانے کا حکم
ہوا ہی انکو ادا کرے۔ اور امور ممنوعہ سے باز رہے کہ اسی مین بہتری ہی امن الرسول
بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل امن باللہ وملئکتہ وکتبہ و
رسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک
ربنا والیک المصیر ہ پہلے تو خدائے تعالی نے اپنے کمال مالکیت وقدرت وعلم کا
ذکر فرمایا جن سے اس امر کا اظہار مقصود تھا کہ جب ہماری یہ شان ہی تو ربوبیت ہمارے لیے ہی

خاص ہی ہم رب العالمین ہین - اور ساتھ ہی یہ بیان فرمایا کہ انتہا درجہ کی اطاعت و انقیاد مومنین کے لیے ہی مخصوص ہی جو کمال عبودیت کی علامت ہی جس سے وہ قیامت مین عنایت ورحمت آلہی کے امیدوار ہوسکتے ہین اور نیز جبکہ وان تبدو ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ - سے ہمارے ظاہری اور باطنی احوال پر بالکلیہ واقف ہونا بیان کیا گیا تو اسکے بعد ہی مومنین کی مدح وثنا کے طور پر یہ آیت بیان کی گئی گویا پروردگار عالم یون بیان فرماتا ہی کہ اگرچہ مجکو تمھارے اندرونی وبیرونی حالات پر تمامہ آگہی حاصل ہی مگر مین انھین باتون کا ذکر کرتا ہون جسمین تمھاری مدح وثنا ہی تاکہ تمکو معلوم ہوجائے کہ جسطرح ہم کامل القدرت ہین اسیطرح کامل الرحمۃ بھی ہین ہمیشہ تمھاری نیکیان ظاہر کرتے جائینگے اور تمھارے گناہون کو چھپاتے جائینگے - یا یون سمجھو کہ ہر گاہ سورۂ بقر کے ابتدا مین متقین کی مدح باین الفاظ بیان ہوئی ہی الذین یؤمنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقناھم ینفقون تو اب اخیر سورہ مین والمومنون کل اٰمن باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ لا نفرق بین احد من رسلہ سے یہ بیان کیا جاتا ہی کہ جنکی ابتدا مین ہم نے تعریف بیان کی تھی اُس سے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہی - جو اللہ - ملائکہ - کتب آلہی اور انبیا علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہین یہی یؤمنون بالغیب کے مصداق ہین - اسیطرح یہان قالوا سمعنا واطعنا کا جو ذکر ہوا ہی اس سے وہی مراد ہی جو اول سورہ مین یقیمون الصلوۃ ومما رزقنٰھم ینفقون سے مقصود ہی علی ہذا غفرانک ربنا والیک المصیر

سے بالآخرۃ هم یوقنون کے معنے کی طرف اشارہ ہی ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا سے مومنین کے عجز و انکسار کی کیفیت ظاہر کردیگئی ہی۔ جیسا کہ ابتداء سورۃ مین اولٰئک علیٰ هدًی من ربهم و اولٰئک هم المفلحون کے الفاظ سے اسی حالت کا بیان ہوا ہی قرآن مجید کی ترتیب سے ظاہر ہو سکتا ہی کہ کیسے کیسے لطائف پر مشتمل ہی۔

فائدہ۔ یہ آیت اسبات پر دلالت کرتی ہی کہ چار چیزون کا جاننا تکمیل ایمان کے لیے ضرور ہی۔ ایک تو معرفت الٰہی۔ کیونکہ جب تک یہ ثابت نہو کہ عالم کے لیے ایک صانع ہی جو قادر مطلق ہی اور تمام معلومات کا عالم ہی غنی عن الحاجات ہی اُسوقت تک انبیا علیہم السلام کی تصدیق محال ہی۔ اسیلیے پہلے معرفت الٰہی ضرور ہی۔ دوسری بات یہ ہی کہ انبیا علیہم السلام پر ملائکہ کے توسط سے وحی نازل ہوا کرتی ہی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہی نزل به الروح الامین علیٰ قلبك[1] علمه شدید القویٰ[2] جبکہ ملائکہ خدا اور بندون کے مابین واسطہ تھے اسیلیے اُنکا ذکر دوسرے مرتبہ مین کیا گیا ہی اور کتب الٰہی کا ذکر تیسرے مرتبہ مین کیا گیا ہی جو رتبۃً تیسرے مین ہی ہونا چاہیے کیونکہ نزول وحی ملائکہ سے متعلق ہی اور تمام کتب سماوی وحی ہین۔ چوتھے مرتبہ مین رسولون کا ذکر کیا گیا ہی اسوجہ سے کہ انوار وحی سے مرسلین نے اقتباس حاصل کیا ہی تو بہ لحاظ ترتیب بیان کتب الٰہی کے بعد رسولون کا ذکر ہونا چاہیے تھا

---

[1] **ترجمہ**۔ جبرئیل امین نے (ہمارے حکم سے) سلیس عربی زبان مین تمھارے دل پر القا کیا ہی ۱۲

[2] **ترجمہ**۔ اور اُنکو جبرئیل فرشتہ تعلیم کرتا ہی ۱۲

جو ہوا۔ دیکھو نظم بیان قرآن مجید کو کہ ہر چیز کا ذکر بالترتیب کسطرح ہوا ہی۔ چنانچہ ایک اور آیت مین بھی اسی ترتیب کی طرف اشارہ ہی شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملئکۃ و اولو العلم قائما بالقسط یا ترتیب نظم کو اسطرح سمجھو کہ جن مطالب کا یہان ذکر مقصود ہی وہ دو قسم پر ہین۔ ایک تو حقائق موجودات اور دوسرے احکام افعال یعنے واجب۔ جائز۔ محظور۔ قسم اول کا تعلق عقل سے ہی اور قسم ثانی کا سمع سے۔ پس والمومنون کل آمن باللہ سے قسم اول کا ذکر کرنا مقصود ہی اور سمعنا واطعنا سے قسم ثانی کا۔ اور نیز یہ بھی تعبیر کی گئی ہی کہ سمعنا سے سمع ظاہری مقصود نہین ہی کیونکہ سمع ظاہری قابل مدح نہین ہی۔ بلکہ سمع عقول مراد ہی کیونکہ جو احکام الٰہی بذریعہ انبیا علیہم السلام کے ہم تک پہونچے ہین اُنکو صرف سننا ہی نہین سمجھنا اور جاننا بھی ہی اور ہمارا یہ یقین ہی کہ وہ سب احکام حق اور واجب القبول ہین۔ قرآن مجید مین سمع بمعنی قبول و فہم کے کئی جگہ وارد ہی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہی ان فے ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القے السمع وھو شہید غرضکہ جب مومنین نے تکلیف شرعی کو تسلیم کرلیا اور اُسپر عامل ہو گئے تو اُنھون نے عجز و نیاز کے ساتھ بارگاہ ایزدی مین عرض کی کہ غفرانک ربنا والیک المصیر لیکن یہان اس بات کا بھی ایک خدشہ ہوتا ہی کہ ہرگاہ مومنین نے احکام الٰہی کو قبول کرلیا اور اُسپر عامل بن گئے تو پھر طلب مغفرت کی حاجت کیون داعی ہوئی اسکا جواب یہ ہی کہ مومنین کو ہر وقت قصور عبادت کا

۱؎ ترجمہ۔ خود اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہی کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہین اور فرشتے اور علم والے بھی گواہی دیتے ہین اور نیز یہ کہ اللہ عدل و انصاف کے ساتھ (کارخانۂ عالم کو) سنبھالے ہی ۱۲

۲؎ ترجمہ۔ جو صاحب دل ہی یا کان لگا کر حضور قلب سے (بات کو) سنتا ہی اُسکے لیے تو ان باتو مین کافی نصیحت ہی ۱۲

کھٹکا لگا رہتا ہی اسلیے طلب مغفرت کے خواستگار رہا کرتے ہین اور صل تو یہ ہی کہ انسان کی تمام
طاعتین حقوق الٰہی کے مقابلہ مین جنایات ہین اور جو معارف کہ انسان کو حاصل ہوتے ہین وہ
سب بہ لحاظ انوار کبریائی ہیچ ہین۔ اسواسطے خود اللہ جل شانہ فرماتا ہی وما قدروا اللہ حق
قدرہٖ اس لحاظ سے انسان مقامات عبودیت مین سے جس کسی مقام مین ہو اُسکی پوری
تکمیل نہین ہوتی کچھ نہ کچھ کمی رہجاتی ہی۔ چنانچہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی
لحاظ سے یہ ہدایت ہوئی ہی فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ واستغفر لذنبک حدیث صحیح
مین وارد ہی کہ خدا کی رحمت کے سو حصہ ہین۔ دنیا مین تمام ملائکہ اور جن وانس وغیرہ پر
ایک حصہ کی تقسیم ہوئی ہی اور ننانوے ۹۹ حصہ آخرت کے لیے محفوظ ہین۔ پس اس حالت مین
غفرانک سے گویا بندہ یون عرض کرتا ہی کہ اے خدا اگرچہ میرا گناہ بہت بڑا ہی مگر اُسکو
تیری رحمت سے کیا نسبت ہی کہ وہ بہت ہی عظیم الشان ہی۔ والیک المصیر سے اس بات
کا بیان کرنا مقصود ہی کہ جسطرح ہم نے مبدا کا اقرار کیا ہی ویسا ہی معاد کے بھی مقر ہین مبدا
پر ایمان لانا عین معاد پر ایمان رکھنا ہی۔ کیونکہ جسکا اعتقاد یہ ہو کہ اللہ تعالی تمام جزئیات کا
جاننے والا قادر مطلق ہی تو وہ ضرور آخرت کے وجود کو دل سے مانیگا۔ اور پھر مومنین کے
ایمان کی کیفیت یون بیان فرمائی گئی کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما
کسبت وعلیہا ما اکتسبت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطأنا یعنے مومنین

---

۱ ترجمہ۔ خدا کی جیسی قدر کرنی چاہیے تھی اُسکی کچھ بھی قدر نہ کی ۱۲

۲ ترجمہ۔ جانے رہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین اور اپنے گناہون کی معافی (اُس سے) مانگتے رہو ۱۲

اپنے پروردگار کی توصیف یون کرتے ہین۔ ہمارا خدا ایسا عادل ہی کہ کسی شخص پر زائد از طاقت بوجھ نہین ڈالتا۔ اور ربط کلام اسطرح ہی کہ جب مومنین سمعنا و اطعنا کہے تو اب اپنا اعتقاد یون ظاہر کرتے ہین کہ ہم اپنے خدا کے حکم کو کیون نہ سُنین اور نہ مانین کہ وہ تو ہماری طاقت کے موافق بجا آوری احکام کا حکم صادر فرماتا ہی۔ کمال رحمت سے ہمارے ساتھ ایسا سہل اور آسان برتاو کیا گیا ہی پھر ہمسے کیونکر نا فرمانی ہوسکتی ہی۔ یا یہ کہ ہرگاہ مومنین نے اپنے قصور کا اعتراف غفرانک کے ساتھ کیا اور مغفرت کے طلبگار ہوئے تو اللہ جل شانہ نے کمال مہربانی سے ارشاد فرمایا کہ تم اطمینان رکھو کہ ہم تمکو تمہاری طاقت سے زیادہ تکلیف نہین دیتے تاکہ تمکو بجا آوری احکام مین دشواری لاحق ہو اور پھر اُسکی توضیح یون کردیگئی کہ لھا ماکسبت وعلیہا ما اکتسبت اہل لغت کو کسب و اکتساب کے معنے مین اختلاف ہی۔ واحدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہی کہ دونون لفظ کے ایک ہی معنے ہین اور کوئی فرق نہین ہی جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کل نفس بما کسبت رہینۃ [۱] اور ولا تکسب کل نفس الا علیہا [۲] بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ خطیئۃ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا الخ [۳] ان آیات سے ثابت ہی کہ یہ الفاظ باہم ایک ہی معنے مین مستعمل ہوتے ہین اور بعض نے فرق بھی قائم کیا ہی اور کہتے ہین کہ اکتساب خاص ہی اور کسب عام۔ انسان جو شئی خاص اپنے نفس کے لیے حاصل کرتا ہی

---

۱ ترجمہ۔ ہر شخص اپنے اعمال کے بدلے مین گرو ہی ۱۲

۲ ترجمہ۔ جسنے کمائی برائی اور اپنے گناہ کے پھیر مین آگیا ۱۲

۳ ترجمہ۔ اور جو لوگ مسلمان مردون اور مسلمان عورتون کو بے اسکے کہ انھون نے قصور کیا ہو ناحق کی تہمت لگاکر ایذا دیتے ہین الخ ۱۲

اُسکو اکتساب کہتے ہین برخلاف کسب کے کہ اُسمین یہ خصوصیت نہین بلکہ جو شئی اپنے یا غیر کے لیے حاصل کیجائے دونون پر لفظ کسب کا اطلاق ہوتا ہی چنانچہ عرب کا محاورہ ہی کہ فلان کاسب لاھلہ۔ اور ما اکتسبت لاھلہ نہین کہتے۔ اور بقول صاحب کشاف کسب خیر سے متعلق ہی اور اکتساب شر سے۔ اسی توجیہ کے لحاظ سے معتزلی اس آیت سے استدلال کرتے ہین کہ اضافت فعل خیر و شر کی بندہ کی طرف ہی لیکن اہل سنت و جماعت کا اعتقاد اس مسئلہ کے متعلق لا تبطلوا صدقاتکم بالمن و الاذے کی تفسیر کے ضمن مین بیان ہو چکا ہی۔ مکرر بحث کرنا موجب طوالت ہی۔ چونکہ اس آیت شریف مین احوال مومنین کا ذکر کیا گیا ہی۔ اسلیے اُنکی دعا کا بھی ذکر کر دیا گیا ہی جو اصل عبادت ہی اور دعاؤن کا ذکر چار طریقون پر ہوا ہی تین جگہ تو لفظ ربنا کے ساتھ دعا شروع ہوئی ہی اور چوتھی دعا یعنے واعف عنا واغفر لنا مین یہ لفظ محذوف ہی لہذا بقدر ضرورت اِن دعاؤن کا ذکر مع وجوہ استعمال و ترک لفظ ربنا کیا جاتا ہی۔ پہلی دعا لا تؤاخذنا سے شروع ہوئی ہی لفظ لا تؤاخذنا ماخوذ ہی مواخذہ سے جو باب مفاعلہ سے ہی اور اس باب کی خاصیت یہ ہی کہ صدور فعل جانبین سے ہو یعنے مواخذ اور مواخذ لہ سے پس اس لفظ کے یہ معنے ہوئے کہ خدا بندۂ مذنب کو بوجہ اُسکے گناہ کے مواخذہ کرتا ہی تو بندہ بھی عفو و کرم کے لیے خدا سے مطالبہ کرتا ہی۔ یعنے مواخذہ جانبین سے ہی۔ دیکھو قرآن شریف کے لفظ لفظ مین کیسے کیسے لطائف ہین۔ بہرکیف عدم مواخذہ کی درخواست نسیان و خطا کے لحاظ سے ہی۔ اگرچہ فعل ناسی کے مواخذہ کی بابت بہت سے اختلافات ہین

کیونکہ اس سے تکلیف مالایطاق لازم آتی ہے اور نیز حدیث شریف مین وارد ہی رفع عن امتی الخطأ والنسیان تو اس سے معلوم ہوا کہ نسیان قابل عفو ہے لائق مواخذہ نہین ہے لیکن نسیان بھی دو قسم پر ہے۔ ایک لائق عذر اور دوسرا لائق عذر نہین ہے۔ مثلاً کسی کے کپڑے مین اسقدر خون کا دھبہ ہے کہ جسکا پاک کرنا واجب ہی اُسنے خون کے دھبہ کو دیکھا مگر پاک کرنے کو بھول گیا اور اسی حالت مین نماز بھی ادا کر دی اس صورت مین نسیان قابل عفو نہین ہی بلکہ ایسا شخص مقصر سمجھا جائے گا برخلاف اسکے اگر خون کا دھبہ دیکھا ہی نہ ہو تو کپڑے سے ایسی بیخبری اگرچہ نسیان مین داخل ہے مگر لائق معافی ہے۔ یا انسان قرآن مجید کے درس و تکرار سے تغافل کرے اور بھول جائے تو لائق ملامت ہے۔ لیکن کسی کو باوجود مواظبت و کوشش کے بھی قرآن یاد ہی نہو اور بھول جائے تو ایسی حالت مین اُسکا نسیان قابل عفو ہے دوسری عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان یذکر حاجتہ شد خیطا فی اصبعہ۔ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ بعض اوقات نسیان لائق درگذر نہین ہے ایسے نسیان سے مغفرت چاہنے کی ضرورت ہے تو اس دعا مین اُسکی طرف اشارہ ہے اور خطا سے معافی مانگنا تو ظاہر ہے اور یہ دعا کمال رحمت الٰہی کی دلیل ہے کہ اہل کبائر بھی عفو قصور سے ناامید نہین ہو سکتے۔ کیونکہ کسی فعل کے کرنے کی تعلیم خاصکر منجانب اللہ اُسیوقت ہو سکتی ہے جبکہ اُسکے حصول کی توقع بھی ہو۔ اسکے بعد دوسری دعا ربنا

---

۱ ترجمہ۔ میری امت سے خطا اور نسیان کو اُٹھا دیا گیا ہے ۱۲

۲ ترجمہ۔ جبکہ آنحضرت صلعم کو کسی بات کا یاد رکھنا مقصود ہوتا تھا تو اپنی انگلی پر تاگے کی گرہ دیا کرتے تھے ۱۲

ولاتحمل علینا اصرا کما حملتہ علے الذین من قبلنا[۱] اصر کے معنے ثقل و شدت کے ہین اور عہد کو بھی اصر کہتے ہین کیونکہ عہد کا پورا کرنا بھی ایک دشوار کام ہی غرضکہ اس دعا سے مومنین کو اس بات کی تعلیم ہوئی کہ جیسا یہود پر شرعی احکام کی شدت تھی اس سے بچنے کی دعا کرین۔ کیونکہ یہود پر دن مین پچاس نمازین فرض تھین اور چوتھائی مال زکوۃ مین دینے کا حکم تھا کپڑے پر جب نجاست لگتی تو بقدر نجاست کپڑا قطع کرنا ہوتا تھا۔ کسی حکم کی بجا آوری مین بھول ہوجاتی تو فوراً عذاب نازل ہوجاتا تھا۔ اگر کوئی خطا ہوگئی تو بعض طعام حلال بھی حرام ہوجاتے تھے۔ جیسا کہ قرآن مجید مین مذکور ہی فبظلم[۲] من الذین ھادوا حرمنا علیہم اسی طرح مسافرین قوم طالوت پر نہر کا پانی پینے کی ممانعت تھی اور اُن پر عذاب دنیا فوراً نازل ہوجایا کرتا تھا کما قال من قبل[۳] ان نطمس وجوھا و[۴] کانوا یمسخون قردۃ وخنازیر بس مومنین نے ان سختیون سے محفوظ رہنے کی دعا کی اور اللہ تعالی نے اپنے کمال فضل و رحم سے بطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو بچا دیا چنانچہ اس امت مرحومہ کی شان مین ارشاد ہوتا ہی ویضع[۵] عنہم اصرھم والاغلال التے کانت علیہم۔ وقال علیہ الصلوۃ والسلام رفع[۶] عن امتے المسخ والخسف

---

۱ اے ہمارے رب اور نہ لاد ہمارے اوپر بوجھ جیسا کہ ہمسے پہلون پر لادا ہی ۱۲

۲ یہودیون کی شرارت کی وجہ سے ہم نے بہت سی پاک چیزین جو اُنکے لیے حلال تھین اُن پر حرام کردین ۱۲

۳ پہلے اس سے کہ اُنکے چہرے بدل دین ۱۲

۴ اور وہ بندرون اور خنزیرون کی صورتین بنائے جاتے تھے ۱۲

۵ اور (احکام سخت) بوجھ جو اُنکے سرون پر لدے تھے اور پھندے جو اُن پر پڑے تھے اُن سب کو اُن پر سے دور کرتے تھے ۱۲

۶ میری امت سے مسخ صورت اور دھسانے اور ڈوبانے کا عذاب اُٹھا دیا گیا ۱۲

والغرق- وقال اللہ تعالیٰ وما[۱] کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما
کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون مومنین نے تخفیف احکام شرعی کی خواہش
اسوجہ سے کی کہ شدت احکام کی ادائی مین جو کمی وقصور کا احتمال ہی برطرف ہوجائے اور عدم بجاآوری
عبادات مین عذاب الٰہی کے مستوجب نہ بنین- یہان یہ بھی مظنہ پیدا ہوتا ہی کہ جب خدائے تعالیٰ
ارحم الراحمین ہی تو یہود وغیرہ پر ایسے سخت احکام کیون نازل ہوئے اور مومنین کے ساتھ
تخفیف کیون کی گئی- اگرچہ اسکا جواب علماے معتزلہ نے یون تحریر کیا ہی کہ جو چیز ایک انسان
کے حق مین مفید ہوتی ہی وہی دوسرے کے لیے مضر ہوتی ہی- چونکہ یہود کے طبایع مین
بے انتہا سختی تھی تو اُنکی اصلاح طبیعت کے لیے تکلیف شاقہ کی ضرورت تھی برخلاف
اس امت کے- اسمین شک نہین کہ یہ جواب ایک حد تک درست ہی مگر پھر بھی جو مظنہ ناشی
ہوتا ہی وہ علیٰ حالہ قائم رہجاتا ہی- کیونکہ یہ بھی کہا جا سکتا ہی کہ طبائع امم سابقہ مین ایسی سختی ہی
کیون پیدا کی گئی کہ جس سے وہ ایسے مشکل احکام کی بجاآوری پر پابند کیے گیے- اگر اُنکی
طبیعتین بھی مثل مومنین کے نرم ہوتین تو وہ ان سختیون سے محفوظ رہسکتے تھے- اسلیے
علماے اہل سنت وجماعت کا یہ جواب ہی کہ یفعل[۲] اللہ مایشاء ویحکم مایرید لا[۳] یسئل
عما یفعل وھم یسئلون- مسلمانون کو خدا کے اس احسان کا شکریہ ادا کرنا چاہیے

[۱] اللہ ایسا (بے مروت) نہین ہی کہ تم اُن لوگون مین موجود ہو اور وہ تمھارے رہتے اُنکو عذاب کرے اور اللہ ایسا بے رحم بھی نہین ہی کہ بعض لوگ گناہون کی معافی اُس سے مانگتے رہین اور وہ ان سب کو عذاب کرے ١٢

[۲] اور اللہ جو چاہتا ہی کرگذرتا ہی ١٢

[۳] جو کچھ وہ کرتا ہی اُسکی بازپرس اُس سے نہین کیجا سکتی (اور ہان) لوگون سے اُنکے کیے کی بازپرس ہوگی ١٢

اور وہ یون ادا ہو سکتا ہی کہ احکام شرعی کی پابندی کا پوری طور پر خیال رکھین اور ہمیشہ اللہ تعالی
سے توفیق خیر کی دعا کرین۔ رعایتی احکام سے بھی غفلت کرنی بڑی شرم وندامت کی بات ہی
خصوصیات پر نہ بھول جائین بلکہ اس مقولہ کو پیش نظر رکھین (ایاز قدر خود بشناس)
تیسری دعا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به ہی حَمل کے معنے خود اٹھانے کے ہین اور
تحمیل کے معنے اُٹھوانے کے ہین۔ یعنے ہمپر کوئی ایسی افتاد بھی نہ پڑے جس سے ہمکو وہ
باتین برداشت کرنی پڑین جو ہماری طاقت سے باہر ہون۔ چوتھی دعا واعف عنا
واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علے القوم الکافرین ہی۔
سابق کی تین دعائین ترک فعل سے متعلق ہین اور یہ دعا طلب فعل سے متعلق ہی۔ لفظ ندا کا
استعمال حالت بُعدیت مین ہوا کرتا ہی حالت قرب مین نہین ہوتا۔ جب انسان تضرع وزاری
پر مواظبت کرتا ہی تو اُسکو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہی چونکہ اس دعا مین تضرع کا ذکر تھا لہذا لفظ
ربنا محذوف ہوگیا۔ اس دعا مین عفو ومغفرت کے دو لفظ اسوجہ سے واقع ہوئے ہین
کہ عفو کے معنے یہ ہین کہ عذاب برطرف ہوجائے اور مغفرت کے معنے یہ ہین کہ گناہ چھپا دیا جائے
تاکہ شرمندگی نہونے پائے۔ گویا اس دعا سے بندہ بارگاہ عزوجل مین یون عرض کرتا ہی
کہ اے پروردگار مین تجھسے اپنے گناہون کا عفو چاہتا ہون جب تو نے اپنے فضل وکرم
سے میرے گناہون کو بخشدیا تو اب اُسکو چھپا بھی دے تاکہ دوسرون کے سامنے فضیحت
نہونے پائے۔ کیونکہ عذاب قبر سے نجات اُسوقت بھلی معلوم ہوگی کہ پھر قیامت مین
بھی شرمساری نہو۔

دیکھو اس بیان سے اللہ تعالی نے بندے کو کیسے مفید امور کی تعلیم فرمائی ہی۔

اول تو یہ کہ کمال انسان یہ ہی کہ اُسکو اپنے خدا کی معرفت حاصل ہو جائے۔ لہذا پہلے خدا نے اپنی قدرت و جبروت کا ذکر فرمایا ہی۔

دوسری بات یہ تبلائی گئی ہی کہ قوت نظری کی تکمیل علم سے ہوئی ہی اور قوت عملی کی تکمیل افعال خیر سے۔ قوله تعالیٰ هو الذي انزل عليك الكتاب منه ايات محكمات هن ام الكتاب واُخر متشابهات ط فاما الذين في قلوبهم زيغ فيتبعون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة وابتغاء تاويله وما يعلم تاويله الا الله والراسخون في العلم يقولون امنا به كل من عند ربنا وما يذكر الا اولو الالباب ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا وهب لنا من لدنك رحمته انك انت الوهاب ط ربنا انك جامع الناس ليوم لا ريب فيه ان الله لا يخلف الميعاد - **ترجمہ**۔ (اے پیغمبر) وہی (ذات پاک) ہی جسنے تم پر (یہ) کتاب اُتاری جسمین سے بعض آیتین پکی (یعنے صاف وصریح) ہین کہ وہی اصل کتاب ہین اور (بعض) دوسری مبہم (کہ اُنکے معنون مین کئی پہلو نکل سکتے ہین) تو جن لوگون کے دلون مین کجی ہی وہ تو قرآن کی اُنھین مبہم آیتون کے پیچھے پڑے رہتے ہین تاکہ فساد پیدا کرین اور انکے اصل کی ٹوہ لگائین۔ حالانکہ اللہ کے سوائے اُنکا اصلی مطلب کسی کو معلوم نہین اور جو لوگ علم مین بڑی پائگاہ رکھتے ہین وہ تو اتنا ہی کہکر رہجاتے ہین کہ اسپر ہمارا ایمان ہی یہ سب (کچھ) ہمارے پروردگار کی طرف سے ہی اور (سمجھاے) وہی سمجھتے ہین جنکو عقل ہی اور علم والے

یہ دعا مانگتے رہتے ہین) کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو راہ راست پر لائے پیچھے ہمارے دلون کو ڈانوان ڈول نہ کر۔ اور اپنی سرکار سے ہمکو رحمت (کا خلعت) عطا فرما۔ کچھ شک نہین کہ تو بڑا دینے والا ہی۔ اے ہمارے پروردگار تو ایک (نہ ایک) دن جس (کے آنے) مین (کسی طرحکا) شبہہ ہی نہین لوگون کو (اعمال کی جزا سزا کے لیے) اکٹھا کرے ہی گا (تو اُسدن ہم پر تیری مہر کی نظر رہے) بیشک اللہ وعدہ خلافی نہین کیا کرتا۔

اس آیت شریف کے قبل قرآن مین مذکور ہی ان اللہ لا یخفی علیہ شئ فی الارض ولا فی السماء جس سے خدا کی قیومیت اور قادر مطلق ہونے کا ذکر کیا گیا ہی لہذا آیت زیر بیان مین اسکی صراحت فرمائی گئی ہی کیونکہ مصالح الخلق کا قیام قیوم سے ہی اور یہ مصلحتین دو قسم پر ہین جسمانی اور روحانی۔ اشرف مصالح جسمانی یہ ہی کہ انسان کی حالت معتدل ہو تسویہ مزاج کے ساتھ نہ اُسمین افراط ہو نہ تفریط۔ اسی بات کی طرف آیت ماقبل ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء سے اشارہ کیا گیا ہی اور اشرف مصالح روحانی یہ ہی کہ علم عطا فرمایا جائے کہ جس سے روح مین آئینۂ مصفا کی سی کیفیت پیدا ہو جاتی ہی۔ اور تمام موجودات کی صورتین جلوہ گر ہو جاتی ہین ھو الذی انزل الکتاب سے یہی مقصود ہی اسکے بعد محکم اور متشابہ کا ذکر ہوا ہی۔ محاورۂ عرب مین محکم کے معنے ممنوع کے ہین۔ چنانچہ حاکمت۔ حکمت۔ احکمت کے الفاظ ردت اور منعت کے

---

[۱] ترجمہ۔ اللہ ایسا دانا دبینا ہی کہ اُس سے کوئی چیز چھپی نہین نہ زمین مین اور نہ آسمان مین ۱۲

[۲] ترجمہ۔ وہی قادر مطلق ہی جو ماں کے پیٹ مین جیسی چاہتا ہی تمھاری صورتین بناتا ہی ۱۲

معنے مین مستعمل ہوتے ہین ۔ حاکم اہل حکومت کو اسلیے کہتے ہین کہ وہ ظالم کے ظلم کو روکتا ہی اور
حدیث نخعی مین وارد ہی احکم[1] الیتیم کما تحکم ولدک ای امنعه عن الفساد علی ہذا
حکمت کو حکمت اسوجہ سے کہتے ہین کہ وہ امور لایعنے کو روکتی ہی۔ بہرحال آیات محکم کو
محکم اسوجہ سے کہاجاتا ہی کہ اُسکے معانی ایسے صاف اور مستحکم ہوتے ہین کہ وہ تعرضات
کو وارد ہونے نہین دیتے ۔ اور متشابہ وہ ہی کہ دو چیزین آپس مین ایسی ملی جلی ہون کہ
جنمین باہم امتیاز کا قائم کرنا مشکل ہوجائے ۔ جیساکہ قرآن مین مذکور ہی ان[2] البقر
تشابه علینا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحلال[3] بین والحرام بین
وبینهما امور متشابهات اسیواسطے خرقہ پوشون کو عرب اصحاب الشبہ کہتے ہین
کیونکہ بوجہ تشابہ لباس کے فی ما بینهم تمیز مشکل ہوجاتی ہی علما نے لفظ کی یون تقسیم
کی ہی کہ جو لفظ کسی معنے کے لیے موضوع ہو اگر اُسمین دوسرا احتمال نہو تو وہ نص ہی اور اگر
دوسرے معنے کا احتمال ہو تو ایسے لفظ مین پھر یہ دیکھنا ہوگا کہ ایک معنے کا احتمال دوسرے
معنے سے مرجح ہی یا کیا ۔ اگر مرجح ہی تو اُسکو ظاہر کہین گے ۔ اور مرجوح کے لحاظ سے ماؤل
اگر دونون احتمال برابر ہون تو ایسے لفظ کو مشترک کہتے ہین اگر نسبتاً تعین مراد ہو تو وہ لفظ
مجمل ہوگا ۔ انمین سے نص اور ظاہر پر لفظ محکم کا اطلاق کیاجائے گا اور مجمل و ماؤل

[1] یتیم کو فساد سے باز رکھو جیسے تو اپنے بچے کو باز رکھتا ہی ۱۲
[2] ترجمہ ۔ ہمکو تو اس رنگ کی بہتیری گائین ایک ہی طرح کی دکھائی دیتی ہین ۱۲
[3] ترجمہ ۔ حلال شرعی اور حرام شرعی کی حلت و حرمت ظاہر ہی اور جو چیزین ذو جہتین ہین وہ امور متشابہات
مین داخل ہین بعض جہات سے حلال ہین اور بعض وجوہ سے حرام ہین ۱۲

کو متشابہ کہین گے۔

فائدہ قرآن مجید مین بعض آیات محکم اور بعض متشابہ اسوجہ سے بیان ہوئی ہین کہ بعض ملحدین بلحاظ آیات متشابہات یہ طعن کیا کرتے تھے کہ کیا یہی احکام مصالح عباد کے لیے نازل ہوئے ہین اور انکا اثر قیامت تک باقی رہیگا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہین کہ اسمین تو ایسے احتمالات ہین کہ ہر ایک مذہب کا استدلال اسمین موجود ہے اگر سب احکام محکم ہوجاتے تو البتہ مناسب تھا کہ ایسے خدشات سے یکسوئی ہوجاتی۔ مگر انھون نے جو کچھ کہا اپنے فہم کے موافق کہا۔ متشابہات کے فوائد پر غور نہین کیا۔

پہلا فائدہ آیات متشابہات کے بیان سے یہ ہے کہ ایسے آیات کی فہم معانی مین انسان کو زیادہ تر مشقت کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس چیز کے سمجھنے مین جس قدر دقت و محنت اُٹھانی پڑیگی اُسی قدر ثواب بھی ملیگا جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہوتا ہے ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ ولما یعلم اللہ الذین جاھدوا منکم ویعلم الصابرین[۱]۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر قرآن مین سب آیات محکمات ہی ذکر ہوتے تو وہ صرف ایک ہی مذہب کے مطابق ہوتے اور اُس خاص مذہب کے سوائے دوسرے مذاہب کے مبطل ہوتے جسکا صاف نتیجہ یہ تھا کہ دوسرے مذہب والون کو قرآن کے یاد رکھنے

[۱] **ترجمہ** کیا تم اس خیال مین ہو کہ جنت مین جا داخل ہوگے حالانکہ ابھی تک اللہ تعالی نے نہ اُن لوگون کو جانچا جو تم مین سے جہاد کرنے والے ہین اور نہ اُن لوگون کو جانچا جو ثابت قدم ہین ۱۲

اور پڑھنے سے گریز ہوتا محکم اور متشابہات کے بیان سے ہر اہل مذہب کو یہ امید لگی ہوئی ہی
کہ اپنے اپنے مطلب کے موافق کون کون حکم قرآن مین ہی اُسکو دیکھ لین اور تلاش کرکے
اپنی تقویت مذہب کے لیے دلائل پیش کرین یہ طمع ایسی ہی کہ جس سے ہر مذہب و ملت والے
اس کتاب مقدس کے پڑھنے کی رغبت و کوشش کر سکتے ہین - جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر کار
جسقدر آیات محکم ہین وہ آیات متشابہ کے لیے تفسیر بنجائینگی - جس سے اُنکا شبہہ رفع
ہوجائے گا اور امر حق کا انکشاف ہوجائے گا -

تیسرا فائدہ یہ ہی کہ آیات متشابہات کے سمجھنے کے لیے دلائل عقلی سے بھی
کام لینا پڑتا ہی جسکے لیے تحصیل علم کی ضرورت ہی - اگر سب آیات محکم ہوجاتے تو انسان
کو محض تقلید ہی کی ظلمت مین رہنا ہوتا جو باعث جہل ہی - المختصر قرآن ہی - تو آسمانی
کتاب مگر لوگون کے سمجھانے کو اُتری ہی اور لوگون کا یہ حال ہی کہ بہت سی باتین اُن کی
سمجھ سے باہر ہین - جیسے موت کے بعد کے حالات یا خدا کی ذات و صفات کا تفصیلی
علم یا روح کی ماہیت وغیرہ - اور کلموا الناس علے قدر عقولھم کے قاعدہ سے
انھین کے محاورے انھین کے عادات کے موافق اُنسے بات کہنی ہوتی ہی تو بہت سی
باتین قرآن مجید مین ایسی ہین جنکی لم اور تہ سمجھ مین نہین آتی - مگر اصل دین ایسا صاف و واضح
ہی کہ احمق سے احمق اور جاہل سے جاہل بھی سمجھ سکتا ہی جسکا خلاصہ یہ ہی کہ انسان کسی
مصلحت سے چند روز کے لیے دنیا مین بھیجا گیا ہی اسمین ایک طرح کی روح ہی جو ابدالآباد
تک باقی رہیگی - جسمانی تعلقات کی وجہ سے انسان کو بہت سی حاجتین پیش آتی ہین

جس سے لوگون مین کشمکش واقع ہوتی ہی اور اس کشمکش کا ضروری نتیجہ ہی فساد - یہ ہی گناہ کی اصل - گناہون کا اثر روح پر پڑتا ہی جس سے روح کی وہ ہستی جو بعد مرگ ہونے والی ہی بگڑتی ہی - انسان کو عقل دیگئی ہی جو اُسکو بتاتی ہی کہ دنیا مین اُسے کسطرح رہنا چاہیے - اور نور عقل کو زیادہ روشن کرنے کے لیے خدا نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور کتابین نازل فرمائی ہین - دیندار رہنے کے لیے کچھ ایسی بڑی عقل اور بڑی معلومات درکار نہین ہین - انسان کا اپنی حالت پر غور کرنا اور دنیا کی زندگی کو چند روزہ اور اپنے تئین عاجز اور بےحقیقت سمجھنا بس کرتا ہی - یہی وہ باتین ہین کہ جنکو محکمات فرمایا کوئی فرو بشر انکے سمجھنے سے معذور نہین ہی - بات بات پر کُھڑ پیچ نکالنا اپنی عقل کو بڑا سمجھنا اور اس سے وہ کام لینا جسکے سرانجام کی اسمین صلاحیت نہین دین سے بے بہرہ رہنے کی علامت ہی - یہ مرض زیادہ تر پڑھے لکھون مین ہوتا ہی اور آجکل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگون مین اس قسم کی باتین کثرت سے دیکھی جاتی ہین اور دین کے اعتبار سے یہ حالت خطرناک ہی - ایسا آدمی ضروری باتون کو چھوڑکر غیرضروری باتون کے پیچھے پڑا رہتا ہی گویا فرض کو ترک اور نفل کو اپنے اوپر لازم کرتا ہی - اس آیت مین بہت اچھی طرح سمجھا دیا گیا ہی کہ مشتبہ اور مبہم باتون کے درپے ہونا دینداری کے خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے اور پھر اسکی توضیح فاما الذین فی قلوبہم زیغ فیتبعون ماتشابہ منہ ابتغاء الفتنۃ وابتغاء تاویلہ سے کی گئی ہی کیونکہ زیغ کے معنے حق بات سے عدول کرنے کے ہین - اسیلیے اہل زیغ کا میلان متشابہات کی طرف ہوتا ہی تاکہ دین مین فتنہ پیدا کرین - کیونکہ

جب وہ اپنے اغراض کے لحاظ سے متشابہات کے معنے کرتے ہین تو مخالفت پیدا ہونے
لگتی ہی جس سے ہزارون فتنے پیدا ہوتے ہین اور ہوئے ہین اور انھین مناقشات مین لاکھون
آدمیون کی جانین تلف ہوئی ہین۔ صفحات تاریخ کو دیکھا جائے تو یہ واقعات معلوم ہو سکتے
ہین۔ غرضکہ متشابہات کی جانب رجحان یا تو فتنہ کی خواہش سے تھا یا تاویل کی وجہ سے تاویل
کے معنے لغت مین مرجع و مصیر کے ہین۔ یعنے ایک معنی سے دوسرے معنے کی طرف رجوع
کرنا ہی اور اصطلاحًا تفسیر کے معنے ہین۔ جیسا کہ احسن تاویلا کے معنے احسن
تفسیر ہی اس فتنہ زا طریقہ کے انسداد کے لحاظ سے یہ ارشاد ہوا وما یعلم تاویلہ[1]
الا اللہ۔ کیونکہ جن علما کا میلان تاویل کی طرف ہی جو مبنی بر ترجیحات لغوی ہین اور ظنیات
مین داخل ہین اور مراد اللہ کا معلوم کرنا احاطۂ استدلال سے خارج ہی۔ اسیلیے ارشاد ہوا
کہ ہمارے احکام کے منشا کو ہم جانتے ہین یا علماے راسخین والراسخون[2] فی العلم
یقولون اٰمنا بہ کل من عند ربنا وما یذکر الا اولوا الالباب ہ کیونکہ
وہ جانتے ہین کہ کلام الٰہی عبث نہین ہی۔ بالفرض اگر کسی آیت کے ظاہری معنے کی
نسبت اُنکا یہ خیال ہو کہ غالبًا وہ مقصود الٰہی نہین ہی اسکا بطون کچھ اور ہی تب بھی وہ تعین
مراد کو خدا کے علم پر محول کرتے ہین اور اپنی طرف سے کوئی مداخلت نہین کرتے اور اُنکا
اذعان یہ ہوتا ہی کہ جو کچھ معنے مقصود الٰہی ہو وہی بجا اور درست ہی اور اپنی طرف سے کسی

---

[1] ترجمہ۔ اور اسکی تاویل خدا کے بغیر کوئی نہین جانتا مگر جسکو خداوند تعالی اپنے فضل سے بتا دیوے ۱۲
[2] ترجمہ۔ اور جو پکے عالم ہین وہ کہتے ہین کہ ہم متشابہات پر ایمان لائے سب کچھ ہمارے خدا ہی کے پاس سے ہی اور نصیحت پذیر نہین ہوتے مگر عقلمند ۱۲

قسم کی تاویل نہین کرتے یہ گویا انکی انتہاے بصیرت کی دلیل ہی۔ اس مقام پر ابن عباسؓ کا
قول نہایت اوسع معلوم ہوتا ہی وہ فرماتے ہین کہ تفسیر قرآن کی چار قسم ہین۔ ایک وہ تفسیر ہی جسکو
ہر ایک شخص جان سکتا ہی۔ ایک وہ تفسیر ہی کہ بلحاظ محاورہ اسکو عرب ہی خوب جانتے
ہین اور ایک وہ تفسیر ہی کہ جسکا علم علما کو ہی اور ایک وہ تفسیر ہی کہ اُسکا علم سواے خدا کے
کسی کو نہین ہی۔ بہرحال راسخین کا یہ مذہب ہی کہ کل من عند ربنا ان الفاظ کا
استعمال مزید تاکید کے لحاظ سے ہی۔ اس سے یہ بتلایا گیا ہے کہ راسخ فی العلم وہ ہین کہ اپنے
عقول کو فہم معنی قرآن مین اسطرح صرف کرتے ہین کہ اگر آیات کے ظاہری معنی سے مراد
اسد معلوم نہو تو وہ سمجھ جاتے ہین کہ مقصود الٰہی کچھ اور ہی۔ اپنی طرف سے تاویلات کرکے
دین مین فسادات نہین کرتے اور وما یذکر الا اولوا الالباب سے علما کی فضیلت
ظاہر کی گئی ہی کہ وہ تمام مالہ و ماعلیہ پر غور کرنے کے بعد قرآن مجید کی تفسیر کیا کرتے ہین۔ کیونکہ
حدیث شریف مین آیا ہی کہ من فسر القران لرایہ فلیتبوا مقعدہ من النار[۱]
اور اپنے راے کو دخل نہین دیتے۔ یہ بھی راسخین فی العلم کی ہی شان کا اظہار ہی جنکی دعا
یہ ہوتی ہی ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک[۲]
رحمۃ انک انت الوھاب کیونکہ خداوند عالم مقلب القلوب ہی نیک
باتون پر دلون کا قائم رہنا اُسکی عنایت پر موقوف ہی خود جناب رسالت مآبؐ کی یہ دعا تھی

[۱] جو شخص قرآن شریف کی تفسیر اپنی راے سے کرے چاہیے کہ وہ شخص اپنا ٹھکانا دوزخ مین بنائے ۱۲

[۲] اے رب ہمارے بعد ہدایت دینے کے ہمارے دلون کو کج نکر اور اپنے پاس سے رحمت مرحمت فرما اسلیے کہ تو بہت بڑا دینے والا ہی ۱۲

یا مقلب القلوب والابصار ثبت قلبی علی دینک - ربنا لا تزغ
قلوبنا سے شرور نفس اور وساوس شیطانی سے پناہ مانگی گئی ہی بعد اذ ھدیتنا سے
یہ مقصود ہی کہ جب نور ایمان سے مشرف ہو چکے تو پھر نفس و شیطان کی بیجا خواہشات کی
تاریکی مین کیون مبتلا رہین اور اسکا تعلق ہدایت قلبی سے متعلق ہی جو بدون عنایت آلہی
کے نصیب نہین ہوتی وھب لنا من لدنک رحمۃ سے یہ مراد ہی کہ دل کی
پاکی ممنوعات شرعی سے مقدم ہی عبادات پر جو باعث تنویر قلوب ہین - پس اس دعا سے
مومنین کا مطلب یہ ہی کہ اُنکے قلوب باطل کی طرف راغب نہون اور عقائد فاسدہ برباد
کُن دین و ایمان نہون بلکہ اُنکے دل انوار معرفت آلہی سے منور ہو جائین - اور اُنکے جوارح
و اعضا زینتِ طاعت و خدمت سے مزین ہون - دنیا مین اسباب معیشت آسان ہون
امن و عافیت سے زمانہ گذر جائے - سکرات موت مین سہولت ہو - ظلمت قبر سے نجات
ملے - قیامت مین وقت خطاب عتاب نہو - حسنات کا پلہ سیئات سے بڑھا ہوا رہے
اور ایسی عنایتون کا حصول بجز خدائے رحیم و کریم کی عنایتون کے ممکن نہین - اسلیے
انک انت الوھاب سے ان مطلوبات کا اظہار کیا گیا ہی اور پھر ربنا انک
جامع الناس لیوم لا ریب فیہ ان اللہ لا یخلف المیعاد - سے راسخین
بارگاہ ایزدی مین اسبات کو ظاہر کرتے ہین کہ ہماری غرض مصالح دنیا سے ہی نہین ہی
کیونکہ وہ تو آخر کار گذرنے والے ہین اور دائمی نہین ہین - ہماری بڑی غرض آخرت سے ہی

سلے اے دلون اور آنکھون کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ ۱۲

کیونکہ تیرا وعدہ سچا ہی - تیری بارگاہ مین سب مخلوق جزاے اعمال کے لیے ضرور قیامت کے
روز جمع ہونیوالی ہی - جو لوگ زیغ و کفر مین مبتلا ہین وہ عذاب سے نجات نہین پا سکتے -
اور جو لوگ تیری عنایت و ہدایت کے دائرۂ توفیق مین آگئے ہین وہ سعادت و کرامت سے محروم نہین
ہو سکتے - یعنے ہماری اس دعا سے سعادت اخروی کی توفیق کا مرحمت ہونا مقصود ہی -

پس اس بیان سے اسبات کی ہدایت ہوئی ہی کہ کجروی کو ترک کرین اور راسخین
فی العلم کا مسلک اختیار کرین جس سے آخرت کی دائمی نعمات کے حصول کی توقع ہی -
خداے تعالے کے کلام مین اپنی عقل کو اسطرح دخل نہ دین جس سے اسلام مین کسی قسم کا
خلل پیدا ہو کیونکہ اس قسم کے خیالات محض دنیاوی فسادات کے لحاظ سے پیدا ہوتے ہین -
جو اغراض نفسانی پر مبنی ہین - حالانکہ وہ چند روزہ ہین مگر انسان اپنی کوتاہ نظری سے اسمین
مبتلا رہتا ہی اسلیے ہدایت ہوئی کہ بلند نظری اختیار کرو - ہمارے وعدون پر بھروسہ رکھو کہ
اسکا خلاف ہونیوالا نہین ہی تمھاری نفسانی جذبات کا یہین دنیا مین خاتمہ ہو جانے والا ہی -
اسی مضمون کو حضرت سنائی قدس سرہ نے اسطرح ادا فرمایا ہی -

آن یکے رجل گفتہ آن یک ید	بیہدہ گفتہا بہ بردہ زحد
وان دگر اصبعین و نقل نزول	گفتہ و آمدہ براہ حلول
آن دگر استوار و عرش و سریر	کردہ در علم خویشتن تقریر
وان دگر را سخن ز قعد و جلس	بستہ بر گردن از خیال جرس
وجہ گفتہ یکے دگر قدمین	کس نگفتہ و را کہ مطلب این

زین ہمہ گفت قال و قیل آمد | حال کوران و حال پیل آمد
جل ذکرہ منزہ از چہ و چون | انبیارا شدہ جگرہا خون
عقل را زین حدیث پی کردند | علما را علوم طی کردند
ہمہ بر عجز خود شدند مقر | وای آنکو بجہل گشت مصر
متشابہ مخوان در و ماویز | وز خیالات بیہدہ بگریز
وانچہ نص ست جملہ آمنا | وانچہ اخبار جملہ سلمنا

قولہ تعالیٰ زین للناس حب الشہوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرۃ من الذہب والفضۃ والخیل المسومۃ والانعام والحرث ذلک متاع الحیوۃ الدنیا واللہ عندہ حسن المآب ۰ قل اؤنبئکم بخیر من ذلکم للذین اتقوا عند ربہم جنات تجری من تحتہا الانہار خلدین فیہا وازواج مطہرۃ و رضوان من اللہ ط واللہ بصیر بالعباد ۰ الذین یقولون ربنا اننا اٰمنا فاغفر لنا ذنوبنا وقنا عذاب النار ۰ الصابرین والصادقین والقانتین والمنفقین والمستغفرین بالاسحار ۰ **ترجمہ** لوگون کی بناوٹ اسطرح کی واقع ہوئی ہو کہ اُنکو دنیا کی مرغوب چیزین یعنے مثلاً بیبیون اور سونے چاندی کے بڑے بڑے ڈھیرون اور عمدہ عمدہ گھوڑون اور مویشیون اور کھیتی کیساتھ دلبستگی معلوم ہوتی ہو (حالانکہ) یہ (تو) (دنیا کی زندگی کے) چندروزہ فائدے ہین اور (ہمیشہ کا) اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے یہان ہو (اے پیغمبر ان لوگون سے) کہو اگر اچھا چاہو تو) مین تمکو ان دنیاوی

چند روز فائدون) سے بہت بہتر چیز بتاؤن (وہ یہ کہ) جن لوگون نے پرہیزگاری اختیار کی
اُنکے لیے پروردگار کے یہان (بہشت کے) باغ ہین جنکے تلے نہرین پڑی بہ رہی ہین (اور وہ)
انمین ہمیشہ (ہمیشہ) رہین گے اور (باغون کے علاوہ اُنکے لیے پاک صاف بیبیان ہین اور
(سب سے بڑھکر خدا کی خوشنودی) ہی اور اللہ بندون کے (نیک و بد) کو دیکھ رہا ہی۔ یہ وہ لوگ
ہین جو دعائین مانگا کرتے ہین کہ اے پروردگار ہم (تجھپر) ایمان لائے ہین تو ہمکو ہمارے
گناہ معاف فرما اور ہمکو عذاب دوزخ سے بچا۔ (یہی لوگ ہین) صبر کرنے والے۔ اور سچ بولنے
والے اور خدا کے فرمان بردار اور (خدا کی راہ مین) خرچ کرنے والے اور آخر شب کے وقتون
مین توبہ واستغفار کرنے والے۔ نظم بیان کا تعلق مختلف وجوہ سے متعلق ہی۔

ایک تو ایک قصہ کے ساتھ وابستہ ہی وہ یہ ہی کہ ابو حارثہ بن علقمہ نصرانی نے
اپنے بھائی کے سامنے بیان کیا کہ مین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کو تو مانتا ہون کہ وہ پیغمبر ہین
مگر علانیہ اسوجہ سے اقرار نہین کرتا کہ میرے مال وجاہ پر بادشاہان روم کی جانب سے نقصان
پہونچیگا۔ اسی واسطے اس آیت شریف مین خدا ے تعالی نے ان چیزون کا ذکر فرمایا ہی کہ جنکی
محبت دنیا مین انسان کو لگی رہتی ہی۔

دوسری وجہ یہ ہی کہ جب جنگ بدر کے بعد آنحضرت نے یہود کو اسلام قبول کرنیکا
پیغام دیا تو انھون نے اپنی قوت ومال ومتاع کا گھمنڈ ظاہر کیا اسلیے اس آیت مین اللہ تعالے
نے ظاہر فرمادیا کہ یہ چیزین اور اس قسم کی اور اشیا متاع دنیوی مین داخل ہین جو سریع الزوال
ہین اور آخرت کی خوبیان دائمی ہین۔ اس مضمون کو ان آیات مین کس خوبی کے ساتھ بیان

فرمایا گیا ہی - ظاہر ہی یعنے یہ کہ انسان کی آنکھون مین مزے اور شہوت کی چیزون کی خواہش
کرنا عورتون پر مرنا اولاد کی کثرت پر نظر کرنا روپیون اور اشرفیون کے توڑون پر اور کوتل
گھوڑون پر اور گاے بھینس وغیرہ مواشی پر ہری بھری کھیتی اور عمدہ باغون پر دل لگانا
بھلا معلوم ہوتا ہی اور یہ بات بوجہ قواے بہیمیہ کے ہر انسان کی ایک جبلی بات ہی - کیونکہ لذت
روحانیہ تو خاص خاص لوگون کو خاص خاص وقتون مین نصیب ہوتی ہی اور لذت جسمانیہ
کی طرف ہر وقت ہر شخص متوجہ رہتا ہی - چونکہ لذائذ دنیا مین انسان جن چیزون پر تفاخر کرتا ہی
اور اُنکی رغبت کا دم بھرتا ہی وہ سات چیزین ہین اُنھین کا ذکر اس آیت مین کیا گیا ہی -

اول عورت - اس سے جسقدر مرد کو لذت اور اُنس ہی وہ کسی چیز سے نہین ہی
اسکی محبت انسان کو ہلاکت تک پہونچا دیتی ہی مرد و عورت مین ایک مقناطیسی جذب ہی
اسیلئے اللہ تعالی خبر دیتا ہی خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیہا[۱] و جعل بینکم
مودۃ و رحمۃ اسکے بعد بیٹا ہی جسکو انسان اپنا نائب اور قائم مقام سمجھکر جو بات اپنے لیے
چاہتا ہی اُس سے بڑھکر اُسکے لیے چاہتا ہی - اور نیز اُسکو ہر وقت مین اپنا قوت بازو اور
معین و مددگار سمجھتا ہی - اس سے بھی انسان کو بڑا فخر اور نہایت خوشی ہوتی ہی - چونکہ انسان
بہ نسبت لڑکی کے لڑکے کو زیادہ چاہتا ہی اسیواسطے خداے تعالی نے لڑکے کا ذکر فرمایا
ہی اور اسمین حکمت بالغہ یہ ہی کہ یہی محبت بقاے نسل کی باعث ہی - اسکے بعد مال و دولت کا

---

[۱] ترجمہ - اُس نے تمھارے لیے تمھاری جنس کی بیبیان پیدا کین تاکہ تمکو اُنکی طرف رغبت کرنے سے
راحت ملے اور میان بی بی مین پیار و اخلاص پیدا کیا ۱۲

ذکر ہوا ہی۔ یہ بھی ایک عجیب چیز ہی۔ جمیع حاجات کا ذریعہ خیال کیا گیا ہی اسکا غرور وسرور بھی
انسان کو اندھا کر دیتا ہی۔ خدا و رسول سے بغاوت پر آمادہ کرا دیتا ہی خدائی دعوی کرا دینے لگتا
ہی پھر کوتل گھوڑے۔ پھر گائے بیل اونٹ وغیرہ مواشی۔ پھر باغ کھیتی ان سات چیزون
کی طرف ذٰلك متاع الحیوٰۃ الدنیا کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہی تو یہان یہ بحث بھی موجود
ہی کہ جب یہی چیزین متاع دنیوی ہین تو انسے جلب منفعت کرنی چاہیے۔ لیکن اسکے لیے
ایک میزان ہی وہ یہ ہی کہ دنیاوی لذات مین مستغرق ہو جانا مذموم ہی۔ اور باوجود حاجت کے
اسکا یکدم ترک کر دینا بھی مذموم ہی۔ اور بطریق مباح فائدہ حاصل کرنا بلالحاظ مصالح آخرت
کے مذموم ہی۔ اگر مصالح آخرت کو پیش نظر رکھکر متاع دنیوی سے فائدہ حاصل کیا جائے
تو ممدوح ہی۔ ان چیزون کے بعد خدائے تعالی یہ بات جتلاتا ہی کہ یہ چیزین صرف زندگانی دنیا
کا سامان ہی مگر خدا کے پاس اس سے زیادہ اور عمدہ روحانی وجسمانی لذتین موجود ہین کیونکہ
بچہ جب ماں کے پیٹ مین ہوتا ہی تو اُسی کو عمدہ عالم سمجھتا ہی یہانتک کہ جب باہر آتا ہی
تو رو رو کر غل مچاتا ہی۔ پھر جب آنکھ کھلتی ہی تو اس عالم حسی پر غش ہو جاتا ہی ہمیشہ یہین
رہنا پسند کرتا ہی۔ آخر کار جب اُس عالم باقی مین جائے گا تو وہان کی نعمات و وسعت کے
مقابلہ مین دنیا کی وسعت ونعمت کو تنگ و تاریک و پر الم سمجھے گا۔ جسطرح دنیا مین ماں کے
پیٹ سے آنے کو ناپسند کرتا تھا اُسی طرح عالم عقبےٰ سے اس دنیا مین واپس آنے کو ناپسند
کریگا کیونکہ دنیا کا ہر عیش و ہر چیز فانی ہی آخرت کی لذات باقی اور جاودانی ہین یہان
ہر عیش تلخی پر مبنی ہی اور پھر راحت کے بعد تلخی ہی۔ جب تک پیاس اور دھوپ کا رنج نہ

نہ اُٹھایا جائے سایہ اور سردپانی کا مزہ نہین آتا اُس عالم مین یہ باتین نہین ہین اسلیے خدا تعالے نے واللہ عندہ حسن المآب کہکر اُس عالم کا شوق دلایا۔ اسی پر اکتفا نہین فرمایا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ لوگون سے کہدو کہ آخرت مین دنیا کی ان چیزون سے عمدہ چیزین ہین پھر آپ ہی نے اسکی تفصیل کی کہ پرہیزگارون کے لیے جنت مین باغ ہین کہ جنمین نہرین بہتی ہین۔ جہان خوشبودار رنگ برنگ کے پھول وپھل اور طائران خوش الحان اور نہایت تکلف کے مکانات ہین۔ اور پاک وصاف بیبیان ہین کہ تمام بُرائیون سے مبرا حسن وخوبی مین یکتا اور لطف یہ کہ یہ چیزین ہمیشہ رہین گی انکے زوال کا کھٹکا نہین ہے۔ یہانتک تو جنت جسمانیہ کی طرف اشارہ تھا اسکے بعد جنت روحانیہ کی طرف رضوان من اللہ سے اشارہ کیا گیا یعنے انوار کبریائی کا بندہ کی روح پر تجلی کرنا اور بندہ کا اُسکی معرفت مین مستغرق رہنا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اُس عالم کی کیفیت کو دکھا دیا تھا جس سے اُنکی نظرون مین دنیا کی تزینات گرد ہوگئے تھے عالم آخرت کی خوبیون کے مستحق لوگون کا بھی ذکر للذین اتقوا سے کیا گیا ہے اسکے بعد اور بھی تشریح کردیگئی ہے یعنے وہ لوگ جنمین حسب ذیل چھ وصف پائے جاتے ہین۔

(۱) یقولون ربنا الخ کہ وہ خدا سے دعا کرتے رہتے ہین کہ اے رب ہم تجھ پر ایمان لائے تو ہمارے گناہ معاف کر اور عذاب نار سے بچائیو۔ یعنے محض اپنے ایمان کو وہ مغفرت کا ذریعہ قرار دیتے ہین۔

لہ ترجمہ اور ہمیشہ کا اچھا ٹھکانا تو اُسی اللہ کے یہان ہے ۱۲

(۲) صابرین ۔ صبر کہتے ہین نفس پر محنت کی برداشت کرنے کو خواہ عبادات قائم کرنے مین خواہ نفس کو اُسکی خواہشون سے روکنے مین ۔ یہ وصف بھی متقین کا ہی۔

(۳) صادقین سچ بولنے والے اور ہر بات کو سچ کر دکھانے والے۔

(۴) قانتین خدا کی عبادت کرنے والے۔

(۵) منفقین خدا کی راہ مین خرچ کرنے والے خواہ بذریعہ صدقہ نافلہ خواہ بذریعۂ زکوٰۃ۔

(۶) مستغفرین بالاسحار صبح کے وقت خدا سے استغفار کرنے والے۔ چونکہ اسوقت مین شب کی ظلمت دور ہوکر نور پھیلتا ہی اور رات کے مرے ہوئے زندہ ہوجاتے ہین ۔ یہ وقت جود عام اور فیض تام کا وقت ہی ۔ اکثر اسوقت انسان پر غفلت طاری ہوتی ہی تو ایسے وقت مین نفس کے آرام کو ترک کرکے خدائے تعالی سے مغفرت کا سوال کرنا بلاشک انسانی نجات کا عمدہ ذریعہ ہی ۔ اسیواسطے صحابہؓ اور صالحین امت اسوقت مین عبادت و استغفار کرتے تھے اور کرتے ہین ۔ پس ایسے وقت سوتے رہنا اور نشہ مین چور رہنا نحوست اور بربادی کا باعث ہی۔

دیکھو تہذیب نفس انسانی کے لیے دنیا کے عدم ثبات کا ذکر اور نیز دنیا مین انسان کی طبیعت جن چیزون کی طرف خواہ مخواہ مائل رہتی ہی اُسکا ذکر کس خوبی سے کیا گیا ہی ۔ اور آخرت کی خوبیون کا دوام اور اسکے طالبین کی کیفیت کس جامعیت کے ساتھ مذکور ہوئی ہی ۔ اگر دنیا کے چند روزہ ہونے کا ذکر نہ کیا جاتا تو انسان کی طبیعت آخرت کی طرف

توجہ ہی نکرتی۔ کیونکہ انسان بخوبی اسباب کا اندازہ کرسکتا ہی کہ باوجود دنیا کی بے ثباتی معلوم ہونیکے وہ دُنیوی خواہشات مین کسطرح منہمک رہتا ہی۔ اسلیئے باربار قرآن مجید مین ان باتون کا ذکر ہوا ہی تاکہ انسان نفس کے جذبات سے مطلع ہوکر بُرائیون سے بچنے اور نیک کامون کے کرنے کا عادی ہو اور یہ محض خدا کا فضل ہی۔

جانت را دو زخ آشیانہ مکن — خاطرت را محال خانہ مکن

گرد بیہودہ و محال مگرد — بر درِ خانۂ خیال مگرد

از خیال محال دست بدار — تا بدان بارگہ بیابی بار

کان سرائے بقا برائے تو است — وین سرائے فنا نہ جائے تو ہست

آن سرائے بقا ترا است معد — یوم بگذار و جان کن از پی غد

قولہ تعالیٰ لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئ الا ان تتقوا منھم تقٰتہ ویحذرکم اللہ نفسہ والی اللہ المصیر ترجمہ مسلمانون کو چاہیے کہ مسلمانون کو چھوڑ کر کافرون کو اپنا دوست نہ بنائین اور جو ایسا کریگا تو اُس سے اور اللہ سے کچھ سروکار نہین مگر (اس تدبیر سے) کسی طرح پر اُن (کی شرارت) سے بچنا چاہو (تو خیر) اور اللہ تمکو اپنے (جلال) سے ڈراتا ہی اور آخر کار اللہ ہی کی طرف جانا ہی۔

ابنائے جنس کے ساتھ برتاؤ کے طریقے اس آیت شریف مین بیان کیے گئے ہین۔ کیونکہ اوّلاً کمال اخلاق انسانی کا حصول دو چیزون پر موقوف ہی ایک تو احکام الٰہی کا

انقیاد - دوسرا مخلوق پر شفقت کرنا - چند یہود نے اس بات کا قصد کیا تھا کہ وہ دین اسلام مین فتنہ پیدا کرین گے اسلیئے وہ مسلمانون سے میل جول پیدا کیئے تھے سوقت رفاعہ بن منذر - عبدالرحمن بن جبیر - سعید بن خشیمہ نے اُن مسلمانون کو آگاہ کر دیا کہ دیکھو یہ یہود ہین انکے فتنہ سے بچو یہ تمھارے دین مین رخنہ پیدا کرنا چاہتے ہین اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور بعضون نے شان نزول اس آیت کا یہ لکھا ہی کہ ابو بلتعہ وغیرہ نے کفار مکہ سے محبت اختیار کی تھی اللہ نے اُس سے منع فرمایا کیونکہ کافرون سے محبت اختیار کرنے مین دین مین خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہی مگر یہ ایک اختلافیہ مسئلہ ہی اسلیے کہ کفار سے محبت رکھنے مین کئی قسم کے احتمالات ہین اگر محبت کفار کی رضا بکفر کے درجہ پر پہونچ جائے تو ممنوع ہی اگر حسن معاشرت کے لحاظ سے ہی تو ممنوع نہین ہی - مگر شان اسلام یہ ہی کہ جن امور سے ممانعت ہوئی ہی اُس سے حذر اولی ہی اور اسی واسطے ارشاد ہوا ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئ - یعنے جو ہمارے حکم کے خلاف کرے اُس سے ہمین کوئی سروکار نہین تو ایسے مخمصے مین گرفتار ہونے سے مسلمانون کو پرہیز کرنا اولی ہی الا ان تتقوا منھم تقٰہ سے اسقدر اجازت دیگئی ہی کہ اگر محض کفار کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہی اُنسے دوستی اور محبت رکھی گئی ہی تو خیر) اسکی مثال اس واقعہ سے اچھی طرح دلنشین ہوجاتی ہی کہ مسیلمہ کذاب نے دو صحابیون کو اپنے سامنے طلب کیا اور اولاً ایک صحابی سے پوچھا کہ کیا تم محمد کو رسول اللہ جانتے ہو تو اُنھون نے کہا کہ ہان - اور پھر پوچھا کہ کیا میری رسالت کی بھی گواہی دیتے ہو تو اُنھون نے مجبوراً کہا کہ ہان - کیونکہ مسیلمہ کذاب اپنے کو رسول بنی حنیفہ سمجھتا تھا اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول قریش - خیر اس جواب پر انکو تو چھوڑ دیا پھر دوسرے صحابی کو سامنے طلب کیا اور سوال کیا کہ تم محمدؐ کو رسول اللہ جانتے ہو تو انھون نے کہا کہ ہان - اور پھر پوچھا کہ میری بھی رسالت کی گواہی دیتے ہو تو انھون نے تین بار کہا کہ مین بہرا ہون - اسپر غضبناک ہوکر انھین قتل کرڈالا - اس حادثہ کی خبر آنحضرت کی خدمت مین پہونچی تو آپ نے فرمایا کہ جو صحابی قتل ہوے وہ تو اپنے صدق و یقین پر دنیا سے گئے ہین اُنکی حالت قابل مبارکباد ہی اور دوسرے صحابی نے رخصت پر عمل کیا ہی - انھین الفاظ قرآنی سے مسائل تقیہ کا بھی استنباط کیا گیا ہی اور بہت سے اقوال کتب شرعی مین مذکور ہین - مثلاً بعض کہتے ہین کہ ابتداے اسلام مین چونکہ مسلمانون کی حالت ضعیف تھی اسلیے اُسوقت تقیہ جائز تھا اور جب اسلام کو تقویت ہوگئی تو یہ جواز برطرف ہوگیا اور بعض نے ہمیشہ کے لیے محض صیانت نفس کے لحاظ سے جائز قرار دیا ہی - اور پھر ارشاد ہوا کہ ویحذرکم اللہ نفسہ یعنے نفس فعل اختیار محبت کفار سے بچے رہو ورنہ آخر کار ہمارے مواخذہ مین گرفتار ہوجاؤ گے جسکا صاف منشایہ ہی کہ جو حکم الٰہی صادر ہوتا ہی وہ مصالح عباد پر موقوف ہی اُسکی تعمیل ہونی چاہیے - ورنہ عدم تعمیل احکام کی گرفت سے بچنا محال ہی والی اللہ المصیر سے انجام کار کو اسطرح بتلا دیا گیا ہی کہ اگر ہمارے حکم کی بجا آوری کو ترک کروگے تو عقاب الٰہی سے کیسے محفوظ رہ سکتے ہو کہ بالآخر تمھاری بازگشت تو ہمارے ہی جانب ہی -

چونکہ دنیا مین مذہب کا قید و بند بھی ایک عجب چیز ہی انسان ہر ایک ناگوار بات کو کم و بیش تحمل کرسکتا ہی - مگر مذہب کے متعلق کسی بات کو جو خلاف مذہب ہو سُن نہین سکتا -

قسم قسم کے فتنہ و فساد مذہبی اختلافات کی وجہ سے دنیا مین ہوئے اور ہوتے رہتے ہین۔ ایسے شر و فساد سے محفوظ رہنے کے لیے مسلمانون کو اسبات کی ہدایت کردیگئی ہی کہ جو لوگ مخالف اسلام ہین اُنسے میل جول اختیار مت کرو کہ اُسکا نتیجہ اچھا نہین ہی۔ ہان البتہ میل جول کے ترک کردینے سے جان و مال کے نقصان کا احتمال ہو تو آشتی و محبت کفار کا اختیار کرنا جائز قرار دیا گیا ہی۔ بہرحال مسلمانون کو تہذیب اخلاق کے لحاظ سے یہ سمجھا دیا گیا ہی کہ ایسے امور مین سوچ سمجھکر کام کرین بیہودہ جھگڑون مین مبتلا ہونے سے بچتے رہین

قولہٗ تعالےٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین

ترجمہ۔ (اے پیغمبر ان لوگون سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ (بھی) تمکو دوست رکھے اور تمسے تمھارے گناہ معاف کردے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی (اے پیغمبر ان لوگون سے کہدو) کہ اللہ اور رسول کی فرمان برداری کرو پھر اگر یہ لوگ نہ مانین تو (سمجھے رہین) کہ اللہ نافرمانون کو پسند نہین کرتا۔

اس آیت شریف کی نزول کے وجوہ بہت سے بیان کیے گئے ہین۔

(۱) یہ کہ یہود یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہین اور اُسکے ساتھ رشتۂ محبت رکھتے ہین۔

(۲) ایک مرتبہ قریش مسجد حرام مین بُت پرستی کر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوے اور فرمایا کہ اے قریش تم ملت ابراہیمی کے خلاف کرتے ہو تو اُنھون نے کہا

کہ ہم اسلیئے اصنام پرستی کرتے ہین کہ لیقربونا الی اللہ زلفےٰ۔

(۳) عیسائی یہ کہا کرتے تھے کہ ہم خدا کی محبت کی وجہ سے مسیح علیہ السلام کو سب سے زیادہ بزرگ جانتے ہین۔

اور عام وجہ تو اس آیت کے نزول کی یہ معلوم ہوتی ہی کہ ہر ایک فرقہ اس بات کا مدعی ہی کہ وہ اللہ سے محبت رکھتا ہی اور اُسکی خوشنودی کا طالب ہی اور اُسیکی اطاعت کرتا ہی۔ اسلیئے ارشاد باری ہوا کہ اے محمدؐ ان لوگون سے کہدو کہ اگر تم اپنے دعوے مین سچے ہو تو اوامر الٰہی کے منقاد بنے رہو اور احکام الٰہی کی مخالفت مت کرو اور نیز میرے رسول کی محبت اور اطاعت اختیار کرو۔ جبکہ دلائل قاطعہ سے آنحضرتؐ کی نبوت ثابت ہو چکی تو آپکی متابعت واجب ہی۔ اگر یہ حاصل نہو تو پھر دعوی محبت الٰہی بکر و زور ہی فاتبعونی سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہی کہ جو کوئی آنحضرتؐ کی اتباع سچے دل سے کریگا بیشک وہ محب خدا ہی۔ یہ تو خدائے تعالی کی محبت کی دلیل ہی اور بندون کے ساتھ خدا کی محبت ہونے سے یہ مقصود ہی کہ دینی اور دنیوی منافع حاصل ہون دنیوی نفع یہ کہ ہدایت نصیب ہو اور اخروی یہ کہ عذاب آخرت سے نجات ملے واللہ غفور رحیم سے بھی انھین امور کیطرف ایما کیا گیا ہی یعنے اللہ تعالی انواع معاصی کو دنیا مین چھپانے والا ہی اور آخرت مین اپنے فضل وکرم بے نہایت سے اپنی صفت رحیمی کو ظاہر فرمائے گا۔

عبداللہ بن اُبی نے کہا کہ محمد اپنی اطاعت کو مثل طاعت الٰہی کے بتلاتے ہین کہ

ف۱ تاکہ خدا سے ہمکو نزدیک کردین ۱۲

اور یہ حکم کرتے ہین کہ جسطرح نصاریٰ عیسیٰ کی محبت رکھتے ہین ویسے ہی ہم بھی اُنکی محبت رکھین اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولّوا فان اللہ لایحب الکافرین اصل یہ ہو کہ جب آیت اولی سے آنحضرت کی متابعت واجب قرار دیگئی توپھر منافقین نے دین مین رخنہ اندازی کی باتین شروع کین جیسا کہ عبداسد بن اُبی کے قول سے ظاہر ہو تو ایسے فسادات کے رفع کے لیے اس آیت کا نزول ہوا اور اس شبھہ کو دفع کیا گیا کہ انکی اطاعت مثل نصاریٰ کے واجب نہین ہو بلکہ اسوجہ سے واجب ہو کہ تکالیف شرعی کا نزول آپکے توسط سے ہوا ہو۔ کیونکہ جب متوسط ہی کو نہ مانا جائے توپھر احکام آلہی کے اتباع کی توقع کیا ہوسکتی ہو اور اس حکم کو فان تولوا فان اللہ لایحب الکافرین سے موکد کیا گیا۔ اسلیے کہ محبت کے مستوجب تو وہی لوگ ہوسکتے ہین جو فرمان آلہی کی دل سے طاعت کرین اور جو اس سے اعراض کرین وہ سوائے اہانت وذم کے کسی بات کے مستحق نہین ہوسکتے غرضکہ اسلام مین خدا و رسول کی محبت واطاعت تہذیب اخلاق کا جزو اعظم ہو۔ اس زمانے مین عجب ہوا چلی ہو کہ بہت سے لوگ اپنے آپ کو اسلام کے پیشوا اور مصلح قوم قرار دیتے ہین مگر پنجوقتہ نماز تک کی پابندی نہین کرتے اسلیے اُنکے اقوال کا اثر جیسا کہ ہونا چاہیے نہین ہوتا یہ بات یاد رہے کہ جب تک شرع محمدی کی پوری پوری پابندی نہو نہ خدا کی محبت کی تکمیل ہوتی ہو نہ رسول کی محبت کی تکمیل۔ جب یہی میسر نہو توپھر اخلاق کی درستی کا کیا کہنا۔

آمد اندر جہان جان ہرکس   جان جانہا محمدؐ آمد و بس
چون بخندند بر سپہر جلی   آفتاب سعادت ازلی

احمدِ مرسل آن چراغ جہان | رحمتِ عالم آشکار و نہان
آدمی زندہ اند از جانش | انبیا گشتہ اند مہمانش
شرع او را افلاک مسلّم کرد | خانہ بر بام چرخ اعظم کرد
تا شبِ نیست صبحِ ہستی زاد | آفتابے چنو ندارد یاد
او سرے بود و عقل گردنِ او | او دلی بود انبیا تنِ او
آدم آنکہ کہ ہمت جان داشت | پاے دامانش بر گریبان داشت

قولہ تعالیٰ اَفَغَیۡرَ دِیۡنِ اللّٰہِ یَبۡغُوۡنَ وَ لَہٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡھًا وَّ اِلَیۡہِ یُرۡجَعُوۡنَ ترجمہ کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کی تلاش مین ہین حالانکہ جو فرشتے آسمانون (مین ہین) اور (جو لوگ) زمین مین ہین چارو ناچار اُسی کے حکم بردار ہین اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ جانا ہی۔ بلحاظ ترتیب قرآن مجید اس آیت کے ماقبل اس بات کا ذکر ہوا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا لازمی ہی اسکو خدا تعالیٰ نے مشروع گردانا ہی سب انبیا اور امم سابقین پر اس حکم کی اطاعت واجب تھی اور جو کوئی اس حکم کو نہ مانین گویا وہ دوسرے دین کے طالب ہین۔ اسی لحاظ سے ارشاد ہوا ہی افغیر دین اللہ یبغون یا یہ بیان اسطرح ہوا ہی کہ باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے حالات معلوم ہونے کے اور اُنکی اطاعت کا عہد و پیمان لیے جانے کے جسکا ذکر تمھاری کتابون مین موجود ہی اور جسکو تم جانتے ہو پھر دوسرے دین کی آرزو کرنا اور علم کے بعد کسی بات کا انکار کرنا دانشمندی کے خلاف ہی۔ اور پھر بیان ہوا کہ وَ لَہٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ

طَوْعًا وَّ کَرْهًا وَّاِلَیْہِ یُرْجَعُوْنَ جس سے اس بات کا اظہار مقصود ہی کہ ماسوی اللہ جتنی چیزین
ہین وہ سب ممکن ہین جنکا وجود و عدم اللہ سبحانہ کے قبضۂ اقتدار مین ہی جب ممکنات کے یہ دونون
جہت خدا کے قبضۂ اقتدار مین ہین تو پھر اُسکے حکم کی اطاعت نکرنا موجب ضلالت اور گمراہی کی
دلیل ہی۔ اسلیے جو مسلمان صالحین ہین وہ احکام دین کو خوشی اور رغبت کے ساتھ مانتے ہین اور
جو چیز مخالف طبیعت ہوتی ہین جیسے بیماری، محتاجی، موت وغیرہ مین صرف کچھ کراہت کا شائبہ
ہوتا ہی اور کافرون کی حالت تو یہ ہی کہ نہ دین الٰہی کو وہ طوعًا قبول کرتے ہین اور نہ امور مخالف
طبع کو بلکہ جو باتین خلاف طبیعت ہون کرہًا اسوجہ سے اُسکا منجانب اللہ ہونا تسلیم کرتے ہین
کہ قضا و قدر کا دفع کرنا اُنکے امکان مین نہین ہی۔ حالانکہ جن اقوام کو دین اسلام سے اختلاف ہی
وہ اس کلام پاک کے مفہوم پر جو زمین و آسمان کے پیدایش کے متعلق ارشاد ہوا ہی یعنے
فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ[1] اگر غور کرتے تو انکو صاف
معلوم ہو جاتا کہ احکام الٰہی کی نافرمانی انسان کو جمادات کے درجے سے بھی گھٹا دیتی ہی حالانکہ
انسان کو خداوند کریم نے اپنے فضل و احسان سے ایسے مراتب عطا فرمائے ہین کہ کسی مخلوق
کو اُسکا ہمپایہ ہونا ممکن نہین باوجود اس اکرام کے خدا کے حکم کی نافرمانی سراسر جہالت و گمراہی
ہی۔ اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہی کہ ایک بار یہود و نصاریٰ مین دین ابراہیمی کی نسبت
کچھ اختلافی گفتگو ہوئی تو اُن دونون گروہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم قرار دیا آپ نے

[1] تو اُس گھر کو اور زمین کو حکم دیا کہ تم دونون آؤ خوشی سے آؤ تو اور زبردستی آؤ تو اور جو حکم ہم دیتے ہین اُس پر کاربند
رہو دونون نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حکم بجا لانے کو حاضر ہین ۱۲

اُنکی گفتگو سماعت فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا کلا الفریقین بریٔ من دین ابراھیم علیہ السلام
تو دونون مذہب کے لوگون نے کہا کہ آپ کے فیصلہ سے ہم راضی نہین ہین اور آپ کے دین کو
قبول نہین کرتے اُسوقت یہ آیۂ کریمہ نازل ہوئی جسمین اسبات کی ہدایت ہوئی ہو کہ دین اسلام
کی پابندی ضرور ہو حقیقت مین جبتک آدمی دین کا مطیع و منقاد نہین ہوتا اُس کے اخلاق
بھی درست نہین ہوتے - جب انسان مین احکام الٰہی کی فرمان برداری پیدا ہوجاتی ہو تو سمجھ لینا
چاہیے کہ اُسکے اخلاق درست ہوگئے وہ تہذیب کے میدان مین قدم رکھ چکا - اطاعت دین سے
منھ موڑ کر مصلح قوم و ملت کا دعوی کرنا محض بیہودہ خیالی ہو - وقولہ لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى
تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيمٌ ترجمہ لوگو جب تک خدا کی راہ
مین وہ چیزین نہ خرچ کرو گے جو تمکو عزیز ہین نیکی (کے درجے) کو ہرگز نہ پہونچ سکو گے، اور کوئی سی
چیز بھی خرچ کرو اللہ اُسکو جانتا ہو -

اس آیت شریف کے ماقبل اس بات کا ذکر قرآن مجید مین ہوا ہو کہ خیرات سے کافرون کو
کوئی فائدہ نہین ہو کہ وہ آخرت کے قائل نہین ہین چونکہ مومنین آخرت کے معتقد ہین اسیلیے وہ
خیرات سے فائدہ اُٹھا سکتے ہین جبکہ خیرات سے آخرت کے فوائد وابستہ ہین - تو اب اس آیت مین
اُسکا طریقہ بتلایا جاتا ہو - کہ کس قسم کی چیز خدا کی خوشنودی کے لیے دینی چاہیے سو ارشاد ہوا کہ
جس چیز کو تم عزیز رکھتے ہو وہ خدا کے لیے دو - تو تمھین ابرار کا درجہ حاصل ہوگا - جنکی شان یہ ہو کہ
اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ کیونکہ خیرات افضل طاعات ہو اور خیرات کی فضیلت اسوجہ سے مسلم ہو کہ

له تم دونون فریق دین ابراہیمی سے ہٹے ہوئے ہو ۱۲

انسان اقتضاے طبیعت کے لحاظ سے محبوب ومرغوب شی کو دنیامین اپنے اس سے جداکرنا نہین چاہتا جب تک کہ آخرت کی خوبیون کا اُسکو یقین نہو جائے۔ اور جب ایسی چیزون کو وہ دیتاہی تو گویا سعادت اخروی کا مقر ہی اور سعادت اخروی کا خیال اُس شخص کو ہوتاہی جو خدا کے قادر مطلق ہونے کو تسلیم کرے اور اوامر و نواہی کا پابند ہویے یعنے جامع خصائل محمودہ ہو۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوطلحہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مدینہ مین ایک دیوار میری ملکی ہی جسکو مین بہت عزیز رکھتاہون کیا مین اُسکو خیرات کردون تو آپ نے فرمایا بخ بخ۔ یہ تو بڑے نفع کی چیز ہی اپنے قرابتدارون کو دیدو۔ تو ابوطلحہ نے کہا کہ آپ ہی تقسیم فرما دیجیے تو آپ نے اُنکے قرابتدارون مین اُس دیوار کو تقسیم فرمادیا۔ اسیطرح ابن عمرؓ کے پاس ایک حسین لونڈی تھی جسکو وہ بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ نے اُسکو آزاد فرمادیا تو لوگون نے پوچھا کہ کیون آپنے اس لونڈی کو آزاد کردیا۔ تو آپ نے فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّوْنَ فضیلت صدقہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا افضل الصدقۃ ماتصدقت بہ وانت صحیح شحیح تامل العیش وتخشی الفقر لفظ انفاق کے معنے مین علما کے مختلف اقوال ہین۔ ابن عباس کا قول ہی کہ اس آیت مین انفاق کا لفظ جو واقع ہوا ہی اُس سے زکوۃ مقصود ہی۔ یعنے مسلمانون کو زکوۃ دینے کی ترغیب دلائی گئی ہی۔ اور حسن بصری کا یہ قول ہی کہ جو چیز اللہ کی خوشنودی کے لیے دیجائے وہ (بر) مین داخل ہی حتی کہ ایک چھوہارا مما تحبون مین جو لفظ من واقع ہوا ہی اُسکو بعض علما تبعیض کے لیے خاص کرتے ہین یعنے اگر خیرات دو تو مال سے کچھ دو کُل مت دیدینا اور وہ اس آیت پر استدلال کرتے ہین والذین

اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا[1] اور بعضون نے کہا

کہ حرف (من) بطریق بیان واقع ہوا ہی وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

سے دو باتون کا بیان کرنا مقصود ہی یعنے جو چیز تم خدا کی راہ مین دیتے ہو خدا اُسکی کمی و زیادتی کی

مقدار کو جانتا ہی باوجود اسکے اپنے فضل وکرم سے اُسکی معقول جزا تمکو دیگا یا یہ کہ خدا اس بات

کو جانتا ہی کہ تمنے خالصًا لوجہ اللہ دیا ہی یا بطور ریا کے۔ اور یہ بھی معنی ہو سکتا ہی کہ جو چیز تمنے دی ہی

وہ فرسودہ ہی یا عمدہ۔ بہرحال جیسی نیت ویسی برکت۔ مسلمانون خیرات کا دینا جس سے

دوسرے حاجتمندون کی دستگیری مقصود ہی عمدہ اخلاق وخصائل انسانی مین داخل ہی

قَوْلُهٗ تَعَالٰى يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ

مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ

يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

ترجمہ۔ مسلمانون اللہ سے ڈرو جیسا کہ اُس سے ڈرنے کا حق ہی اور اسلام ہی پر مرنا اور سب

(مل کر) مضبوطی سے اللہ (کے دین) کی رسّی پکڑے رہو اور ایک دوسرے سے الگ نہونا

اور اللہ کا وہ احسان یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے پھر اللہ نے تمھارے دلون مین

الفت پیدا کی اور تم اُسکے فضل سے بھائی (بھائی) ہو گئے اور تم آگ کے گڈھے (یعنے دوزخ)

[1] اور جو خرچ کرنے لگین تو فضول خرچی نکرین اور نہ بہت تنگی کرین بلکہ اُنکا خرچ افراط اور تفریط کے درمیان بیچ کی راس کا ہو ۱۲

کے کنارے (آ گئے) تھے پھر اُس نے تمکو اُس سے بچا لیا اسیطرح اللہ اپنے احکام تم سے کھول کھول کر بیان کرتا ہی تاکہ تم راہ راست پر آ جاؤ اور تم مین ایک ایسا گروہ بھی ہونا چاہیے جو (لوگون کو) نیک کامون کی طرف بلائین اور اچھے کام (کرنے) کو کہین اور بُرے کامون سے منع کرین اور (آخرت مین) ایسے ہی لوگ اپنی مراد کو پہونچین گے۔

ان آیات مین بھی طاعت و خیرات کا حکم مندرج ہی۔ مگر اُسکی ترتیب افعال انسانی کے لحاظ سے رکھی گئی ہی۔ کیونکہ انسان کا ہر فعل معلل بعلت ہوتا ہی یعنے بلا خوف و رغبت کے انسانی افعال کا صدور ہی نہین ہوتا۔ چونکہ ضرر کا دفع کرنا جلب منفعت پر مقدم ہی۔ اسلیے خوف کا ذکر تحصیل منفعت سے پہلے ہوا ہی۔ پس اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ سے تخویف دلائی گئی ہی کہ ہمیشہ انسان عذاب الٰہی سے ڈرتا رہے۔ اور خدا کے عذاب سے بچنے کی راہ یون بتلائی گئی ہی کہ حبل متین دین کو مضبوط پکڑے رہین بیدینی کی راہ اختیار نکرین۔ اور اسی کے بعد اُس کام کا ذکر فرمایا گیا ہی جسکو انسان بطمع منفعت کرتا ہی۔ یعنے اُذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ کیونکہ خدا کی نعمتون کا یاد کرنا نعمتون کی زیادتی کا باعث ہی۔ جس کام کے کرنے مین نفع کی امید ہوتی ہی تو انسان کو اُس کام کے کرنے کی رغبت ہوتی ہی اس بیان سے خوف و رجا کی معیار قائم کر دی گئی ہی یعنے اگر کسی انسان مین سچی پرہیزگاری ہی تو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اُسکے دل مین خدا کا خوف ہی جس سے وہ منہیات سے محفوظ رہیگا جو باعث نجات ہی علی ہذا ہر وقت خدا کی عنایتون کو پیش نظر رکھنا موجب ازدیاد نعمت ہی۔ اور وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ سے اسلام پر قائم رہنے کی ہدایت ہوئی ہی کہ اُس سے بڑھکر کوئی نعمت نہین ہی۔ اگر انسان اسلام پر قائم رہے گا تو امید ہی کہ اُسکی موت بھی

اسلام کی حالت مین واقع ہو جو سبب نجات ہی۔ وصف اسلام انسان مین پیدا ہونا بہت دشوار ہی
اسلام کیا چیز ہی اور مسلمان ہونے کے لیے انسان کو کن کن شرائط کی پابندی لازم ہی اگر اسکا ذکر
شرح و بسط کے ساتھ کیا جائے تو ایک مستقل کتاب ہو جائیگی یہان صرف اسقدر لکھا جاتا ہی کہ
حدیث شریف مین وارد ہی کہ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ مسلمان وہ ہی کہ جسکی
زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہین۔ مگر غور کیا جائے تو معلوم ہو سکتا ہی کہ خدا جانے
دن مین کئی بار اپنے بھائیون کی غیبت و شکایت ہوتی ہی۔ اور اُنکی تباہ و برباد کرنے کی فکر ہوتی ہی
اسکے بعد ارشاد ہوا ہی کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا یعنے جب تم پرہیزگاری کے اختیار کرنیسے
مکروہات سے محفوظ ہو گئے تو دلائل آلہی کو مضبوط پکڑے رہو۔ کیونکہ یہی بات تمام نیک کامون
کی جڑ ہی۔ تم جانتے ہو کہ اگر کسی مخدوش راہ مین چلنے کی ضرورت ہو تو سہارے کی حاجت
ہوتی ہی خدا کی راہ مین چلنا یعنے دین پر قائم رہنا بڑا مشکل کام ہی بڑے بڑون کے پیر پھسل گئے
ہین اسلیے خدائے تعالی کے دلائل و احکام کے رسن کو مضبوط پکڑے رہو تو اس دشوار راہ پر
چلنا آسان ہو جائے گا۔ ورنہ قدم قدم پر ٹھوکرین کھاؤ گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ حبل
سے عہد کے معنے لیتے ہین اور علی کرم اللہ وجہہ حبل سے قرآن شریف مراد لیتے ہین بتمسک اس
حدیث شریف کے عن علی رضی اللہ عنہ عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم انہ قال اَمَا اِنہا
ستکون فتنۃ قیل فما المخرج منہا قال کتاب اللہ فیہ نبأ من قبلکم وخبر من بعدکم

---

[1] علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہی کہ آگاہ ہو جاؤ کہ عنقریب فتنہ و فساد برپا ہوگا مین نے عرض
کیا کہ یا رسول اللہ اس فتنہ و فساد سے بچانیوالی کون چیز ہی۔ آپنے فرمایا کہ قرآن جسمین اگلی اور پچھلی سب چیزین مندرج ہین اور موجودہ معاملات جو تم
لوگون کے بیچ مین ہوتے رہتے ہین اُسکے احکام بھی اُسمین موجود ہین اور وہ خدائے تعالی کی ایک مضبوط رسّی ہی ۱۲

وحکم ما بینکم وھو حبل اللہ المتین اور بعضون نے دین اور طاعت کے معنے لیے ہین اور بعض نے
جماعت کے اور پھر ارشاد ہوا (ولا تفرقوا) دینی معاملات مین اختلاف کو چھوڑو کہ یہ جاہلیت
کی رسم ہی کیونکہ عرب ایام جاہلیت مین بات بات پر ایسا لڑتے تھے کہ جس سے گھر کے گھر برباد ہو جاتے
تھے اسی مذموم عادت کے ترک کی تعلیم فرمائی گئی ہی روی عن النبی صلعم انہ قال ستفترق امتی علی
نیف وسبعین فرقۃ الناجی منھم واحد والباقی فی النار فقیل ومنھم یا رسول اللہ
قال الجماعۃ وروی السواد الاعظم وروی ما انا علیہ واصحابی خدا کی نعمتین دو قسم کی
ہین نعمات دنیوی اور اخروی۔ نعمت دنیوی کا اظہار یون ہوا ہی کہ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ
قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا اسی بنیاد پر آیت مافی التفسیر کی شان نزول مین بعض
مفسرین نے لکھا ہی کہ قبیلہ بنی اوس وخزرج مین ایک یہودی نے ایسا فتنہ ڈال دیا تھا کہ گو یہ دونون
فریق ایک جدّی تھے تاہم انہین ایک سو بیس سال تک جنگ ہوتی رہی جب نور اسلام چمکا تو اس
فساد کی ظلمت رفع ہوئی اور پھر آپسمین بھائی بھائی ہو گئے اور اتفاق کی نعمت انکو میسر ہوئی چنانچہ
اسی بات کا ایک اور آیت شریف مین بھی یون ذکر فرمایا گیا ہی۔ [له] لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ
جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَیْنَهُمْ اصل یہ ہی کہ جن لوگون کی نظر عالم اسباب
پر ہوتی ہی تو انہین فیمابین جھگڑے اور فسادات لگے ہوئے رہتے ہین۔ اور جنکی نظر خدا کی جانب ہوتی
ہی وہ ایسے کھیڑون سے محفوظ رہتے ہین کیونکہ وہ سمجھتے ہین کہ بے ارادہ الٰہی کسی بات کا ظہور ہی
نہین ہوتا دنیا ومافیہا کو اسیر قبضۂ قدرت جانتے ہین اسکے بعد یہ ارشاد ہوا وَکُنْتُمْ عَلٰی

له ترجمہ۔ اگر تم روے زمین کے سارے خزانے بھی خرچ کر ڈالتے تو بھی انکے دلون مین الفت نہ پیدا کر سکتے مگر
وہ تو اللہ (ہی تھا جس) نے ان لوگون مین الفت پیدا کر دی ۱۲

شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا اس آیت مین نعمت اخروی کا ذکر کیا گیا ہی کہ تم اپنے کفر وطغیان کی وجہ سے جہنم کے قریب پہونچ چکے تھے مگر اسلام کی بدولت دوزخ سے خدا نے تمھین بچا دیا جس سے نجات آخرت کے مستحق بنگئے ہو۔ اگر ہماری ہدایت کو نہ مانتے اور ہمارے پیغمبر کی اتباع نکرتے تو سعادت عقبیٰ سے محروم ہوجاتے حقیقت یہ ہی کہ احکام آلہی کی اطاعت دین ودنیا کے سب کامون کو درست کردیتی ہی۔ اور پھر كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ سے احسان عام کا ذکر ہوا ہی۔ تمام آیات قرآنی مین اسی قسم کی نعمتون کو مضمر رکھا گیا ہی اگر انسان خدا کے کلام مین غور وفکر کرے تو اسکے ہدایت و انعامات کا حال معلوم ہوسکتا ہی وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ سے اور ہدایتون کا بہترین ترتیب کے ساتھ ذکر کیا گیا ہی۔ کیونکہ آیات زیر بیان کے قبل اہل کتاب کے دو عیب بیان کیے گئے ہین ایک تو عیب کفر جیسا کہ بیان ہوا ہی کہ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ[1] اور دوسرا عیب یہ کہ وہ دوسرون کو کفر مین مبتلا کرنے کی کوشش کرتے ہین جیسا کہ ارشاد ہوا ہی يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ[2] لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اور جب آیات زیر تفسیر مین مومنین کا ذکر شروع ہوا تو انکو ایمان وتقوی کی ہدایت ہوئی اور پھر اسباب کی رغبت دلائی گئی کہ جسطرح تم راہ راست پر آگئے ہو اسیطرح دوسرون کو بھی امر خیر کی ہدایت اور اعمال نیک کی رغبت دلاتے رہو۔ اور برُے کامون سے بچنے کی

---

[1] اے اہل کتاب اللہ کی آیتون سے کیون انکار کرتے ہو ۱۲

[2] (اے پیغمبر ان سے) کہو کہ اے اہل کتاب دیدہ ودانستہ اللہ کے راستہ مین ناحق کمی نکال نکال کر ایمان لانے والون کو اُس سے کیون روکتے ہو ۱۲

نصیحت کرو کہ یہی فلاح آخرت کی علامت ہی اور لفظ من جو منکم مین واقع ہی وہ بیان کے لیے
ہی گویا آیت کے معنی یون ہین کُوْنُوْا اُمَّۃً دُعَاۃً اِلَی الْخَیْرِ جیسا کہ بفحوائے آیت کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ
اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ ہدایت کرنا اگرچہ سب مسلمانون
پر فرض ہی مگر یہ فرض کفایہ ہی کیونکہ ہر ایک مسلمان مین ایسی قابلیت نہین ہوتی کہ وہ دوسرون کو راہ راست
پر لانے کی ہدایت کر سکے۔ اس حالت مین من بمعنی تبعیض ہوگا بہر حال اس آیت مین تین امور
کا ذکر ہوا ہی۔ یعنے دعوت خیر۔ امر معروف۔ نہی منکر۔ دعوت خیر مین فضل تعلیم اثبات ذات باری اور
تنزیہ صفات آگئی ہی اس صورت مین دعوت خیر بمنزلہ جنس کے ہی جسکے دو نوع امر معروف و نہی منکر
ہین مگر مصلحین قوم کو خود ان امور سے آراستہ ہونا چاہیے چونکہ صلاح ذاتی اصلاح غیر سے مقدم ہی
جیسا کہ قرآن مجید مین وارد ہی اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَکُمْ اسیطرح لِمَ تَقُوْلُوْنَ
مَالَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ مگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہی بعضون
نے فاسقین پر بھی امر بالمعروف کو واجب قرار دیا ہی باین دلیل کہ فاسق کو جسطرح خود کو ممنوعات سے بچنا ضرور ہی
ویسا ہی دوسرونکو ممنوعات سے بچنے کی ہدایت کرنی بھی واجب ہی اسلیے کہ اگر ایک واجب کا ترک ہو تو اُس سے دوسرے
واجب کا ترک کرنا لازمی نہین ہی جیسا کہ بعض بزرگان دین کا قول ہی کہ مُرُوا بالخیر وان لم تفعلوا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی من امر بالمعروف ونہی عن المنکر کان خلیفۃ اللّٰہ

---

۱ لوگون (کی رہنمائی) کے لیے جسقدر امتین پیدا ہوئین اُن مین تم مسلمان سب سے بہتر ہو کہ اچھے کام کرنیکو کہتے اور بُرے کامون سے منع کرتے ہو ۱۲
۲ تم (دوسرے) لوگون سے نیکی کرنے کو کہتے ہو اور اپنی خبر نہین لیتے ۱۲
۳ ایسی بات کیون کہہ بیٹھا کرتے ہو جو تم کرکے نہین دکھاتے یہ بات اللہ کو سخت ناپسند ہی کہ کہو سب کچھ اور کرو کچھ نہین ۱۲
۴ نیک کامون کی ہدایت کرو گو تم اُسکے پابند نہو ۱۲

فِیْ اَرْضِہٖ وخلیفۃ رسولہ وخلیفۃ کتابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ افضل الجہاد الامر بالمعروف والنہی عن المنکر اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ یاایہا الناس ائتمروا بالمعروف وانتہوا عن المنکر تعیشوا بخیر امر معروف ونہی منکر مین پہلے تو رفق ومدارات سے کام لینا چاہیے اگر نرمی کارگر نہو تو سختی ضرور ہی اگر معمولی سختیون سے بھی لوگ نصیحت پذیر نہون تو سزا سے کام لینا چاہیے اور یہ بادشاہون کا کام ہی یہ بات ہر ایک ہادی ومصلح قوم کو میسر ہو نہین سکتی اسلیے مجبوراً اس زمانے مین وعظ ونصیحت لسانی کی ضرورت ہی اگرچہ بھی اثر پذیر نہو تو دعا سے قلبی سے اصلاح قوم کی فکر کرنی چاہیے جو بزرگان دین کا فریضہ ہی۔ ان آیات کا مفہوم یہ ہی کہ خدا کا خوف کرنا۔ دین حق کی پابندی اتفاق باہمی۔ خود بھی نیک کامون کو کرنا۔ اور دوسرون کو نیک کامون کی ہدایت کرنی اخلاق اسلام کے فرائض ہین مسلمانون کو چاہیے کہ ان امور پر کافی توجہ کرین۔ خداے تعالیٰ کی بتائی ہوئی ہدایتون کو چھوڑ دینا۔ خواہشات نفس کے پورا کرنے مین منہمک رہنا تنزل وادبار کی علامت ہی جبتک جہاد مع النفس نہو ترقی کے میدان مین قدم آگے نہین بڑھ سکتا۔ ہم جہان تک غور کرتے ہین فی زماننا خاصکر ہماری قوم سے اسکا احساس ہی مفقود ہوگیا ہی۔ جس سے آسانی کے ساتھ یہ نتیجہ نکل سکتا ہی کہ ہنوز نکبت وادبار کی مدت ختم نہین ہوئی خدا وہ دن دکھائے کہ قومی حالت سنبھلتے ہوئے نظر آئے۔ قولہ تعالیٰ لَیْسُوْا سَوَآءً مِّنْ اَھْلِ الْکِتَابِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ یَّتْلُوْنَ اٰیَاتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَھُمْ یَسْجُدُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ

ف ۱ جسنے نیک کامون کی ہدایت کی او رُبُرے کامون سے خوف دلایا وہ خدا اور رسول اور قرآن مجید کی گویا نیابت ادا کرتا ہی ۱۲

وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَأُولَٰئِكَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُكْفَرُوهُ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُونَ فِي هَٰذِهِ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيحٍ فِيهَا صِرٌّ أَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَأَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ **ترجمہ**

(پھر بھی ان سب کا حال) یکسان نہین اہل کتاب مین سے کچھ لوگ ایسے بھی ہین جو راتون کو "نماز مین" کھڑے رہکر آیات الٰہی پڑھتے اور (خدا کے آگے) سجدے کرتے ہین (اور) اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور اچھے کام کرنے کو کہتے اور بُرے کامون سے منع کرتے اور (خود بھی) نیک کامون مین دوڑ پڑتے ہین اور یہی لوگ نیک بندون مین (داخل) ہین اور نیکی کسی طرح کی بھی کرین ایسا ہرگز نہوگا کہ انکی اس نیکی کی قدر نہ کیجائے اور اللہ پرہیزگارون کے حال سے خوب واقف ہے جو لوگ منکر (دین حق) ہین ان کے مال اور اُنکی اولاد اللہ کے یہان ہرگز اُنکے کچھ بھی کام نہ دین گے اور یہی لوگ دوزخی ہین اور ہمیشہ (ہمیشہ) دوزخ ہی مین رہین گے دنیا کی اس زندگی مین جو کچھ بھی یہ لوگ (اسلام کی مخالفت مین) خرچ کرتے ہین اُسکی مثال اس ہوا کی سی ہے جسمین بڑی ٹھرتھی اور وہ اُن لوگون کے کھیت کو جالگی جو (خدا کی نافرمانیون سے) اپنا ہی کچھ کھو رہے تھے اور آخر کار اس کھیت کو مار کر تباہ کر دیا اور اللہ نے اُن پر کسی طرح کا ظلم نہین کیا بلکہ وہ اپنے اوپر آپ ہی ظلم کیا کرتے تھے۔

اس آیت کی شان نزول مین مختلف روایتین ہین۔ ایک روایت تو یہ ہے کہ جسوقت

عبداللہ بن سلام مع چند لوگون کے مسلمان ہو گئے تو اکابرین یہود اُن سے یہ کہنے لگے کہ تم کفر وخسران مین مبتلا ہو گئے تو اُنکی اظہار فضیلت کے لیے یہ آیت نازل ہوئی۔ اور بعض کا یہ قول ہے کہ جب آیت ماقبل مین اہل کتاب کے صفات مرقومہ بالا کا ذکر ہوا۔ اس آیت مین اس امر کا ذکر ہوا ہے کہ تمام اہل کتاب کی یکسان حالت نہین ہے بلکہ اُنمین ایسے لوگ بھی ہین جو صفات حمیدہ سے آراستہ ہین **ثوری** کا یہ قول ہے کہ ایک قوم مابین مغرب وعشا نماز مین مشغول رہتی تھی اُنکی شان مین یہ آیت نازل ہوئی **عطا** کا یہ قول ہے کہ اہل نجران کے چالیس آدمی اور تین حبشی اور تین رومی جو پہلے عیسائی تھے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کی اُنکی شان مین یہ آیت نازل ہوئی اور بعض کا یہ قول ہے کہ اہل کتاب مین وہ تمام ادیان داخل ہین جن پر اللہ تعالی نے اپنی کتاب نازل کی جیسا کہ ارشاد ہوا ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا[1] اور اسی بات پر ابن مسعود کی ایک روایت دلالت کرتی ہے کہ ایک روز جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا مین کچھ تاخیر فرمائی۔ پھر آپ مسجد مین تشریف لائے۔ صحابہ منتظر نماز تھے تو آپنے فرمایا کہ دیکھو بجز تمھارے اسوقت کوئی اور دین والے خدا کا ذکر نہین کرتے اور پھر اس آیت کو آپ نے پڑھا۔ بہرحال اس آیت مین مسلمانون کے صفات حمیدہ کا ذکر ہے کہ وہ بھی اہل کتاب ہین کیونکہ اوپر کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ جو مذکور ہوا ہے بیان اُسکی تفصیل آٹھ صفات حسنہ کے ساتھ بیان ہوئی ہے۔ یعنے رات کے وقت نماز مین کھڑے ہو کر قرآن پڑھنا جس سے نماز تہجد مراد ہے۔ اسمین دو صفتین شامل ہین۔ نماز پڑھنا۔ اور تلاوت قرآن کرنا۔ اور تیسری صفت سجدہ کی بیان

---

[1] پھر ہمنے اپنے بندون مین سے اُن لوگون کو اس کتاب کا وارث ٹھہرایا جنکو ہمنے داخل سمجھکر اسکی خدمت کے لیے منتخب کیا ۱۲

ہوئی ہی جس سے خشوع وخضوع مراد ہی۔ کیونکہ عرب خشوع کو سجدے کے معنے مین استعمال کرتے ہین۔ جیساکہ وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ مین سجدے سے تخشع مقصود ہی اور چوتھی صفت خدا اور آخرت پر ایمان لانا ہی۔ کیونکہ کمال انسانی یہ ہی کہ خدا کو پہچانے اور نیک عمل کرے۔ افضل اعمال مین نماز۔ اور افضل اذکار مین ذکر اللہ۔ اور افضل معارف مین معرفت مبدا و معاد داخل ہی۔ یہان یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ سے انھین امور کی طرف اشارہ کیا گیا ہی پانچوین صفت امر معروف ہی۔ اور چھٹی نہی منکر۔ کیونکہ کمال قوت عملی و نظری یہی ہی کہ انسان دوسرون کے اخلاق کے تکمیل کی کوشش کرے یعنے جو لوگ نقص اخلاق مین مبتلا ہین انکو اچھے کامون کی ہدایت کرے اور برُے کامون سے منع۔ یہی امر اور نہی منکر ہی۔ اور ساتوین صفت کا ذکر یُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرَاتِ سے کیا گیا ہی۔ انسان کو اس وجہ سے نیک کامون کی انجام دہی مین سرعت کرنی چاہیے کہ موت کا وقت معین نہین ہی اچھا کام جسقدر جلد ہو جائے بہتر ہی۔ آیت شریف مین سرعت کا لفظ اس لحاظ سے واقع ہوا ہی کہ سرعت و عجلت مین فرق ہی عجلت مذموم ہی قال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام العجلۃ من الشیطان والتانی من الرحمٰن سرعت کا تعلق اُن افعال سے ہی جنکا جلد کرنا بہتر ہی۔ اور عجلت ایسے کامون سے متعلق ہی جنمین جلدی مناسب نہین ہی۔ اور آٹھوین صفت کا ذکر اُولٰئِکَ مِنَ الصَّالِحِیْنَ سے ہوا ہی صلاح حال انتہا اوصاف مومنین سے ہی۔ خدائے تعالی نے انبیا علیہم السلام کو اس صفت سے یاد فرمایا ہی جیساکہ اسمٰعیل ادریس۔ ذی الکفل وغیرہم کی شان مین مذکور ہی وَاَدْخَلْنَاهُمْ فِیْ رَحْمَتِنَا اِنَّهُمْ مِنَ

لہ اور جتنے جاندار آسمانون مین ہین اور جتنے زمین مین ہین (سب) اللہ ہی کے آگے سربسجود ہین ۱۲

الصّٰلِحِيْنَ[1] اور سلیمان علیہ السلام نے یہ دعا کی ہی وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ[2]
ان آٹھ صفات حسنہ کے ذکر کے بعد یہ ارشاد ہوا ہی کہ وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ اس سے
مقصود یہ ہی کہ جب یہود نے عبد اللہ بن سلام کو اُنکے ایمان لانے پر خسران مین مبتلا ہونے کا
طعن کیا تو اللہ تعالی نے یہ جتا دیا کہ مومنین کے تو اعلی مدارج ہین جنکا اوپر ذکر ہوا ہی وہ تو فائز مرام
ہین خسران مین کیون مبتلا ہونے لگے۔ تاکہ مسلمانون کے دل مین کسی قسم کا ملال باقی نرہے اور
نیز مسلمانون کو بھی اسبات کی ہدایت ہوئی کہ نیک کامون کے کرنے کے بعد جنمین سے بعض کا
ذکر اس آیت مین ہوا ہی اسکی جزا سے نا امید نہون کیونکہ افعال عباد کی سزا و جزا لازمی ہی جیسا کہ
ارشاد ہوا ہی فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ[3]
جب اعمال خیر کی جزا کا وعدہ فرمایا گیا پھر وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ سے یہ بات ظاہر فرمائی گئی
ہی کہ عدم ایصال ثواب عمل خیر یا تو سہو و نسیان سے ہوگا یا عجز و بخل سے یہ سب امور سے
باری تعالی پاک ہی کیونکہ وہ تمام معلومات کا علیم ہی وہ کسیکے نیک کام کو ضائع نہین کرتا۔ اسکے بعد
یہ حکم ہوا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَاُولٰٓئِكَ
اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ جبکہ آیات ما قبل مین کافرون کے حالات اور اُنکے
عذاب کا اور نیز مومنین کے حالات اور اُنکے ثوابون کا ذکر بطور زجر و ترغیب و وعد و وعید کے ہوا

---

[1] اور ہمنے ان (سب) کو اپنی رحمت (کے سایہ) مین لیا اسمین شک نہین کہ یہ لوگ نیک بندے تھے ۱۲

[2] اور (آخر کار) تو مجکو اپنے کرم سے اپنے نیک بندون مین (لیجا) داخل کر ۱۲

[3] پس جس نے ذرہ بھر نیکی کی (ہوگی) وہ اُس (نیکی) کو (بچشم خود) دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ بھر برائی کی (ہوگی) وہ اُس (برائی) کو (بچشم خود) دیکھ لے گا ۱۲

اور پھر کافرون مین سے جو لوگ مشرف بہ ایمان ہوئے اُنکے صفاتِ حسنہ کا تذکرہ کیا گیا تو اُسکے ساتھ پھر وعید کفار کا ذکر کیا گیا ہی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہی کہ یہ آیت قریظہ اور نضیر کے حق مین نازل ہوئی کیونکہ روساے یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فقط مال کی محبت سے بغض و عداوت رکھتے تھے جیسا کہ اسبات کی طرف وَلَا تَشْتَرُوا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا[1] سے اشارہ فرمایا گیا ہی اور بعض کا یہ قول ہی کہ مشرکین قریش کے حق مین نازل ہوئی کیونکہ ابوجہل بھی کثرت مال پر فخر و ناز کیا کرتا تھا جسکے لیے یہ آیتین بھی نازل ہوئی ہین یعنے وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنْ قَرْنٍ ھُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْیًا[2] اور فَلْیَدْعُ نَادِیَہٗ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ[3] اور بعض کہتے ہین کہ ابوسفیان کے حق مین نازل ہوئی کہ اُسنے جنگ بدر و اُحد مین بہت سا مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کی وجہ سے مشرکون کو دیا تھا اور اصل تو یہ ہی کہ یہ آیت بلا تخصیص احدے کافرون کے حق مین نازل ہوئی ہی کیونکہ عموماً انکا سرمایۂ ناز مال ہی اور یہ لوگ آنحضرت اور آپ کے متبعین پر افلاس کا دھبہ لگا کر کہا کرتے تھے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہوتے تو کبھی خدا اُنکو اس فقر و شدت کی حالت مین نہ رکھتا (معاذ اللہ) بہر کیف اس آیت مین مال و اولاد کا ذکر اسوجہ سے ہوا ہی کہ جمادات مین نافع ترین شی مال ہی اور حیوانات مین اولاد مگر ان دونون چیزون سے کافرون کو کوئی نفع نہ پہونچیگا جب وہ ایسی مفید چیزون سے آخرت مین

---

[1] اور ہماری آیتون مین (تحریف کرکے) ان کے معاوضہ مین تھوڑی قیمت (یعنے دنیاوی فائدے) حاصل نکرو ۱۲

[2] حالانکہ ہم انسے پہلے بہت سی جماعتون کو ہلاک کر چکے ہین جنکے ساز و سامان اور (انکی) رو داد (ظاہری ان سے) کہین عمدہ تھی ۱۲

[3] تو اُسکو چاہیے کہ اپنے ہمنشینون کو (جنکے بوتے پر کودا کرتا تھا اپنی مدد کے لیے) بلالے تاکہ ساتھ کے ساتھ ہم (بھی اپنے) جلاد فرشتون کو (اسکی سزا دہی کے لیے) بلالین گے ۱۲

بہرہ ور نہون گے تو اور اشیائے سے منتفع ہونا معلوم۔ جیسا کہ ارشاد ہوا ہی وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ
بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰى جب یہ کیفیت کافرون کی ہی تو پھر اسکا نتیجہ یون بیان ہوا کہ یہ لوگ
ہمیشہ دوزخ مین رہین گے۔ لیکن یہان اسبات کا خیال بھی پیدا ہو سکتا تھا کہ اگر کوئی کافر نیک
کامون مین مال خرچ کرے تو کیا اُس سے وہ منتفع نہو گا۔ اس شبہ کا رفع اسطرح فرمایا گیا مَثَلُ
مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ[1] اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا
اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ کیونکہ اعمال خیر کا ثواب
حاصل کرنے کے لیے دولتِ ایمان سے مشرف ہونا لازمی ہی کفر کی حالت مین جو نیکی کیجائے
وہ مقبول نہین ہی اسلیے کفر کو ریح مہلک سے مثال دیگئی ہی۔ یعنے اگر کسی کافر نے مسافرخانہ
یا پل بنایا یا محتاج اور یتیم و اپاہج کو کچھ دیا تو وہ خیال کرتا ہی کہ مین نے بہت ہی نیک کام کیا مگر
یہ نیک کام ایک کھیت کے مانند ہی جسکو ہوائے سموم نے برباد کر دیا ہو۔ اور سوائے غم و غصہ کے
کچھ ہاتھ نہ آیا ہو یا ایسے کام کیے جو اُنکے خیال مین تو نیک ہین مگر درصل معاصی مین داخل ہین
جیسا کہ رسول کو ایذا دینا اور مسلمانون کا قتل کرنا اور اُنکے ملکون کے تباہ کرنے مین مال کا صرف
کرنا چنانچہ ارشاد ہوا ہی اِنَّ[2] الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً لفظ صِرٌّ کے معنی لغت مین برد شدید کے ہین اور بعضون
نے سموم اور آگ کے بھی لیے ہین بہرحال جب کھیتون پر افراط سے پالا پڑتا ہی یا شدت سے

---

[1] اور (لوگو) تمھارے مال اور تمھاری اولاد (ہمارے یہان کچھ) کچھ (ایسی (وقعت) نہین رکھتے) کہ تمکو ہمارا مقرب بنا دین ۱۲

[2] اسمین کچھ شک نہین کہ یہ کافر اپنے مال (اسلیے) خرچ کرتے رہتے ہین تاکہ (لوگون کو) راہ خدا سے روکین سو (یہ لوگ تو) مال کو (اسی طرح پر) خرچ کرتے ہی رہین گے (مگر) پھر آخر کار وہی مال اُن کے حق مین (موجب) حسرت ہوگا ۱۲

گرم ہوا چلتی ہے تو وہ خراب ہوجاتے ہین اگرچہ ایسی ہواون سے کھیتی کا خراب ہونا عام طور پر
متبادر ذہن ہوتا ہے خواہ مسلمان سے متعلق ہو یا کافرون سے مگر ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَہُمْ سے کافرون
کی زراعت کا ذکر خاص طور پر مقصود ہے کیونکہ مسلمانون کے نیک کامون کی زراعت اگر بظاہر
تلف بھی ہوجائے تو نفس ایمان کے سبب سے آخرت مین معقول معاوضہ ملنے کی توقع ہے
بخلاف اسکے کفار گو نیک کام کرین مگر اسکا فائدہ دنیا اور آخرت دونون مین مل نہین سکتا
اور یہ محض کفر کا نتیجہ ہے اور نیز ظلم کے معنے وضع الشیٔ فی غیر موضعہ کی ہین اس لحاظ
سے بھی حالت کفر مین جو نیک کام کیے جائین وہ ایسے سمجھے جائینگے کہ گویا
بے وقت یا بنجر زمین مین کاشت کی گئی اور پھر جب اُسپر ہوائے گرم کا بھی چرکا لگا تو بدرجہ اولیٰ
تباہ ہوگی۔ کیونکہ خدا کے احکام مین جو انتہا ے مصالح عباد پر مبنی ہے کوئی تبدیلی نہین ہوتی
وَمَا ظَلَمَہُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ اَنْفُسَہُمْ یَظْلِمُوْنَ کا مقصد یہ ہے کہ ایسے خیراتی کامون کو مقبول کرکے
خدا نے کافرون پر کوئی ظلم نہین کیا بلکہ انھون نے حالت کفر مین بے موقع ایسے کام کیے
جس سے وہ فائدہ حاصل نہین کرسکتے تھے باوجود اسلام کی خوبیون سے واقف ہونیکے
ضلالت کفر مین مبتلا رہنا بڑے افسوس کے قابل ہے خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی کے ظاہر
کرنے مین کوئی کوتاہی نہین فرمائی۔ انبیا و رسل علیہم السلام کو بھیجا اور کتب آسمانی کو نازل
فرمایا پیغمبرون نے اپنی رسالت کی ذمہ داریون کو نہایت احتیاط سے ادا فرمایا اور کتب سماوی
مین اچھی بُری باتون کا صراحت سے ذکر کردیا گیا پھر جہان سب امور سے قطع نظر کرکے
اپنے عقل کے گھمنڈ یا آبائی مذہبون مین گرفتار رہین مذہب اسلام کو کچھ چیز نہ سمجھین تعین بجز اسکے

اور کیا ہوگا کہ خدا کا بیان کیا ہوا نتیجہ ظاہر ہو جائے گا اور کافرون کو دست حسرت ملنا پڑیگا پس
یہ سمجھنا چاہیے کہ دولت ایمان کے ساتھ نیک کامون کا کرنا اخلاق کا جزو اعظم ہی اگر اسلام ہی
بیزاری ہی تو ساری تہذیب برائے نام ہی۔ قولہ تعالی لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ
اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ترجمہ اے پیغمبر تمھارا تو کچھ
بھی اختیار نہین چاہے خدا اُن پر رحم کرے یا اُن کی زیادتیون پر نظر کر کے اُن کو سزا دے
اور جو کچھ آسمانون مین ہی اور جو کچھ زمین مین ہی۔ سب اللہ ہی کا ہی وہ جسکو چاہے معاف کرے
اور جسکو چاہے سزا دے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہی۔

یہ آیت جنگ اُحد کے وقت نازل ہوئی اور اُس روز کافرون نے دندان مبارک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صدمہ پہونچایا۔ تو آپ نے فرمایا کیف یفلح قوم خضبوا وجہ
نبیہم بالدم وھو یدعوھم الی ربھم[له] اور آپ نے بد دعا کا قصد فرمایا اور سالم بن عبد اللہ
سے روایت ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان۔ حرث بن ہشام۔ صفوان بن
امیہ پر لعنت کی تو اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور بعضون نے یہ لکھا ہی کہ جناب رسالتمآب نے
چند چیدہ اصحاب کو ساکنین بیر معونہ کے پاس قرآن مجید کی تعلیم کے لیے روانہ فرمایا تو عامر
بن طفیل نے ایک فوج کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور بعضون کو گرفتار کر لیا اور بعضون کو قتل
کر ڈالا جس سے آپ کو انتہا درجہ کا رنج ہوا۔ چالیس روز تک ان کفار کے حق مین آپ بد دعا

له وہ قوم کیسے رستگار ہوگی جسنے اپنے نبی کے چہرہ کو رنگین کر دیا ہو دراں حالیکہ وہ انکے پروردگار کی طرف بلاتا ہو ۱۲

کرتے رہے مگر مفسرین نے وجہ اول کو ہی ترجیح دی ہی بہر حال کوئی فعل آپ کرنا چاہتے تھے جس سے
آپ کو خدا تعالی نے منع کر دیا۔ تو یہان اسبات کا بھی احتمال ہوتا ہی کہ جب آپ کی شان یہ تھی کہ
وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ[1] اور نیز آپ معصوم تھے تو پھر وجہ منع کیا ہی
اسکا جواب یہ ہی کہ کسی فعل سے منع کر دیا جانا اسبات پر دلالت نہین کرتا کہ ممنوع بہ سے آپ کو
اشتغال تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے آنحضرت کی نسبت فرمایا ہی لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ[2]
حالانکہ ہرگز آپ نے کبھی شرک نہین کیا تھا۔ اس منع کرنے سے صرف یہ مقصود ہی کہ جب کفار کے
بعض افعال سے آپ کو سخت رنج ہوا تو ممکن تھا کہ کوئی قول یا فعل خلاف شان آپ سے سرزد ہو جاتا
تو خدا تعالی نے آپ کی طہارت و عصمت کو محفوظ رکھنے کے لیے ان امور سے منع فرما دیا
یا یون سمجھا جائے کہ حضرت سے کوئی ایسی بات ہوئی جو ترک افضل کے حد تک پہنچتی تھی تو خدا تعالی
نے اختیار افضل کی ہدایت فرمائی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ
بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ[3] اور سب سے قوی وجہ تو یہ ہی کہ جب جنگ احد مین کافرون سے
طرح طرح کی بے اعتدالیان ہوئین اور قلبی تکلیف کی وجہ سے ممکن ہی کہ آپ نے لعنت کرنے کی اجازت
اپنے پروردگار سے بمقتضائے بشریت چاہی ہو مگر حکم ہوا کہ ایسا نکرنا کہ ہمین معلوم ہی کہ بعض
کفار توبہ کرین گے یا اُن سے ایسی اولاد پیدا ہو گی جو انتہا درجہ کی متقی و پرہیزگار ہو گی ایسون کو

[1] اور نہ اپنی خواہش نفسانی سے باتین بناتے ہین (بلکہ) یہ (قرآن جو پڑھ کر سناتے ہین) وحی (آسمانی) ہی ۱۲
[2] اگر تم شرک کرو گے تو تمھارے اعمال باطل کر دیے جائین گے ۱۲
[3] اور (مسلمانو! دین کی بحث مین مخالفین کے ساتھ) سختی بھی کرو تو ویسی ہی کرو جیسی تمھارے ساتھ کی گئی ہو اور
اگر (لوگون کی ایذاؤن پر) صبر کرو تو بہر حال صبر کرنے والون کے حق مین صبر بہتر ہی ۱۲

دنیا مین کچھ مہلت دینی چاہیے اور یہ فعل تمھاری شان کے بھی خلاف ہی بہر حال لیس لک
مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ سے آنحضرت کو اس بات کی ہدایت ہوئی ہی کہ جو واقعہ اُحد کا پیش آیا گو وہ آپکے
مکروہ طبع ہو مگر اُسکے مصالح کو تم نہین جانتے۔ یا مطلقاً مصالح عباد کا علم تمکو نہین دیا گیا ہی صرف
اُنھین باتون کو جان سکتے ہو جو بذریعہ وحی معلوم کرائے گئے ہین مطلب یہ ہی کہ بلا ہمارے حکم
اور اذن کے کوئی کام نکرنا کیونکہ درجہ عبودیت مین اس سے بڑھکر کوئی بات نہین ہی۔ او یتوب
علیھم سے تخلیق توبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہی توبہ سے مراد ندامت ہی جب انسان مین گذشتہ
افعال سے ندامت پیدا ہوتی ہی اور یہ قصد ہوتا ہی کہ آیندہ پھر اُن افعال قبیحہ کا ارتکاب نہوگا تو وہی
توبہ ہی مگر ایسا ارادہ اور کراہت کا دل مین پیدا ہونا منجانب اللہ ہی۔ کیونکہ افعال عباد پر ارادہ
عباد مقدم نہین ہی بلکہ ارادہ اللہ مقدم ہی اگر ارادہ عباد مقدم ہو تو اس ارادہ کے لیے ایک دوسرے
ارادہ کے تقدم کی ضرورت لاحق ہوگی جو باعث تسلسل ہی اور تسلسل محال ہی۔ اسلیے اس آیت
مین خدا تعالی نے کسیکی خطا کو معاف کرنا یا نکرنا اپنی ذات سے متعلق فرمایا ہی فانھم ظالمون
کے الفاظ حسن تعذیب کے طور پر واقع ہوئے ہین یعنے اگر کفار مستوجب عذاب ہین تو اسوجہ
سے کہ وہ ظالم ہین۔ یعنے شرک کے ظلم مین مبتلا ہین جیسا کہ ارشاد ہوا ہی اِنَّ الشِّرْکَ
لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ؎۱ اس کے بعد وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جو ذکر فرمایا گیا ہی
گویا لیس لک من الامر کی وضاحت ہی یعنے مطلق حکم اُسی خدا کو سزاوار ہی جو آسمانون
اور زمین کا مالک ہی اُسکے سوا کسی کو یہ قدرت حاصل نہین ہی یغفر لمن یشاء ویعذب

؎۱ اسمین شک نہین کہ شرک بڑے ہی ظلم کی بات ہی ۱۲

مَنْ یَّشَآءُ سے شان حکومت وارادۂ الٰہی کا ذکر فرمایا گیا ہے یعنے اگر خدا کی مرضی ہو تو سب کفار جنت مین داخل ہوجائین گے اور مقربین وصدیقین دوزخ مین یہ بہت نازک مسئلہ ہے اصل یہ ہے کہ افعال عباد پر ارادۂ الٰہی مقدم ہے تو ایسی حالت مین طاعت ومعصیت کا ظہور بھی اُسیکے ارادہ سے وابستہ ہے۔ کوئی طاعت بنفسہ مستوجب ثواب نہین ہے اور نہ کوئی معصیت باعث عذاب۔ سب خدا کی مرضی پر موقوف ہے جسکی یہ شان ہے کہ یغفر لمن یّشآء ویعذب من یّشآء اور پھر واللہ غفور رحیم سے اسبات کا اظہار فرمایا گیا ہے کہ اگرچہ سب کچھ ہمارے اختیاری افعال ہین مگر میزان افعال مین رحمت ومغفرت کا پلہ بھاری ہے وجوبا نہین بلکہ از راہ فضل واحسان دیکھو جب خود آنحضرت کو اس قسم کی ہدایت ہوئی ہے کہ اگر مخالفین کی طرف سے کیسی ہی تکلیف وایذا پہونچے اس پر صبر کرین اور اُنکے حق مین کوئی برا خیال نہ کیا جائے، تو اس سے تہذیب اخلاق پر کیسا گہرا اثر پڑتا ہے جو لوگ عارضی حکومت پر اتراتے ہین اور طرح طرح کی سختیان اپنے ماتحت رعایا پر روا رکھتے ہین وہ ان احکام کو بغور دیکھین اور نیک اخلاق سیکھین تو یقین ہے کہ وہ اپنی دولت وحکومت سے بہت کچھ فائدہ حاصل کرسکین گے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اَدَّبَنِی رَبِّی فَاَحْسَنَ تَادِیبِی[۱]۔

قولہ تعالیٰ وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْکٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

---

[۱] ادب سکھلایا مجکو میرے پروردگار نے اور اچھا ادب سکھلایا ۱۲

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ

وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ

ترجمہ اور اپنے پروردگار کی مغفرت اور جنت کی طرف لپکو جسکا پھیلاؤ (اتنا بڑا ہی) جیسے زمین وآسمان (کا پھیلاؤ۔ سجی سجائی) ان پرہیزگارون کے لیے تیار ہی جو خوش حالی اور تنگ دستی (دونون حالتون) مین (خدا کے نام) خرچ کرتے ہین اور غصے کو روکتے ہین اور لوگون (کے قصورون) سے درگذر کرتے ہین اور (لوگون کے ساتھ) نیکی کرنے والون کو اللہ دوست رکھتا ہی اور (ان پرہیزگارون مین ایک وصف یہ بھی ہی کہ) جب کوئی بیحیائی کا کام کر بیٹھتے ہین یا کوئی اور بیجابات کرکے) اپنا (یعنے اپنے دین کا کچھ) نقصان کرلیتے ہین تو خدا کو یاد کرکے اپنے گناہون کی معافی مانگنے لگتے ہین اور خدا کے سوا (بندون کے) گناہون کا معاف کرنے والا اور ہی ہی کون۔ اور کوئی بیجابات کر بھی بیٹھتے ہین تو دیدہ ودانستہ اس پر اصرار نہین کرتے۔ یہی لوگ ہین جس کا بدلہ انکے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہی۔ اور (مغفرت کے علاوہ) بہشت کے باغ جن کے تلے نہرین پڑی بہ رہی ہونگی کہ وہ انمین ہمیشہ (ہمیشہ) رہین گے اور نیک کام کرنے والون کے بھی کیسے کچھ اجر ہین۔ اچھے کامون کا کرنا اور منہیات سے احتراز کرنا باعث مغفرت ہی ابن عباس فرماتے ہین کہ سارعوا الی مغفرة من ربکم مین مغفرت سے اسلام مراد ہی کیونکہ آیت شریف مین مغفرت کا لفظ بطور نکرہ کے واقع ہوا ہی جس سے مغفرت عظیمہ یا عامہ مقصود ہی جو اسلام ہی سے حاصل ہوسکتی ہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین کہ مغفرت سے مقصود

فرائض کا ادا کرنا ہی اسلیے کہ لفظ مغفرت کسی قید سے مقید نہین ہی تو پھر اسکے معنی ایسے لیے
جانی ضرور ہی جو سب کے لیے شامل ہو پس ادائی فرائض ہر طرح باعث مغفرت ہین۔ حضرت عثمان
رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ مغفرت سے اخلاص مراد ہی کیونکہ تمام عبادات مین اخلاص ہی پسندیدہ ہی
جیسا کہ حکم ہوا ہی۔ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ[۱] اور اصم نے مغفرت
سے ریا اور ذنوب سے توبہ کرنے کے معنے لیے ہین۔ انھون نے سیاق کلام کا اعتبار کیا ہی
کیونکہ اس آیت سے پہلے ریا سے ممانعت ہوئی اور اسکے بعد سارعوا الی مغفرۃ ذکر
ہوا ہی۔ اسکے سوا مغفرت کے بہت سے معنے بلحاظ قرائن حال بیان ہوئے ہین جنکا ذکر موجب
تطویل کلام ہی۔ اور پھر ارشاد ہوا وجنۃ عرضھا السموات والارض یعنے جسطرح مغفرت
کے طرف مسارعت واجب ہی جنت کی طرف بھی لازمی ہی۔ کیونکہ ازالہ عقاب کا نام مغفرت ہی
اور ایصال ثواب کا نام جنت۔ توان دونون باتون کا جمع کرنا ہر ایک مکلف پر واجب ہی وسعت
جنت کا ذکر سموات وارض سے باین لحاظ کیا گیا ہی کہ اگر تمکو جنت کی وسعت کا معلوم کرنا ہو تو
یون سمجھ لو کہ تمام آسمانون اور زمین کی وسعت اُسکی ایک سطح مستوی کے مانند ہی۔ یعنے ایسی
وسعت کہ جسکو سوا خدا کے کوئی نہین جان سکتا۔ اور ابو مسلم یہ تاویل کرتے ہین کہ مثلا بالفرض آسمانون
اور زمین کو بیچ ڈالین تو انکی قیمت جنت کے مساوی القیمت ہو گی، بہرحال وسعت جنت کا ذکر
بطور مبالغہ کے ہوا ہی اور بعض نے یہ بھی اعتراض کیا ہی کہ جنت کا وجود آسمانون مین
مانا جاتا ہی تو پھر اسکا عرض مثل عرض سما کیسے ہو سکتا ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ جنت فوق السموات

[۱] یہی حکم دیا گیا کہ خالص اللہ ہی کی بندگی کی نیت سے ایک طرف ہو کر اُسکی عبادت کرین ۱۲

اور تحت عرش ہی قال علیہ السلام فی صفۃ الفردوس سقفہا عرش الرحمن ہرقل کے
ایلچی نے آنحضرت سے سوال کیا کہ جب آپ ایسی جنت کی طرف دعوت کرتے ہین کہ جسکا عرض سموات
وارض کے مساوی ہی تو پھر دوزخ کہان ہی تو آپ نے فرمایا سبحان الذی فاین اللیل اذا جاء
النہار یعنے جب دن نکل آتا ہی تو شب کہان جاتی ہی اس پر خیال کر لو اور بعضون نے لکھا ہی
کہ جنت تو آسمانون کے اوپر ہوگی اور دوزخ زمین کے نیچے اعدت للمتقین سے جنت کی
خوبیان پرہیزگارون کے لیے مخصوص کی گئی ہین جسکا ذکر او پر بسط کے ساتھ ہو چکا ہی اور یہان
بھی کچھ متقیون کے صفات کا ذکر الذین ینفقون فی السراء والضراء وغیرہ سے کیا گیا ہی
تاکہ معلوم ہو جائے کہ متقیون کے ایسے صفات ہوتے ہین اور جنکے ایسے صفات ہوتے ہین
اُنھین کے لیے جنت ہے۔ بہرحال متقی وہ ہین کہ جو خوشحالی اور تنگدستی مین خدا کی راہ مین خرچ
کیا کرتے ہین چنانچہ ایک بزرگ کا ذکر ہی کہ اُنھون نے حالت عسرت مین صرف ایک پیاز خدا کی
خوشنودی کے لیے دی تھی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انگور صدقہ دیا تھا خدا کی
راہ مین مال کا دینا اشرف عبادات مین داخل ہی کیونکہ خدا کی راہ مین مال کا دینا انسان کے نفس
پر بہت گران گزرتا ہی۔ اسلیے سراء وضراء کا معنی یہ بھی ہو سکتا ہی کہ خواہ انسان خوشی سے دے
یا ناخوشی سے وہ سب طاعت مین داخل ہی۔ اسکے بعد متقیون کا وصف والکاظمین
الغیظ سے کیا گیا ہی۔ اسلیے کہ غصہ کا روکنا اور لوگون کے قصور سے درگذر کرنا صبر و حلم مین
داخل ہی جسکے بیحد فوائد ہین قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم من کظم غیظا وھو یقدر

۱؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فردوس کی تعریف مین فرمایا کہ اُسکی چھت عرش رحمن ہی ۱۲

علی انفاذہ ملأ اللہ قلبہ امنا وایمانا[۱] اور نیز والعافین عن الناس سے متقیون
کے صفات بیان ہوئے ہین قفال رحمہ اللہ نے اس آیت کی تاویل یون کی ہی کہ ہرگاہ مشرکین
سودخواری کے عادی تھے توخداے تعالی نے مومنین کو سود کے عفو کرنے کا حکم فرمایا اور
وہ اس آیت پر استدلال کرتے ہین جو بعد ذکر ربا و دین کے قرآن مجید مین وارد ہی وان کان[۲]
ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم اور یہ بھی ممکن ہی کہ جنگ احد مین
جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مثلہ کیے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے
شدت غضب مین یہ کلمہ صادر ہوا تھا لامثلن بھم تو آیت ما فی البیان سی حکم عفو اور درگذر کا
ہوا عیسی بن مریم صلواۃ اللہ علیہ سے روایت ہی کہ لیس الاحسان ان تحسن الی من احسن الیک
لان ذلک مکافاۃ انما الاحسان ان تحسن الی من اساء الیک اسی مضمون کو
اس شعر مین ادا کیا گیا ہی **شعر** بدی را بدی سہل باشد جزا اگر مردی احسن الی من اسا
اور واللہ یحب المحسنین سے ہر ایک قسم کا احسان نیکی مین شمار کیا گیا ہی۔ کیونکہ غیر کے ساتھ
احسان دو طریق سے ہوا کرتا ہی یا نفع پہونچانے سے یا دفع ضرر سے غربا کے ساتھ مراعات
کرنا۔ جہلا کی تعلیم۔ گمراہون کا راہ راست پر لانا یہ سب ایصال نفع مین داخل ہین خطا سے
درگذر کرنا۔ اور مطالبات اخروی سے صرف نظر کرنا دفع ضرر مین داخل ہی بہرکیف جبکہ اسباب کا

---

۱ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے غصے کو دباڈالے اور حالانکہ وہ اسکو جاری کرسکتا ہی تو بھردیگا خداے تعالی اسکے دل مین امن اور ایمان کو ۱۲

۲ اور کوئی تنگ دست (تمھارا مقروض) ہو تو فراخی تک کی مہلت (دو) اور اگر سمجھو تو تمھارے حق مین یہ زیادہ بہتر ہی کہ اسکو اصل قرضہ بھی بخشدو ۱۲

بیان ہوا کہ جنت متقیون کے لیے مہیا اور تیار ہی تو ہر متقیون کے اقسام کی صراحت کی بھی ضرورت ہی متقیون کی دو قسم ہین ایک تو وہ جو عبادات وطاعات کے راغب ہوتے ہین خوشحالی او رتنگدستی مین خدا کے نام خرچ کرتے ہین غصے کو روکتے ہین اور لوگون کے خطیات سے درگذر کرتے ہین۔ اور دوسرے وہ ہین جو گناہ کرنے کے بعد تائب ہوجاتے ہین جنکا ذکر اسطرح ہوا ہی۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ گو تقسیماً متقیون کے دو درجہ بتلائے گئے ہین مگر جب گناہ کے بعد انسان توبہ کرتا ہی تو کمن لا ذنب لہ کا مصداق ہوجاتا ہی اور حصول شرف ومنزلت مین خدا کے پاس مثل درجۂ اول کے متقیون کے ہوجاتا ہی۔ اور علاوہ اس کے آیت اولی مین ایثار الی الغیر کی تعلیم ہوئی ہی اور اس آیت مین ایثار علی النفس کی۔ کیونکہ گنہگار جب توبہ کرتا ہی تو گویا وہ اپنے نفس پر احسان کرتا ہی۔ عطا سے منقول ہی کہ یہ آیت ابو سعید نبہان التمار کی شان مین نازل ہوئی انکے پاس ایک حسین عورت خرمے خریدنے آئی تھی نبہان نے اُس سے کہا کہ یہ خرمے اچھے نہین ہین۔ گھر مین اس سے بہتر خرمے ہین وہان چل جب وہ اُنکے ساتھ گھر گئی تو اُسکو کھینچکر گلے لگایا اور بوسہ دیا تب اوسنے کہا تجھکو خدا سے ڈرنا چاہیے پھر اُسنے اُس عورت کو چھوڑ دیا۔ اور پشیمان ہوکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوئے اور اپنی کیفیت عرض کی تب یہ آیت نازل ہوئی۔ بہرحال تذکر الٰہی کے معنے یہ ہین کہ جب انسان سے گناہ سرزد ہو تو خدا کے عذاب وعقاب کا فوراً خیال کرے اور اُسکی عزت وجلال سے ڈرے کہ وہ باعث استغفار ہوتا ہی جیسا کہ ارشاد ہوتا ہی اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ

تذکروا فاذا ھم مبصرون اور بعض کہتے ہین کہ ذکروا اللہ سے خدا کی تعظیم وثنا مراد ہی
کیونکہ جب خدا سے کسی چیز کے سوال کی ضرورت ہوتی ہی تو پہلے اُسکی ثنا و تعظیم لازمی ہی۔پس
جبکہ استغفار ذنوب کی ضرورت تھی تو ذکروا اللہ سے تقدم ثنا کی تعلیم ہوئی۔اور پھر گناہون سے
بخشش چاہنے کی ہدایت۔استغفار ذنوب کے معنے توبہ کے ہین توبہ سے مراد گذشتہ گناہون سے
ندامت اختیار کرنا اور آیندہ گناہ کا ترک کرنا ہی اگر صرف زبانی استغفار ہو تو وہ بے اثر ہی۔ومن
یغفر الذنوب الا اللہ سے یہ مقصود ہی کہ بندون کو سوائے خدا کے دوسرون سے مغفرت
طلب کرنا منع ہی۔کیونکہ دنیا و آخرت مین بندون پر جو کچھ عذاب ہوتا ہی وہ خدا ہی کی طرف سے
ہی۔وہی اُس عذاب کو معاف کرسکتا ہی اور پھر ارشاد ہوا ولم یصروا علی ما فعلوا یعنے گناہون
کے نتائج سے واقف ہوکر پرہیزگار لوگ پھر قبیح افعال پر اصرار نہین کرتے جب اسطرح ان کے
کردار کی درستی ہو جاتی ہی۔تو وہ اولئک جزاؤھم مغفرۃ من ربھم کے مستحق ہوجاتے
ہین خدا کی مغفرت اُنکو گھیر لیتی ہی اور پھر خدا کے فضل سے جنات تجری من تحتھا الانھر
کی عنایت ہوتی ہی اور آخر مین ونعم اجر العاملین سے اچھے کامون کا عمدہ نتیجہ ظاہر کردیا گیا
ہی۔اس آیت شریف مین گناہون سے پناہ مانگنے اور حالت توانگری وتنگدستی مین خدا کی
راہ مین خرچ کرنے۔غصہ کو روکنے اور لوگون کے خطیات سے درگذر کرنے کی کیسی عمدہ تعلیم ہوئی
ہی کیا اس سے بہتر اخلاقی تعلیم ہوسکتی ہی ہرگز نہین۔ہر ہر لفظ اور جملہ سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ بطفیل
حضرت سرورکائنات علیہ افضل التحیۃ والصلوۃ خزانۂ قدرت مین جو اخلاق کے بہترین جواہر تھے
وہ سب اس امت مرحومہ کو عنایت فرمائے گئے ہین خدائے تعالی مسلمانون کو اسکے پاک کلام کے

دیکھنے اور اسکو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے قوله تعالیٰ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ترجمہ اور کوئی شخص بے حکم خدا مر نہین سکتا (ہر ایک کی موت کا) وقت مقرر لکھا ہوا (موجود) ہے اور جو شخص دنیا مین (اپنے کیے کا) بدلہ چاہتا ہے ہم اس کا بدلہ یہین دیدیتے ہین اور جو آخرت مین بدلہ چاہتا ہے ہم اُسکو وہین دین گے اور جو لوگ (اسلام کی نعمت کا) شکر کرتے ہین ہم اُن کو عنقریب جزاے (خیر) دین گے۔

مسلمانون مین تشویش پیدا کرنے کے خیال سے جنگ اُحد مین منافقون نے یہ خبر اُڑا دی تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے تو اللہ جل شانہ اُسکی تردید فرماتا ہے کہ کسیکی موت بغیر ہمارے حکم کے واقع نہین ہوتی۔ ہر ایک بات کے لیے وقت معین ہے اس قسم کی خبر کے مشتہر کرنے سے ان نادانون کا منشا یہ تھا کہ جنھون نے دین اسلام کو قبول کیا ہے وہ پھر اپنا اپنا مذہب اختیار کرلین مگر وہ اس بات سے غافل تھے کہ خدا جس دین کی اشاعت چاہتا ہے وہ کسی کی موت سے رک نہین سکتا۔ ابتک اسلام کا بقا اس کلام پاک کی بین شہادت ہے اور یون ہی تا قیام قیامت قائم رہیگا۔ اذن بمعنی علم ہے۔ مگر ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قضا و قدر الٰہی قرار دیا ہے کیونکہ کسی شی کا وقوع بدون مشیت الٰہی ہو نہین سکتا کتابًا مؤجلًا سے لوح محفوظ مراد ہے جیسا کہ احادیث مین وارد ہے انّ اللہ تعالیٰ قال للقلم اکتب فکتب ما هو

---

[۱] اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ لکھ جو کچھ قیامت تک ہونے والے واقعات تھے اُن سب کو قلم نے لکھ دیا ۱۲

کائن الی یوم القیامۃ خدا کو تمام حوادث عالم کا علم ہونا لازمی ہی ورنہ جہل لازم آئے گا
تعالی شانہ عن ذلک ومن یرد ثواب الدنیا الی آخرہ کا ذکر اسوجہ سے کیا گیا ہی کہ جنگ احد
مین دو قسم کے لوگ شریک تھے بعض تو دنیوی نام ونمود اور غنیمت حاصل کرنے کی نیت سے اور بعض
جزاے اخروی کے خیال سے۔ چونکہ مآل اعمال وابستہ نیت ہی اُسکی صراحت اس آیت شریف
مین کی گئی ہی۔ اگرچہ اس آیت کا نزول جہاد سے متعلق ہی مگر مفہوم عام ہی اور ہر عمل کا نتیجہ نیت سے
تعلق رکھتا ہی چنانچہ حدیث مین وارد ہی روی[1] ابو ہریرۃ عنہ علیہ السلام ان اللہ تعالی
یقول یوم القیامۃ للمقاتل فی سبیل اللہ فی ماذا قتلت فیقول العبد امرت بالجہاد
فی سبیلک فقاتلت حتی قتلت فیقول تعالی کذبت بل ردت ان یقال
فلان محارب ثم ان اللہ تعالی یامر بہ الی النار پس مشیت آلہی کو پیش نظر
رکھنا اور ہر کام کو نیک نیتی کے ساتھ انجام دینا اسلامی اخلاق کا جزو اعظم ہی۔

قولہ تعالی فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا
مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ترجمہ اے پیغمبر یہ بھی بڑا ہی فضل ہوا کہ تم انکو نرم دل
(سردار) ملے ہو اور اگر (کہین خدانخواستہ) تم مزاج کے اکھڑ (اور) سنگدل ہوتے تو یہ لوگ

---

[1] ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی قیامت کے روز اُس شخص سے جو خدا کی راہ مین مقتول ہوا ہی پوچھے گا کہ تو کس امر مین قتل ہوا وہ کہے گا کہ تو نے اپنی راہ مین جہاد کا حکم دیا تو مین نے جہاد کیا حتی کہ قتل ہوا تو خدا تعالی اُس سے فرمائے گا کہ تو جھوٹا ہی بلکہ تیری نیت (اس جہاد سے) یہ تھی کہ یہ کہا جائے (اور مشہور ہو) کہ فلان (شخص بڑا) بہادر ہی پھر اللہ تعالی اُسکو جہنم مین ڈالنے کا حکم فرمائے گا ۱۲

(کبھی کے) تمھارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے تو تم (اپنی جبلی عادت کیون چھوڑ و جنگ احد کے معاملہ مین بھی (ان کے قصور معاف کرو اور (خدا سے بھی) ان کے گناہون کی مغفرت چاہو اور معاملات (صلح و جنگ) مین (بدستور سابق) ان کو شریک مشورہ کر لیا کرو پھر (مشورہ کے بعد) تمھارے دل مین ایک بات ٹھن جائے تو بے تامل اس کو کر گذرو مگر بھروسہ خدا ہی پر رکھنا جو لوگ (خدا پر) بھروسہ رکھتے ہین خدا ان کو دوست رکھتا ہی۔

جنگ احد مین کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے تھے جب پھر وہ لوٹ آئے تو آپ نے اُن کے ساتھ درشتی کا برتاؤ نہین کیا بلکہ نرمی سے پیش آئے جیسا کہ ارشاد باری ہی واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنين یہ آپ کا حسن خلق تھا۔ اور خود آپ نے فرمایا ہی لاحلم احب الی اللہ تعالی من حلم امام ورفقة ولا جهل ابغض الی اللہ من جهل امام وخرقه چونکہ آپ پیشوائے قوم تھے آپ کا حلیم اور نیک خلق ہونا لازمی تھا حسن خلق مین حال قائل و فاعل کا اعتبار کیا جاتا ہی۔ حال قائل کا اعتبار اس وجہ سے کہ جواہر نفوس کی ماہیت یکسان نہین ہی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہی الناس معادن کمعادن الذهب والفضة انسان کا رجحان جسطرح کمال کے جانب ہوتا ہی اُسی طرح نقصان کی طرف بھی ہوتا ہی ؎

آدمی زادہ طرفہ معجون ست — کز فرشتہ سرشتہ وز حیوان
گر کند میل این شود بہ ازین — ور کند رغبتش شود بہ ازان

اور حال فاعل کا اعتبار اس لحاظ سے کہ من عرف سر اللہ فی القدر ہانت علیہ

المصائب کیونکہ حوادث ارضیہ کا وقوع اسباب الٰہیہ سے متعلق ہی۔ جب اسبات کا اذعان ہوجاتا
ہی تو انسان کے دل مین سکون پیدا ہوتا ہی ایسی حالت مین نہ محبوبات کا حصول باعث اُنس
ہوتا ہی اور نہ مطلوبات کا فوت سبب جزع و فزع۔ بلکہ وہ حسن اخلاق کا معدن بنجاتا ہی اور سب
مخلوقات کے ساتھ اُسکی معاشرت نیک ہوجاتی ہی چونکہ آنحضرت اکمل البشر تھے تو آپکا حسن خلق
بھی اُسی درجہ کا تھا۔ اور جب مفہوم آیت پر خوب غور کیا جائے تو یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ رحمت
الٰہی کی تاثیر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحیم علی الامۃ بنا دیا تھا کیونکہ بجز خدا کے ارادہ کے انسان
کے دل مین رحم و کرم کا خیال ہی پیدا نہین ہوسکتا۔ اور نیز نتیجۂ رحم یہ ہی کہ کسی کے ساتھ کوئی
سلوک کیا جائے یا کسی کو آفات سے بچایا جائے لیکن جسکے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے جبتک
وہ صحت و عافیت سے نرہے ایسے احسانات سے منتفع نہین ہوسکتا اور انسان کو صحت و عافیت سے
رکھنا خدا کے اختیار مین ہی تو اس تقریر کا حاصل یہ ہوا کہ ہر طرح کی رحیمی سے مستفید ہونا خدا تعالےٰ
کے کرم و احسان پر موقوف ہی کہ وہی حقیقی رحیم ہی قال علیہ السلام الراحمون یرحمہم
الرحمٰن اور خدا تعالی اپنے رسول مقبول کے وصف مین فرماتا ہی بالمؤمنین رؤف رحیم
اسکے بعد یہ ارشاد ہوا کہ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک جس سے
خدا تعالی کی کمال مہربانی آنحضرت پر ثابت ہوتی ہی کہ اُسنے بد خلقی اور سخت مزاجی کی برائیون کو
آپ پر ظاہر فرما دیا۔ کیونکہ آپ کی بعثت سے تبلیغ رسالت مقصود تھی۔ اور اس مقصود کی تکمیل اُسی
حالت مین ممکن تھی کہ مخلوقات کے قلوب آپ کی طرف مائل ہون اسلیے آپ کا رحیم ہونا اور بدخلقی
سے محفوظ رہنا لازمی تھا۔ اسکے بعد تین باتون کا حکم ہوا فاعف عنہم واستغفر لہم وشاورہم

فی الامر یعنے عفو۔ استغفار۔ اور مشاورت کا۔ عفو کا حکم اس لیے ہوا کہ کمال انسانی یہ ہی کہ وہ متخلق
باخلاق اللہ ہوجائے۔ چونکہ آیت متقدم مین لمغفرۃ من اللہ ورحمۃ سے اپنے عفو و درگذری
کا ذکر فرمایا تھا تو ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عفو و درگذر کی تعلیم فرمائی گئی تاکہ
آپ کو فضیلت اخلاق آلہی حاصل ہوجائے اور استغفار کا حکم اسلیے ہوا کہ جنگ سے مُنہ پھیرنا
گناہ کبیرہ مین داخل ہے اور اس آیت مین اُنھین لوگون کا ذکر ہے جنھون نے جنگ احد مین
جناب رسالتمآب سے کنارہ کشی اختیار کی تھی چونکہ وہ اپنے اس فعل سے گناہ کبیرہ
مین مبتلا ہو گئے تھے تو خداتعالی نے بھی اپنے کمال رحم سے اُن کو بخشدیا جیسا
کہ اس آیت کے ماقبل ذکر ہوا ہی کہ لقد عفا اللہ عنہم اور پیغمبر صاحب کو بھی حکم ہوا واستغفر لھم
یہ کمال مرحمت آلہی ہی جیسا کہ اکثر اپنے دوستون سے کہا جاتا ہی کہ مین نے فلان کے خطیات سے
درگذر کی ہی۔ تم بھی درگذر کرو۔ اور مشورت کا حکم اسلیے ہوا کہ جن لوگون سے مشورت کی جائے
اُنکی عظمت و دلجوئی کا باعث ہوتا ہی اور اس سے اُن کے دل مین نرمی اور اطاعت کا مادہ پیدا
ہوتا ہی اور نیز مشورت شدت محبت کی دلیل ہی اور ترک مشورت سے لوگ یہ سمجھنے لگتے ہین کہ ہماری
اہانت کی گئی اور اُس سے سوء مزاجی پیدا ہوجاتی ہی۔ اور نیز مشورت سے دنیوی امور مین عمدہ
رائے کے حاصل ہونے کی توقع بھی ہی گو پیغمبر صاحب اکمل الناس تھے لیکن نہایت راستبازی
سے آپ نے یہ فرمایا ہی انتم اعرف بامور دنیاکم وانا اعرف بامور دینکم اور ماتشاور
قوم قط الا ھدوا لارشد ھم اور نیز اس حکم سے یہ بھی مقصود ہی کہ مشورت کرنا امت محمدیؐ
مین رائج ہوجائے۔ علاوہ اسکے آغاز جنگ احد کے قبل بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے ساتھیون سے مشورہ فرمایا تھا اور سب کی رائے تھی کہ مخالفین سے جنگ کیجائے جب اس
رائے کے موافق عمل کیا گیا تو یہ واقعہ پیش آیا کہ بعض لوگون نے حضرت کا ساتھ چھوڑ دیا۔ پس اگر سکے
مابعد مشورت ترک کردی جاتی تو ضرور مسلمانون کے دلمین یہ بات ہجاتی کہ پہلی مشورت کا انجام
اچھا نہونے سے حضرت نے ہم سے مشورت کو ترک فرمادیا شاید آپ کے دل مین اُس واقعہ کا کچھ غبار
باقی ہے۔ اور نیز مشورت سے ہر ایک کی اصابت وخفت رائے اور محبت کا اندازہ بھی ہوسکتا ہے
جس سے فاضل ومفضول کے ساتھ آیندہ عمدہ طور سے برتاؤ کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ اور نیز یہ عادت
کی بات ہے کہ بادشاہون کا مشورہ اپنے خاص خاص مقربین سے ہوا کرتا ہے۔ جب واقعہ احد مین بھی
ایسا ہوا اور پھر بعض لوگون نے غلطی کی اور پیغمبر صاحب کا ساتھ چھوڑکر مخطی بن گئے گو اُنکی خطا
معاف کردیگئی لیکن پھر بھی اس بات کا خلجان اُن کے قلوب مین باقی رہ سکتا تھا کہ گو خطا تو معاف
کردیگئی ہے مگر آیندہ ہماری وہ قدر ومنزلت باقی نہین رہی۔ ان سب امور کے سوا اللہ پر بھروسہ
کرنے کی بھی ہدایت ہوئی ہے جس کا مقصود یہ ہے کہ ہر ایک شخص کو ہر کام مین خدا کے طرف توجہ کرنے
کی ترغیب ہو کہ بدون تائید آلہی کے محض اسباب ظاہری سے کوئی کام نہین نکل سکتا کافی المہمات
وہی ذات پاک ہے۔ اس آیت شریف مین ابنائے جنس کے ساتھ لینت ونرمی کا برتاؤ کرنے
اور اُنکی خطیات سے درگذر کرنے۔ اور اِن کے لیے نیک دعا کرنے۔ اور مشورت باہمی ضروری
کامون کو انجام دینے کی جس عمدگی کے ساتھ ہدایت ہوئی ہے وہ ظاہر ہے اور سب سے زیادہ یہ کہ السعی
منّی والاتمام من اللہ کو نہ بھولین ہر قسم کی کوشش کرین لیکن نتیجہ کو من جانب اللہ ہی سمجھنا چاہیے
اگر خدا کی طرف سے بے پروائی ہوئی تو پھر سب کچھ ہیچ ہے اخلاقی تعلیم کے یہ ایسے اصول ہین کہ

اس پر کاربند ہونا فلاح دارین کا باعث ہی۔ قولہ تعالیٰ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ترجمہ اور جن لوگون کو خدا نے اپنے فضل (وکرم) سے (مقدور) دیا ہی اور وہ اس (کے خرچ کرنے) مین بخل کرتے ہین وہ اس بخل کو اپنے حق مین بہتر نہ سمجھین (بہتر نہین) بلکہ وہ ان کے حق مین بدتر ہی (کیونکہ) جس (مال) کا بخل کرتے ہین عنقریب (قیامت کے دن) اس کا طوق بنا کر ان کے گلے مین پہنایا جائے گا۔ اور آسمان و زمین (آخر کار سب) کا وارث اللہ ہی ہی اور جو (کچھ بھی تم لوگ) کر رہے ہو اللہ کو اس کی (سب) خبر ہی۔

قرآن مجید مین اسکے ماقبل کی آیتون مین بذل نفس فی الجہاد کی ترغیب دلائی گئی ہی اور اس آیت مین بذل مال کی ترغیب اور بخل کی مذمت کی گئی ہی کیونکہ جب خدا تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی کو مال عنایت فرماتا ہی تو اُس مال کو نیک کامون مین خرچ کرنا خدا کی خوشنودی کا حاصل کرنا ہی برخلاف اسکے اگر بخل اختیار کیا جائے تو وہی موجب خرابی ہی کہ بخل کا عذاب گردن پر رہ جاتا ہی۔ سیطوقون کا یہی مفہوم ہی۔ جن لوگون کی طبیعت مین بخل کی عادت ہو انکو یہ بھی خیال کرنا چاہیے کہ حطام دنیوی کو دوام و ثبات نہین ہی۔ اور اسی بات کو ولِلّٰہِ میراث السمٰوٰت والارض سے ظاہر کردیا گیا ہی۔ بخل کا معنیٰ یہ ہی کہ جہان کہین خرچ کرنا واجب ہو خرچ نہ کیا جائے۔ اگر تطوعات سے ہاتھ روکا جائے تو وہ بخل مین داخل نہین ہی رسول مقبول نے فرمایا ہی وای داءٍ ادوأ من البخل تو اس سے تارک تطوع بخل کی

تعریف مین داخل نہین ہوسکتا۔ اور اسبات کی تائید مما رزقناهم ینفقون سے بھی ہوتی ہی
کیونکہ من تبعیض کے لیے ہی۔ جس سے بعض مال کا واجبات مین صرف کرنا مراد ہی۔ اگر تارک
تطوع بخیل ہوتا تو پھر آیت مذکور کا مفہوم صحیح نہین ہوسکتا۔

نفقہ واجب کی بہت سی صورتین ہین۔ انسان کا اپنے حفاظت نفس کے لیے خرچ
کرنا۔ جن اقربا کی اعانت لازمی ہو انکی خبرگیری کرنی۔ زکوٰۃ دینا۔ مسلمانون کو دشمنون کے قتل کرنے
سے بچانے کے لیے اعانت کرنا۔ حالت اضطرار مین مسلمانون کی امداد کرنا۔ ان مواقع مین اگر اغنیا
اپنے ہاتھ کو روکین گے تو بخیل کہلائین گے۔ وکل انسان الزمناه طائره فی عنقه[1]
کے مصداق بنجائین گے۔ ولله میراث السموات والارض سے اسبات کا ظاہر کردینا مقصود
ہی کہ اگر انسان کیسی ہی جد وجہد سے مال پیدا کرے اگر اُسکو واجبات مین صرف نہ کرے اُٹھا رکھے
تو آخر کار ایک دن وہ سب خدا ہی کی ملک مین آجائے گا۔ وہ مالک حقیقی ہی چند روزہ تصرف کا
اختیار جو دیا گیا ہی اُس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ گویا امور واجبات مین مال صرف کرنے کی یہ انتہائی
ترغیب ہی۔ اور والله بما تعملون خبیر سے یہ بھی بتلا دیا گیا ہی کہ انسان جس نیت سے کام کرتا ہی
خدا کو اُسکا علم ہی۔ تاویلات وحیل سے چھٹکارا نہین ہوسکتا۔

توانگرون کو اچھے کامون مین اپنا مال صرف کرنے اور فضول خرچی سے بچنے کی جس
پیرایہ مین ہدایت ہوئی ہی اُس سے ہر شخص اپنے نفس کا محاسبہ عمدگی سے لے سکتا ہی۔

عارضی تمول دنیوی مین اگر انسان نفع رسانی خلائق کے کامون سے چشم پوشی کرے

[1] اور ہمنے ہر آدمی کی بُرائی بھلائی کو اسکے ساتھ لازم کرکے اُسکے گلے کا ہار بنا دیا ہی ١٢

توحقیقت مین بڑے گھاٹے کی بات ہی۔ چند روزہ دولت دنیا کی محبت مین واجبی حقوق بھی ادا
نہ کیے جائین تو ایسا مال قیامت مین طوق گلو ہو تو پھر کیا ہوگا جو لوگ فرائض سے گذر کر کے رفاہی
کامون مین نہایت وسعت کے ساتھ اپنی دولت کو صرف کرتے ہین اُنکی نیکیون کا کیا کہنا۔ غرضکہ
بخل سے بچنا بھی تہذیب نفس کی کسوٹی ہی۔ قولہ تعالیٰ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا
وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ۔ **ترجمہ** اور جو لوگ اپنے کیے سے خوش ہوتے اور (باوجودیکہ جو (ان کو کرنا چاہیے تھا)
نہین کرتے اور اس پر چاہتے ہین کہ انکی تعریف ہو۔ تو اے پیغمبر ایسے لوگون کی نسبت ہرگز بھی
خیال نکرنا کہ یہ لوگ عذاب سے بچے رہین گے۔

یہود کی عادت تھی کہ نصوص تورات مین تحریف کرتے اور من مانی تاویلات کرکے عوام
الناس مین رواج دیا کرتے تھے اور اپنے اس لغو فعل سے خوش ہی نہین ہوتے تھے بلکہ
دوسرون کی ستایش کی طمع بھی رکھتے تھے۔ انصاف کی نظر سے اگر دیکھا جائے تو فی زمانا
بہت سے لوگون کے حالات ایسے ہی ہین کہ جاہ و مال دنیوی کے حاصل کرنے مین مکاری کا
کوئی درجہ اُٹھا نہین رکھتے جب اپنے مقصد مین کامیاب ہوتے ہین تو اپنی چال بازیون سے
بیحد خوش ہوتے ہین اور اسبات کی آرزو کرتے ہین کہ دوسرے لوگ بھی انکی فہم و فراست کا اعتراف
کرین اور معصوم و راستباز خیال کرین۔

الحاصل یہ آیت منافقین کے حق مین نازل ہوئی ہی جو صرف مصلحت دنیوی کے لحاظ
سے ایمان کا اظہار کرکے خود بھی خوش ہوا کرتے تھے۔ اور پیغمبر صاحب سے ستایش کے متوقع

رہتے تھے۔ ایسے منافقانہ افعال سے نفس کو پاک کرنا چاہیے۔ تہذیب اخلاق انسانی کے یہ اصول مسلمہ ہین کہ ہمیشہ کید و شید سے انسان مبرا رہے۔ صداقت و راستبازی کو اپنا شعار بنائے کیونکہ مصرع

اگر خار کاری سمن ندروی کا معاملہ ہے

گندم از گندم بروید جو زجو از مکافات عمل غافل مشو

قولہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ترجمہ مسلمانو ان تکلیفون کی جو خدا کی راہ مین تمکو پیش آئین برداشت کرو اور ایک دوسرے کو برداشت کی تعلیم دو اور آپسمین مل کر رہو۔ اور اللہ سے ڈرو تاکہ (آخرکار) تم اپنی مراد کو پہونچو۔

سورۂ آل عمران مین علم اصولی جیسے توحید۔ عدل۔ نبوت۔ معاد۔ کا ذکر جسطرح ہوا ہی ویسے ہی علم فروعی یعنے تکالیف و احکام بھی مذکور ہوئے ہین۔ اس سورت کا اختتام آیت زیر بیان پر ہوا ہی جس کو مجموعہ آداب کہا جاسکتا ہی کیونکہ حالات انسانی دو قسم کے ہین۔ لازمی۔ اور متعدی۔ حالات لازمی مین انسان کو صبر کی احتیاج ہی۔ اور حالت متعدی مین مصابرۃ کی۔ ان دونون الفاظ مین فرق یہ ہی کہ صبر مین یہ امور داخل ہین۔ دلائل کے قائم کرنے اور شبہات مخالفین کے دفع کرنے مین مشقت نظر اور استنباط جوابات کی تکلیف برداشت کرنا۔ ادائے واجبات اور مستحبات کی محنت گوارا کرنا۔ منہیات سے احتراز کرنا۔ دنیا کے شدائد و آفات مرض کی مصیبت۔ فقر و قحط وغیرہ پر تحمل کرنا۔ اور مصابرۃ مین ان تکالیف کا برداشت کرنا داخل ہی جنکے اثر مین خود اور غیر دونون شریک ہون۔ جیسے اپنے اہل خاندان و ہمسایہ و اقارب کے

ردی اخلاق کا تحمل - اور جو شخص اپنے ساتھ برائی سے پیش آئے اُس کے ساتھ بفحواے واذا مرّوا باللغو مرّوا کراما نیکی کرنا - ایثار علی الغیر - جیسا کہ ارشاد باری ہوا ہے ویوثرون علی انفسہم ولوکان بہم خصاصۃ عفو ظالم وان تعفوا اقرب للتقوی امر معروف - نہی منکر - وغیرہ غرضکہ اصبروا وصابروا مین یہ سب باتین داخل ہین -

اسکے سوا انسان مین بنفسہ اخلاق ذمیمہ جیسے شہوت - حرص - غضب وغیرہ بھی ہوتے ہین جبتک مدت العمر ان کو رام کرنے کی کوشش نکیجائے صبر و مصابرۃ کا فائدہ مرتب نہین ہو سکتا - اور اسی بات کی طرف رابطوا کے ساتھ اشارہ کیا گیا ہے - اور اسی طرح ہر فعل انسانی معلل بغرض خاص ہوتا ہے - تو اس صبر و مصابرۃ کی غرض حصول تقوی ہے جسکا نتیجہ صلاح و فلاح دارین ہے - واتقوا اللہ لعلکم تفلحون کا یہی مفاد ہے - الحاصل صبر و مصابرۃ بھی حسن اخلاق کے اجزا ہین قولہ تعالی یَاۤ اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً - وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ترجمہ لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو - جسنے تمکو ایک شخص (یعنے آدم) سے پیدا کیا - (اسطرح پر کہ پہلے) اس سے اسکی بی بی (حوا) کو پیدا کیا اور پھر ان دو (میان بی بی) سے بہت سے مرد عورت (دنیا مین) پھیلا دیے اور جس خدا کا تم واسطہ دیدیکر

---

[۱] اور جو اتفاقاً بیہودہ مشغلون کے پاس سے ہو کر گزرین تو وضعداری کے ساتھ گزر جائین ۱۲

[۲] اپنے اوپر تنگی ہی کیون نہو (مہاجرین بھائیون کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہین (اور یہ تحمل تو سب ہی کی طبیعتون مین ہوتا ہے) ۱۲

اپنے کتنے کام نکال لیتے ہو اس کا اور رشتون کا پاس ملحوظ رکھو (کیونکہ اللہ تمھارا نگران حال ہے)

اس آیت مین معرفت مبدا کا ذکر ہے یعنے تمام انسانون کا ایک آدم علیہ السلام سے پیدا ہونا جو خدا تعالی کی کمال قدرت وحکمت پر دلالت کرتا ہے جب اُسنے انسان کو اسطرح پیدا کیا تو انسان پر بھی اُسکی عبادت واجب ہے۔ کیونکہ ایجاد غایت انعام واحسان ہے۔ اور اس کا شکر عبادت ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا الذی[1] خلقنی فھو یھدین والذی ھو یطعمنی ویسقین برخلاف اسکے اگر محض اقتضاے طبیعت سے انسان کی پیدایش ہوتی تو بہت سے انسان باہم دیگر خلقت وطبیعت مین متشابہ اور صفات مین متشاکل ہوتے۔ مگر ان امور کا اختلاف صاف طور پر بتلاتا ہے کہ مدبر وموجد عالم وہی فاعل مختار ہے طبیعت موثرہ۔ اور علت موجبہ کو خلق عالم مین کوئی دخل نہین ہے۔ اسی بات کو اتقوا ربکم سے خلقکم من نفس واحدۃ تک نہایت خوبی کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ تاکہ انسان اپنے خالق کو اچھی طرح پہچانے کیونکہ جب انسان کو اپنے خالق کا علم ہوجاتا ہے تو پھر وہ مفاخرت وتکبر کو ترک کردیتا ہے اور عجز وانکسار وحُسن خلق اختیار کرتا ہے باین طور معرفت مبدا کے حاصل ہونے سے معاد کا علم بھی حاصل ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ بات آسانی سے سمجھ مین آسکتی ہے کہ جب ایک قطرۂ آب سے ایسا عجیب الترکیب اور لطیف الصورت انسان خدا تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ابتدائً پیدا کیا ہے تو پھر موت کے بعد دوبارہ اُسکو آخرت مین پیدا کرنا کچھ دشوار نہین ہے وخلق منھا زوجھا سے یہ مقصود ہے کہ جنس آدم سے حوا کی پیدایش ہوئی جیسا کہ ایک مقام پر قرآن مجید مین

[1] وہی (دنیا و دین کے مشکلات مین) میری رہنمائی کرتا ہے اور جو مجھکو کھلاتا، ورپلاتا ہے ۱۲

ذکر ہوا ہے۔ واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا اور اکثر مفسرین کا یہ قول ہو کہ جب اول اللہ تعالے
نے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اُن کو نیند بھی عطا ہوئی جب وہ سو گئے تو انکی بائین پسلی سے
حوا علیہا السلام پیدا ہوئین جون ہی آپ خواب سے بیدار ہوئے تو حوا پر نظر پڑی اور الفت و رغبت
باہمی ہوگئی۔ چونکہ آدم کی پیدایش ادیم زمین سے ہوئی ہو اسلیے آپ کا نام آدم رکھا گیا۔ اور ادیم
زمین مین ہر قسم کی مٹی کا شمول ہو یعنے سرخ و سیاہ اچھی بُری وغیرہ اسلیے اولاد آدم مین بھی یہ
صفات موجود ہین۔ اسیطرح جب کہ حوا کی پیدایش آدم کی بائین پسلی سے ہوئی اور آدم (حی)
زندہ تھے تو ایسی مناسبت سے آپ کا نام حوا رکھا گیا۔ اور پھر آپ کی اولاد تمام دنیا مین پھیلا دی گئی
جیسا کہ ارشاد ہوا ہے وبث منہما رجالا کثیرا ونساء۔ اور پھر حکم ہوا کہ واتقوا اللہ الذی
تساءلون بہ والارحام یعنے جس خدا نے تمکو اسطرح پیدا کیا اور تمہارے تمام کاروبار کا کفیل ہے
اُسکا خوف دلمین رکھو اگرچہ وہ تمہارا پروردگار ہے مگر شدید العقاب اور عظیم السطوۃ بھی ہے۔ اور
قطع رحم نکرو کہ اُسکی سخت ممانعت ہے۔ عن عبد الرحمن بن عوف ان النبی صلے اللہ
علیہ وسلم قال یقول اللہ تعالی انا الرحمن وھی الرحم اشتققت اسمہا من اسمی
فمن وصلہا وصلتہ ومن قطعہا قطعتہ اور ایک حدیث مین وارد ہے کہ صدقہ کا دینا اور
صلہ رحم کی حفاظت زیادتی عمر اور دفع بلا کے باعث ہین۔ اور پھر اس آیت کو خدا تعالی نے
ایسے الفاظ سے ختم فرمایا ہے جو بمنزلہ وعدہ وعید کے ہین جنمین ترغیب بھی ہے اور ترہیب بھی
یعنے ان اللہ کان علیکم رقیبا رقیب وہی ہے جسکی نظر ہر لحظہ تمہارے افعال پر ہو۔ جسکی
ایسی نظر ہو اُسی سے انسان کو خوف کرنا چاہیے اور اُسی سے امید بھی رکھنی چاہیے کہ

وہی اچھے کامون کی جزا اور بُرے افعال کی سزا دینے والا ہی۔ مسلمانون مین خویش و اقارب کے ساتھ نیک سلوک کرنا اخلاق محمدی مین داخل ہی۔ جب تک مسلمانون مین اِن خصائل کی پابندی رہی یہ قوم اُبھرتی ہی گئی یہانتک کہ محسود ابنائے جنس ہوگئی اور جب اخلاق کی بُرائی اسلام مین پھیل گئی تو نکبت و ادبار نے گھیر لیا۔ آج جس خرابی مین ہم مبتلا ہین وہ زیادہ صراحت کی محتاج نہین ہی ؎

پیش ازین دوستان چنین بودند ‏ ‏ کز غم یک دگر نیاسودند
جان یکے بود در دو تن بود و ‏ ‏ حال بودے یکے و مسکن دو
وین زمان دوستان ازین سانند ‏ ‏ ہمہ از بیم نان ہراسانند
ہمہ نان کور و جمہ را دانند ‏ ‏ ریش خود می رنید و شادانند
حسینی ۱۲

قولہ تعالیٰ يُرِيدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ وَاللّٰهُ يُرِيدُ أَن يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَن تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا۔ يُرِيدُ اللّٰهُ أَن يُخَفِّفَ عَنكُمْ وَخُلِقَ الْإِنسَانُ ضَعِيفًا ترجمہ اسد چاہتا ہی کہ (انبیا و صلحا) جو تم سے پہلے (ہوگذرے) ہین اُن کے طریقے تم سے کھول کھول کر بیان کرے اور تمکو اُنھین طریقون پر چلائے اور تم پر مہر کی نظر رکھے اور اسد (سب کچھ) جانتا ہی (اور ہر ایک کام) حکمت (سے) کرتا ہی۔ اور اسد چاہتا ہی کہ تم پر مہر کی (نظر) رکھے اور جو لوگ نفسانی خواہشون کے پیچھے پڑے ہین ان کا مطلب یہ ہی کہ تم (راہ راست سے بھٹک کر) بہت دور ہٹ جاو۔ اسد چاہتا ہی کہ تم (پر) سے (بوجھ) ہلکا کرے کیونکہ انسان (طبیعت کا)

کمزور پیدا کیا گیا ہی اور احکام سخت کے بار کا متحمل نہین ہوسکتا۔

مقصد یہ ہی کہ جس طرح پیروان امم سابقہ کی اصلاح حال کے لیے جو امور مناسب حال تھے او رمنجانب اللہ ان پر ظاہر کر دیے گئے تھے اسیطرح اُن طریقون کو امت محمدی پر ظاہر کر دیا گیا ہی اسلیئے کہ شرائع و احکام گو مختلف ہین لیکن مصالح عباد کے لحاظ سے سب متفق الانجام ہین ہدایات الٰہی کا صرف منشا یہ ہی کہ لوگ اچھے کام کو اختیار کرین اور برُے کامون سے پرہیز کرین۔ اطاعت کے در اصل یہی معنی ہین خدا بندون سے طاعت ہی چاہتا ہی انسان کو چاہیے کہ شیوۂ بندگی اختیار کرے۔ ہان بجا آوری احکام مین کچھ افراط و تفریط بھی ہوجاتی ہی جسکو اللہ تعالی اپنے کمال احسان سے درگذر بھی فرماتا ہی جیسا کہ و یتوب علیکم سے ظاہر ہی مکلفین کی دو حالتین ہین اگر انھون نے اطاعت اختیار کی تو مستحق ثواب ہوئے اگر گنہگار ہوئے تو اُسکی تلافی بدون توبہ کے ہو نہین سکتی اگر بندہ اپنے افعال سے نادم ہوتا ہی تو خدا تعالی بھی اپنی مہربانی سے درگذر فرماتا ہی۔ وہ بندون کے حالات سے واقف ہی اُسکے سب افعال مبنی بر حکمت ہین۔ جیسا کہ واللہ علیم حکیم سے ظاہر فرمایا گیا ہی۔ اور پھر واللہ یرید ان یتوب علیکم سے یہ بیان کیا گیا ہی کہ رضای الٰہی کے موافق عمل کرنے مین بیحد و حساب منفعتین ہین۔ برخلاف اسکے خواہش فجار کے موافق عمل کرنے مین سوائے مضرت کے اور کوئی بات نہین ہی۔ جیسا کہ ویرید الذین یتبعون الشہوات کا مفہوم ہی۔ جو قومین راہ راست سے ہٹی ہوئی ہین اور مشتہیات نفس مین مبتلا ہین اُنکی دلی خواہش تو یہی ہی کہ اہل اسلام بھی اُنکی اتباع سے تباہ و برباد ہوجائین چنانچہ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا سے مخالفین

اسلام کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہی یہ محض خدا کا فضل ہی کہ ہر حال مین مسلمانون کو گمراہی سے بچانے کے لیے بات بات کو کھول کھول کر صاف طور پر بیان کر دیا جاتا ہی تاکہ مسلمانون کو نیک کامون کا کرنا آسان ہو جائے اور اُن پر کوئی بوجھ باقی نہ رہ جائے جیسا کہ یرید اللہ ان یخفف عنکم سے مستفاد ہوتا ہی۔ خدا کی عنایت و مہربانی امت محمدی پر کیا کچھ ہی ان بیانات سے واضح ہو سکتی ہی۔ چنانچہ اور آیات مین بھی ارشاد ہوا ہی یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیدُ بِکُمُ الْعُسْرَ[۱]۔ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ[۲] اور حدیث مین وارد ہی قَالَ علیہ الصلوٰۃ والسلام جِئْتُکُمْ بِالْحَنِیْفِیَّۃِ السَّہْلَۃِ السَّمْحَۃِ[۳] بنی اسرائیل کو یہ بات کہان میسر تھی جیسا کہ اس آیت مین مذکور ہی وَیَضَعُ عَنْہُمْ اِصْرَہُمْ وَالْاَغْلَالَ الَّتِیْ کَانَتْ عَلَیْہِمْ اور خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا سے سبب تخفیف تکلیف کا بیان ہوا ہی ضعف انسان قوی کے لحاظ سے نہین ہی بلکہ کثرت خواہشات مین وہ دبا ہوا ہی۔ یہ بات قابل ذکر ہی کہ ہر ایک امت کے ساتھ بہ مقتضاے وقت من جانب اللہ جو جو احسانات ہوئے ہین اس کا ذکر قرآن مجید مین بالتفصیل موجود ہی۔ اسیطرح سورۂ نسا کی آٹھ آیات مین امت محمدی کا شرف ظاہر کیا گیا ہی وہ یہ ہین (۱) یرید اللہ لیبین لکم (۲) واللہ یرید ان یتوب علیکم (۳) یرید اللہ ان یخفف عنکم (۴) ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ (۵) ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ (۶) ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ –

---

[۱] ارادہ کرتا ہی اللہ ساتھ تمھارے آسانی کا اور نہین ارادہ کرتا ہی ساتھ تمھارے دشواری کا ۱۲

[۲] اور نہین کی تم پر دین مین کچھ تنگی ۱۲

[۳] جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ مین تمھارے لیے سچا سیدھا آسان دین لایا ہون ۱۲

(۷) ومن یعمل سوءًا او یظلم نفسہ (۸) ما یفعل اللہ بعذابکم المختصر اخلاق کی درستی انبیا علیہم السلام کے ہدایات وحالات کے اتباع سے حاصل ہوتی ہو کہ وہ برگزیدۂ عالم تھے اور منجانب اللہ ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے تھے جن قومون نے انبیا ورسل علیہم السلام کی اطاعت وانقیاد سے سرتابی کی اور خواہشات نفس مین مبتلا ہوگئے اُن کے اخلاق بگڑ گئے نتیجہ یہ ہوا کہ عتاب الٰہی مین گرفتار ہوگئے اور جنھون نے اُنکی عزت کی اور یہ سمجھا کہ خدا یتعالےٰ نے اپنی مہربانی سے ہماری ہدایت کے لیے اُنکو مبعوث فرمایا ہو وہ راہ راست پر آگئے چنانچہ قرآن مجید مین اللہ جل شانہ نے اُن واقعات کا ذکر فرمادیا ہے تاکہ اپنے حبیب پاک کی امت فضائل اخلاق سے مستفید ہو۔ اسی مضمون کو حکیم آلٰہی نے یون نظم کیا ہو ؎

انبیا راستان دین بودند — خلق را راہ راست بنمودند

چون بغرب فنا فرو رفتند — باز خود کامگان بر آشفتند

پردہا بست ظلمت از شب شرک — بوسہا داد کفر (جہلا ۱۲) بر لب شرک

این چلیپا چو شاخ گل در دست — وان چو نیلوفر آفتاب پرست

این صنم کردہ سال و (ترسا ۱۲) مہ معبود — وان جدا ماندہ (شماس ۱۲) از ہمہ مقصود

این شمردہ ز جہل بے برہان — بدی از دیو و نیکی از یزدان

دین دشمن را خداے خود خواندہ — وان دشمن وار و دین برافشاندہ

دین حق روے خود نہان کردہ — ہر یکے دین بدعیان کردہ

شدہ نزدیک عام و دانشمند — سفہ و غیبت و فضولی پسند

خاص در بند شہوت و لذات — عام در بند ہزل و ترّاہات

مندرس گشتہ علم دین خدا — ہمگان ژاژ خاے و ہرزہ درا

خانۂ کعبہ گشتہ بُت خانہ — بگرفتہ بغصب بیگانہ

چون بخندید بر سپہر جلی — آفتاب سعادتِ ازلی

آمد اندر جہان جان ہرکس — جان جانہا محمدؐ آمد و بس

قولہ تعالی اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ترجمہ جن کامون (کے کرنے) سے تم کو منع کیا جاتا ہی اگر تم ان مین سے بڑے بڑے گناہون سے بچتے رہوگے تو ہم تمھارے (چھوٹے چھوٹے) قصور (تمھارے نامۂ اعمال سے) محو کردین گے اور تم کو (لے جاکر) مقام عزت مین جگہ دینگے اور خدا نے جو تم سے ایک کو دوسرے پر برتری دے رکھی ہی۔ اس کا کچھ ارمان نکرو مردون نے جیسی کمائی کی ہوان کو انکا حصہ اور عورتون نے جیسی کمائی کی ہوان کو ان کا حصہ اور (ہر وقت) اللہ سے اُس کا فضل مانگتے رہو اللہ ہر چیز سے واقف ہی۔ فرقان حمید مین اسکے قبل وعید کا ذکر ہوا ہی اُسیکے متعلقات کا ذکر ان آیات مین اسطرح کیا گیا ہی کہ اگر تم گناہ کبیرہ سے بچوگے تو خداے تعالی اپنے فضل سے تمھارے گناہ صغیرہ کو معاف کردیگا گناہ کبیرہ وصغیرہ مین امتیاز قائم کرنے کی نسبت علماے اہل سنت وجماعت ومعتزلہ مین بہت اختلاف ہی

اُن اختلافات کا ذکر باعث طوالت کلام ہی لہذا اسقدر لکھنا کافی ہی کہ ان تجتنبوا کبائر ما تنہون عنہ کا مفہوم کفر سے اجتناب کرنا ہی کہ یہی گناہ کبیرہ ہی اگر انسان کفر سے محفوظ رہے تو خدائے تعالی اپنے فضل و کرم سے دوسرے چھوٹے چھوٹے گناہون کو معاف فرما دیتا ہی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء[۱] اسکے بعد حسد سے احتراز کرنیکی ہدایت ہو ولا تتمنوا ما فضل اللہ بہ بعضکم علی بعض سے ہوئی ہی ہر شخص فضیلت سعادت کا متمنی رہتا ہی لہذا سعادت کا کچھ ذکر ہونا چاہیے تاکہ ما بہ الامتیاز قائم ہو سعادت کے مختلف اقسام ہین سعادت نفسانی سعادت بدنی سعادت خارجی۔ سعادت نفسانی کے دو قسم ہین ایک وہ سعادت جو قوت نظری سے متعلق ہی جیسے ذکاوت تامہ حدس کامل دوسرے سعادت عملی جسکو عفت کہتے ہین صحت جسمانی خوبصورتی عمر طویل سعادت بدنی مین داخل ہی کثرت اولاد صالحین دوست احباب کی زیادتی حکومت مقبولیت عام وغیرہ سعادت خارجی کے شعبے ہین مجموعًا یہ سب امور تعریف سعادت مین داخل ہین سعادت کی ایک تقسیم فطری اور کسبی بھی قرار دی گئی ہی غرضکہ اقسام سعادت کی کمی و زیادتی کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فضیلت ہی فضیلت و مزیت کے لحاظ سے انسان مین حسد کا مادہ پیدا ہوتا ہی بعض وقت یہ خواہش اسدرجہ بڑھ جاتی ہی کہ انسان دوسرون کی سعادت کے زوال کا خواہان ہوجاتا ہی اسی کو حسد کہتے ہین اور یہ مذموم ہی اگر اُس سعادت کو خود حاصل کرنا چاہتا ہی تو اسکو غبطہ کہتے ہین اور یہ محمود ہی بات یہ ہی کہ خدا تعالی حکیم ہی

[۱] بیشک اللہ نہین بخشتا یہ کہ شریک لائے ساتھ اُسکے اور بخشتا ہی سوائے اسکے جسکے واسطے چاہتا ہی ۱۲

اسکی عطا مادہ وقابلیت کے لحاظ سے ہوتی ہی بس جو شخص ان باتون کا خیال نکرے اور دوسرون
کی زوال نعمت کا خواہان ہو وہ کفر مین مبتلا ہو جاتا ہی اور اُسکے قلب سے نور ایمان سلب ہو جاتا
ہی جو باعث فساد دین ہی دین کی خرابی دنیا کی بربادی کا سبب ہی اسلیے حسد سے محفوظ رہنے
کی ہدایت ہوئی ہی چنانچہ حدیث قدسی مین وارد ہی۔ من استسلم بقضائی وصبر علی بلائی وشکر
لنعمائی کتبتہ صدیقا وبعثتہ یوم القیمۃ مع الصدیقین ومن لم یرض
بقضائی ولم یصبر علے بلائی ولم یشکر لنعمائی فلیطلب ربا سوائی[1] محققین کا
مسلک تو یہی ہی کہ شانِ عبدیت یہی ہی کہ جو کچھ خدا عنایت کرے اُسپر قناعت ہو کہ عطایاے الٰہی
مصالح عباد پر مبنی ہوتے ہین جن امور کی خواہش خود انسان کرتا ہی کبھی تو وہ باعث فساد
دین ہوتے ہین اور کبھی سبب فساد دنیا اسلیے انسان کو یون دعا کرنی چاہیے اللّٰھم اعطنی
ما یکون صلاحا فی دینی ومعادی ومعاشی[2] دیکھو کمال فضل الٰہی سے قرآن مجید
مین بھی دعا کی تعلیم اسطرح ہوئی ہی اتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ حسنۃ اسکے بعد
للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن سے مرد وعورت کی
کمائی کا ذکر ہوا ہی کہ جیسا جو کرین گے ویسا ہی پائین گے اس آیت کے نزول کے اسباب
مختلف بیان ہوئے ہین ایک بار حضرت ام سلمہ رضؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی

---

[1] جس شخص نے فرمان برداری کی قضا پر میری اور صبر کیا بلاؤن پر اور میری عطا کی ہوئی نعمتون کا شکر کیا مین اُس کا نام صدیقون مین لکھون گا اور قیامت کے دن صدیقون کے ساتھ اٹھاؤن گا اور جو شخص میری قضا پر راضی نہو اور میری بلا پر صابر نہو اور نعمتون پر شاکر نہو اُسکو چاہیے کہ میرے سوا دوسرے رب کی تلاش کرے ۱۲

[2] اے اللہ میرے دین مین اور آخرت اور معاش مین صلاحیت عطا فرما ۱۲

کہ مرد تو جہاد مین شریک ہوتے ہین عورتون کو یہ بات نصیب نہین ہی میراث مین بھی مرد کا حصہ عورت
کے مقابلہ مین المضاعف رکھا گیا ہی تو اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور سُدی سے منقول ہی
کہ جب آیت توریث مین مرد کا حصہ المضاعف رکھا گیا تو مردون کو یہ خیال پیدا ہوا کہ قیامت
مین بھی ہمارے مراتب بہ نسبت عورتون کے دونے ہونگے اور عورتون کو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ ہمارا
عذاب مردون کے مقابلے مین نصف ہوجائے گا تو اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی ایک
دلچسپ وجہ یہ بھی بیان ہوئی ہی کہ ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت
مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ عورت و مرد کا خدا تو ایک ہی اور پیغمبر بھی ایک ہین ہم دونون فریق
آدم وحوا سے پیدا ہوئے ہین پھر اسکی کیا وجہ ہو کہ قرآن مجید مین خدا مردون کا ہی ذکر فرماتا ہی
اور عورتون کا ذکر نہ دارد ہی اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی تو پھر اُسنے سرور کائنات سے عرض کیا
کہ جہاد کی وجہ سے تو مرد ہمپر سبقت لیگئے آپ نے فرمایا کہ حاملہ عورت کے فضائل بھی قابل لحاظ
ہین جب عورت حالت حمل مین ہوتی ہی تو اُسکو روزہ دار قائم اللیل مرد کا ثواب حاصل ہوتا ہی
اور جب وہ بچے کو دودھ پلاتی ہی تو ہر گھونٹ پر ایک نفس کے زندہ کرنے کا ثواب ملتا ہی ایک
وجہ یہ بھی قابل ذکر ہی کہ ایام جاہلیت مین عورتون اور بچون کو کوئی حصہ نہین ملتا تھا اس آیت
سے اُسکا ابطلان ہو گیا اور یہ ثابت کر دیا گیا کہ عورت و مرد کے عملی حصہ مین کوئی فرق نہین
جو جسطرح کا عمل کریگا ویسی جزا پائیگا پس عورتون کو مردون پر حسد نکرنا چاہیے مردون پر واجب
ہی کہ اپنی بیبیون کا نفقہ کافی ادا کرین اور عورتون پر واجب ہی کہ اپنے شوہرون کی اچھی اطاعت
کرین امور خانہ داری کی حفاظت مدنظر رکھین اگر فیما بین زن شوہر کے اسطرح معاملہ رہیگا

تو دونون مصیب اور مساوی الثواب ہین داس صورت مین اس آیت کا تعلق امور آخرت سے ہوجاتا ہی، خدا کے پاس کچھ کمی نہین ہی جو کچھ مانگنا ہی اُسی سے مانگنا چاہیے جیسا کہ ارشاد ہوا ہی واسألوا اللہ من فضلہ جسمین اسباب کی طرف بھی اشارہ ہی کہ دعا مین کسی چیز کا تعین مناسب نہین ہی خدا کے فضل پر بھروسہ رکھو وہ ایسی نعمتون کو عنایت فرماتا ہی جو تمھاری مصلحتون کے مناسب حال ہوتی ہین چنانچہ ان اللہ کان بکل شیئ علیما سے ظاہر فرمایا گیا ہی کہ خدا تعالی ہی مصالح عباد کو اچھی طرح جانتا ہی اس آیت شریف کی مفہوم پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ ترک حسد کی تعلیم جو مخرب اخلاق ہی کس عمدہ پیرایے سے ہوئی ہی[1]

سخن از کوے عقل باید گفت　　　دُر معنے بعقل باید سفت

دیو مردم ز پند من دور است　　　خر نہ بیند فرشتہ معذور است

حسد و حقد کردہ آلت جنگ　　　دیو حقدت گرفتہ اندر چنگ

بخدا ار رسے بدین خدا ے　　　تو بدین خوی زشت و شہوت را ے

قولہ تعالی واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا وبالوالدین احسانا وبذی القربی والیتمی والمسکین والجار ذی القربی والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتہم اللہ من فضلہ واعتدنا للکفرین عذابا مہینا والذین ینفقون اموالہم رئاء الناس

---

[1] یعنے ہرگز نخواہی رسید ۱۲

ولا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ومن یکن الشیطان لہ قرینا فساء قرینا
وماذا علیھم لو اٰمنوا باللہ والیوم الاخر وانفقوا مما رزقھم اللہ وکان اللہ
بھم علیما ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تک حسنۃ یضاعفھا ویوت
من لدنہ اجرا عظیما فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید وجئنا بک
علی ھؤلاء شھیدا ترجمہ۔ اور اسد کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک
مت ٹھہراؤ اور ماں باپ اور قرابت والون اور یتیمون اور محتاجون اور قرابت والے پڑوسیون اور اجنبی پڑوسیون
اور پاس (کے بیٹھنے) والون اور مسافرون اور جو (لونڈی غلام) تمھارے قبضے مین ہین
(ان سب کے) ساتھ سلوک کرتے رہو اسد اُن لوگون کو دوست نہین رکھتا جو اترائین (اور)
بڑائی مارتے پھرین آپ بخل کرین (سو کرین) دوسرے لوگون کو بھی بخل کرنے کی صلاح
دین اور اسد نے اپنے فضل سے اُن کو جو کچھ دے رکھا ہی اُس کو چھپائین اور ہمنے اُن
لوگون کے لیے جو (ہماری نعمتون کی) ناشکری کرین ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہی اور مال
خرچ کرین تو لوگون کے دکھانے کو ایمان (پوچھو) تو نہ اسد کا اور نہ روز آخرت کا اور شیطان
جس کا ساتھی ہو تو وہ (بہت ہی) بُرا ساتھی ہی اور اگر (یہ لوگ) اسد اور روز آخرت پر ایمان
لاتے اور جو کچھ خدا نے اِن کو دے رکھا تھا اس کو (خلوص نیت سے خدا کی راہ مین خرچ
کرتے تو ان کا کیا بگڑتا اور اسد تو ان (کے حال) سے واقف ہی ہی اسد کسی پر ذرہ بھر بھی
ظلم نہین کرتا بلکہ کسی نے کوئی نیکی کی ہو تو اس کو دو چند کرتا اور اپنے پاس سے بڑا ثواب
عطا فرما دیتا ہی بھلا اُس دن اِن لوگون کا کیا حال ہونا ہی جب سب لوگ جمع ہون اور ہم

ہر امت کے رسول کو طلب کرین جو ان کی نسبت گواہی دے اور اے پیغمبر ہم تمکو بھی طلب
کرین کہ اپنے امت کی ان لوگون کی نسبت گواہی دو۔ ان آیات کے ماقبل زن و شوہر کی
باہمی حسن معاشرت کا ذکر ہوا ہی اور ان آیات مین دس اخلاق حسنہ کا بیان ہی ایک تو
واعبدوا اللہ سے عبادت کا جسکا ذکر پہلے بھی اس کتاب مین ہو چکا ہی دوسرا ولا تشرکوا
بہ شیئا سے ترک شرک کا کیونکہ جو عبادت خالصًا لوجہ اللہ نہو۔ وہ مقبول نہین ہی جیسا
کہ حکم ہوا ہی وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین لہ الدین تیسرا وبالوالدین
احسانا سے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا اس مقام پر زیادہ غور طلب بات یہ ہی
کہ اللہ جل شانہ نے اپنی عبادت کے ساتھ ہی والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا ذکر فرمایا ہی
جسطرح یہان ذکر ہوا ہی ویسا ہی اور آیات مین بھی حکم ہوا ہی۔ یعنے وقضی ربک الا[1]
تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اس سے والدین کی عظمت و بزرگی معلوم
ہو سکتی ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ اکبر الکبائر الاشراک باللہ و[2]
عقوق الوالدین والیمین الغموس ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہی
کہ ایک شخص نے یمن سے آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجکو
شرکت جہاد کی اجازت مرحمت ہو تو آنحضرتؐ نے استفسار فرمایا کہ کیا یمن مین کوئی تیرا ہی
تو اُسنے عرض کیا کہ میرے والدین زندہ موجود ہین تو پھر آپ نے پوچھا کہ تیرے ماں باپ

---

[1] اور حکم کیا پروردگار تیرے نے یہ کہ نہ عبادت کرو مگر اسکی یعنے اللہ کی اور ساتھ ماں باپ کے احسان کرنا ۱۲

[2] خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کے ساتھ بدگوئی کرنا اور جھوٹی قسم کھانی یہ سب باتین گناہ کبیرہ مین داخل ہین ۱۲

تجھکو اجازت دے چکے ہین تو اُسنے عرض کیا کہ نہین تو آپ نے فرمایا کہ یمن کو واپس جاؤ
اور اپنے والدین سے پہلے اجازت حاصل کرو اگر وہ اجازت دین تو جہاد مین شریک ہونا
ورنہ انکی خدمت کیا کرو اِس سے بھی والدین کی بزرگی کا حال ظاہر ہو سکتا ہی اسلیے
والدین کی اطاعت واجب ہی ہر وقت انکی خدمت کے لیے مستعد رہنا انکے سامنے
نرمی و آہستگی سے گفتگو کرنا بقدر وسعت انکی اعانت کرنی چاہیے اور والدین پر ہتیار
باندھنا منع ہی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنظلہ بن ابی عامر راہب کو باپ کے
قتل سے منع فرمایا ہی حالانکہ انکے باپ مشرک تھے۔ چوتھا وبذی القربی سے
قرابتداروں سے صلۂ رحم کی حفاظت لازم گردانی گئی ہی۔ پانچوان والیتامی کی
لفظ سے یتیمون کی پرداخت کی تعلیم ہوئی ہی کیونکہ وہ کم سنی کی وجہ سے اور انکا کوئی
کفیل نفقہ نہونے سے واجب الرعایۃ ہین۔ ابن عباس کا قول ہی کہ یتیمون کے ساتھ
نرمی سے پیش آنا انکی پرورش کا خیال کرنا انکے سر پر دست شفقت کا پھیرنا اور اُن کے
مال کی حفاظت تا بلوغ کرنا مسلمانون پر واجب ہی چھٹا والمساکین سے مسکینون
کی خبرگیری کی تعلیم ہوئی ہی چونکہ مساکین بلوغ کی وجہ سے کچھ اپنے آپ مدد کر سکتے ہین
اسلیے انکا ذکر یتیم کے بعد کیا گیا ہی بہرحال مساکین کی امداد جہان تک ہو سکے کرنی چاہیے
اگر کچھ امداد نکر سکین تو کم سے کم نرمی کے ساتھ انکو جواب دینا چاہیے جیسا کہ حکم ہی و
اما السائل فلا تنہر ساتوان والجار ذی القربی والجار الجنب سے
ہمسایہ اور ہمسایہ کے قریب رہنے والون کے ساتھ رعایت کا حکم ہوا ہی ہمسایہ ین

اطراف کے چالیس مکان داخل ہین۔ روی[1] انه صلے اللّٰه علیه وسلم قال والذی نفس محمد بیده لا یودی حق الجار الا من رحم اللّٰه اور بعضون کا یہ قول ہو کہ جار ذی القربیٰ سے۔ قرابت دار ہمسایہ اور جار جنب سے اجنبی ہمسائے والے مراد ہین ترتیبِ بیان کے لحاظ سے جار جنب کا درجہ آٹھوان ہو۔ نوان والصاحب بالجنب سے اُن اشخاص کے ساتھ مراعات مدنظر رکھنے کی ہدایت ہوئی ہو جو ہم مکتب یا ہم سفر یا ہم پیشہ یا ہم نشین یا ہم رتبہ ہون۔ دسوان وابن السبیل سے اُن مسافرین کی خبرگیری کی ہدایت ہوئی ہو جو اپنے گھربار سے جُدا ہون۔ گیارھوان وما ملکت ایمانکم سے خدام کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم ہوا ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اخیر وصیت الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم کی تا کہ لوگ نماز کی پابندی اور خدام کے ساتھ نیک برتاؤ کرین جس سے مقصد یہ ہو کہ جو کام انکی طاقت سے زیادہ ہوا سکے کرنے پر مجبور نہ کیے جائین۔ انکو بدکلامی کی تکلیف نہ دیجائے کھانا کپڑا بقدر حاجت اچھا دیا جائے اور ان اللّٰه لا یحب من کان مختالا فخورا سے ترک تکبر کی ہدایت ہوئی ہو کیونکہ جو لوگ متکبر ہوتے ہین دوسرون کے حقوق کا خیال نہین کرتے انکے سب کام دکھاوے کے ہوتے ہین اللہ تعالی ایسے لوگون سے اپنی بیزاری ظاہر فرماتا ہو جو حقیقت مین محل خوف ہو ایسے افعال کا ترک کرنا لازمی ہو خاص کر اسوجہ سے بھی کہ کبریائی شان باری ہو انسان کے جسم پر جامۂ تکبر زیب نہین دیتا اور پھر بخل کی مذمت

[1] خدا کی قسم جسکے قبضۂ قدرت مین محمد (علیہ السلام) کی جان ہو۔ کوئی شخص اپنے ہمسایہ کا حق پوری طرح سے ادا نہین کر سکتا مگر وہی جس پر اللہ رحم کرے

اسطرح ہوئی ہی الذین یبخلون ویامرون الناس بالبخل ویکتمون ما اتاھم
اللہ من فضلہ واعتدنا للکافرین عذابا مھینا ترتیب بیان یون ہی کہ نہ خدا تکبر
کرنے والون کو دوست رکھتا ہی اور نہ اُن لوگون کو جو بخل خود بھی کرتے ہین اور دوسرون کو بھی
بخل اختیار کرنے کی ترغیب دلاتے ہین۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بخل و کتمان نعمت کی
تفسیر یون کی ہی کہ یہودیون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد و اوصاف کے اعتراف
سے بخل کیا اور دوسرون کو بھی اس نعمت کے کتمان کی ترغیب دلائی کیونکہ حضرت کے اوصاف
توریت مین صاف طور پر مرقوم تھے۔ اور بعض مفسرین نے بخل سے بخل مال کی تعبیر کی ہی
کیونکہ یہ آیت وبالوالدین احسانا الخ کے بعد واقع ہوئی ہی جسمین احسان مال کا ہی
ذکر ہی۔ بخل کا لفظ عموماً مال کے ساتھ ہی استعمال کیا جاتا ہی۔ غرضکہ انسان کی تین بُرائیون
کا ذکر اس آیت مین ہوا ہی یعنی خود بخل اختیار کرنا۔ اور دوسرون کو بخل اختیار کرنے کی
ترغیب دلانا۔ خدا کی نعمت کو فقر و محتاجی کے عائد ہونے کے خیال سے ظاہر نکرنا۔ یہ
تیسری صفت یعنی کتمان نعمت تو اس درجہ بد ہی کہ انسان کو کفر کے درجہ تک پہونچا دیتی
ہی۔ اسی لیے واعتدنا للکافرین عذابا مھینا سے سخت عذاب کی تہدید ہوئی ہی
والذین ینفقون اموالھم رئاء الناس ولا یؤمنون باللہ ولا بالیوم
الاٰخر ومن یکن الشیطان لہ قرینا فساء قرینا سے افعال ریائی کی مذمت بیان
ہوئی ہی۔ مال کا خدا کی خوشنودی کے لیے دنیا حسنات مین داخل ہی۔ احسان جتانے
کے لیے دنیا ریا ہی۔ افعال ریائی انھین لوگون سے سرزد ہوتے ہین جن کا شیطان ہمنشین ہو

شیطانی صحبت انسان کو تباہ و برباد کر دیتی ہی اور دوزخ کی راہ کھول دیتی ہی جیسا کہ ارشاد
ہوا ہی ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ویتبع کل شیطان مرید
کتب علیہ انہ من تولاہ فانہ یضلہ ویھدیہ الی عذاب
السعیر اسی لحاظ سے بطور تعجب کے ارشاد ہوا ہی وماذا علیھم لو آمنوا باللہ و
الیوم الآخر وانفقوا مما رزقھم اللہ وکان اللہ بھم علیما جس کا مفہوم
یہ ہی کہ جو لوگ شیطان کے چیلے بن گئے ہین انھین کیا ہو گیا ہی وہ کیون خواب غفلت سے
بیدار نہین ہوتے اگر وہ خدا اور روز آخرت پر ایمان لائین اور جو کچھ ہم نے اُنکو دے رکھا ہی
خلوص نیت کے ساتھ اُسکو خرچ کرین تو اُن کے حق مین مفید ہو صرف افعال ریائی مین
مبتلا ہونے سے کیا فائدہ ہی۔ ہم ہر ایک کے ظاہری و باطنی حالات کو اچھی طرح جانتے ہین
اور پھر ارشاد ہوا کہ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ وان تلک حسنۃ یضاعفھا
ویوت من لدنہ اجرا عظیما اس آیت مین تین قسم کے وعدون کا ذکر ہی۔ ایک
تو یہ کہ خداے تعالی ذرہ بھر بھی کسی پر ظلم نہین کرتا اس وعدے کی سچائی دلائل پر غور کرو
ظلم کے معنے ملک غیر مین تصرف کرنا ہی۔ خداے تعالی کا تصرف اسی کی ملک مین ہی
اس لیے افعال الٰہی پر ظلم کا اطلاق نہین کیا جا سکتا۔ اور نیز ظلم مستلزم جہل ہی خدا علیم ہی
اور جہل سے مبرا۔ دوسرا وعدہ یہ ہی کہ ہر نیکی کا بدل دوچند دیا جائے گا۔ اِسکی نسبت
ابن مسعود کی یہ روایت قابل ذکر ہی یوتی بالعبد یوم القیامۃ وینادی مناد علی
رؤس الاولین والآخرین ھذا فلان بن فلان من کان لہ علیہ حق

فلیأت الی حقه ثم یقال له اعط هولاء حقوقهم فیقول یا ربّ من این وقد ذهب الدنیا- فیقول اللہ الملائکته انظروا فی اعماله الصّالحة فاعطوهم منها فان بقی مثقال ذرة من حسنة ضعفها اللہ تعالیٰ لعبده و ادخله الجنة بفضله و رحمته ھ ترجمہ۔ قیامت کے روز ایک شخص بارگاہ رب العزت مین حاضر لایا جائے گا اور منادی تمام اولین وآخرین کے مواجہ مین پکار کر کہیگا کہ یہ فلان شخص ہے اور فلان شخص کا فرزند ہے اگر اس پر کسی کا کوئی حق باقی رہگیا ہے تو اسوقت اس کا مطالبہ کر سکتے ہین اور پھر اس شخص سے بھی کہا جائے گا کہ طالبین حقوق کا حق ادا کردو تو وہ عرض کریگا کہ اے پروردگار اب مجھ سے کیا ہو سکتا ہے دنیا تو گذر گئی وہان کچھ سبیل ادائی کی ممکن تھی (اس ناامیدی کے وقت بارگاہ عالی سے ملائکہ کو حکم ہوتا ہے کہ اس کے اعمال حسنہ کو دیکھو اور ان لوگون کے مطالبات کی ادائی اس سے کردو اگر ایک ذرہ بھر نیکی باقی ہوگی تو المضاعف کردیجائیگی اور پھر اُس شخص کو خدا اپنے فضل وکرم سے جنت بھی عنایت فرمائے گا) اور یہی مضمون کتاب اللہ مین اس اختصار کے ساتھ واقع ہے وان تك حسنة یضاعفها تیسرا ویوت من لدنا اجرا عظیما سے فضل عظیم ربانی کا ذکر ہوا ہے یعنی اعمال حسنہ کی جزا کا المضاعف دینا تو ایک معمولی بات ہے عطاے ربانی تو اس سے بڑھی ہوئی ہے۔ یعنی لذت دیدار عطا ہو گی۔ یہ عطا اعمال جسدی سے متعلق نہین ہے بلکہ محض عنایت ایزدی سے نفوس قدسیہ مین مادۂ اشراق وصفا جو ودیعت ہے یہ اسکا نتیجہ ہے۔ اور پھر فکیف اذا جئنا من کل امّة بشهید وجئنابك علی هؤلاء شهیدًا

سے یہ بھی جتادیا جاتا ہے کہ یہ سب ہر ایک رسول سے انکی امت کے اعمال کی نسبت شہادت
لینے کے بعد ہوگا تاکہ تکمیل حجت کے بعد گنہگارون کو سزا کی تلخی کا حال معلوم ہو اور نیک کارون
کو جزا کی لذت حاصل ہو۔ یہ باتین وعید کفار اور وعد مطیعین مین داخل ہین۔ حدیث شریف
مین آیا ہے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن مسعود سے فرمایا کہ کچھ قرآن پڑھو تو ابن مسعود
نے عرض کیا کہ آپ ہی کی بدولت قرآن مجید کی تعلیم ہوئی ہے۔ انکی اس عاجزانہ معروضہ کا مطلب
تھا کہ میری کیا مجال کہ حضور اقدس کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤن مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ ہے تو ایسا ہی مگر مجھکو قرآن مجید غیر کی زبان سے سننا بھلا معلوم دیتا ہے تو ابن مسعود
کہتے ہین کہ مین نے سورۂ نساء پڑھنا شروع کی جسوقت آیات زیر تفسیر تک پہونچا تو
سرور کائنات رو دیے۔ تب مین نے پڑھنا موقوف کردیا۔ سدی سے روایت ہے کہ
قیامت کے دن امت محمدی تمام پیغمبرون کی تبلیغ رسالت کی شہادت دیگی اور آنحضرت ؐ
اپنی امت کے بیان کی تصدیق فرمائین گے۔ جیسا کہ قرآن مجید مین وارد ہے وجعلناکم[1]
امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا
حضرت عیسی علیہ السلام فرماتے ہین وکنت[2] علیہم شہیدا مادمت فیہم عرب کی عادت
ہے کہ جب کسی واقعہ کے وقوع کا انکو یقین ہوتا ہے تو وہ آپسمین یون کہا کرتے ہین کہ جب ایسا
ہوا ہے تو اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ فلان شخص نے تو یہ کام کیا ہے۔ جب قیامت کا دن آئے گا

---

[1] کیا ہمنے تمکو امت سچی یعنے بہتر تاکہ ہو تم گواہ لوگون پر اور ہوئے پیغمبر تم پر گواہ ۱۲

[2] اور مین جب تک انمین رہا انکے حالات پر گواہ تھا ۱۲

تو اسکا کیا حشر ہوگا۔ کیونکہ ہر ایک امت کے افعال کی نسبت اُن کے پیغمبرون سے شہادت لیجائیگی۔ اور ہمپر تو جبکہ قرآن مجید نازل ہوا ہی اگر ہم سے پوچھا جائے کہ تم نے اُس پر کسطرح عمل کیا تو ہم کیا جواب دین گے۔ اور پھر ہر زمانے کے لوگ اپنے معاصرین کے افعال کی شہادت دین گے تو آخر اس کا کیا انجام ہوگا عیسی علیہ السلام کا ارشاد بھی اسی قبیل کی شہادت مین داخل ہی۔

غرضکہ ان آیات مین خویش و اقارب اور یتیم و محتاجین لونڈی۔ غلام کے ساتھ نیک سلوک کرنے ریا و بخل کو ترک کرنے اور نیک کام مین مال سے خرچ کرنے کی جس طرز سے ہدایت ہوئی ہی اور اس کا گہرا اثر اخلاق انسانی پر جو کچھ پڑتا ہی وہ محتاج بیان نہین ہی مگر دیکھنا یہ ہی کہ ہم ایسے افعال کے عامل بھی ہین یا کیا جہان تک خیال کیا جاتا ہی اسی کی کمی ہی۔ باقی خدا کی نعمت تو جیسی کچھ قرآن مجید کے طفیل مین میسر ہی اسکا شکر ہم کیا ادا کر سکتے ہین۔

قوله تعالى ان الله لا يغفر ان يشرك به و يغفر ما دون ذلك لمن يشاء ومن يشرك بالله فقد افترى اثما عظيما - الم تر الى الذين يزكون انفسهم بل الله يزكي من يشاء ولا يظلمون فتيلا - ترجمہ - اللہ تو اس (جرم) کو معاف کرنے والا ہی نہین کہ اُس کے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا جاے ہان اسکے سوا جو گناہ جسکو چاہے معاف کردے اور جسنے (کسی کو) خدا کا شریک گردانا تو اُسنے (خدا پر طوفان) باندھا جو بہت ہی بڑا گناہ (ہی) (اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگون

(کے حال) پر نظر نہین کی جو آپ بڑے مقدس بنتے ہین (اپنے آپ مقدس بننے سے کیا ہوتا ہی) بلکہ اللہ جسکو چاہتا ہی مقدس بناتا ہی اور ظلم تو کسی پر ایک ذرہ برابر بھی نہین ہوگا

اس آیت کے نزول کی وجہ بقول حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے مین جب کوئی شخص گناہ کبیرہ کے بعد مرجاتا تھا تو لوگ اُسکی نسبت دوزخی ہونے کا حکم لگا دیتے تھے تو اسوقت یہ آیت نازل ہوئی جسمین بجز شرک کے گناہ کبیرہ سے بھی معافی ملنے کی بشارت ہی۔ جملہ منہیات کی دو قسم ہین۔ شرک۔ اور غیر شرک۔ غیر شرک مین گناہ کبیرہ بھی داخل ہی۔ شرک کی نسبت تو قطعی حکم ہی کہ معافی ہو نہین سکتی۔ اس کے سوا خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ معافی کی یقینی امید ہی۔ مگر وہ خدا کی مرضی پر موقوف ہی۔ چنانچہ ان اللہ لا یغفر الخ کے ساتھ الم تر الی الذین یزکون انفسھم بل اللہ یزکی من یشآء مین بھی اسی بات کا اشارہ کیا گیا ہی کہ کسی کا مقدس بنانا بھی خدا کی مرضی پر موقوف ہی اسکی وجہ بہت صاف ہی کہ تزکیہ نفس تقوی سے متعلق ہی اور تقوی افعال قلوب سے ہی افعال قلوب کا حال سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہین ہی۔ اس آیت مابعد کے نزول کی وجہ یہ ہی کہ جب آیت اولی یعنے ان اللہ لا یغفر الخ نازل ہوئی تو یہودیون نے کہنا شروع کیا کہ ہم تو مشرک نہین ہین بلکہ خاصگان بارگاہ الٰہی سے ہین جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا۔ نحن ابناء اللہ واحبآؤہ[1]۔ لن تمسنا النار الا ایاما معدودات[2]

[1] ہم بیٹے اللہ کے ہین اور پیارے ہین اُسکے ۱۲

[2] گنتی کے چند روز کے سوا دوزخ کی آگ ہمکو چھوئے گی بھی تو نہین ۱۲

لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصارٰی اور بعض اس خیال فاسد مین مبتلا تھے کہ ہمارے اسلاف مین انبیا بھی ہوئے ہین وہ ہماری شفاعت کرین گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ چند یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین اپنے بچون کو لیکر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ یا محمدؐ کیا ان پر بھی کوئی گناہ ہی آپ نے فرمایا کہ نہین تو انھون نے کہا کہ ہماری حالت بعینہ انھین بیگناہ بچون کی سی ہی جو گناہ شب کو ہم کرتے ہین وہ صبح کو محو ہو جاتے ہین اور جو گناہ دن کو کرتے ہین رات کو مٹ جاتے ہین۔ غرض کہ یہان تک تقدس کا مبالغہ تھا اسلیے اللہ تعالی نے فرمادیا کہ کسی کو مقدس بنانا تو ہمارا کام ہی اپنے منھ سے آپ مقدس بننا لغویات ہی۔ الحاصل خود ستائی اخلاقی عیب ہی اور قابل احتراز

قولہ تعالی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُم اَن تُؤَدُّوا الاَمَانَاتِ اِلٰی اَھلِھَا وَاِذَا حَکَمتُم بَینَ النَّاسِ اَن تَحکُمُوا بِالعَدلِ اِنَّ اللّٰہَ نِعِمَّا یَعِظُکُم بِہٖ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ سَمِیعًا بَصِیرًا یَا اَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اَطِیعُوا اللّٰہَ وَاَطِیعُوا الرَّسُولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم فَاِن تَنَازَعتُم فِی شَیءٍ فَرُدُّوہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُولِ اِن کُنتُم تُؤمِنُونَ بِاللّٰہِ وَالیَومِ الاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیرٌ وَّاَحسَنُ تَاوِیلًا۔ **ترجمہ** (مسلمانو) اللہ تمکو حکم دیتا ہی کہ امانت رکھنے والون کی امانتین (جب مانگین) اُن کے حوالے کردیا کرو اور (جب لوگون کے جھگڑے فیصل کرنے لگو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو اللہ جو تمکو نصیحت کرتا ہو (تمھارے حق مین) بہت اچھی ہی اسمین شک نہین کہ اللہ سب کی سنتا اور سب کچھ) دیکھتا ہی۔ مسلمانو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا

لہ ہرگز نہ داخل ہوگا بہشت مین مگر جو کوئی ہوگا یہود یا عیسائی ۱۲

حکم مانو اور جو تم مین صاحبِ حکومت ہین (انکا بھی) پھر اگر کسی امر مین تم (اور حاکم وقت) آپسمین جھگڑ پڑو تو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانے کی شرط یہ ہو کہ اُس امر مین اللہ اور رسول (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ کہ یہ (تمھارے حق مین) بہتر ہو اور انجام کے اعتبار سے بھی (یہی طریقہ) بہت اچھا ہو۔

اس کے ماقبل اعمال صالحہ کا ذکر ہوا ہو چونکہ اجل اعمال صالحہ مین امانت کا واپس کرنا ہو جس کا ذکر ابتدائی آیت زیر بیان مین ہوا ہو لفظ امانت عام ہو خواہ امور دنیا سے متعلق ہو یا آخرت سے۔

اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہو کہ بروز فتح مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ سے (جو کلید بردار کعبہ تھے) فرمایا کہ کنجی حوالے کردو مگر اُنھون نے کہا کہ یہ اللہ کی امانت ہو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو لینا چاہا تو انھون نے مٹھی بند کرلی تین مرتبہ اسیطرح ہوا اس کے بعد کنجی حوالے کردی گئی تو حضور اقدس نے کعبہ مین داخل ہو کر طواف کیا اور یہ ارادہ فرمایا کہ کلید حضرت عباس کے حوالے کردین۔ لیکن پھر حضرت عثمان رض سے فرمایا کہ اسکو تم اپنے ہی پاس رہنے دو۔ مگر عباس رض بھی حصہ دار رہین گے اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ لو یہ خدمت دوا اتمھین کو مبارک ہو اس خدمت کو تم سے بجز ظالم کے کوئی نہ لیگا۔ اُسی وقت حضرت عثمان مشرف باسلام ہوئے۔ اور کلید برداری کی خدمت اپنے بھائی شیبہ کے حوالے کر کے مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے چنانچہ اب تک یہ خدمت

خاندان شیعہ مین باقی ہی۔

بہرکیف شانِ نزول کے لحاظ سے تفویض امانت کا حکم خاص نہین ہی بلکہ عام ہی کیونکہ انسان کا معاملہ یا تو خدا کے ساتھ ہوتا ہی یا مخلوقات کے ساتھ یا اپنے نفس کے ساتھ تو ہر حال مین صفت امانت کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ خدا کے ساتھ امانت داری یہ ہی کہ احکام آلہی کی پابندی اور منہیات سے محترز رہین۔ مثلاً زبان کی امانت یہ ہی کہ جھوٹ غیبت تمامی الفاظ کفر و بدعت۔ فحش وغیرہ سے محفوظ رکھی جائے۔ اسیطرح ہر ایک عضو کی حفاظت لازمی ہی۔ مخلوقات کے ساتھ امانت مدنظر رکھنے کی صورتین یہ ہین کہ مالِ ودیعت مین خیانت نکرین۔ ناپ تول مین کمی زیادتی نہو۔ عیب بیجا نکرین۔ اگر صاحب حکومت ہون تو رعایا کے ساتھ عدل کرین۔ علما کی امانت داری یہ ہی کہ عوام الناس کو عقائد فاسدہ کی تعلیم ندین بلکہ عقائد و اعمال حقہ سکھلائین جو موجب فلاح دارین ہی۔ اور اپنے نفس کے ساتھ امانت کا برتاؤ اسطرح ہو سکتا ہی کہ جو باتین دین و دنیا مین موجب سعادت نفس ہون اختیار کی جائین شہوت و غضب سے نفس کو محفوظ رکھا جائے۔ انھین لحاظات سے حضور اقدس نے فرمایا ہی کلکم راع[1] وکلکم مسؤل عن رعیتہ بلکہ ایک دوسری حدیث مین وارد ہی کہ لا ایمان[2] لمن لا امانۃ لہ۔

انسان طبعاً جلب منفعت اور دفع مضرت ذاتی کی طرف مائل رہتا ہی اس کے بعد

لہ تم سب کے سب نگہبان ہو اور سب کے سب پوچھے جاؤ گے اپنی رعیت سے ۱۲

ےلہ جس مین امانت کی عادت نہین اُس کا ایمان ہی نہین ۱۲

دوسرون کے نفع ونقصان کا خیال کرتا ہی اسلیے قرآن مجید مین ارشاد ہوا ہی واذا حکمتم بین
الناس ان تحکموا بالعدل۔ یعنے امانت کے بعد عدل کو پیش نظر رکھین حسن طرز بیان
پر غور کرو تو لطائف معانی کا حال بھی ظاہر ہو سکتا ہی مثلاً دیکھو کہ جب تک انسان مین
امانت داری کی صفت نہو وہ عادل نہین ہوسکتا یہ دو صفات بطور لازم وملزوم کے ہین
حاکم پر عدل کرنا واجب ہی۔ حکام مین تین صفتون کا ہونا ضروری ہی۔ خوف خدا نفسانی
خواہشات سے مبرا ہونا۔ اور لومۃ لائم کی پروا نکرنا۔ ان باتون مین سے جسقدر کمی ہوگی اسی
مناسبت سے صفت عدل پر بھی اثر پڑیگا۔ عدل کا وجوب۔ ظلم کی مذمت سے بھی ثابت
ہوتا ہی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی [1] ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون چونکہ ظلم کا
ارتکاب اکثر دنیوی منفعت کے خیال سے ہوتا ہی اس سے محفوظ رکھنے کے لیے یون
انتباہ ہوئی ہی کہ [2] لم تسکن من بعدھم الا قلیلا وکنا نحن الوارثین حکام عدالت
کو فریقین کے ساتھ خصوص پانچ باتون مین مساوات کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ جب فریقین حاضر
عدالت ہون تو اُن کے ساتھ مساوات کا برتاؤ کیا جائے۔ اپنے سامنے دونون کو برابر
جگہ دینا۔ فریقین کی طرف یکسان متوجہ رہنا۔ فریقین کے بیانات برابر سننا۔ واقعات کے
لحاظ سے دونون مین سے جو کوئی دادرسی کا مستحق ہو اُسکے حق مین منصفانہ حکم کرنا۔ اور پھر
ارشاد ہوا ان اللہ نعما یعظکم بہ یعنے خدا تعالی امانت وعدل اختیار کی نسبت تمھین اچھی

ل۱ اور ہر گز مت گمان کر اللہ کو کہ بیخبر ہی اُس چیز سے کہ کرتے ہین ظالم ۱۲

ل۲ نہ بسا اُنمین پیچھے اُنکے مگر تھوڑے۔ اور ہوئے ہم ہی وارث ۱۲

ہدایت کرتا ہی۔ اسی پر اکتفا نہین کیا گیا بلکہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ان اللہ کان سمیعا بصیرا جسکا مفہوم یہ ہی کہ تم فریقین کے جن جن بیانات کو سنکر حکم دیتے ہو خدا اُسکو سنتا ہی اور تم لوگون کی امانتین کس حفاظت سے ادا کرتے ہو اُسکو دیکھتا ہی۔ یہ آیت مطیعین کے لیے بمنزلہ وعدے کے اور عاصیون کے لیے بجاے وعید کے ہی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہدایت کو یون ادا فرمایا ہی اعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک[1]
اصل یہ ہی کہ بلحاظ مصالح عباد اصول امانت و انصاف کو اعلی پیمانہ پر قائم کرنے کی ضرورت تھی تو اسکی نگرانی اللہ میان اپنے ذمہ لیکر فرماتے ہین کہ ہمارے احکام کی تعمیل کسطرح ہوتی ہی اسکو ہم دیکھتے اور سنتے ہین۔ خدا تعالی کے دیکھنے سننے سے بچنا محال ہی۔ جن لوگون کو دنیوی حکومت حاصل ہی وہ اس مضمون کو غور سے ملاحظہ فرمائین۔ چونکہ حکام کو رعایا کے ساتھ عدل و انصاف کے فیصلجات صادر کی ہدایت ہوئی ساتھ ہی رعایا کو اُن احکام کی تعمیل کے لحاظ سے حکام کی اطاعت بھی ضرور تھی اسلیے یون ارشاد ہوا کہ یا ایہا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہین حق[2] علی الامام ان یحکم بما انزل اللہ ویؤدی الامانۃ فاذا فعل ذلک فحق علی الرعیۃ ان یسمعوا ویطیعوا آیت زیر بیان مین اصول فقہ کا ذکر ہی

---

[1] خدا کی عبادت (حضور قلب سے) اسطرح ہو کہ گویا تو اسکو دیکھتا ہی اگر تو اُسکو نہین دیکھ سکتا ہی تو (یہ سمجھ) کہ وہ تجھکو دیکھتا ہی ۱۲

[2] حاکم پر لازم ہی (کہ بپابندی) احکام الٰہی رعایا پر حکم صادر کرے اور امانتون کو واپس دے جب حاکم نے ایسا کیا تو رعایا پر واجب ہی کہ اُسکے حکم سُنین اور تعمیل کرین ۱۲

فقہا نے شریعت کے چار اصول قرار دیے ہین۔ کتاب اللہ۔ سنت نبوی۔ اجماع امت۔ قیاس
اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول کر روسے قرآن و حدیث کی اتباع ہر مسلمان پر واجب ہے۔
و اولی الامر منکم سے اطاعت اجماع امت مقصود ہے اور بعض نے اطاعت خلفاے
راشدین بھی مراد لیا ہے۔ ابن عباس فرماتے ہین کہ یہ آیت خالد بن ولید کی شان مین نازل ہوئی
تھی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو حاکم فوج قرار دیکر روانہ فرمایا تھا جنمین عمار
بن یاسر بھی تھے۔ خالد اور عمار مین کسی بات مین اختلاف پیدا ہو گیا تو اُسوقت اولی الامر
کی اطاعت کا حکم ہوا۔ ایک اور روایت مین ثعلبی نے ابن عباس سے اور حسن و مجاہد
اور ضحاک نے بالاتفاق یہ بیان کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد علماے امت ہین جو پابندی
احکام شریعت فتوی دیا کرتے ہین۔ اور بعض کی راے یہ ہے کہ اولی الامر سے امرا اور سلاطین
مقصود ہین۔ کاروبار دنیوی کے لحاظ سے اسی قول کو ترجیح دیگئی ہے اس قول کی تائید
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے من اطاعنی فقد اطاع
اللہ ومن اطاع امیری فقد اطاعنی ومن عصانی فقد عصی اللہ ومن عصے
امیری فقد عصانی ترجمہ جسنے میری اطاعت کی اسنے خداے تعالی کی اطاعت
کی۔ جسنے میرے امیر کی اطاعت کی اُسنے میری اطاعت کی۔ اور جسنے میری نافرمانی
کی وہ خدا کا بھی نافرمان بردار ہے۔ اور جسنے میرے امیر کی نافرمانی کی وہ میرا بھی
نافرمان بردار ہے۔

اور بعضون نے اطاعت امرا مین یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ مبنی بر حق ہو تو اطاعت

واجب ہو والا لاکلام غرضنکہ یہ ایک اختلافیہ مسئلہ ہے کتب فقہ مین دیکھا جائے۔ لیکن اسقدر اشارۃً لکھدیا جاتا ہے کہ اگر اس مسئلہ کو باب اٹھاسی فتوحات مکیہ جزو ثانی مین دیکھا جائے تو اطمینان ہو جائے گا اُس مضمون کو یہان نقل کرنا نامناسب سمجھا گیا لیکن تحریصاً حوالہ لکھدیا ہے ممکن ہے کہ بعض مطالعہ کنندگان کا شوق اور اُنکی ہمت اُس کتاب مقدس کے مطالعہ کے جانب بھی راغب ہوا ورنیز اس حکم سے کہ فان تنازعتم فی شیٔ فردوہ الی اللہ والرسول قیاس مراد ہے۔ اگر کوئی معاملہ ایسا پیش آجائے کہ کوئی صریح حکم کتاب اللہ وحدیث نبوی اور اجماع امت کے لحاظ سے نہ دیا جاسکتا ہو تو اُسوقت اس بات پر غور کرنا ہوگا کہ اس قسم کے اور معاملات مین قرآن و حدیث مین کیا حکم ہے اور اُس پر غور کر کے تصفیہ کرنا ہوگا اسی کو قیاس کہتے ہین اس امر کے حل کرنے کے لیے واقعات عالم کی تقسیم دو طرح سے قرار دیجاسکتی ہے۔ ایک تو ایسے واقعات جن کی نسبت کتاب و سنت مین صریح احکام موجود ہین۔ دوسرے ایسے واقعات کہ جنکی نسبت صراحت سے حکم نہین ہے۔ تو قسم اول کے واقعات مین تو احکام کی اطاعت اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول سے واجب گردانی گئی ہے۔ اور قسم دوم کے معاملات مین قیاس پر عمل کرنا ہوگا مگر اسبات کا بھی لحاظ ضرور ہے کہ قیاس کا درجہ چوتھا ہے تو جب قرآن۔ حدیث اور اجماع امت سے کسی مسئلہ مین صریح دلیل نہ ملے تو اُسوقت قیاس سے کام لیا جائے ورنہ ابلیس کا سا حال ہوگا کہ اُسکو تو خدا تعالی نے صریح حکم دیا تھا واذ[1] قلنا للملئکۃ اسجدوا لآدم فسجدوا الا ابلیس مگر اُسنے خلقتنی[2] من نار وخلقتہ من طین کے قیاس سے کام دیا اور مردود

[1] جبکہ کہا ہمنے فرشتون کو سجدہ کرو آدم کو پس سجدہ کیا انھون نے مگر ابلیس (نے نہین کیا) ۱۲

[2] پیدا کیا تو نے مجھکو آگ سے اور پیدا کیا (انسان کو) مٹی سے ۱۲

ہوگیا۔ نص پر قیاس کو ہرگز مقدم نکرنا چاہیے۔ جیساکہ ارشاد ہوا ہے یاایھا الذین امنوا لاتقدموا بین یدی اللہ ورسولہ اور اسی طرح حدیث شریف مین وارد ہے اذا روی عنی حدیث فاعرضوہ علے کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ والا ذروہ۔ بہرحال فان تنازعتم فی شئ فردوہ الی اللہ والرسول سے اختیار قیاس کی اجازت ہے۔ اور نیز اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول سے اس ادب کو پیش نظر رکھنے کی تعلیم ہوئی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام شرکت کے طور پر ذکر نہ کیا جائے چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین ایک شخص نے حاضر ہوکر کہا کہ من اطاع اللہ والرسول فقد رشد ومن عصاھما فقد غوی تو حضرت نے اس طرز بیان کو ناپسند فرمایا اور ہدایت کی کہ یون کہو من عصی اللہ وعصی رسولہ کیونکہ اُسنے ضمیر ھما مین خدا کے ساتھ پیغمبر صاحب کو بھی شریک کردیا تھا۔ پیغمبر صاحب نے ادباً اسکی اصلاح فرمادی۔ اور پھر ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الاخر سے مومنین کو یہ ہدایت ہوئی کہ ذلک خیر واحسن تاویلا یعنے جس ترتیب کے ساتھ معاملات کے تصفیہ کا طریقہ بتلایا گیا ہے وہی مستحسن ہے۔ دیکھو خدانے اپنے فضل وکرم سے بندون کی اصلاح حال کے لیے کس عمدہ ترتیب سے تصفیہ معاملات وفصل خصومات کی ہدایت فرمائی ہے اگر انسان ان ہدایتون کو پیش نظر رکھے تو کبھی وہ جادۂ راستی سے تجاوز نکریگا۔ حسن اخلاق کا اصل اصول خواہشات نفسانی کا مقابلہ ہے جو منجر بفساد ہوتے ہین

۱؎ مسلمانو! خدا اور اُسکے رسول کے حکم سے تجاوز نکرو ۱۲

۲؎ جبکہ مجھ سے کوئی حدیث روایت کیجائے تو اُسکو قرآن سے مطابقت کرلو اگر وہ موافق قرآن ہو تو اسکو قبول کرلو ورنہ اسکو ترک کردو ۱۲

جب طبیعت انسانی احکام وہدایات الٰہی کی خوگر ہوجاتی ہی تو بُرے اخلاق سے پاک صاف ہوجاتی ہی

قولہ تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ترجمہ اور جو رسول ہمنے بھیجا اسکے بھیجنے سے ہمارا مقصود (ہمیشہ) یہی رہا ہی کہ اللہ کے (یعنے ہمارے) حکم سے اس کا کہا مانا جائے اور (اے پیغمبر) جب ان لوگون نے (تمھاری) نافرمانی کرکے اپنے اوپر آپ ظلم کیا تھا اگر (اسوقت) یہ لوگ تمھارے پاس آتے اور خدا سے معافی مانگتے اور رسول (یعنے تم بھی) ان کی معافی چاہتے تو (یہ لوگ) دیکھ لیتے کہ اللہ بڑا ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی۔ پس (اے پیغمبر) تمھارے (ہی) پروردگار کی قسم ہی کہ جبتک (یہ لوگ) اپنے باہمی جھگڑے تم ہی سے فیصلہ نہ کرائین اور (صرف فیصلہ ہی نہین بلکہ) جو کچھ تم فیصلہ کردو اُس سے کسی طرح دلگیر بھی نہون بلکہ (دل وجان سے) اس کو قبول کرلین (غرض جب تک یہ سب کچھ نکرین اسوقت تک) ان کو ایمان سے بہرہ نہین۔

اگرچہ اس سے قبل اطیعوا اللہ الخ سے اطاعت رسول کا حکم ہوچکا تھا باوجود اس امر کے بعضون کی یہ عادت تھی کہ اپنے معاملات کا تصفیہ بتون پر محوّل کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رجوع نکرتے تھے اس بُرے طریقہ کے ترک کرنے کے لیے مکرر ارشاد ہوا وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ۔ چونکہ مصالح عباد کا

علم کماحقہ سوائے پروردگار عالم کے کسی اور کو نہین ہی اور وہ متوجہ بالخیر ہی۔ اسلیئے ہر زمانے مین رسول مبعوث ہوتے رہے تاکہ احکام الٰہی کی تعلیم کرین۔ اور آخر مین خاتم المرسلین مبعوث ہوئے اور قرآن مجید عطا ہوا جسمین تمام ضروری ہدایات کا ذکر مندرج ہی باوجود ایسی نعمات کے موجود ہونے کے بعض لوگ اُس سے مستفید نہین ہوتے تھے اور ضلالت مین مبتلا رہتے تھے مگر اسکی حقیقت سوائے خدا تعالیٰ کے کسی پر منکشف ہونا محال ہی اسلیئے باذن اللہ کے الفاظ سے اس بات کو ظاہر فرمایا گیا ہی خدا کی توفیق جسکی رفیق ہوتی ہی وہی اطاعت رسول اختیار کرتے ہین جن سے مومنین مراد ہین اس آیت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہی کہ ہر ایک رسول کو شریعت عطا ہوئی ہی تاکہ ان کے متبعین اس شریعت کی اتباع کرین اور اس سے انبیا علیہم السلام کا ذنوب و معاصی سے معصوم ہونا بھی ثابت ہوتا ہی کیونکہ اگر وہ گناہ سے معصوم نہوتے اور بالفرض کسی معصیت کا ارتکاب کرتے تو اسکی بھی اطاعت لازم ہوتی جس سے ایجاب و تحریم کا توارد واقع ہوتا جو محال ہی۔ پھر اسکے بعد حکم ہوا ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما شان نزول آیت کی وجہ ابوبکر اصم نے یہ لکھی ہی کہ چند منافقین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکر کرنے کے قصد سے حاضر ہوئے مگر اُسی وقت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور آپ کو اس امر سے آگاہ کردیا۔ تو آپ نے فرمایا ان قوما دخلوا یریدون امرا لا ینالونہ فلیقوموا ولیستغفروا اللہ حتی استغفر لھم فلم یقوموا فقال الا تقومون فلم یفعلوا فقال صلی اللہ علیہ وسلم قم یا فلان قم یا فلان حتی عد اثنی عشر

رجلا منہم فقاموا وقالوا لو اکنّا عزمنا علی ما قلت ونحن نتوب الی اللّٰہ من ظلمنا انفسنا فاستغفر لنا فقال الآن اخرجوا عنا کنت فی بدء الامر اقرب الی الاستغفار وکان اللّٰہ اقرب الی الاجابۃ اخرجوا عنّی[۱]

تواباً رحیما کے الفاظ سے ستفاد ہوتا ہے کہ توبہ کا قبول ہونا امر یقینی ہے۔

اور پھر ارشاد ہوا فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینہم ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ ایک انصاری اور زبیر سے کھجور کے باغ کے لیے پانی لینے کے نسبت نزاع پیدا ہوئی۔ اور یہ جھگڑا تصفیہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہونچا تو آپ نے زبیر سے فرمایا۔ اسق ارضک ثم ارسل الماء الی ارض جارک تم پہلے اپنی زمین کو سیراب کر لو اور پھر اپنے ہمسائے کے لیے چھوڑ دو تو انصاری نے کہا شاید یہ حکم اس لحاظ سے دیا گیا ہے کہ وہ آپ کی پھوپھی کے فرزند ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا تو پھر آپ نے زبیر سے فرمایا اسق ثم احبس الماء حتے یبلغ الجدار۔[۲]

بہر کیف اس آیت شریف کا مقصود یہ ہے کہ تکمیل ایمان کی یہ بھی ایک علامت ہے کہ حکم

---

[۱] ایک جماعت حاضر ہو کر ایک ایسی بات کے حاصل کرنے کا ارادہ کرتی ہے جسکو وہ حاصل نہیں کر سکتی پس انکو پہلے خدا سے مغفرت طلب کرنا چاہیے میں بھی انکے حق میں دعاے مغفرت کرونگا مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا تو آپنے فرمایا کہ کیوں ایسا نہیں کرتے ہو۔ آخر کار آپنے ایک ایک کے طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم اٹھو تم اٹھو بارہ شخصوں کو اسی طرح فرمایا وہ سب اٹھے اور کہا کہ ہم بھی یہی قصد کر چکے تھے جیسا کہ آپنے فرمایا اب ہم اُن مظالم سے خدا کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں جو ہم نے اپنے نفسوں پر کیا ہے آپ بھی ہمارے لیے ہمارے دعاے مغفرت فرمائیے تو آپنے فرمایا کہ اب ہمارے پاس سے چلے جاؤ کہ اب استغفار اور اجابت کا وقت گزر گیا ۱۲

[۲] اپنی زمین کو پانی دو اور پھر بند کر دو یہانتک کہ دیوار یا گھانس تک پہونچے ۱۲

رسول پر رضامندی ظاہر کیجائے اور پھر ثم لا یجدوا فی انفسہم حرجاً سے اس بات کی تاکید
بھی ہوئی کہ رضامندی صرف دکھائو کے لیے نہو بلکہ قلبی ہو مگر بعض مفسرین نے اس شرط کو اور
بھی نرم کیا ہی کیونکہ رغبت و نفرتِ قلبی ایسے امور ہین کہ جو خدا کے قبضہ اقتدار مین ہین وہ جسکو
چاہے دے۔ انسان کی وسعت سے خارج ہین اسلیے وہ یہ تعبیر کرتے ہین کہ حکم رسول کو
حق سمجھنا اور اُسکی تصدیق کرنی کافی ہی۔ اور ویسلموا تسلیما سے توجیہ اول کی ہی تائید
ہوتی ہی کہ جب حکم رسول کی تصدیق قلبی ہولی تو پھر بظاہر بھی مطیع و منقاد ہونا چاہیے۔
بہرکیف جب تک اتباع نبوی اختیار نہ کیجائے اخلاقِ حسنہ کا سیدھا راستہ مل نہین سکتا

خلافِ پیمبر کسے رہ گزید　　　کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

قولہ تعالی وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ
وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا۔ ذٰلِکَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰہِ
وَکَفٰی بِاللّٰہِ عَلِیْمًا ترجمہ اور جو اللہ اور رسول کا کہا مانے تو ایسے ہی لوگ (جنت مین) ان
(مقبول بندون) کے ساتھ ہون گے جن پر اللہ نے (بڑے بڑے) احسانات کیے یعنے نبی
اور صدیق اور شہید اور (دوسرے) نیک بندے اور ان لوگون کا ساتھ (ہی کیا ہی اچھا
ساتھ) ہی یہ اللہ کا فضل ہی اور اللہ ہی کا جاننا بس کرتا ہی کہ اس کے فضل مین سے
کس کو کتنے کا حق ہی۔

آیات سابقہ مین اطاعت خدا و رسول کا ذکر ہوچکا ہی اور یہ بھی بیان ہوا ہی کہ اپنی
حاجات کے تصفیہ مین بتون کی طرف رجوع کرنے سے پیغمبرون کی جانب رجوع کرنا بہتر ہی

اور پھر ان آیات مین تاکیداً اطاعت رسول کا حکم اور اُسکے فوائد کا ذکر کیا گیا ہی۔ اور شان نزول یہ ہی کہ ایک بار ثوبان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مولی تھے اور آپ سے کمال محبت رکھتے تھے خدمت فیض درجت مین حاضر ہوئے کمال محبت کی یہ حالت تھی کہ اگر دم بھر بھی جمال مبارک سے مشرف نہون تو بیچین ہو جاتے تھے جب ثوبان حاضر خدمت اقدس ہوئے تو چہرہ انکا بہت متغیر تھا اور نہایت غمگین تھے حضور انور نے مزاج پرسی کی تو انھون نے عرض کیا کہ مجھکو کوئی بیماری سوائے اسکے نہین ہی کہ اگر جمال جہان آرا کو تھوڑی دیر بھی نہ دیکھون تو وحشت بڑھ جاتی ہی اور صبر نہین آتا۔ دفعتہً اس بات کا خیال ہو گیا کہ جب دنیا مین یہ حال ہی تو آخرت مین میرا کیا حشر ہو گا کیونکہ حضور اقدس تو اپنے عُلُوِّ مرتبت کی وجہ سے انبیا علیہم السلام کے ساتھ جنت کے اعلی درجہ مین ہون گے اور مین عوام الناس کے ساتھ تو پھر وہان حضرت کے دیکھنے کی کیا سبیل ہوگی۔ اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔

مقاتل نے ایک انصاری کی محبت کے ساتھ شان نزول کا تعلق بیان کیا ہی کہ وہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اپنے ایک باغ مین تھے اِن کے فرزند نے واقعہ جانکاہ وفات جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دی تو بے اختیار انکی زبان سے یہ الفاظ نکلے اللھم اعمنی حتی لا اری شیئا بعدہ الی ان القاہ یعنے اے خدا مجکو نابینا کر دے تاکہ آخرت مین جبتک مین آنحضرت کو نہ دیکھون دنیا مین کوئی اور چیز نہ دیکھنے پاؤن اُسی وقت آپ کی بصارت جاتی رہی۔ خدا اپنے فضل و کرم سے انکی آرزو کو آخرت مین پورا کریگا۔

اور یہ بھی حدیث مین آیا ہی کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایکبار کوہ احد پر تشریف رکھتے تھے اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم ساتھ تھے اتنے مین بھونچال آیا۔ تو آپ نے فرمایا اے احد ٹھہر جا کہ اسوقت تجھ پر نبی (یعنے مین) اور صدیق (یعنے حضرت ابو بکر) اور شہید (یعنے حضرت عمر اور حضرت عثمان) رضی اللہ عنہم ہین۔

محققین مفسرین شان نزول کی ایک خاص وجہ یہ بھی لکھتے ہین کہ امت کو طاعت کی ترغیب ہو یعنے جو لوگ خدا و رسول کی اطاعت دل سے کرتے ہین وہ مدارج اعلی پر فائز ہونگے اجل طاعات الٰہی یہ ہی کہ انسان کی روح انوار معرفت الٰہی سے منور ہو جائے جب روح کی تکمیل ہو جاتی ہی تو وہ مثل ایک مصفا آئینہ کے ہو جاتی ہی۔ اُسمین کسی قسم کا غبار باقی نہین رہتا۔ حجابات جسمانی اُٹھ جاتے ہین اور انوار جلال الٰہی کا پرتو اسپر پڑتا ہی اور یہ انوار ایک دوسرے پر منعکس ہوتے ہین۔ اور پھر حسب قوت انعکاس اسکا حشر انبیا علیہم السلام وصدیقین وشہدا کے ساتھ ہوتا ہی۔ صدیق وہ ہی کہ جسمین صفت صدق کا غلبہ ہو جو برگزیدہ صفات بشری سے ہی۔ کیونکہ ایمان بھی تصدیق ہی کا نام ہی صدق کے مقابلہ مین کذب ہی جو کفر کا مصداق ہی۔ بعض نے صدیق کا معنیٰ یہ کیا ہی کہ جس کسی نے تصدیق رسول علیہ السلام مین سبقت کی ہو وہ صدیق ہی۔ اس لحاظ سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اولویت ہی۔ اور آپ کا لقب بالاتفاق صدیق ہو گیا۔

اسکے بعد شہید کا درجہ ہی اگرچہ عام طور پر وہ لوگ شہید کہلاتے ہین جو کفار کے ہاتھ سے مارے گئے ہون مگر شہید کا مرتبہ اس سے بھی زیادہ ہی صرف کافرون کے ہاتھ سے

مارا جانا مزید فضل کا باعث نہین ہی۔ دراصل شہید وہ ہی کہ صحت دین پر کبھی تو حجت و بیان اور کبھی سیف و سنان سے گواہی دینے والا ہو۔ جیسا کہ ان آیات مین خدا تعالی فرماتا ہی شَهِدَ اللهُ[۱] اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ[۲] اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ اور صالح وہ ہی کہ جسکا اعتقاد اور عمل دونون درست ہون۔

اس ترتیب بیان کا مفاد یہ ہی کہ دین حقہ کی تعلیم اکابرین ملائکہ کو اللہ جل شانہ سے حاصل ہوتی ہی۔ اور انبیا علیہم السلام کو ملائکہ سے۔ صدیقین کو انبیا علیہم السلام سے۔ اور شہدا کو صدیقین سے۔ صالحین شہدا سے دین حق حاصل کرتے ہین۔

اور پھر ارشاد ہوا کہ حسن اولئک رفیقا رفیق وہی ہی کہ شدت محبت کے سبب سے سفر و حضر مین کام آئے پس جنکو انبیا علیہم السلام و صدیقین وغیرہ سے اُنس ہوگا وہ تو دنیا و آخرت مین ہر طرح سے مدد و معاون رہین گے ان سے بہتر کسی کا ساتھ نہین ہو سکتا مصرع صحبت صالح ترا صالح کند

اور پھر ذلک الفضل من اللہ سے یہ ظاہر کیا گیا ہی کہ بجز عنایت الٰہی کے ایسے نعمات میسر نہین ہو سکتے۔ اور پھر مزید ترغیب و تاکید کے لحاظ سے ارشاد ہوا ہی کہ وکفی باللہ علیما یعنے جو لوگ احکام الٰہی کی دل سے اطاعت کرتے ہین انکو جو کچھ جزا ملنے والی ہی اسکو خدا ہی جانتا ہی۔ اس سے میرہن ہو سکتا ہی کہ انسان کو اچھی صحبتون کے

---

[۱] گواہی دی اللہ نے یہ کہ نہین کوئی معبود مگر اللہ۔ اور گواہی دی فرشتون نے اور صاحب علمون نے کہ خدا بر سر انصاف ہی ۱۲

[۲] اور اسیطرح سے کیا ہمنے تمکو امت بیچ کی یعنے بہتر تا کہ گواہ ہو تم اور لوگون پر ۱۲

اختیار کرنے کی کیسی ترغیب دلائی گئی ہی۔ اور بیشک بغیر اچھی صحبت اختیار کرنے کے اخلاق حسنہ
کی کما ینبغی درستی نہین ہوتی پر تو قلوب نیکان اکسیر کا کام دیتا ہی۔ اور بد صحبت زہر ہلاہل ہی۔
قوله تعالی مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ
وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ
اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا **ترجمہ** (اے بندے حقیقت حال تو یہ ہی کہ
تجھکو کوئی فائدہ پہونچے تو (سمجھ کہ) اللہ کی طرف سے ہی۔ اور تجھ کو کوئی نقصان پہونچے تو
(سمجھ کہ) تیرے نفس کی طرف سے ہی اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو لوگون کی طرف پیغام پہونچانیوالا
(بناکر) بھیجا ہی۔ (اور تمھارے پیغمبر ہونے کے لیے خدا کی گواہی بس کرتی ہی) جسنے رسول کا
حکم مانا اُسنے اللہ ہی کا حکم مانا اور جو پھر بیٹھا تو (اے پیغمبر) تمسے اسکی کچھ باز پرس نہین کیونکہ
ہم نے تم کو کچھ ان لوگون کا پاسبان (بناکر) نہین بھیجا۔

بقول ابو علی جبائی لفظ سیّئۃ کبھی تو سختی اور بلا کے معنی مین استعمال کیا جاتا ہی اور
کبھی گناہ کے معنے مین جب سیئۃ سے شدت و بلا کا معنی مقصود ہوتا ہی تو اسکی نسبت اللہ
کی طرف کیجاتی ہی جیسا کہ قل کل من عند اللہ مین شدت و بلا سے سیّئۃ ہی مراد ہی اور
جب گناہ کا معنی لیا جاتا ہی تو اسکی نسبت بندے کی طرف کی جاتی ہی جیسا کہ آیت زیر بحث
مین مقصود ہی وارسلناك للناس رسولا وکفی باللہ شهیدا سے یہ ظاہر کیا گیا ہی
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت کے کام کو نہایت حفاظت سے ادا کر دیا کوئی
قصور آپ سے اس معاملہ مین سرزد نہین ہوا جسکی شہادت خود اللہ تعالی نے دی ہی اور

با این یہ ارشاد ہوا ہی کہ تمہارے جد و جہد کی گواہی ہم خود دیتے ہین مگر سمجھ رکھو کہ ہدایت کا دینا
اُسکی عنایت پر موقوف ہی۔ یہان اس قدر بیان کر دینا مناسب ہی کہ لفظ ہدایت کے بطور حصر دو
معنے قرار دیے جا سکتے ہین ایک تو ارائۃ الطریق یعنے راہ کا بتلا دینا یہی کام انبیا علیہم السلام
کا ہی اور دوسرا ایصال الی المطلوب یعنے مقصد تک پہونچا دینا یہ کام اللہ جل شانہ کا ہی جیسا کہ
آیہ اِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَّشَآءُ مین ہدایت کا مفہوم
ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منصب رسالت کو جس احتیاط سے ادا فرمایا ہی اُسکی توثیق
پھر یون بیان کی گئی ہی کہ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ
عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا جسنے رسول کا حکم مانا اُسنے اللہ ہی کا حکم مانا توفیق الٰہی جسکی رفیق ہوتی ہی وہی
اتباع نبوی اختیار کرتا ہی۔ کیونکہ آپ معصوم ہین اگر معصوم نہوتے تو آپ کی فرمان برداری کو
خداے تعالی اپنی فرمان برداری کے ساتھ منسوب نفرماتا۔ اور نزول آیت کی وجہ مقاتل نے
یہ لکھی ہی کہ پیغمبر صاحب اکثر یہ فرماتے تھے کہ من احبّنی فقد احبّ اللہ و من اطاعنی فقد
اطاع اللہ تو منافقون نے کہنا شروع کیا کہ (معاذ اللہ) آپ شرک کی حد تک پہونچ گئے کہ
غیر اللہ کی عبادت سے تو منع کرتے ہین مگر اپنے آداب کو جائز رکھتے ہین جیسا کہ نصاری کا
اعتقاد عیسی علیہ السلام کے ساتھ ہی تو اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ مگر اُن لوگون کی سمجھ مین
یہ نہین آیا کہ دراصل جو حکم آپ فرماتے تھے وہ بحکم الٰہی ہوتا تھا جسکا مقصود یہ تھا کہ مستحق عبادت
سواے خداے تعالی کے دوسرا کوئی نہین ہی۔ چنانچہ فما ارسلناك علیہم حفیظا
سے اس شبہ کو رفع فرما دیا گیا ہی۔ اسلیے کہ بمقتضاے رقت قلب حضرت کو کافرون کے

اعراض سے بہت تکلیف ہوتی تھی تو خدا نے تعالیٰ نے تسلی واطمینان دلانے کے طور پر فرمایا ہے کہ ہمنے تم کو لوگون کا محافظ بناکر نہین بھیجا ہے کہ تم اُنکو گناہون سے بچاتے رہو تمھارا کام صرف تبلیغ احکام کا ہے وہ کیے جاؤ ہماری توفیق جسکی رفیق ہوگی وہ راہ راست پر آجائینگے باقی خیریت ہے۔ دیکھو اس سچے ارشاد کا اثر اخلاق پر کیسا گہرا پڑتا ہے۔ اور جو لوگ پیغمبر کی اطاعت لازمی جانتے ہین وہی خجستہ خصائل ہوتے ہین۔ اللہ ورسول کی فرمان برداری کو بالائے طاق رکھکر خواہشات نفسانی کے درپے ہونا بُرے عادات کو راسخ کرنا ہے۔

قولہ تعالیٰ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ترجمہ۔ اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کارساز بس ہے تو کیا یہ لوگ قرآن (کے مطالب) مین غور نہین کرتے (کہ کہین سرمو فرق نہین) اور اگر قرآن خدا کے سوا (کسی اور) کے پاس سے (آیا) ہوتا تو ضرور اُسمین بہت سے اختلاف پاتے اور جب اُنکے پاس امن کی یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اُسکو (سب مین) اُڑا دیتے ہین اور اگر اس خبر کے بارے مین رسول کی طرف اور اُن لوگون کی طرف رجوع کرتے جو اُنمین برسر حکومت ہین تو پیغمبر اور حاکمون مین سے جو لوگ اس (بات کی صلیت) کو کھود نکالنے والے ہین اس خبر (کی حقیقت) کو معلوم کر لیتے (اور غلط خبر) کے مشہور ہونے کی نوبت نہ آتی اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُسکی مہر نہ ہوتی تو چند آدمیون کے سوا تم (سب کے سب) شیطان

کے پیچھے لگ لیے ہوتے۔

آیت ماقبل مین منافقین سے اعراض کا حکم ہی اور انکے افعال کا اظہار علانیہ نکرنے کی ہدایت ہوئی تاکہ کوئی شر و فساد پیدا نہو۔ مگر منافقین برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہونچائے جاتے تھے اور ان سے اقسام کے نقصانات کا اندیشہ تھا اسلیے یون ارشاد ہوا کہ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ وَكَفَى بِاللهِ وَكِيلًا اے محمد تم ہربات مین خدا پر بھروسہ رکھو اُسپر بھروسہ کرنا کافی ہی کہ وہی کافی المہمات ہی۔ علی ہذا منافقین قبول اسلام و نبوت مین بھی تامل کرتے تھے اور اسلام مین طرح طرح کے خدشات پیدا کرتے تھے تو بمقتضائے فضل و کرم ذاتی انکو راہ راست پر لانے کے لیے حکم ہوا کہ اَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا اے منافقین تم اس بات پر تو غور کرو کہ جو کلام پاک (قرآن مجید) ہمنے نبی امی کے ذریعہ سے بھیجا ہی اگر وہ ہمارا کلام نہوتا تو کیا وہ ایسا مدلل ہوسکتا تھا اگر وہ کسی اور کا کلام ہوتا تو ضرور اسمین بہت کچھ اختلافات واقع ہوتے قرآن سے صحت نبوت کی تصدیق تین وجہ سے ہوتی ہی ایک تو بلحاظ فصاحت کے دوسرے اخبار غیبی کے اندراج سے۔ تیسرے اختلافات سے محفوظ رہنے سے۔ غیب کی خبر وقتاً فوقتاً منجانب اللہ آنحضرت کو تبلیغ ہوجاتی تھی کہ آپکے بیان مین کوئی اختلاف واقع نہو وَاِذَا جَاۤءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ سے یہ بیان ہوا ہی کہ ہر گاہ کفار کو مسلمانون سے بیحد عداوت تھی تو وہ فضول خبرون کے شائع کرنے کے طریقے اختیار کر لیتے تھے مثلاً اگر مسلمانون کو ذرا بھی امن کی حالت میسر ہوتی تھی تو اسمین کچھ نہ کچھ آمیزش

کر کے جھوٹی خبرین اُڑا دیا کرتے اور اگر مسلمان کچھ خوف و مشکل کی حالت مین مبتلا ہو گئے
تو اُسپر اور حاشیہ چڑھا دیتے تاکہ ضعیف القلب لوگ اسلام سے منحرف ہو جائین ایسی جھوٹی
خبرون کے شائع کرنے کی ممانعت فرمائی گئی ہی اور پھر یہ تعلیم ہوئی ہی کہ جب کبھی امن و خوف
کی خبرون کی اصلیت معلوم کرنا مقصود ہو تو بہتر طریقہ یہ ہی کہ رسول یا صاحب حکومت سے
استفسار کرین تاکہ اصلی واقعات کا علم ہو جائے جیسا کہ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ سے
اسبات کی طرف ایما ہوا ہی اور پھر ارشاد ہوا کہ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ
الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا جسکا مقصود یہ ہی کہ یہ بھی خدا کا فضل و کرم ہی کہ بطفیل نزول قرآن مجید
و بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت سے لوگ دائرۂ ہدایت مین داخل ہو گئے اگر ایسا نہوتا
تو باستثنائے چند یعنے قیس ابن ساعدہ وورقہ ابن نوفل و زید بن عمرو بن نفیل کے جو قبل
از بعثت آنحضرت کے بھی حالت اسلام مین تھے بہت سے لوگ شیطان کے چیلے بنکر
حالت کفر و طغیان مین مبتلا تھے۔ بہرکیف جھوٹی خبرون کے شائع کرنے سے جو مخرب
اخلاق ہی منع فرمایا گیا ہی۔ مسلمانون کو اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ جہان انسان کی زبان
سے جھوٹ بات نکلی کہ وہ بے اعتبار ہو گیا۔

قولہ تعالیٰ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً
يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ
مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ترجمہ۔ جو شخص نیک (بات) کی سفارش
کرے (قیامت کے دن) اُس (نیک کام کے اجر) مین سے اُسکو بھی حصہ ملے گا اور جو

بڑی بات کی (شفاعت) کرے اس سے (وبال) مین وہ بھی شریک ہوگا اور اللہ ہر چیز کا مالک
و مختار ہے اور جب تم کو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم (اسکے جواب مین) اس سے بہتر (طور
پر) کرو یا (کم سے کم) ویسا ہی جواب دو اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ (تمکو اُسکا اجر دیگا۔
حدیث شریف مین وارد ہے کہ مَن دَعَا لِاَخِیہِ بِظَھرِ اسْتُجِیْبَ لَہٗ وَقَالَ المَلَكُ
لَہٗ وَلَكَ مِثْلُ ذٰلِكَ یعنے اگر کوئی غائبانہ اپنے بھائی کے لیے دعاے خیر کرے
تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی اسی قدر نیکی ہے یہی مراد شفاعت حسنہ سے ہے جسکا ذکر مَن
یَّشفَعْ شَفَاعَۃً حَسَنَۃً یَکُن لَّہٗ نَصِیْبٌ مِّنْھَا مین ہے اور شفاعت سیئہ کی مثال یہ ہے کہ یہود کی
عادت تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین حاضر ہوتے تو بدنیتی سے کہتے
السّام علیکم سام کے معنے موت کے ہین۔ ایک بار یہ آواز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
کے سمع مبارک مین پہونچی تو آپنے بے اختیار فرمایا علیکم السّام واللعنۃ اتقولون
ھذا الرسول یعنے اے بدبختون تم کو موت آئے اور تم پر خدا کی لعنت ہو کہ رسول خدا
کی شان مین ایسی بدگوئی کرتے ہو۔ اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ بہرحال جو کوئی اچھا کام
کرے اُسکو اچھی جزا اللہ سے ملیگی اور جو کوئی برائی کرے اُسکا نتیجہ ویسا ہی پائے گا
وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا کا یہی مفہوم ہے۔ قبل اسلام عرب کی یہ عادت تھی کہ وقت ملاقات
حیّاك اللہ کہا کرتے تھے یعنے جینے کی دعا کیجاتی تھی اسلام مین یہ لفظ سلام سے بدل
دیا گیا اور بمعنی سلام مستعمل ہوگیا جیسا کہ خود قرآن مجید مین واقع ہے تَحِیَّتُھُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَہٗ سَلَامٌ
اور نیز السلام علیك کے الفاظ حیّاك اللہ سے معناً بھی اتم و اکمل ہین کیونکہ

جب کوئی سلامتی سے رہے تو وہ لا محالہ زندہ بھی ہوگا برخلاف اُسکے ہر ایک زندہ شخص کا آفات سے محفوظ رہنا لازمی نہین ہے۔ قطع نظر اسکے سلام خدا کا نام بھی ہے۔ جب کسی سے ملاقات ہو تو اللہ تعالی کے اسم مبارک سے گفتگو کی ابتدا موجب خیر و برکت ہے۔

فائدہ مومنین پر بارہ مواقع مین منجانب اللہ سلام کا ذکر ہوا ہے۔

(۱) ایک تو ازل مین جب کہ خود خداے تعالی نے وصف ذاتی کا ذکر یون فرمایا اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ۔[۱]

(۲) دوسرا جبکہ خداے تعالی نے نوح علیہ السلام پر اپنا سلام بھیجا تو اُس مین مومنین کو بھی شامل فرمایا ہے۔ یعنے يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ[۲] جس سے مراد امت محمدی ہے۔

(۳) اور بزبان جبرئیل علیہ السلام بھی اللہ نے مومنین پر سلام بھیجا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا ہے تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔[۳]

(۴) زبان موسی علیہ السلام سے بھی سلام ارشاد ہوا ہے یعنی وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى[۴]

---

[۱] بادشاہ پاک ذات و محفوظ ہر عیب سے ۱۲

[۲] (جب طوفان ہٹ گیا تو نوح کو) حکم دیا گیا کہ اے نوح ہماری طرف سے سلامتی اور برکتون کے ساتھ کشتی سے اُترو (اور وہ برکتین) تمھارے شامل حال ہین گی اور اُن لوگون کی جو تمھارے ساتھ ہین ۱۲

[۳] اس رات (آیندہ سال کے) ہر ایک انتظام کے لیے فرشتے اور جبرئیل اپنے پروردگار کے حکم سے (زمین پر) اُترتے ہین وہ (رات امن) اور سلامتی کی رات ہے اور (طلوع فجر تک (اُسکی برکت رہتی) ہے ۱۲

[۴] اُن بندون پر سلام ہے جنھون نے ہدایت کی اتباع کی ۱۲

(۵) زبان محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی سلام اس طرح ارشاد ہوا ہی قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ[۱]

وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا ہی کہ مومنین کو سلام کرین وَاِذَا جَآءَکَ[۲]

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاٰیٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ۔

(۷) امت محمدیہ کو آیت زیر بیان مین سلام کرنے کا حکم ہوا ہی وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّۃٍ[۳]

فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْھَا اَوْ رُدُّوْھَا۔

(۸) بزبان ملک الموت یون سلام ارشاد ہوا ہی۔ اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ[۴]

طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ مومن کی قبض روح کے وقت ملک الموت کہتے ہین

کہ خداے تعالیٰ کا تجھپر سلام ہو جنت اور حور عین تیری مشتاق ہین۔ جب یہ خوشخبری

مومن کے کان مین پڑتی ہی تو کمال اشتیاق سے کہتا ہی کہ اس بشارت کا تحفہ بارگاہ

رب العزت مین میری جانب سے گزرانا جائے وہ تحفہ یہ ہی کہ میری روح فوراً قبض کیجیے

کہ اس سے بڑھکر کوئی تحفہ میرے پاس نہین ہی۔

---

[۱] (اے پیغمبر) کہو کہ (نافرمانون کے ہلاک ہونے پر) خدا کا شکر ہی اور (اُن) بندگان خدا کو سلام ہی جن کو اُس نے برگزیدہ کیا ۱۲

[۲] اور (اے پیغمبر) جو لوگ ہماری آیتون پر ایمان لاتے ہین تمھارے پاس آیا کرین تو تم اُن کی دلدہی کرو) اور کہو کہ (خدا کی طرف سے) تم کو سلامتی (کی خوش خبری ہو ۱۲

[۳] اور جب تم کو کسی طرح پر سلام کیا جائے تو تم (اسکے جواب مین) اس سے بہتر (طور پر) سلام کرو یا (کم سے کم) ایسا ہی جواب ۱۲

[۴] ایسی حالت مین قبض کرتے ہین کہ وہ (شرک کی گندگی سے) پاک (وصاف ہوتے ہین (اور جب) فرشتے قبض روح کے لیے آتے ہین تو بڑے تپاک کے ساتھ اُن سے سلام علیک کرتے ہین ۱۲

(۹) ارواح طاہرہ بھی مومن پر سلام بھیجتی ہین وَاَمَّآ[۱] اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔

(۱۰) بزبان رضوان خازن جنت بھی مومنین پر سلام بھیجا گیا ہی وَسِيْقَ[۲] الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ۔

(۱۱) دخول جنت کے وقت بھی مومنین پر ملائکہ سلام کرتے ہین وَالْمَلٰٓئِكَةُ[۳] يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔

(۱۲) بلا واسطہ خود پروردگار عالم بھی مومنین پر سلام بھیجتا ہی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی تَحِيَّتُهُمْ[۴] يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ۔ سَلٰمٌ[۵] قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ۔

دلائل قرآنی سے سلام کی فضیلت خصوصًا تین وقت مین ثابت ہی وقت پیدائش وقت موت۔ وقت حشر۔ کیونکہ ان اوقات مین انسان کو سلامتی کی بیحد ضرورت ہی اسلیے ارشاد ہوا ہی

---

[۱] اور اگر (وہ) داہنے ہاتھ والون مین سے ہو تو (اُس سے کہا جائے گا کہ اے شخص) جو داہنے ہاتھ والون مین ہی تجھپر سلام۔

[۲] اور جو لوگ (دنیا مین) اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے انکو (بھی) ٹولیان بنا بنا کر بہشت کیطرف لیجائین گے یہان تک کہ (جب یہ لوگ) بہشت کے پاس پہونچین گے اور اسکے دروازے (توانکے لیے پہلے ہی سے) کھلے ہون گے (توانکی بڑی آؤ بھگت کیجائیگی) اور بہشت کے کل موکل انسے سلام علیک کرکے کہین گے کہ تم (بیٹھے) مزے مین رہے ۱۲

[۳] اور جنت کے ہر ہر دروازے سے فرشتے اُنکے پاس آآکر اُنسے سلام علیک کرین گے (اور کہین گے کہ دنیا مین) جو تم صبر کرتے رہے ہو یہ اُسیکا صلہ ہی سو (ما شاء اللہ) کہ تمھاری دنیا کا بھی کیسا اچھا انجام ہوا ۱۲

[۴] جسدن یہ لوگ خدا سے ملین گے (اس کا) سلام انکی سلامی ہو گی ۱۲

[۵] پروردگار مہربان اپنی طرف سے سلام کہلا بھیجے گا ۱۲

سلام[۱] علیہ یوم وُلِدَ ویوم یموت ویوم یبعث حیّا چنانچہ عیسی علیہ السلام نے بھی یون فرمایا ہی والسّلام[۲] علیّ یوم وُلدتُ ویوم اموتُ ویوم اُبعثُ حیّا عائشہ صدیقہ رض کی روایت مذکورہ بالا کے سوا مفسرین نے یہ بھی لکھا ہی کہ یہود جب السام علیک کہتے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسپر رنج ہوتا تھا تو خداوند عالم نے آپ کی تشفی وتسلی کے لیے جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے سے یہ پیام بھیجا کہ اگرچہ یہود (اپنی بیہودگی سے) السام علیک کہتے ہین مگر ہم اپنے پردہ جلال سے السلام علیکم کہتے ہین اور ساتھ ہی یہ آیت نازل ہوئی اِنَّ[۳] اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبی یا ایّہا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما سلام کی فضیلت حدیث شریف مین اسطرح سے وارد ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین یا[۴] ایّہا النّاس افشوا السّلام واطعموا الطعام وصلوا الارحام وصلّوا باللیل والناس نیام تدخلوا الجنّۃ بسلام اس حدیث کے راوی بھی عبداللہ بن سلام ہین۔

بہرکیف سلام کرنا تو سنت ہی مگر جواب سلام واجب ہی جواب سلام مین یہ شرط ہی کہ جو الفاظ سلام مین استعمال کیے گئے ہین ان سے بہتر یا کم سے کم وہی الفاظ مستعمل ہون

[۱] اور اُنکو ہر حال مین حفاظت الٰہی کی امان جسدن پیدا ہوئے اور جسدن مرین گے اور جسدن (دوبارہ) زندہ اُٹھا کر کھڑے کیے جائینگے ۱۲

[۲] اور مجھپر خدا کی امان جسدن مین پیدا ہوا اور جسدن مرونگا اور جسدن (دوبارہ) زندہ اُٹھا کر کھڑا کیا جاؤن گا ۱۲

[۳] تحقیق اللہ اور اُسکے فرشتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہتے ہین تو اے مسلمانو! تم بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیجتے رہو ۱۲

[۴] اے مسلمانو اسلام کی پابندی کرو (محتاجون) کو کھلایا کرو صلہ رحم کو قائم رکھو شب کے وقت جبکہ لوگ استراحت مین ہون تم نماز مین مشغول ہوجاؤ جسکا نتیجہ یہ ہی کہ تم سلامتی کے ساتھ جنت مین داخل ہوجاؤ گے ۱۲

حدیث شریف مین وارد ہی کہ جناب سرور کائنات کے حضور مین ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ السلام علیک یا رسول اللہ تو آپ نے جواباً فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ ایک اور شخص نے حاضر ہو کر کہا کہ السلام علیک ورحمۃ اللہ تو آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ایک تیسرے شخص نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو آپ نے فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تو اس تیسرے شخص نے کہا کہ آپ نے میری ہتک کو گوارا فرمایا کیونکہ اللہ تعالی کا حکم تو یہ ہی فحیّوا باحسن منھا یعنے سلام کے الفاظ سے جواب کے الفاظ بہتر ہونا چاہیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے تو میری نسبت کسی بہتری کے الفاظ کے استعمال مین کوتاہی نہین کی تو مین نے بھی ان سب امور کا ذکر تمھارے لیے کر دیا ہی جیسا کہ اوردوھا کا منشا ہی۔ یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ ان الفاظ کا استعمال بدون الف لام معرفہ کے صرف بطور تنکیر افضل ہی یعنے سلام علیکم کہنا بہتر ہی۔ سوار کو پیادہ یا چلنے والے پر سلام مین سبقت کرنی چاہیے۔ گھوڑے سوار کو خچر سوار پر سلام مین سبقت کرنا چاہیے۔ کمسن اپنے سے بڑون پر سلام مین سبقت کرین جماعت قلیل جماعت کثیر پر سبقت کرے اور کھڑا ہوا شخص بیٹھے ہوئے پر سلام مین سبقت کرے جناب سرور کائنات کی عادت شریف تھی کہ وقت سلام مصافحہ بھی فرماتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی اذا تصافح المسلمان تحاتت ذنوبھما کما یتحات ورق الشجر[1] اسکے بعد بطور وعید کے ارشاد ہوا کہ ان اللہ کان علے کل شیٔ حسیبًا

[1] جب دو مسلمان باہم مصافحہ کرتے ہین تو انکے گناہ اسطرح زائل ہو جاتے ہین جیسے درخت کے پتے گر پڑتے ہین ۱۲

کیونکہ بعض لوگون کی عادت تھی کہ کوئی مسلمان سلام کرے تو بجاے نیکی سے پیش آنے کے
اُسکے ساتھ بُرائی کر بیٹھتے تھے۔ مثلاً قتل کی فکر مین بطمع مال و زر لگ جاتے تھے یا ایسے ہی
فضول افعال کرتے تھے جس سے ممانعت کردیگئی ہو بلکہ اس بات کا خوف دلایا گیا ہو کہ
اللہ تمھارے ہر کام کا حساب لینے والا ہو ایسی فضولیات سے بچے رہو۔ درحقیقت کمال
عنایت سے بُرے کامون سے بچنے کی ہدایت فرمائی گئی ہو المختصر نیک کامون مین سفارش
کرنی اور سلام مین پیش قدمی کرنی نیک اخلاق مین داخل ہین۔

قولہ تعالیٰ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِی سَبِیلِ اللَّهِ فَتَبَیَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ
أَلْقَىٰ إِلَیْکُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَیَاةِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ کَثِیرَةٌ
کَذَٰلِکَ کُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَیْکُمْ فَتَبَیَّنُوا إِنَّ اللَّهَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِیرًا ۝ لَا یَسْتَوِی
الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِینَ غَیْرُ أُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِی سَبِیلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ
وَأَنْفُسِهِمْ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِینَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِینَ دَرَجَةً وَکُلًّا وَعَدَ
اللَّهُ الْحُسْنَىٰ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِینَ عَلَى الْقَاعِدِینَ أَجْرًا عَظِیمًا دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً
وَرَحْمَةً وَکَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِیمًا ترجمہ۔ مسلمانو جب تم اللہ کی راہ مین (لڑنے
کے لیے) باہر نکلو تو (جن لوگون پر چڑھ کر جاؤ انکا حال) اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو اور
جو شخص (اظہار اسلام کے لیے) تم سے سلام علیک کرے اُس سے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان
نہین (اور اس کہنے سے) تمھارا مقصود ہو زندگی دنیا کا ساز و سامان (تاکہ انکو دشمن ٹھہرا کر
لوٹ لو) سو (ایسی لوٹ پر کیا گرتے ہو) خدا کے یہان (تمھارے لیے) بہت سی (جائز)

غنیمتین (تیار موجود) ہین پہلے تم بھی تو ایسے (کھل کر اظہار اسلام کرتے ہوئے ڈرتے) تھے پھر اللہ نے تم پر اپنا فضل کیا (کہ کھلم کھلا اظہار اسلام کرنے لگے) تو (دوسرے نومسلمون کی کمزوری پیش نظر کر کے لڑ پڑنے سے پہلے) اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو جو کچھ بھی تم کر رہے ہو اللہ اُس سے باخبر ہی۔ جن مسلمانون کو (کسی طرح کی) معذوری نہین اور وہ (جہاد سے) بیٹھ رہے (اور اُن کے شریک ہونے کی چندان ضرورت بھی نہ تھی) تو یہ لوگ (درجے مین) اِن لوگون کے برابر نہین ہو سکتے جو اپنے مال وجان سے خدا کی راہ مین جہاد کر رہے ہین اللہ نے مال وجان سے جہاد کرنیوالون کو بیٹھ رہنے والون پر درجے کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہی اور یون خدا کا وعدہ نیک تو سب ہی (مسلمانون) سے ہی اور اللہ نے ثواب عظیم کے اعتبار سے جہاد کرنے والون کو بیٹھ رہنے والون پر بڑی برتری دی ہی۔

آیت ابتدائی کا مقصد یہ ہی کہ مسلمانون کے قتل کرنے مین ہرگز تعجیل نہ کیجائے اور بدون کافی تحقیقات کے جہاد مین جلدی نکرین اور پھر اسکی صراحت اسطرح کر دی گئی کہ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ اَلْقٰی اِلَیْکُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا جو شخص اظہار اسلام کے لیے سلام علیک کہے تو اسکی نسبت مسلمان نہونے کا خیال بالکل نکرنا چاہیے۔ اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہی کہ قبیلۂ فدک سے ایک شخص مرداس بن نہیک نامی مسلمان ہو گیا تھا بقیہ لوگ ایمان نہین لائے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مجاہدین کو قبیلۂ فدک کی طرف روانہ فرمایا تو اہل فدک مع اُنکے سردار غالب بن فضالہ کے فرار ہو گئے لیکن مرداس بن نہیک چونکہ مشرف باسلام ہو چکے تھے وہ بھاگے تو نہین مگر خوف سے پہاڑ کی ایک گھاٹی مین چھپ گئے

جب مجاہدین نے پہاڑ کے قریب پہونچکر تکبیر کہی تو وہ بھی تکبیر کہتے ہوئے نیچے اُتر آئے اور
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ السلام علیک کہا۔ با این ہمہ اُسامہ بن زید نے اُن کو قتل کرا دیا
اور اُنکا ساز و سامان لے لیا۔ اس واقعہ کی خبر رسول مقبول کو ہوئی تو آپ بہت ہی غضبناک
ہو کر فرمانے لگے کہ کیا تم نے اُسکے مال کی طمع سے اُسکو ہلاک کر دیا اور ساتھ ہی اس آیت
کو اُسامہ کی طرف متوجہ ہو کر پڑھا تو اُسامہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری مغفرت کے لیے
دعا فرمائیے تو آپنے فرمایا کہ کیونکر دعا کیجائے کہ تم نے باوجود کلمۂ شہادت پڑھنے کے ایک
مسلمان کو قتل کیا ہی تو اُسامہ کو جب موقع ملتا تو اس بارہ مین عرض کرتے تھے اور کہتے تھے
کہ جب میری مغفرت کی دعا فرمائی جائے گی تو یون سمجھون گا کہ گویا اُسی روز مشرف باسلام
ہوا ہون آخر حضرت نے بھی مغفرت کی دعا فرمائی اور ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ ایک
روایت مین یون منقول ہی کہ ایک وقت محلم بن جثام اور عامر بن اضبط سے ملاقات ہوگئی
تو عامر نے سلام علیک کہا۔ لیکن دونون مین ایام جاہلیت سے عداوت تھی اسلیے محلم
نے عامر کو تیر کا نشانہ بنا دیا۔ اس حادثہ سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت ہی
برافروختہ ہو کر فرمانے لگے لَا غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یعنے اے محلم تجھکو خدا کی مغفرت نصیب نہو
سات روز گزرنے نہین پائے تھے کہ محلم نے انتقال کیا جب وہ قبر مین دفنایا گیا تو زمین کو تین
مرتبہ زلزلہ ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو زمین تو ایک شریر کو لے رہی ہی مگر
خدائے عز و جل گناہ کی عظمت کو تم پر ظاہر فرما رہا ہی پھر آپ نے رجم کا حکم دیا۔ پس مسلمانون کو
اس معاملہ مین بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ حدیث مین ابی عبیدہ سے مروی ہی قال

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا شرع احدکم الرمح الی الرجل فان کان سنانہ نقرۃ نحرہ فقال لا الہ الا اللہ فلیرجع عنہ الرمح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان کسی پر نیزہ اُٹھائے اور نیزہ رگ گردن کے قریب بھی ہو اور وہ شخص کلمۂ توحید پڑھے تو اُس سے نیزہ کو روک لینا چاہیے۔

فائدہ علما نے آیت زیر بیان سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ زندیق کی توبہ مقبول ہے کیونکہ بحوائے آیت عام ہے کسی طرح کی تخصیص نہیں ہے جیسا کہ آیت ھو الذی یقبل التوبۃ سے بھی تائید ہوتی ہے کہ ہر شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ بات بات پر کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت سے نابالغ کا اسلام لانا قابل قبول قرار دیا ہے کیونکہ آیت مین جو شخص اظہار اسلام کرے اُسکے تسلیم کرنے کا حکم ہے بالغ و نابالغ کی کوئی شرط نہیں ہے مگر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلاف فرمایا ہے آپ کا یہ قیاس ہے کہ اگر نابالغ کا اسلام لانا صحیح مانا جائے تو ہر ایک نابالغ پر ایمان کا لانا واجب ہو جائے گا والا اذن بالکفر لازم آئے گا مگر بحوائے حدیث رفع القلم عن ثلاث عن الصبی حتے یبلغ الحدیث قول اول مرجح قرار دیا گیا ہے اور پھر مال کی طمع سے مسلمانون کی خونریزی سے باز رہنے کے لیے یہ ارشاد ہوا کہ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فَعِنْدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیْرَۃٌ متاع دنیوی کو عرض کہا جاتا ہے کیونکہ وہ عارضی ہے اور جو چیز عارضی ہے وہ جلد فنا ہونے والی ہے اور مغانم کثیرہ سے ثواب دوامی مقصود ہے جو منجانب اللہ نیکو کارون کو میسر ہوگا لہذا سریع الزوال مال دنیا کی آرزو سے مسلمانون کی خونریزی نکرنی چاہیے

جو لوگ خدا کے حکم کی تعمیل کرین گے وہ اُسکے بیحساب عنایتون سے آخرت مین مالا مال
ہون گے اور نیز کَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ سے مسلمانون کو یہ بھی جتلادیا گیا ہی کہ دیکھو قبول
اسلام کے قبل تمہارا خون بھی جائز تھا مگر جب سے تم نے اسلام کو اختیار کرلیا اور شعائر
اسلام کے پابند ہو گئے تو تم حفاظت الٓہی مین آگئے۔ ابتداے اسلام مین تمہارے دلمین بھی
قوت ایمان کی کمی تھی۔ رفتہ رفتہ تقویت پیدا ہوئی ہی تو پھر جو لوگ کلمہ توحید سے اور سلام
کرنے سے اسلام کا اظہار کرتے ہین اُنکو داخل اسلام نہ سمجھکر یہ خیال کرلینا کہ وہ خوف سنان
وشمشیر سے محض جان بچانے کے لیے حیلہ کرتے ہین محض غلط خیالی ہی پس یہ سمجھنا چاہیے
کہ ایمان کی لذت دفعۃً حاصل نہین ہوتی بلکہ احکام الٓہی کی پابندی سے تدریجی طور پر حاصل
ہوتی ہی۔ افعال قلوب کا حال خدا سے بہتر کون جان سکتا ہی۔ ہر شخص اسکا تجربہ اپنے ضعف
وقوت ایمان سے یون کرسکتا ہی کہ جب وہ رسمی طور پر اسلام مین بسر کرتا تھا تو وہ لذت سلام
سے کسقدر بہرہ ور تھا اور جب ہمہ تن گرویدہ ایمان ہوگیا اور مطیع ومنقاد احکام الٓہی بنگیا
تو لذت ایمان کی کیا حالت ہی۔ ان وجدانی کیفیات کا علم حقیقت مین کماحقہ خدا یتعالی ہی
کو ہی فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ سے یہ بھی جتایا گیا ہی کہ جب تم نے ابتداً کفر سے توبہ کی تھی تو کیا وہ
قبول نہین کی گئی تھی جسطرح خدا نے تمپر احسان کیا تم کو بھی دوسرون سے ویسا ہی سلوک
کرنا چاہیے۔ کسی کے اظہار اسلام کی نسبت شبہ کرنا جائز نہین ہی پھر حکم ہوا فَتَبَيَّنُوْا یعنے
جہاد مین تعجیل نکرو جب کبھی جہاد کے لیے جاؤ تو فریق ثانی کا حال اچھی طرح معلوم کرلیا کرو
گویا بیجا چڑھائی سے باز رہنے کے لیے مکرر توجہ دلائی گئی ہی اور پھر اسپر بھی اکتفا نہین کیا گیا

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ خَبِیۡرًا سے منویات قلوب کے خلاف عمل کرنے سے منع کیا گیا ہی مثلاً دل مین تو مال غنیمت یا اظہار شجاعت کی ہوس ہو اور بظاہر جہاد کے نام سے پیشقدمی کر کے بیجا طور پر لوگون کو ہلاک کرین اور کمزورون پر ٹوٹ پڑین تو ایسا جہاد اسلام مین ہرگز جائز نہین ہی طرز بیان سے واضح ہی کہ جب خداے تعالی نے جہاد کا حکم صادر فرمایا تو ساتھ ہی اسکے احکام بھی بیان کر دیے گئے یعنے مسلمانون کو بیجا قتل کرنے سے منع کیا گیا قتل عمد اور خطا کی کیفیت ظاہر کر دیگئی اسکے بعد مجاہدین کے فضائل کا ذکر لا یستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللّٰہ باموالھم وانفسھم فَضَّلَ اللّٰہُ المجاھدِیْنَ باموالھم وانفسھم الخ سے اسطرح ہوا ہی کہ جو مسلمان بغیر عذر خاص کے جہاد مین شریک نہون تو وہ مجاہدین کے ہمرتبہ ہو نہین سکتے البتہ عذر خاص سے یعنے نابینائی یا پیر کے نہونے یا بیماری وغیرہ کے سبب سے شریک جہاد نہو سکین اور اُنکے دلمین شرکت جہاد کی آرزو ہو تو وہ مجاہدین کے مساوی المرتبت ہون گے۔ نزول آیت کی وجہ یہ ہی کہ چند معذور لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہوئے اور اپنی معذوری کا اظہار کر کے درخواست کی کہ ہماری حالت تو ایسی ہی مگر دلمین جہاد کی تمنا ہی تو پھر ہمارے لیے کیا ارشاد ہوتا ہی اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی اور معذور مستثنی کر دیے گئے اس حکم کی تائید ایک دوسری آیت لیس علی الضعفاء ولا علی المرضی الخ سے بھی ہوتی ہی اور نیز حدیث شریف مین بھی وارد ہی قال علیہ الصلوۃ والسلام اذا مرض العبد قال اللّٰہ عزوجل اکتبوا لعبدی

ف۱ جناب رسول مقبول صلعم نے فرمایا ہی کہ جب کوئی بندہ بیمار ہوتا ہی تو خدا تعالی کا حکم فرشتون کو ہوتا ہی کہ جسطرح حالت صحت مین یہ نیک اعمال کرتا تھا اور وہ لکھے جاتے تھے اسی طرح اُسکی صحت تک اعمال حسنہ لکھا کرو ۱۲

ماکان یعملہ فی الصحۃ الی ان یبرأ اصل یہ ہے کہ عبادت وطاعت محض صفائی وتنویر قلب کے لیے ہے
جب انسان خلوص نیت سے نیک کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو خدا اسکی معقول جزا عنایت فرماتا ہے
اسکے سوا مجاہدین وقاعدین مین اسبات کا فرق بھی بتلایا گیا ہے کہ جب مجاہدین اپنے جان ومال
سے دستکش ہو کر شریک جہاد ہوتے ہین تو وہ قاعدین سے درجۂ فضیلت مین زیادہ ہی مانے
جائین گے دَرَجَۃً کے لفظ مین اسکی صراحت فرمادی گئی ہے اور کُلًّا وَعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی سے
فقہا نے جہاد کا فرض کفایہ ہونا قرار دیا ہے کیونکہ ہر متنفس پر جہاد فرض ہوتا تو حسنی کا لفظ قاعدین
کی نسبت استعمال نہوتا۔ بہرحال فضائل مجاہدین مین اول تو لفظ دَرَجَۃً کا استعمال ہوا ہے
اور پھر درجات کا لفظ مستعمل ہوا ہے اسکا مطلب یہ ہے کہ دنیا مین غنیمت کے حاصل ہونے سے
بہ نسبت قاعدین کے مجاہدین کو ایک درجہ کی فضیلت ہے مگر آخرت مین دخول جنت ومغفرت
اور رحمت الٰہی سے بھی وہ سرفراز ہون گے اسلیے درجات کا لفظ ذکر کیا گیا ہے جو متعلق آخرت
ہے اور ایک تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جہاد سے مطلق جہاد مقصود ہے خواہ جہاد ظاہری ہو یا جہاد
قلبی جس سے مقصود یہ ہے کہ قلب کا رجحان غیر اللہ کے جانب نہو اور انسان خدا کی عبادت مین
مستغرق رہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى
الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ تو اس صورت مین درجہ کا تعلق جہاد ظاہری سے ہو جاتا ہے اور درجات کا تعلق
جہاد قلبی سے جو حقیقت مین افضل واعلی ہے۔ ابتدائے اسلام مین جہاد بالنفس کی ضرورت تھی
اور اب جہاد بالقلب کی ہے۔

این جہاد اکبرست آن اصغرست | ہر دو کار رستم ست وحیدرست

انسان چونکہ بالطبع مال کا طامع ہی حتی کہ جہاد مین بھی مال کی آرزو لگی ہوئی رہتی ہی پس حرص ناجائز سے باز رہنے کے لیے یہ تعلیم ہوئی ہی۔ جو غیر اقوام اسلام پر اس بات کا زبردستی سے الزام لگاتے ہین کہ اسلام بزور شمشیر قائم کیا گیا ہی ذرا وہ غور سے اِن احکام کو دیکھین اور سمجھین کہ اسلام مین ہدم بنیان انسانی کی کسقدر حفاظت ملحوظ رکھی گئی ہی۔ کیا اخلاقی تعلیم اس سے بہتر ہو سکتی ہی خواہ نخواہ اِسلام پر دھبّہ لگانے کی کوشش کرنا اور بات ہی اور خدا کے کلام پاک سے مستفید ہونا اور اسلامی تعلیم کو سمجھنا اور بات ہی خداے تعالی اپنے فضل و کرم سے ہر ایک انسان کو اچھی توفیق عطا فرمائے۔

قولہ تعالی فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَاۗءِ الْقَوْمِ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّھُمْ يَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِــيْمًا حَكِيْمًا اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِــيْمًا **ترجمہ** پھر جب تم نماز کو پوری کر چکو تو (اس کے بعد) کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کی یادگاری مین لگے رہو پھر جب تم (دشمن کی طرف سے) مطمئن ہو جاؤ تو (معمول کے مطابق) اچھی طرح نماز پڑھو کیونکہ مسلمانون پر نماز بقید وقت فرض ہی اور لوگون (یعنے دشمنون) کے پیچھا کرنے مین ہمت نہ ہارو اگر لڑائی مین تمکو تکلیف پہونچتی ہی تو جیسی تمکو تکلیف پہونچتی ہی انکو بھی تکلیف پہونچتی ہی اور تمھاری

جیت یہ ہی کہ) تم کو خدا سے وہ امیدین ہین جو اُنکو نہین اور اللہ (سب کا حال) جانتا اور تدبیر (جنگ کو) خوب سمجھتا ہی (اے پیغمبر) ہم نے (جو) کتاب برحق تم پر نازل کی ہی (تو اسلیے) کہ جیسا تم کو خدا نے بتا دیا ہی اُسکے مطابق لوگون کے جھگڑے چکا دیا کرو اور دغابازون کے طرفدار نہ بنو اور اللہ سے (بھول چوک) کی معافی چاہو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہی اور جو لوگ (دوسرون کو دغا دیکر حقیقت مین) اپنے تئین دغا دے رہے ہین ایسون کی طرف ہوکر (لوگون سے) رد و کد نکرو کیونکہ دغاباز خطا کار آدمی کو خدا پسند نہین کرتا۔

نماز سفر و خوف کے احکام کے بعد ان آیات مین ذکر الٰہی کا بیان ہی کسی حالت مین ہون یعنے حالت قیام مین ہون اور نیزہ و تلوار سے مصروف پیکار ہون یا حالت قعود مین ہون جبکہ تیر و تفنگ سے جنگ مین مشغول ہون یا لیٹے ہوئے ہون اور زخمون سے چور چور ہون اور بیٹھنے کی طاقت نہ رہے خدا کی یاد و ذکر سے غافل نہ رہے اور جنگ موقوف ہونے کے بعد جب اطمینان حاصل ہو جائے تو کامل نماز بلا قصر کے جیسی حالت سفر یا جنگ مین پڑھی جاتی ہی پڑھنا چاہیے۔ اسی کا بیان اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا مین کیا گیا ہی جو پانچ وقت کی نماز ہی یعنی نماز صبح۔ ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا ان اوقات کا تعین اس لحاظ سے ہوا ہی کہ تمام چیزین جو عالم دنیا سے تعلق رکھتی ہین اُنکی پانچ حالتین ہوتی ہین۔

(۱) ایک حدوث یعنے وجود مین قدم رکھنا جیسا کہ انسان پیدا ہونے کے بعد چندے حالت نشو و نما مین ہوتا ہی۔

(۲) دوسرے شباب کی حالت یعنے بغیر کمی وزیادتی کے انسان کا چندے
حالت کمال پر رہنا۔

(۳) تیسرے کہولت یعنے حالت انسان مین نقصان خفی کا پیدا ہونا۔

(۴) چوتھے شیخوخت یعنے حالت انسان مین نقائص جلی کا پیدا ہونا جنکا تعلق موت تک ہی

(۵) پانچوین حالت بعد الموت جسکے آثار ایک مدت تک باقی رہتے ہین اور پھر محو
ہو جاتے ہین۔

یہ حالتین عموماً انسان حیوان وغیرہ سب سے متعلق ہین مثلاً آفتاب ہی پر غور کرو
تو معلوم ہو جائیگا کہ اُسکے طلوع کی حالت ولادت انسان سے مشابہ ہی۔ نصف النہار تک تو
زیادتی ہوتی ہی اور پھر کچھ ایک قیام ہوتا ہی اور پھر عصر تک خفیف نقصان شروع ہو جاتا ہی
اور عصر کے بعد مغرب تک نقصانات کثیرہ پیدا ہو جاتے ہین غروب کے بعد افق مین کچھ
آفتاب کا اثر باقی رہتا ہے جسکو شفق کہتے ہین اور پھر وہ آثا بھی محو ہو جاتے ہین
اور آفتاب کی ایسی کیفیت ہو جاتی ہے کہ گویا تھا ہی نہین - ان حالات کے
تعین مین بہت سی مصلحتین مضمر ہین جنکو خدا ہی خوب جانتا ہی انھین اوقات کی مناسبت سے
اسلام مین پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی ہی صبح کی نماز اسلیے مقرر ہوئی کہ انسان دلمین زوال
ظلمت شب اور ظہور نور کی قدر و قیمت کا خیال کرے اور اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کیونکہ نیند
اخ الموت ہی اور بیداری حیات۔ حالت موت کے بعد جب انسان کو زندگی میسر ہوتی ہی تو اُسکا
شکر ادا کرنا واجب ہی علی ہذا جب آفتاب اوج کمال پر پہونچتا ہی اور پھر انحطاط سے کہولت کا

زمانہ شروع ہوتا ہی تو خدا ے تعالی کے قادر مطلق ہونے کا خیال کرکے نماز ظہر پڑھنا فرض قرار
دیا گیا ہی یعنے یہ خیال کرنا کہ خدا ایسا قوی القدرت ہی کہ تمام اجرام علوی وسفلی کا انقلاب اُسکے
دست قدرت سے وابستہ ہی جب آفتاب اول درجہ شیخوخت مین قدم رکھتا ہی تو نماز عصر
کو واجب گردانا گیا ہی کہ وہ آفتاب کے نقصانات کثیرہ کے ظہور کا زمانہ ہی۔ جب آفتاب غروب
ہو جاتا ہی تو ظلمت شب کے شروع ہونے سے اُسمین انسان کی موت کی کیفیت پیدا ہو جاتی
ہی اسلیے مغرب کی نماز فرض ہوئی ہی اور پھر جب شفق غروب ہو جاتا ہی تو آفتاب کے کالم یکن ہونے
سے عبرت حاصل کرنے کیلیے عشا کی نماز مقرر ہوئی ہی گویا ان اوقات کا تعین قوانین عقلیہ کی مناسبت
سے بھی ہوا ہی المختصر جبکہ قبل ازین جہاد کے بعض احکام کا ذکر ہو چکا ہی تو پھر خدا تعالی نے ترغیبا
ذکر فرمایا کہ ولا تھنوا فی ابتغاء القوم ان تکونوا تالمون فانھم یالمون کما تالمون وترجون
من اللہ ما لا یرجون وکان اللہ علیما حکیما ہ یعنے مسلمانون کو جہاد کی کافی ترغیب دلائی
جائے اور اُنکے دلون کو پست نکیا جائے اگرچہ مسلمانون کو جنگ مین درد و الم برداشت کرنیکی
ضرورت پڑتی ہی مگر اُن کو یہ سوچنا چاہیے کہ اُنکے خصیم بھی درد و رنج اُٹھانے سے بری نہین ہین
فریقین کی حالت مساوی ہی۔ باوجود اسکے جب وہ تمھارے ساتھ مقابلہ کرنے سے نہین رکتے
اور تکلیف برداشت کرکے لڑتے ہین تو پھر مسلمانون کو بھی جنگ سے باز نہ رہنا چاہیے
بلکہ زیادہ مصیبت برداشت کرنی ضرور ہی کیونکہ وہ تو حشر و نشر اور ثواب و عقاب کے قائل ہین
اور مشرکین کو اس سے انکار ہی اس لحاظ سے ارشاد ہوا ہی وترجون من اللہ ما لا یرجون
مسلمانون کو خدا کی عبادت سے ثواب و عقاب کی توقع ہی برخلاف اسکے مشرکین ایسے

بتون کی پرستش مین مبتلا ہین جنکو جزا و سزا کی کچھ بھی قدرت نہین ہی اور پھر وکان اللہ علیما حکیما
سے یہ ظاہر فرمایا گیا ہی کہ احکام الٰہی بہت سے دینی اور دنیوی مصالح عباد پر مبنی ہین ان مصلحتون
کو خدا ہی جانتا ہی بندے نہین جانتے اور پھر یہ حکم ہوا کہ انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم
بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیما واستغفر اللہ ان اللہ کان غفورا رحیما
اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہی کہ ایک بار طعمہ بن ابیرق نامی مسلمان نے زرہ کی چوری کی جب
اُس سے مال مسروقہ کا مطالبہ ہوا تو اُسنے اس الزام کو ایک یہودی سے منسوب کر دیا جس سے
دونون قبیلون مین بہت ہی عداوت پیدا ہو گئی طعمہ کے قبیلہ والون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے امداد چاہی آپ نے اُسکی امداد کا قصد فرمایا ساتھ ہی یہ آیت نازل ہوئی کہ دغابازون کی حمایت
نکرین اگر ایسا قصد ہو بھی تو اللہ سے مغفرت مانگین کہ وہ غفور و رحیم ہی اپنی کمال مہربانی سے درگذر
فرمائیگا۔ محققین نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون وحی الٰہی
یا نص قرآنی کے کوئی حکم نہین فرماتے تھے۔ اور پھر ارشاد ہوا ولا تجادل عن الذین یختانون
انفسہم ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیما ؕ یہ آیت تہدید شدید پر مبنی ہی کیونکہ علم باری مین
طعمہ دراصل منافق اور بظاہر اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُسکی تائید
کا خیال پیدا ہوا تھا اسلیے دغابازون کی حمایت نکرنے کے لیے ممانعتی حکم صادر ہوا کہ طعمہ اپنے
جرم کو پوشیدہ کر کے ظاہری اسلام کی آڑ مین بچنا چاہتا ہی وہ ہرگز تائید کے قابل نہین ہی کیونکہ
دغابازون اور خائنون کو خدا دوست نہین رکھتا جب خود پیغمبر صاحب کو یہ ہدایت ہوئی ہی تو
وائے برحال دیگران۔ اس واقعہ کے چندہی روز بعد طعمہ مکہ کی طرف بھاگ نکلا اور مرتد ہو گیا اور

پھر ایک دیوار مین نقب لگائی دیوار اُسپر گر پڑی اور مر گیا۔ جسکا خاتمہ ایسا ہو اُسکے خائن ہونے مین
کیا شک ہوسکتا ہی اسی واسطے خوانا اثیمًا کے الفاظ طعمہ کی نسبت مبالغہ کے ساتھ ذکر کیے گئے
اس ہدایت پر غور کرو کہ نماز کی کیسی تاکید ہی کہ حالت جہاد مین بھی ترک نہین ہوسکتی مگر ہماری قومی
کہالت کا یہ حال ہی کہ جہاد تو درکنار ہزارون قسم کے عیش و آرام مین بسر کرتے ہین مگر ادائے فرائض کا
خیال نہین کیا جاتا مسلمانون سے زوال حکومت کی بڑی وجہ یہی ہی کہ اُنھون نے ہشتنائے چند
فرائض الٰہی کی پابندی کو ترک کر دیا اور گھاٹے مین پڑ گئے ان پر خدائے تعالیٰ نے بھی اور قومون
کو مسلط کر دیا انصافًا ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ فی زماننا ایک مشکل اور ہی کہ رفع ضروریات زمانہ
کے لیے علم انگریزی وغیرہ حاصل کرنا ضروری ہی مگر دقّت یہ ہی کہ عمر کا بڑا حصہ اجنبی زبان کے حاصل
کرنے کے لیے گزر جاتا ہی دینی علوم کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہین ملتی اور معلومات دینی
کے حاصل کرنے کا موقع نہین ملتا ایسی حالت مین اظہار عجز کر کے حتی الامکان قرآن و حدیث
کے پڑھنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ یہ تو نذارد ہی اُلٹے اسلام پر ہی حملہ کیا جاتا ہی انگریزی دان
حضرات نے تو اسلام ہی مین اور بھی ضعف پیدا کر دیا ہی خدا خیر کرے۔ المختصر آیات زیر بیان مین
صرف نماز کے پڑھنے پر ہی اکتفا نہین کیا گیا ہی بلکہ ذکر الٰہی مین مشغول رہنے کی بھی ہدایت ہوئی
ہی۔ جس مذہب مین نفس کی تعلیم پابندی کے ساتھ قرار دیگئی ہو اگر وہ قوم اپنے پروردگار کی
ہدایات پر ثابت قدم رہے تو کیا اس سے بہتر تہذیب اخلاق کا کوئی ذریعہ ہوسکتا ہی۔ افسوس
ہی کہ ہماری قوم خجستہ خصائل ہی کو ترک کر کے نکبت مین مبتلا ہی خرابی کا بادل چھا گیا ہی مگر کچھ
خیال نہین ہوتا ہدایت قرآنی کا تو یہ حال ہی کہ بات بات پر خود پیغمبر صاحب کو ٹوکا جاتا ہی پھر حال

قرآن کی تعلیم کا یہ منشا ہے کہ عدل و انصاف پر قائم رہین جو مقدس کتاب ایسی ہدایات کی گنجینہ ہو کیا اُس سے بڑھکر کسی کتاب مین تحصیل حسن اخلاق کے جواہر مل سکتے ہین۔ جبتک ہماری قوم اسباب زوال نعمت آلہی پر غور وفکر کرنے کی عادت پیدا نکرے وہ تہذیب اخلاق کے میدان مین قدم ہی نہین رکھ سکتی۔

قولہ تعالی وَمَن يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُ عَلَىٰ نَفْسِهِ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ وَمَن يَكْسِبْ خَطِيئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهِ بَرِيئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّت طَّائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَن يُضِلُّوكَ وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَيْءٍ وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ۝ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝ **ترجمہ** اور جو شخص کوئی برا کام کرے یا (جھوٹی قسم وغیرہ سے) اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے (اپنا گناہ) بخشوائے تو پائیگا کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو شخص کسی بدی کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اُسکے ارتکاب سے (کچھ) اپنی ہی خرابی کرتا ہے اور اللہ (تو سب کا حال) جانتا اور ہر ایک کے مناسب حال حکم دینے والا ہے

اور جو شخص کسی خطا یا گناہ کا مرتکب ہو پھر وہ اپنے قصور کو کسی بے گناہ پر تھوپ دے تو اُسنے بہتان اور گناہِ صریح (کا بوجھ اپنی گردن پر) لادا اور (اے پیغمبر) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اُسکی مہر نہوتی تو اُنمین سے تمکو ایک گروہ بہکا دینے کا ارادہ کر ہی چکا تھا اور یہ لوگ بس اپنے ہی تئین گمراہ کر رہے ہین اور تمکو یہ لوگ کچھ بھی تو نقصان نہین پہونچا سکتے کیونکہ اللہ نے تمپر کتاب اُتاری اور فہم (سلیم) دیا ہے اور تمکو ایسی باتین سکھا دی ہین جو (پہلے) تمکو معلوم نہ تھین اور تم پر اللہ کا بڑا فضل ہے ان لوگون کی اکثر سرگوشیون مین نیکی (کا تو نام) نہین مگر (ہان) جو خیرات (کسی اور) نیک کام یا لوگون مین میل ملاپ کی صلاح دے (یہ البتہ نیکی ہے) اور جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسے (نیک) کام کریگا تو ہم قیامت کے دن اسکو بڑا ثواب عطا فرمائین گے اور جو شخص راہ راست کے ظاہر ہوئے پیچھے پیغمبر سے چھٹکا ہوا ہے اور مسلمانون کے رستے کے سوا (دوسرے رستے) ہو لے تو جو راستہ اُسنے اختیار کیا ہے ہم اُسکو اُسی رستے سے چلائے جائین گے اور (آخر کار) اُسکو جہنم مین (لیجا) داخل کرین گے اور وہ (بہت ہی) بُری جگہ ہے۔ اللہ یہ (گناہ) تو معاف کرتا نہین کہ اُسکے ساتھ (کسی کو) شریک گردانا جائے اور اُس سے کم جسکو چاہے معاف کرے اور جسنے اللہ کے ساتھ شریک گردانا وہ (راہ راست سے بڑی) دور بھٹک گیا۔

اول آیت مین سوء و ظلم کے دو لفظ مستعمل ہوے ہین۔ سوء گناہ متعدی کو کہتے ہین کہ جسکا اثر دوسرے تک پہونچتا ہے جیسے طعمہ نے خود تو کبتر کی چوری کا ارتکاب کیا مگر اُس الزام کو ایک یہودی کے ذمہ لگا دیا اور ظلم سے گناہ لازمی مراد ہے جیسے کہ جھوٹی قسم کھانی وغیرہ وغیرہ

غرضکہ گناہ خواہ لازمی ہو یا متعدی توبہ و استغفار سے معاف ہو جاتا ہو اسلیے توبہ کی ترغیب یون دلائی گئی ہو وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ کسب کا تعلق یا تو جر منفعت سے ہو یا دفع مضرت سے یہ دونون باتین انسان ہی کی جانب منسوب ہین خدا تعالے اس سے بری ہو جبکہ انسان کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہو تو اُسکا اثر اُسیکی ذات پر مؤثر ہونیوالا ہو پس توبہ مین تعجیل کرنی چاہیے تائب کی قلبی حالت کا علم خدا کو ہو اور گناہ سے درگزر کرنیکی مصلحت کو بھی وہی جانتا ہو اِس سے مقصود یہ ہو کہ گنہگار ناامیدی مین مبتلا نرہین جلد توبہ واستغفار سے اپنے کو پاک کرلین اور پھر وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ سے گناہ صغیرہ وکبیرہ کی صراحت کردیگئی ہو کیونکہ خطیئۃ گناہ لازمی اور صغیرہ کو کہتے ہین اور اثم گناہ متعدی اور کبیرہ پر اطلاق کیا جاتا ہو اور جب کوئی شخص خود کسی گناہ کا ارتکاب کرکے پھر اُس گناہ کو کسی بے گناہ کی طرف منسوب کردیتا ہو تو اُسکو بہتان کہتے ہین بہتان کرنے والا دنیا مین سخت ملامت کے قابل ہو۔ اور آخرت مین بھی وہ بڑے بڑے عذاب مین مبتلا ہوگا اور وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۝ سے اللہ تعالی نے پیغمبر صاحب کو جتایا ہو کہ اگر ہماری عنایت تمپر نہوتی اور نبوت وعصمت سے تم مختص نہ کیے جاتے تو طعمہ کے قبیلہ والون کے منصوبہ کے موافق تم سے ایک یہودی کی نسبت باطل حکم سرزد ہو جاتا اور وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ سے یہ بیان کیا گیا ہو کہ وہ لوگ جو جھوٹی شہادت پیش کرکے طعمہ کے الزام کو ایک یہودی کے سر لگانے کی کوشش کی تھی اس سے وہ خود گمراہی مین مبتلا ہوگئے ہین اللہ تعالی نے تمکو اپنے فضل سے

بچالیا ہی اور وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَيْءٍ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عصمت دوام کی طرف
اشارہ کیا گیا ہی کہ اگر منافقین آیندہ بھی ایسی کوشش کرین تو آپ سے احکام باطل سرزد نہونگے
کیونکہ جو حکم شہادت پیش شدہ کی بنیاد پر دیا جائے اور اُسمین نفس کا لگاؤ نہو تو پھر کوئی محل
خوف نہین ہی اسکی تائید مین یون ارشاد ہوا کہ وَأَنزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ یعنے جب
خدائے تعالی نے آپ پر قرآن مجید نازل فرمایا اور تبلیغ شریعت کا حکم دیا تو پھر آپ کو شبہات مین
کیونکر مبتلا رکھے گا۔ چنانچہ اسکی صراحت یون فرمادی گئی ہی وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ وَكَانَ
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا کہ جن باتون کا تمکو علم ہی نہ تھا نہ تمکو کتاب کی حقیقت معلوم تھی نہ ایمان
کی تو جسنے اپنی مہربانی سے یہ سب کچھ دیا ہی وہ آیندہ بھی منافقون کی کرتوتون سے آپ کو
بچائیگا لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ
وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا اگرچہ اس آیت کا تعلق خاص
طور پر انھین سرگوشیون سے ہی جو سارق طعمہ کے بابت فیما بین اہل قبیلہ ہوتی تھین مگر مفہوم عام
ہی یعنے سوائے اعمال خیر کے باقی باتون مین سرگوشیان بے سود ہین اور مناسبت مقام کے
لحاظ سے اعمال خیر کی تقسیم یہان تین چیزون مین ہوئی ہی ایک خیرات دوسرا نیک کام کی رغبت
دلانا تیسرا میل ملاپ کی صلاح دینا مناط تقسیم یہ ہی کہ عمل خیر کا تعلق یا تو ایصال منفعت سے ہی
یا دفع مضرت سے جب ایصال خیر کا تعلق خیرات جسمانی سے ہو جیسے عطائے مال تو اُسی کو
صدقہ کہتے ہین اور اگر خیرات روحانی سے ہو جیسے قوت نظری کی تکمیل علوم سے یا قوت عملی
کی تکمیل افعال حسنہ سے تو ان دونون کے مجموعہ کو امر معروف کہتے ہین اگر عمل خیر کا تعلق ازالہ

ضرر سے ہو تو اسی کو اصلاح بین الناس کہا جاتا ہے گویا اس آیت میں اللہ جل شانہ نے مجامع خیرات کا ذکر فرمادیا ہے جس وقت جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کَلَامُ ابْنِ اٰدَمَ کُلُّہٗ عَلَیْہِ لَا لَہٗ اِلَّا مَا کَانَ مِنْ اَمْرٍ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ نَھْیٍ عَنْ مُنْکَرٍ اَوْ ذِکْرِ اللّٰہِ اس حدیث کے سنتے ہی بعضوں نے سفیان ثوری سے کہا کہ اس حدیث کا مفہوم تو بہت ہی مشکل ہے سفیان نے کہا کہ کیا تم لوگوں نے اس آیت کو نہیں سنا لا خیر فی کثیر من نجواھم الخ اس حدیث کا مضمون بھی اُسکے مطابق ہے اور وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ کا مفہوم بھی یہی ہے اور پھر ارشاد ہوا کہ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ فَسَوْفَ نُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا یعنے جن تین نیک کاموں کا ذکر اوپر کیا گیا ہے اُن سے انسان اُسوقت فائدہ اُٹھا سکتا ہے کہ جب وہ خالصًا مخلصًا لوجہ اللہ اسپر عامل ہو اگر سمع وریا کے طور پر ہوں تو یہی افعال باعث فساد ہو جاتے ہیں۔ اعمال خیر کا دارومدار نیت پر ہے جیسی نیت ویسی برکت۔ الغرض جب طعمہ بن ابیرق نے دیکھا کہ خدا تعالی نے اُسکے بھید کو فاش کردیا اور سرقہ کی تہمت سے یہودی کو برات مل گئی تو وہ اپنی بدبختی سے مرتد ہو گیا اور مکہ کو چلا گیا وہاں بھی ایک دیوار میں نقب لگائی مگر وہ دیوار اُسی پر گر پڑی اور فوت ہو گیا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا کیونکہ طعمہ صحت نبوت کا حال معلوم کرنے کے بعد مرتد ہو گیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شقاوت کا اظہار کیا تھا تو خدائے تعالی نے بھی اُسکو جہنم واصل کردیا۔

لہ آدمی کا ہر کلام اس پر وبال ہے اور اُسکے حق میں مفید نہیں مگر نیک کام کرانا اور بد کام سے منع کرنا یا اللہ تعالی کا ذکر کرنا ۱۲

فائدہ اس آیت سے چند مسائل کا استنباط کیا گیا ہے ایک تو یہ ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے اجماع امت کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے تین سو مرتبہ قرآن مجید کو پڑھا اور یہ دلیل قائم کی کہ جو راہ مومنین کے لیے قائم کی گئی ہے جب اُسکا ترک کرنا منع قرار دیا گیا ہے تو اسی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مومنین کی متابعت واجب ہے اور یہی اجماع امت کی دلیل ہے اور نیز یہ آیت وجوب عصمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت کرتی ہے اگر آپ سے گناہ کا سرزد ہوجانا جائز ہوتا تو آپ دوسرون کو گناہ سے باز رہنے کی کیونکر ہدایت فرماتے۔ علی ہذا آپ کی پیروی بھی اہل امت پر واجب ہے اگر ایسا نہو تو آپ کے افعال اور امت کے افعال مین اختلاف ہوتا جو گمراہی امت کا باعث ہے اسکے بعد یہ ارشاد ہوا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا ۝ جس سے ترک شرک کی مکرر تاکید ہوئی ہے اسلیے کہ سوائے شرک کے سب گناہ قطعًا معاف ہونگے وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ سے یہی مستفاد ہوتا ہے ان آیات مین بُرے کام یعنے جھوٹی قسم وغیرہ سے احتراز کرنے اور اچھے کام اختیار کرنے کی جس عمدہ طرز سے ہدایت ہوئی ہے وہ ظاہر ہے اخلاق کی درستی کے لیے کیا اس سے بہتر تعلیم ہوسکتی ہے قرآن عجیب نعمت ہے خدا تعالی اپنے بندون کو اس سے ہدایت حاصل کرنیکی توفیق عنایت کرے

قولہ تعالی وَمَنْ اَحْسَنُ دِیْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّۃَ اِبْرَاھِیْمَ حَنِیْفًا ۝ وَاتَّخَذَ اللّٰہُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا ۝ وَلِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ۝ **ترجمہ** اور اُس شخص سے کس کا دین بہتر (ہوسکتا) ہے جسنے اللہ کے آگے سر (تسلیم) خم کردیا اور وہ نیکوکار بھی ہے اور ابراہیم کے مذہب پر چلتا ہے کہ وہ ایک ہی

(خدا) کے ہو رہے تھے اور ابراہیم کو اللہ نے اپنا مخلص بھی قرار دیا تھا اور اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمانون میں ہی اور جو کچھ زمین مین ہی اور سب چیزین (اللہ ہی) کے قابو مین ہین -

قبل ازین یہ بیان ہوا ہی کہ حصول نجات اور دخول جنت کے لیے انسان کا مومن ہونا شرط ہی تو یہان ایمان کی فضیلت دو طرح سے بیان کی گئی ہی ایک یہ کہ اسلام دو جزو پر مبنی ہی اعتقاد اور عمل اعتقاد کا ذکر اَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلّٰهِ سے کیا گیا ہی کیونکہ اسلام کے معنی انقیاد اور خضوع کے ہین اور مُنھ اشرف اعضاے انسان ہی جب انسان دل سے خدا کی ربوبیت وعظمت اور اپنی عبدیت کا اقرار کرتا ہی تو وہ اپنے مُنھ کو خدا کے سامنے جھکا دیتا ہی یعنے تسلیم خم کر دیتا ہی اور عمل کا ذکر وَهُوَ مُحْسِنٌ سے کیا گیا ہی کیونکہ کمال ایمان بجز اسکے حاصل ہو نہین سکتا کہ سب کام خدا کے تفویض کر دیے جائین اور غیر اللہ سے امداد کی توقع اُٹھا دی جائے کہ وہ طریقہ مشرکین کا ہی کیونکہ مشرکین بتون سے اعانت چاہتے ہین اور کہتے ہین کہ هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ اور دہریہ اور طبیعین افلاک وکواکب اور طبائع کو موثر مانتے ہین اور یہود اپنے کو عذاب آخرت سے بَری سمجھتے ہین اور خیال کرتے ہین کہ وہ انبیا علیہم السلام کی اولاد سے ہین اُنکو عذاب آخرت کا کھٹکا نہین ہی اور نصاری تثلیث کے قائل ہین غرضکہ ان سب اعتقادات سے توجہ الی غیر اللہ لازم آتی ہی اور شان اسلام یہ ہی کہ ما سوی اللہ سے بالکلیہ قطع نظر کیجائے دوسری وجہ شرف اسلام کی یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافہ انام کو دین ابراہیمی کے اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی ہی اور تمام اہل مذہب جانتے ہین کہ دین ابراہیمی مقبول عام تھا ابراہیم علیہ السلام نے اِنِّیْ بَرِیْءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ سے خداے عزوجل کی عبادت کی تعلیم کی ہی

پرستش افلاک وکواکب واصنام سے احتراز کرنے کی ہدایت فرمائی ہو اسلیے دین محمدی شرع ابراہیمی کے قریب قریب ہو۔ختان۔نماز۔طواف کعبہ۔سعی۔رمی جمار۔وغیرہ وغیرہ کی پابندی جیسی دین ابراہیمی مین تھی۔دین محمدی مین بھی ہو۔حنیف بمعنی مائل ہو یعنے دین ابراہیمی تمام عقائد باطلہ سے بری اور مائل بحق ہو لہذا ارشاد ہوا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا پس شریعت پسندیدہ الٰہی پر عامل ہونے سے ابراہیم علیہ السلام کو خلت کا جلیل مرتبہ حاصل ہوا۔خلیل وہ ہو جو اپنے دوست کا ہمراز ہو غایت محبت کی یہی نشانی ہو۔چونکہ ابراہیم علیہ السلام اسرار ملکوت اعلی واسفل سے سرفراز تھے اور اپنی قوم کو بت پرستی اور پرستش آفتاب ونجوم سے منع فرمایا کرتے تھے اور اس فرض کے ادا کرنے مین اپنی جان کو آتش نمرود کے حوالے کر دیا تھا اور اپنے جگر پارہ اسمعیل علیہ السلام کی قربانی پر آمادہ ہو گئے تھے۔اور آپ کا مال مہمانون کے لیے وقف تھا اس سچی محبت کا یہ نتیجہ تھا کہ خدا کے دوست ہو گئے۔

چون خلیل از ستارہ ومہ وخور | پوستینہا درید بے غم خور
شب او ہمچو روز روشن شد | نار نمرود باغ وگلشن شد

شہر بن حوشب کا قول ہو کہ ایک فرشتہ بصورت انسان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا اور نہایت دلگداز آواز سے اسم اللہ پڑھا تو آپ بیقرار ہو گئے اور کہنے لگے کہ ایک بار اور پڑھ اُسنے دانستہ انکار کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرا کل مال تیرے لیے وقف ہو اُسنے اور بھی عمدہ لہجہ سے اس نام پاک کو پڑھا تو آپ نے فرمایا کہ ایک بار اور سنا دو تو میری اولاد بھی تمھاری نذر ہو تو اُس شخص نے کہا کہ مین فرشتہ ہون آپ کی مال و اولاد کی احتیاج نہین

صرف آپ کا امتحان مقصود تھا۔ اسی انس و محبت کے سبب سے خدا نے آپ کو اپنا خلیل بنایا ہی
بعض نصاریٰ نے یہ خیال کیا ہی کہ جب اسم خلیل حضرت ابراہیم کے نام کے ساتھ بطریق اعزاز
استعمال کرنا جائز ہی تو پھر اعزازاً ابن کا لفظ حضرت مسیح کے نام کے ساتھ استعمال کرنے مین
کیا قباحت ہی۔ اسکا جواب یہ ہی کہ خلیل کا لفظ صرف فرط محبت پر دلالت کرتا ہی اور ابن
کا لفظ جنسیت پر دلالت کرتا ہے اللہ جل شانہ مجانست و مشابہت ممکنات سے
پاک ہی ہرگاہ اس آیت کے ماقبل بہت سے اوامر و نواہی اور وعد و وعید کا ذکر ہوا ہی تو پھر اسبات
کے اظہار کے لیے کہ تمام ممکنات و کائنات کا وہی خالق ہی ارشاد ہوا وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا تاکہ سب اُسکی عبادت کرین کیونکہ جسکی ایسی
شان ہی وہی مستحق عبادت ہی۔ جبتک انسان کے دل مین خدائے تعالیٰ کی عزت و جلال
کا پرتو نہ پڑے وہ اوامر و نواہی کا مطیع و منقاد نہین ہوتا۔ اور جبتک اوامر و نواہی کی
پابندی نہو درستی اخلاق کا رستہ مل ہی نہین سکتا۔

قوله تعالى وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا **ترجمہ** اور تم
(اپنے طرف سے) بہتیرا چاہو لیکن یہ تو تم سے ہو نہین سکیگا کہ (کئی کئی) بیبیوں مین (پوری پوری)
برابری کرسکو تو بالکل ایک ہی کی طرف مت جھک پڑو کہ دوسرے کو (ادھر مین) لٹکتا ہوا
چھوڑ دو اور اگر (آپس مین) موافقت کرلو اور (ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے) بچے
رہو تو اللہ ہی بخشنے والا مہربان ہی۔

عرب کے لوگون کی درشتی و سخت مزاجی مشہور و مسلم ہی اور ابناے جنس مین سب سے
کمزور عورتین اور یتیم ہین۔ انھین دو گروہون پر اقسام کے ظلم و زیادتیان ہوتی تھین اسلام نے ان
تمام ظلمون کی رخنہ بندیان کین اور جو احکام عورتون کے بارہ مین نازل ہوے وہ اس سے
پہلے مذکور ہو چکے ہین یہان بھی اُسی کا کچھ ذکر ہوا ہی کیونکہ ضرورت زمانہ اور خواہشات نفس
کے لحاظ سے تعدد ازدواج کی حاجت لاحق ہوتی تھی اور انمین مساوات کا برتاو کرنا مشکل تھا
تفاوت محبت جو مقتضاے رجحان قلبی ہی انسان کا اختیاری فعل نہین ہی اسلیے اقوال
وافعال مین مساوات محال ہی اسی کا ذکر ابتداے آیت مین ہوا ہی روی الشافعی رحمۃ اللہ
علیہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقسم ویقول ھذا قسمی فیما املک
وانت اعلم بما لا املک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اپنی بیبیون کے درمیان باری ٹھہراتے تھے اور انصاف فرماتے تھے اور کہتے تھے الٰہی یہ
میری تقسیم ہی جسکی مین طاقت رکھتا ہون اور تو جانتا ہی جسکی مین طاقت نہین رکھتا یعنے
(دل کی محبت)

اور ساتھ ہی ولا تمیلوا کل المیل سے معاشرت کا طریقہ بتلا دیا گیا ہی کہ اس تفاوت
محبت قلبی کو قول و فعل سے ظاہر نہ کیا جاے کہ وہ مورث نتائج قبیحہ ہی اور اس سے انسان
کو چین سے بسر کرنا میسر نہین ہو سکتا اور ولا تذروھا کالمعلقۃ سے انجام کار کی طرف
اشارہ کیا گیا ہی کہ جب متعدد بیبیون مین برابری کا قائم رکھنا مشکل ہی تو ایسا بھی نہونا
چاہیے کہ ایک طرف مائل ہو کر دوسرے کو ادھر مین لٹکا رکھو نہ طلاق دو نہ پوری بیوی

بنا کر رکھو ایسی حالت مین طلاق ہی بہتر ہی کیونکہ بصورت تفریق خدا تعالی اپنے فضل سے اچھا سامان کر دیتا ہی عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے علیہ و آلہ و سلم من کانت لہ امرأتان ولم یعدل بینہما جاء یوم القیامۃ وشقہ ساقط وفی اخری مائل ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکی دو عورتین ہون اور دونون کے درمیان انصاف نکرے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت مین آئیگا کہ اسکا آدھا دھڑ نہوگا اور دوسری روایت مین ہی کہ اسکا آدھا دھڑ جھکا ہوا ہوگا وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا سے یہ بیان ہوا ہی کہ اگر گزشتہ ناموافقت سے جو بوجہ میلان طبع واقع ہو گئی ہو مصالحت اختیار کرنے اور آیندہ ناانصافی کرنے سے بچتے رہین کہ اللہ تعالی بخشنے والا رحیم ہی غرضکہ اسلام مین بیبیون کے ساتھ انصاف کا برتاؤ کرنا اور انکے ساتھ بے رحمی نکرنا جزو اخلاق حسنہ ہی۔

قولہ تعالی اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰہِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَہُمْ لِلّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَکَانَ اللّٰہُ شَاکِرًا عَلِیْمًا ۞ لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ۞ ترجمہ مگر (ان مین سے) جن لوگون نے توبہ کی اور اپنی حالت درست کرلی اور اللہ کا سہارا پکڑا اور اپنے دین کو خدا کے واسطے خالص کرلیا تو یہ لوگ مسلمانون کے ساتھ (بہشت مین) ہونگے اور اللہ مسلمانون کو آخرت مین بڑے اجر دیگا اگر تم (لوگ خدا کی) شکرگزاری کرو اور (اسپر) ایمان رکھو تو خدا کو تمھارے عذاب دینے کی کیا ضرورت ہی بلکہ خدا (تو شکرگزارون کا) قدردان (اور اُن کے حال سے) واقف ہی اللہ کو یہ پسند نہین کہ کوئی

(کسیکو) مُنہ پھوڑ کر بُرا کہے مگر جسپر (کسی طرح کا) ظلم ہوا ہو (اور وہ مُنہ پھوڑ کر ظالم کو بُرا کہنے بیٹھے

تو وہ معذور ہی) اور اللہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ) جانتا ہی (لوگون کے ساتھ) بھلائی کھلم کھلا کرو

یا چھپا کر کرو یا (تمھارے ساتھ کوئی بُرائی کرے اور تم) بُرائی سے درگذر کرو (یہ بھی ایک قسم کی بھلائی

ہی) تو اللہ بھی (لوگون کے ساتھ بھلائی ہی کرتا ہی کہ) باوجود قدرت کے درگذر کرتا ہی (تم بھی درگزر کیا کرو)

اس آیت مین ان چارون باتون کا ذکر ہوا ہی جنکو اگر منافقین بھی اختیار کرین تو خدا

کے عذاب سے محفوظ رہ سکتے ہین والا فلا

(۱) بُرے کامون سے بالکلیہ توبہ کرنا۔

(۲) اچھے کام اختیار کرنا۔

(۳) خدا پر بھروسہ کرنا۔

(۴) نیت اچھی رکھنا

یہ سب امور محض رضاے الٰہی کے حاصل کرنے کے لیے ہون سمع وریا کے طور پر

نہ ہون اور پھر ارشاد ہوا مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

ایک انسان دوسرے انسان کو جو عذاب دیتا ہے اسکے تین سبب ہین یا تو اپنی تشفی قلب کے لیے یا

جلب منفعت کے لیے یا دفع مضرت کیواسطے خداے تعالیٰ ان اغراض سے پاک اور مبرا ہی اسکی غرض محض یہ ہی کہ بندے

نیک کام اختیار کرین اور بُرے کامون سے بچین تاکہ اونسے اچھا سلوک کیا جائے کیونکہ خداے تعالے

بندون کے ساتھ متوجہ بالخیر ہی اس آیت مین شکر کو ایمان پر اس وجہ سے مقدم کیا گیا ہی کہ انسان ذرا غور سے

اپنی حالت کو دیکھے تو معلوم کرسکتا ہی کہ خدا نے اُسکو کیسی کیسی نعمتین عطا فرمائی ہین مثلا اپنی بناوٹ ہی خیال کرے

تو معلوم ہوگا کہ جسقدر اعضا عنایت ہوئے ہین وہ سب لاجواب ہین اور وہ ایسی مناسبت سے
بنائے گئے ہین کہ اُس سے بہتر ترکیب ہو نہین سکتی۔ ایسا ہی حواس ظاہری و باطنی
وغیرہ کا حال ہی جب انسان ان سب باتون کو سمجھتا ہی تو وہ شکر اجمالی اختیار کرتا ہی اور جب اُسکو
منعم کی کامل شناخت حاصل ہوجاتی ہی تو پھر اُسپر ایمان لاتا ہی اور شکر تفصیلی بجالاتا ہی پس یہان
شکر کی تقدیم سے شکر اجمالی مقصود ہی اور لفظ شاکر سے خدا کی طرف جو شکر منسوب کیا گیا ہی مقصود
ہی کہ شکر کی جزا شکر کے ساتھ ادا ہوگی یہ بیان بطریق استعارہ کے ہی جسکا مفہوم صرف یہ ہی کہ
شاکرین کو ثواب عطا ہوگا اور جو شکر سے اعراض کرینگے مبتلاے عقاب ہون گے اور لفظ
علیم کا استعمال اسوجہ سے ہوا ہی کہ خدا ہر ایک جزو کل جاننے والا ہی اسکے کسی فعل مین
غلطی کا احتمال نہین ہی چونکہ آیات ماسبق مین منافقین کے حالات کو وضاحت کے ساتھ بیان
کیا گیا ہی اور اُنکی خوب ہی فضیحت ہوئی ہی اور کسیکی پردہ دری شایان رحم و کرم الٰہی نہ تھی تو
اس خدشہ کے دفعیہ کے لیے ارشاد ہوا لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ
وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا خداے تعالیٰ کسی کی بُرائیون کا ظاہر کرنا پسند نہین کرتا ہی لیکن جب
بُرائی حد سے گزر جاتی ہی تو پھر اُسکی روک بھی ضروری ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی
اُذْكُرُوا الْفَاسِقَ بِمَا فِيْهِ كَيْ يَحْذَرَهُ النَّاسُ یعنے فاسقین کے بُرے افعال کا ذکر اس خیال
سے جائز ہی کہ دوسرے لوگ اُن کامون سے بچین چونکہ منافقین کا مکر و شید حد سے گزر گیا تھا
اور بخصوص مسلمانون کے حق مین اُنکا ظلم بلاے بے درمان ہوگیا تھا اسلیے اللہ تعالیٰ نے
اُنکی بُرائیون کو کھول کھول کر بیان کر دیا تاکہ مسلمانون کو اُنسے محفوظ رہنے کا موقع ملے اور نیز

مصلحت الٰہی یہ بھی ہے کہ جب ہر شخص اپنے کردار کو آپ خوب جانتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ ان ہدایات سے اپنے افعال سے توبہ کر کے راہ راست پر آجائے یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان مین نازل ہوئی کیونکہ ایک شخص نے رسول مقبول صلعم کے سامنے آپ کو برا کہا کئی بار آپنے سکوت کیا مگر جب آپنے بھی ویسا ہی جواب دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کھڑے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ جب تک یہ شخص بدزبانی کرتا رہا آپ بیٹھے رہے جب مین نے اُسکو جواب دیا تو آپ اُٹھ کھڑے ہو گئے آخر اسکی وجہ کیا ہے بیان فرمائیے تو آپنے فرمایا کہ تمھاری طرف سے ایک فرشتہ اِس بدسگال کا جواب دے رہا تھا لیکن جب تمنے پلٹ کر اسکو برا کہا تو وہ فرشتہ چلا گیا اور شیطان آگیا۔ جہان شیطان ہو وہان ہم بیٹھ نہین سکتے اُسی وقت و یہ آیت نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباس کا یہ قول ہے کہ غیر کی برائیون کا علانیہ بیان کرنا سوائے مظلوم کے کسی کو جائز نہین ہے کہ اس سے غیبت مین مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ غیرون کے مظالم کی اگر برداشت کیجائے تو اللہ سمیع و علیم ہے نیک جزا دیگا اور پھر اِن تُبدُوا خَیراً او تُخفُوہُ او تعفوا عن سُوٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا سے نیکی اور معافی کی ترغیب دلائی گئی ہے نیک کامون کا حصر نہین ہے تاہم تفہیم کے لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ خاص جو کام اللہ کی خوشنودی کے لیے کیا جاے یا مخلوق کے ساتھ نیک خلقی سے پیش آئین تو وہ نیکی کی تعریف مین داخل ہے نیک کام دو قسم کے ہین ایک تو ایصال نفع اور دوسرا دفع ضر ان تبدوا خیرا او تخفوہ سے ایصال نفع کی طرف اشارہ ہے اور او تعفوا سے دفع ضر کی طرف۔ ان کلمات مین خیر کے تمام انواع و اقسام داخل ہین فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا سے تخلقوا باخلاق اللہ کی تعلیم ہوئی ہے

کیونکہ اللہ تعالی باوجود قدرت انتقام کے گناہون سے درگزر فرماتا ہی تو بندون مین بھی عفو و درگزر کی صفت ہونی چاہیے اور یہ تاویل بھی ہوسکتی ہی کہ اگر انسان اپنے ابنائے جنس کے خطیات سے درگذر کرے تو خدا اُسکے گناہون کو معاف فرمائے گا۔ ان آیات مین اچھے کامون کے اختیار کرنے اور بُرے افعال سے بچنے کی جس عمدگی سے ہدایت ہوئی ہی اور اسکا اثر درستی اخلاق پر جیسا کچھ پڑتا ہی وہ محتاج صراحت نہین ہی۔

قولہ تعالی لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝ ترجمہ لیکن انمین سے جو لوگ گہرے معلومات رکھتے ہین (وہ) اور مسلمان (یہ دونون فریق تو) اس (کتاب) جو تم پر اُتری ہی اور اُن (کتابون) پر جو تم سے پہلے (دوسرے پیغمبرون پر) اتری ہین (سب پر) ایمان لاتے اور نمازین پڑھتے اور زکوۃ دیتے اور اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتے ہین۔ یہ لوگ ہین جنکو ہم عنقریب بڑا اجر عطا فرمائینگے

اسکے قبل کفار اور جہال یہود کے عادات کا ذکر ہوا ہی لیکن کوئی قوم بُری سے بُری کیون نہو اُسمین چند لوگ اچھے بھی ہوتے ہین۔ یہود مین بھی کچھ لوگ اچھے تھے جیسا کہ عبد اللہ ابن سلام وغیرہ یہ لوگ اپنے مذہب کے عبادات و ریاضات کے پابند تھے صرف قصور تھا تو یہی کہ اُنکا مذہب تکمیل طلب تھا جب وہ قرآن اور نبی علیہ السلام پر ایمان لائے تو وہ نقص بھی جاتا رہا اسلیے اُنکی نسبت یہ فرمایا ہی لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کہ جو لوگ انمین سے بڑے عالم ہین جنکی نظر ان بشارات پر بھی ہی جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت انبیاے سابقین نے

بیان فرمائین وہ اور مسلمان دونون فریق توقرآن مجید اور دیگر کتب الٰہی پر ایمان رکھتے ہین۔ علما کے تین طبقے ہین۔ ایک علماے شریعت جو احکام شریعت سے واقف ہوتے ہین دوسرے علماے الٰہی جنکو ذات باری اور اُسکے صفات کا صرف علم ہوتا ہی تیسرے وہ جو ان علوم سے واقف بھی ہین اور عالم بھی۔ گروہ علما مین اسی طبقے کو شرف و منزلت ہی اور اسیکی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث مین اشارہ فرمایا ہی جالس العلماء وخالط الحکماء ورافق الکبراء پس وَالْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ سے علماے شریعت مراد ہین اور وَالْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوۃَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ سے علماے باعمل کا ذکر کیا گیا ہی اور وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ سے علماے ذات باری تعالیٰ کی طرف اشارہ ہی چونکہ اشرف معارف الٰہی علم مبدء و معاد ہی پس مُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ سے علم مبدء مراد ہی وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ سے علم معاد مقصود ہی اور جنکو یہ سب علوم حاصل ہون اور وہ اسکے عامل بھی ہون تو وہی علماے راسخین سے موسوم ہین اور انھین کی یہ شان ہی کہ اُولٰٓئِکَ سَنُؤْتِیْہِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا ۵ یعنے آخرت مین خداتعالے کی سرفرازی سے ممتاز ہون گے درحقیقت صاحب تہذیب یہی ہین۔

قولہ تعالیٰ یٰٓاَیُّہَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْہَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُہُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَہْدِیْہِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۵ ترجمہ لوگو!! تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے حجت آچکی اور ہم تمھاری طرف جگمگاتا ہوا نور (ہدایت یعنے قرآن) بھیج چکے سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اُنھون نے اُسیکا سہارا پکڑا

[1] علما کے ساتھ مل بیٹھو اور حکما سے خلط ملط رکھو۔ اور محققین سے نیاز کے ساتھ پیش آؤ ۱۲

تو اللہ (بھی) انکو عنقریب اپنی رحمت (کے سایے) مین اور فضل (کی پناہ) مین لے لیگا اور انکو اپنے حضور تک (پہونچنے کا) سیدھا راستہ (بھی) دکھا دیگا۔

اسکے قبل منافقین اور کفار عرب اور یہود و نصاری وغیرہ باطل فرقون کی تردید ہوئی ہے اور انکے شبہات باطلہ کو دفع کیا گیا ہے اور اب اعلان عام کے طور پر تمام بنی آدم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانے کا یون حکم ہوتا ہے یَآاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمْ بُرْھَانٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ برہان سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہین کیونکہ برہان کہتے ہین دلیل کو آپ کا یہ کام تھا کہ حق کو ثابت کرنے کے لیے دلیل قائم کرین اور ابطال باطل کی کوشش کرین اور نیز خود آپ دلیل راہ ہدایت تھے۔ اور ساتھ ہی یہ ارشاد ہوتا ہے کہ فقط نبی برحق کے بھیجنے پر اکتفا نہین کیا گیا ہے بلکہ سلسلہ ہدایت کو قائم رکھنے کے لیے قرآن مجید بھی نازل کیا گیا ہے اَنْزَلْنَآ اِلَیْکُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا نور مبین سے قرآن مجید مقصود ہے۔ جبکہ سب پر یہ بات ظاہر ہو چکی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا ہین اور قرآن مجید خدا کی برحق کتاب ہے تو تمام بنی آدم پر واجب ہے کہ شریعت محمدی کی اتباع کرین اور اطاعت کرنیوالون کی تحریص کے لیے حکم ہوا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَاعْتَصَمُوْا بِہٖ فَسَیُدْخِلُھُمْ فِیْ رَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَفَضْلٍ وَّیَھْدِیْھِمْ اِلَیْہِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا یعنے متبعین اسلام کو تین باتون کی امید دلائی گئی کہ ان پر خدا کی رحمت دنیا اور عقبی مین شامل حال رہیگی اور فضل خدا مزید بران آبن عباس نے رحمت کو جنت سے تعبیر کی ہے صراط مستقیم سے مراد راہ ہدایت ہے۔ جس سے روح کو سعادت ابدی حاصل ہوتی ہے۔ جب روح درجہ کمال پر پہونچ جائے تو تبعًا نفس انسانی کا سنور جانا لازمی ہے جس سے اخلاق درست ہو جاتے ہین

قولہ تعالیٰ وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْآ اَنَّ اللّٰہَ

شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ
وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّیَةُ وَالنَّطِیْحَةُ وَمَآ اَکَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَی النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا
بِالْاَزْلَامِ ذٰلِکُمْ فِسْقٌ اَلْیَوْمَ یَئِسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ دِیْنِکُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ
لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ
لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ ترجمہ اور نیکی اور پرہیز گاری (کے کامون) مین ایک دوسرے
کے مددگار ہوجاؤ اور گناہ اور زیادتی (کے کامون) مین ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو اور اللہ
(کے غضب) سے ڈرو کیونکہ اللہ کا عذاب (بہت ہی) سخت ہے مرا ہوا جانور اور لہو اور سور کا گوشت
اور جو جانور خدا کے سوا کسی اور کے لیے (حلال) کیا گیا ہو اور جو گلا گھٹنے سے مر گیا ہو اور جو چوٹ
سے مرا ہو اور جو گر کر مرا ہو اور جو سینگ لگ کر مرا ہو (یہ سب چیزین) تم پر حرام کر دی گئین اور (نیز وہ
جانور) جسکو درندون نے (پھاڑ کر) کھایا ہو مگر جس (کے مرنے سے پہلے تم اُس) کو حلال کر لو تو وہ
حرام نہین اور نیز جو کسی تھان پر (چڑھا کر) ذبح کیا گیا ہو اور یہ بھی منع ہے کہ (ساجھے کے جانور کا
گوشت جوے کے طور پر) تیرون کے (پانسون) سے آپسمین تقسیم کرو کہ یہ گناہ (کی بات) ہے اب
کافر تمھارے دین کی طرف سے ناامید ہوے (کہ تم مین اور انمین التیام نہین ہو سکتا اور وہ تمھاری سخت
مخالفت کرین گے) تو ان سے نہ ڈرو اور ہم ہی سے ڈرو۔ اب ہم تمھارے دین کو تمھارے لیے
کامل کر چکے اور ہم نے تم پر اپنا احسان پورا کر دیا۔ اور تمھارے لیے اسی دین اسلام کو پسند فرمایا۔
پھر جو بھوک سے بے قرار ہو (اور) گناہ کی طرف اسکا میلان نہو (اور وہ مجبوری کو ئی حرام چیز
کھالے) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

شروع سورۂ مائدہ سے لیکر یہان تک جسقدر احکام الٰہی بیان ہوئے ہین اُن سب کا حاصل یہ
ہی کہ حاجیون کی آمد و شد کعبہ مین کسی طرح کی تکلیف نہ ہونچے، بے کھٹکے جائین اور چلے آئین، لیکن سخت
افسوس کی بات ہی کہ اب بھی عرب کے بدو ان احکام کا پاس نہین کرتے اور ہمیشہ قافلے لٹتے رہتے
ہین اور نیز حاجیون کو شکار کی ممانعت کی گئی ہی تاکہ ملک مین سرسبزی اور آبادی رہے حقیقۃً ملک عرب کو
اسکی سخت ضرورت تھی اور یہ آیات مانی البیان کی ابتدا یا ایھا الذین امنوا لاتحلوا شعائر اللہ
سے ہوئی ہی۔ اور شان نزول یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے چھٹے سال واسطے ادائے عمرہ
کے مکہ معظمہ کا قصد کیا جب مع اصحاب قریب مکہ مقام حدیبیہ پر آکر خیمہ زن ہوئے تو مشرکین مکہ نے
جنگ کی تیاری کی اور یہ کہا کہ ہم آپ کو ہرگز کعبہ کا طواف نکرنے دین گے اور نہ شہر مکہ مین آنے دینگے
آپ نے فرمایا کہ مین جنگ کرنے کے لیے نہین آیا ہون خیر اگر تمھاری مرضی نہو تو مین واپس جاتا ہون
اسپر باہم ایک عہدنامہ ہوا اور آپ واپس چلے آئے۔ مگر صحابہ کو مشرکین قریش کی ایسی سرکشی ناگوار
معلوم ہوئی انھون نے بھی حج کے آنے والے مشرکین کو روکنا شروع کیا۔ چونکہ اسلام مین نیک
کامون مین دست اندازی کرنا جائز نہین ہی مسلمانون کو اس دست اندازی کے لیے یون حکم ہوا۔
تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان نیک کامون کی شرکت اور اعانت کرو
اور بُرے کامون سے بچتے رہو۔ اور پھر تاکید ہوئی کہ واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ شدید العقاب
جن امور کو حرام گردانا گیا ہی اُنکو جائز نہ ٹھہراو خدا کے عذاب سے ڈرتے رہو۔ اُسکے غضب مین مبتلا نہو جاؤ
حرمت علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل لغیر اللہ بہ والمنخنقۃ والموقوذۃ والمتردیۃ والنطیحۃ
وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب وان تستقسموا بالازلام سے ان گیارہ حرام

چیزون کا بیان شروع ہوا ہی جنکی طرف آیت الا ما یتلیٰ علیکم مین اشارہ ہوا ہی،

(۱) میتۃ اُس جانور کو کہتے ہین کہ جسکی روح بغیر ذبح کرنے کے نکل جائے مشرکین عرب وغیرہ مسلمانون سے یہ کہا کرتے تھے کہ تم اپنے ہاتھ سے مارے ہوئے جانورون کو تو کھاتے ہو (جس سے انکی مراد ذبح کیے ہوئے جانورون سے ہی) اور خدا کے مارے ہوئے جانور نہین کھاتے (جس سے انکا مقصود میتہ سے ہی) تو اللہ تعالیٰ نے اس باطل اعتقاد کی تردید فرما دی کہ جس جانور کی روح بغیر ذبح کے نکل جائے اسکا کھانا حرام ہی، طبی اصول پر بھی خیال کرو تو معلوم ہوگا کہ مردار جانور کا کھانا مضر صحت ہی کیونکہ خون جو ہر لطیف ہی جب کوئی جانور خود بخود مرجاتا ہی تو اسکا خون عروق مین جذب ہوکر تعفن پیدا کرتا ہی اور ایسے گوشت کے کھانے سے امراض پیدا ہوجاتے ہین۔

(۲) الدم عرب کی عادت تھی کہ خون کو جما کر توے پر بھون لیا کرتے تھے یا تل کر کھاتے تھے خصوص مہمان کی تواضع اسی برشتہ خون سے ہوتی تھی۔ یہان خون سے وہ خون مراد ہی جو بہ سکتا ہو ایسے لہو کا کھانا حرام ہی اور جو خون گوشت پر لگا ہو جیسے کلیجی یا تلی کا خون مستثنیٰ ہی۔

(۳) لحم الخنزیر یعنے سور کا گوشت۔ چونکہ غذا جزو بدن ہوتی ہی جو چیز کھائی جائے اسکا اثر کھانے والے کی طبیعت پر بھی ہوتا ہی۔ سور مین حرص کا مادہ زیادہ ہی اس سے محفوظ رہنے کے لیے اسکا کھانا منع کر دیا گیا ہی تاکہ انسان مین حرص کی بدعادت نہ پیدا ہو۔ بخلاف بکرے کے کہ اسمین سلامتی کا مادہ ہی اسکے کھانے سے اجنبی کیفیت کا اثر طبیعت مین پیدا نہین ہوتا۔

(۴) ما اھل لغیر اللہ بہ وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور کے نام سے پکارا گیا ہو مشرکین لات و منات وغیرہ کے نام سے جانور ذبح کرتے تھے اللہ نے اُسکو حرام کر دیا۔

(۵) المنخنقة جو جانور گلا گھونٹنے سے مرجائے۔ جاہلیت مین جانور کے گلا گھونٹنے کے تین طریقہ تھے یا تو خود ہاتھ سے گلا گھونٹتے تھے۔ یا رسن سے بطور پھندے کے۔ یا درختون کی ٹہنیون مین گردن کو پھانس کر مار ڈالتے تھے یہ تینون صورتین اسلام مین ممنوع ہین کیونکہ گلا گھونٹا ہوا جانور مثل مرے ہوئے جانور کے ہی جسکی مضرت پہلے بیان ہوچکی ہی۔

(۶) الموقوذة وہ جانور ہی جو لٹھ یا پتھر سے مار ڈالا جائے ایسا جانور بھی میتہ کی تعریف مین داخل ہی اسکا کھانا حرام ہی۔ علی ہذا بندوق کی گولی سے مرا ہوا جانور بھی ممنوع ہی۔

(۷) المتردية جو جانور بلندی سے جیسے جھاڑ۔ پہاڑ وغیرہ سے گر کر مرجائے وہ بھی میتہ مین داخل ہی اور اُسکا کھانا ناجائز ہی۔

(۸) النطيحة وہ جانور ہی جو دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مرجائے یہ بھی ناجائز ہی۔

(۹) ما اكل السبع وہ جانور ہی جسے کسی درندے نے پھاڑ کھایا ہو اور بغیر ذبح کے مرگیا ہو اُسکا کھانا بھی حرام ہی الا ما ذكيتم چار اقسام متذکرہ سے متعلق ہی یعنے موقوذة۔ متردية۔ نطيحة۔ ما اكل السبع سے ان چارون صورتون مین اگر جانور زندہ مل جائے اور پھر ذبح کر دیا جائے تو اُسکا کھانا حلال ہی۔

(۱۰) ما ذبح على النصب ان ناتراشیدہ پتھرون کو نصب کہتے ہین جن پر مشرکین عرب دیوی دیوتاؤن کے نام رکھکر قربانیان دیا کرتے تھے اور کچھ خون بھی ان پر چھڑک دیتے تھے جیسا کہ ابتک ہنود مین اسکا رواج ہی یہ طریقہ بھی ممنوع ہی۔

(۱۱) وان تستقسموا بالازلام فال کے تیرون سے تقسیم کرنا۔ ایام جاہلیت مین

تیر سے پانسے کے طور پر گوشت اور دیگر اشیا کی تقسیم ہوتی تھی۔ مثلاً کسی تیر پر ایک حصہ کسی پر دو حصہ کسی پر خالی فرض کر کے ان حصون کو کسی خالی تھیلی مین ڈالکر نکالتے تھے جو حصہ جسکے نام نکلتا وہ لے لیا کرتا تھا ایسی پانسہ اندازی اور قرعہ مین فرق یہ ہی کہ قرعہ مساوی حصون پر ڈالا جاتا ہی اسمین کسی کو مضرت نہین پہونچتی اور پانسہ اندازی مین جوے کی شکل ہی اسلیے ممنوع قرار دیا گیا ہی ذلکم فسق سے اس طریقہ کی مذمت بیان ہوئی کیونکہ ان مشرکین کا یہ بھی اعتقاد تھا کہ حصے بتون کے ارشاد اور اعانت کے موافق ملتے ہین ایسا اعتقاد فسق مین داخل ہی الیوم یئس الذین کفروا من دینکم فلا تخشوھم واخشون سے یہ بیان کیا گیا ہی کہ اگرچہ ابتداً مخالفین اسلام کے تعرضات سے شرعی احکام پر عمل کرنے مین مسلمانون کو بڑی مشکلات کا سامنا تھا مگر اب احکام اسلام کی اشاعت ایسی ہو گئی ہی کہ مخالفین کی رخنہ اندازی کا احتمال نہین ہی پس اب اہل اسلام کو کسی کا خوف نکرنا چاہیے صرف خدا کا خوف پیش نظر رہے اور پھر ارشاد ہوا کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی خدا نے دین اسلام کو کامل کر دیا یہ بڑی نعمت ہی اسکی قدر کرو اور پھر رضیت لکم الاسلام دینا سے دین اسلام کا مقبول ہونا ظاہر کیا گیا ہی جسکی تائید ایک دوسری آیت ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ سے بھی ہوتی ہی فمن اضطر فی مخمصۃ غیر متجانف لاثم فان اللہ غفور رحیم تک یہ بیان کیا گیا ہی کہ جن جانورون کا کھانا حرام کیا گیا ہی اگر وہ جانور حالت اضطرار و مخمصہ مین صرف بھوک سے جان بچانے یا دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے استعمال مین آ جائین تو خدا معاف کر دیگا کیونکہ مواخذہ نیت سے متعلق ہی۔

ان آیات سے اچھے کامون کو اختیار کرنے اور ایک دوسرے کی معاونت کرنے

اور برے افعال سے بچنے کی کس خوبی کے ساتھ تعلیم ہوئی ہے اور تہذیب نفس پر اسکا کیسا قوی اثر پڑ سکتا ہے ظاہر ہے اسلام سے بڑھکر کوئی قوم تہذیب الاخلاق کے عمدہ اصول کو پیش نہین کر سکتی ہان یہ بات اور ہے کہ خود مسلمان ان اصول کی پابندی نکرین اور دوسرے اقوام کو مہذب سمجھکر ان کی پیروی کے گرویدہ ہو جائین۔ اسلام مین درصل کسی بات کی کمی نہین ہے جس دین کے کامل ہونیکی گواہی خود خدا تعالی نے دی ہو تو اس سے زیادہ مستند کونسا مذہب ہو سکتا ہے اور اس سے بڑھکر شرف کس مذہب کو حاصل ہو سکتا ہے۔

قولہ تعالی یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا قَوَّامِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ٥ **ترجمہ** مسلمانو! خدا کے واسطے انصاف کے ساتھ گواہی دینے پر آمادہ رہو اور لوگون کی عداوت تمکو اس (جرم کے ارتکاب) کی باعث نہو کہ معاملات مین) انصاف نہ کرو (نہین ہر حال مین) انصاف کرو کہ پرہیزگاری کو انصاف لازم ہے۔ اور اللہ (کی نافرمانی) سے ڈرتے رہو (کیونکہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے باخبر ہے جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے نیک عمل (بھی) کیے اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ (آخرت) مین ان کے لیے مغفرت اور بڑا ثواب ہے۔

ان آیات مین بھی احکام الٰہی کی اتباع و انقیاد کا حکم ہے اگرچہ احکام بہت سے ہین لیکن حصر کے طور پر مسلمانون کو بتلایا گیا ہے کہ ایک تو خدا کے حکم کی تعظیم پیش نظر رکھو۔ دوسرے مخلوق کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آیا کرو۔ کونوا قوامین للہ سے امر اوّل کی طرف اور شہداء بالقسط سے امر دوم کی جانب اشارہ ہے۔ خدا کی توحید اور عظمت کو دنیا مین پھیلانے کے لیے اور اخلاق،

حسنہ کی تعلیم کے لیے مسلمانون کو ہروقت آمادہ رہنا چاہیے کہ اس سے بہتر کوئی عمل نہیں ہے اور پھر
ولایجرمنکم سے ھو اقرب للتقوی تک عدل و انصاف ترک نکرنے کی ہدایت ہوئی ہے کیونکہ بسا
اوقات فریق مخالف کی بیجا کد و کاوش سے انسان انصاف سے گذر جاتا ہے مگر اسلام یہ ہدایت کرتا ہے
کہ ایسے مشکل وقت مین بھی مخلوق خدا کے ساتھ رحم و کرم کا پہلو اختیار کیا جائے اور ظلم و تعدی سے
کام نہ لیا جائے۔ بلکہ عموماً ہر موافق و مخالف سے عدل و انصاف کا برتاؤ کیا جائے چنانچہ تاکید الحکم ہوا ہے
کہ اعدلوا ھو اقرب للتقوی کہ انصاف کرنا پرہیزگاری کے لیے لازمی ہے۔ انصاف انسان کو معاصی
سے بچاتا ہے۔ اسلام مین کفار کے ساتھ بھی ترک انصاف جائز نہیں ہے۔ اور پھر وعدہ مطیعین و وعید
مذنبین کے طور پر ارشاد ہوا کہ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون خدا کو تمام معلومات کا علم حاصل ہے
کوئی بات اُسپر پوشیدہ نہین اسلیے خدا کی نافرمانی سے ڈرتے رہنا چاہیے اسکے بعد خاص طور پر مومنین
کی تحریص کے لیے حکم ہوا کہ وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات لھم مغفرۃ و اجر کریم۔
یعنے نیک کار مومنین کو دو باتین میسر ہون گی ایک تو ان کے گناہ بخشدیے جائین گے دوسرے یہ
کہ خدائے تعالی ان کے ساتھ امید سے زیادہ کرم و عنایت فرمائے گا یہ دونون وعدے ایسے ہین کہ
انسان پر موت کی تکلیف کو آسان کر دیتے ہین اور اندھیری قبر مین چین سے سونے دیتے ہین۔

ان آیات مین انصاف کو پیش نظر رکھنے اور اچھے کام اختیار کرنے کی ہدایت ہوئی ہے
جو تہذیب نفس کے بہترین اسباب ہین۔

ہر کہ اندر جہان ستم جوید	دد و دیو ند و آدمی روید
ہر کہ او عدل خویش بگذارد	ظالمے را خدائے بگمارد

تا بر آرو زمال و جانش دمار	ظلم اور ابظلم ساز دکار

قولہ تعالیٰ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ترجمہ مسلمانو! اللہ سے ڈرتے رہو اور (نیز) اُس تک (پہونچنے کے) ذریعے کی جستجو کرتے رہو اور اُسکے راستے مین جان لڑادو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اس سے پہلے اُن یہود کا ذکر ہوا ہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانون کے درپئے آزار تھے لیکن خدا نے اپنے فضل وکرم سے ان بدخواہون کے مکروشید سے آپ کو اور آپ کی امت کو محفوظ رکھا چونکہ یہ قوم شدت سے انبیا علیہم السلام کو تکلیف پہونچانے کی خواہان رہتی تھی اسلیے ان کے فریبون سے غافل نہ رہنے کے لحاظ سے بفرط عنایت حکم ہوا کہ یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلۃ مسلمانون تمکو قوم یہود کی جسارت کا حال اچھی طرح معلوم ہو چکا ہی کہ ان کے طبائع گناہون کی طرف مائل اور وہ خدا کی اطاعت سے پھرے ہوے ہین تم ان باتون سے بچے رہو جن امور کو خدا نے حرام کیا ہی ان سے محفوظ رہو اور طاعت الٰہی کو اپنی مغفرت کا وسیلہ قرار دو سب سے بڑا وسیلہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہی اسکو نہ چھوڑو اور جیسا کہ یہود کی عادت تھی کہ اپنے اسلاف کے اعمال پر فخر ومباہات کرتے تھے تم اس جدفروشی کے بد طریقہ کو اختیار نہ کرو بلکہ محاسن ذاتی پیدا کرو۔ چونکہ اعمال حسنہ کا اختیار کرنا معمولی کام نہین ہی اسلیے ارشاد ہوا وجاھدوا فی سبیلہ لعلکم تفلحون انسان کو دو زبردست حکومتون مین اپنی زندگی کاٹنی پڑتی ہی ایک تو نفس کی حکومت ہی جو لذات دنیوی اور شہوات طبعی کی طرف انسان کو کھینچتی ہی اور دوسری عقل کی حکومت ہی جو اطاعت الٰہی کی رہنمائی کرتی ہی اس کشمکش مین سنبھل کر راہ راست

چلنا آسان کام نہین ہی کیونکہ عبادت آلہی پر غور کرو تو معلوم ہو گا کہ اسکے بھی بہت اقسام ہین بعض کی عبادات
تو صرف نام ونمود کے لیے ہوتی ہی اور بعض کی خوشنودی خدا حاصل کرنے کیلیے، بہرحال ان امتیازات کو
پیش نظر رکھکر افعال حسنہ کا اختیار کرنا بہت دشوار کام ہی لہذا کوشش کے ساتھ اچھے کام کرنے کی
ہدایت ہوئی ہی اور اسی کوشش کو نجات کا ذریعہ قرار دیا گیا ان مختصر الفاظ مین ترک اخلاق ذمیمہ اور حصول
اخلاق فاضلہ کی ہدایت جس صراحت سے فرمائی گئی وہ محض اعجاز قرآن ہی اور بس۔

قولہ تعالی وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ
عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ
وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۔ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ
يُّوْقِنُوْنَ ۔ ترجمہ (غرض اے پیغمبر تم تو اپنی شریعت پر قائم رہو) اور جو کتاب خدا نے (تم پر) اتاری ہی
اسی کے مطابق ان لوگون مین حکم دو اور ان کی خواہشون کی پیروی نکرو اور ان (کے داؤ گھات)
سے ڈرتے رہو کہ جو کتاب خدا نے تمھاری طرف اُتاری ہی (مبادا) اس کے کسی حکم سے یہ لوگ تمکو بھٹکا دین
پھر اگر یہ لوگ تمھارا کہا نہ مانین تو جانے رہو کہ خدا ہی کو منظور ہی کہ ان کے بعض گناہون کی وجہ سے
ان پر کوئی مصیبت لا نازل کرے اور بیشک بہت سے لوگ البتہ نافرمان ہین۔ کیا (اسوقت مین نے مانہ) جاہلیت کا
حکم چاہتے ہین اور جو لوگ یقین کرنے والے ہین ان کے لیے اللہ سے بہتر حکم دینے والا اور کون ہو سکتا ہی،
اس کے قبل قرآن مجید مین کتب سابقہ کا ذکر ہوا ہی چونکہ اصولاً انبیا علیہم السلام کا مذہب
ایک ہی اسلیے یکے بعد دیگرے تین کتابین نازل ہوئین، توریت، انجیل، قرآن، مگر مصالح وقت کے
لحاظ سے احکام بدلتے رہے ہین۔ اگر خدا چاہتا تو سب کے لیے ایک ہی دستور العمل بنا دیا جاتا، مگر بندون کی

آزمایش کا موقع باقی نہ رہتا اور پچھلے لوگون کو پہلی امت کے احکام کی پابندی مین کچھ نہ کچھ عذر ہوتا
اسلیے ہر زمانے مین مناسب وقت احکام عطا فرمائے گئے ہین باوجود اس سہولت کے جن لوگون
نے ان احکام کی بجا آوری مین کوتاہی کی وہی قصوروار ہین آیات زیر بیان مین اسی کا ذکر ہی کہ
یہود ہمیشہ دین اسلام مین رخنہ اندازی اور تحریف کی کوشش کرتے تھے اسلیے خود جناب
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ وان احکم بینہم بما انزل اللہ ولا تتبع اھواءھم
یعنے ای محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی کتاب کے موافق حکم دو۔ مخالفین اسلام کی خواہشات کا خیال
مت کرو اور پھر تاکید ہوئی کہ واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل اللہ الیک
یہی نہین بلکہ انکے داوگھات سے ڈرتے رہو کہ جو کتاب خدا نے تمپر اتاری ہی مبادا اسکے کسی حکم سے
یہ لوگ تمکو بہکا دین۔ اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یون دعا فرمایا کرتے تھے اعوذبک من
فتنۃ المحیاء اسی آیت سے علماء نے اس مسئلہ کا بھی استنباط کیا ہی کہ انبیا علیہم السلام
سہو ونسیان سے مبرا نہین ہین۔ اسکے بعد اس راز کو بھی ظاہر فرما دیا کہ اگر وہ لوگ خدا کے
حکم کے موافق عمل نہین کرتے ہین تو اسکا سبب یہ ہی کہ انکے بعض گناہون کی وجہ سے خدا
ان پر کوئی مصیبت نازل کرنا چاہتا ہی فان تولوا فاعلم انما یرید اللہ ان یصیبھم
ببعض ذنوبھم مین یہی بیان ہی۔ غرضکہ جو کچھ ہوتا ہی وہ سب مشیت ایزدی کا اقتضا ہی الخیر
والشر من اللہ تعالی اور پھر مخالفین اسلام کے حالات کا ذکر یون فرمایا گیا ہی وان
کثیرا من الناس لفسقون کہ اکثر لوگ کفر مین مبتلا ہین اور انکی رگ و پے مین خدا کے احکام
کی نافرمانی جم گئی ہی افحکم الجاھلیۃ یبغون ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ آپ کے مبارک زمانہ مین بھی

جو ہدایت کا زمانہ ہی ایام جاہلیت کے احکام کے آرزومند ہین اس آیت کے نازل ہونے کا سبب
مقاتل نے یہ لکھا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے قبل سے قبیلہ بنی قریظہ
اور بنی نضیر مین مخالفت تھی اور ہمیشہ آپس مین جھگڑے ہوا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بنی قریظہ کے
چند لوگ پیغمبر علیہ السلام کی خدمت مین حاضر ہو کر کہنے لگے کہ ہم سے اور بنی نضیر سے ایک جدی
برادری ہی ہم دونون کا کیش و مذہب بھی ایک ہی اور ایک ہی کتاب کے تابع ہین۔ مگر جب بنی نضیر
ہم مین سے کسی کو قتل کرتے ہین تو ستر وسق کھجور بطور دیت کے ہمکو دیا کرتے ہین (وسق ایک وزن
ہی جو ساٹھ صاع کے برابر ہوتا ہی) اگر ہم ان کے کسی آدمی کو قتل کر دیتے ہین تو سو وسق خرما دیت
مین دینا ہوتا ہی۔ اسیطرح زخمی کی دیت بھی ہمکو نصف دیا کرتے ہین اور ہم سے المضاعف لیتے
لیتے ہین۔ اسکا تصفیہ فرما دیا جاے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطریق مساوات عمل کرنے کا
حکم فرمایا اسپر بنی نضیر نے کہا کہ ہم آپکے فیصلہ سے راضی نہین ہین کہ آپ ہمارے مخالف ہین
تو اسوقت یہ آیت نازل ہوئی۔ غرضکہ اس زمانے مین یہ طریقہ رائج تھا کہ کمزور لوگ تو برابر ادائے
تاوان اور ایفاے عہد پر مجبور کیے جاتے تھے اور زبردست لوگون کو کوئی پوچھتا ہی نہ تھا
خداے تعالی نے ایسی بے انصافی کو منع کر دیا۔ اگر قوم یہود سے اسکو متعلق کیا جائے تو یہ معنی
ہون گے کہ ان کو یہ جتلایا گیا ہی کہ تم پر تو کتاب الٰہی نازل ہوئی ہی اور تم اہل علم بھی ہو با اینہمہ طریقہاے
جہل کی آرزو کرنا حیرتناک ہی۔ ایسی فضول باتون کو چھوڑ دو اور راہ راست پر آجاؤ۔ اور پھر ارشاد ہوا
کہ ومن احسن من اللہ حکما لقوم یوقنون ذرا عقل و فراست سے تو کام لو کہ خدا سے بڑھکر
کون عادل ہی اسکے تمام احکام مصالح عباد پر مبنی ہوتے ہین اس سے بہتر کون حکم دیسکتا ہی۔ غرضکہ

رسم ورواج جاہلیت کا ترک کرنا بھی تہذیب اخلاق کا جزہی-

قولہ تعالی وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ

ترجمہ اور جب قرآن کو سنتے ہین (جو ہمارے اس) رسول پر نازل ہوا ہی تو اے مخاطب تو انکی آنکھون کو دیکھتا ہی کہ ان سے آنسو جاری ہین اسلیے کہ انھون نے حق بات کو پہچان لیا ہی (قرآن کو سنکر) دعا مانگنے لگتے ہین کہ اے پروردگار ہم تو ایمان لے آئے تو دین حق کو تصدیق کرنے والون کے ساتھ ہمکو بھی لکھ رکھا اور ہمکو کیا جنون ہوگیا ہی کہ اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہی اس پر تو ایمان لائین نہین اور توقع یہ رکھین کہ ہمارا پروردگار ہمکو نیک بندون کے ساتھ (بہشت مین لیجا) داخل کریگا تو ان کے اس کہنے کے صلہ مین خدا نے ان کو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے جن کے تلے نہرین پڑی بہ رہی ہین۔ کہ وہ ان مین ہمیشہ رہین گے اور خلوص دل سے نیکی کرنے والون کا یہی بدلہ ہی-

ان آیات کے اسباب نزول مین اسقدر لکھنا ضرور ہی کہ جب مکہ معظمہ مین مشرکون کے ہاتھ سے اہل اسلام پر نہایت سختی پہونچنی شروع ہوئی کہ کوئی تو دھوپ مین کوڑون سے پٹیا جاتا ہی اور کسی کو قتل کیا جاتا ہی کسی کو زخم لگائے جاتے ہین کسی کا گوشت کاٹا جاتا ہی یہانتک کہ عمار بن یاسر اور اُن کے والدین کو جب بار پیٹ ہو رہی تھی تو اتنے مین ابو جہل بھی آگیا اُس بدبخت نے سمیتہ والدہ عمار کی پیشاب گاہ مین نیزہ اس بیرحمی سے چلایا کہ وہ شہید ہوگئین العیاذ باللہ ایسی حالت مین (۸۲) مسلمان

جنمین (۱۳۱) عورتین اور باقی مرد تھے جنمین حضرت عمر بن الخطابؓ و جعفر بن ابی طالب وغیرہ شریک تھے ملک حبش کو ہجرت کر گئے جہان کا بادشاہ اصحمہ نام نجاشی لقب عیسائی مذہب تھا وہ مدت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا منتظر تھا کیونکہ کتب سابقہ مین اس بشارت کو دیکھ چکا تھا جب یہ صحابہ کی جماعت اسکے خاص شہر مین داخل ہوئی تو کفار قریش نے نجاشی کے لیے تحف و ہدایا اور ایک مراسلہ دیکر عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کو بھیجا جسمین یہ لکھا تھا کہ یہ نئے مذہب کے لوگ ہین مسیح علیہ السلام کو خدا نہین بلکہ خدا کا بندہ کہتے ہین ان کو مقید کر کے ہمارے پاس واپس بھیجدیا جائے تاکہ آپ کے ملک مین یہ شورش نہ پیدا کرین۔ نجاشی نے علما اور اعیان سلطنت کی ایک مجلس منعقد کی ان دونون ایلچیون کے روبرو جماعت صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بھی طلب کیا اور پوچھا کہ تم مین سے اپنے نبی کا زیادہ قرابت دار کون ہی اسوقت حضرت جعفر طیار نے جواب دیا کہ مین ہون۔ نجاشی نے آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دریافت کیا اور ان واقعات ظلم و ستم کو بھی سنا جو مہاجرین پر ہو رہے تھے۔ اسکے بعد پوچھا کہ کیا تمھارے نبی پر کوئی کتاب آسمان سے بھی نازل ہوتی ہی تو آپ نے کہا کہ ہان ہوتی ہی تو نجاشی نے کہا کہ کچھ پڑھکر سناؤ۔ چونکہ وہ عربی جانتا تھا جعفر طیار نے سورۂ مریم پڑھنا شروع کیا یہ پڑھتے جاتے تھے نجاشی اور اُسکے علما و ارکان دولت زار زار روتے جاتے تھے واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینہم تفیض من الدمع مین انھین واقعات کا ذکر ہی غرضکہ نجاشی مسلمان ہو گیا اور آنحضرت کے پاس تحف و ہدایا بھیجے صحابہ کی بڑی خاطر و تواضع کی۔ مما عرفوا من الحق مین لفظ من تبعیض کے لیے ہی جسکے معنے یون ہوتے ہین کہ قرآن مجید کے

بعض آیات و مضامین حقہ کے سننے کا یہ نتیجہ ہوا کہ زار زار روتے تھے و یقولون ربنا امنا اے پروردگار یہ تیرا کلام سچا ہے اور اسکی ہم تصدیق کرتے ہین فاکتبنا مع الشاھدین امت محمدی کے ساتھ ہمارا نام بھی لکھدے ومالنا لا نومن باللہ وما جاءنا من الحق ونطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین کیا ہم دیوانہ ہو گئے ہین کہ بغیر خدا پر اور اُسکی سچی کتاب پر (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی) ایمان لانے کے صالحین کے ساتھ جنت مین داخل ہونے کی آرزو کرین۔ فاثابھم اللہ بما قالوا جنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا وذلک جزاء المحسنین چونکہ خلوص نیت سے ان لوگون نے ایمان لایا تھا خدا ے تعالی نے انکو بہشت کے ایسے باغ عطا فرمائے کہ جنمین نہرین رواں ہین خلوص دل سے نیک کام کرنے والون کو ایسا ہی بدلہ خدا سے ملتا ہے اخلاق فاضلہ کا جزء اعظم خلوص نیت ہے

چہ مسلمان چہ گبر بر در او	چہ کنشت و چہ صومعہ بر او
گبر و ترسا و نیکو و معیوب	ہمگان طالب اندو او مطلوب
بر در بے نیازی از کہ و مہ	گر تو باشے وگر نہ او را چہ
این ہمہ طمطراق آب و گل ست	ورنہ آنجا کہ محض جان و دل ست

قولہ تعالی یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوْہُ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ **ترجمہ** مسلمانو شراب اور جوا اور بت اور پانسے تو بس ناپاک شیطانی کام ہین تو ایسے ہر ایک کام سے بچتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

کلام مجید مین اسکے ماقبل اشیاء حلال و حرام کا ذکر ہوا ہے اور یہان شراب اور جوے کی

حرمت کا ذکر ہوا ہی کیونکہ ایام جاہلیت مین یہ چیزین بہت مرغوب تھین بات یہ ہو کہ شراب مسلمانون مین
دفعتًہ حرام نہین ہوئی مگر اسکی مذمت کی آیتین وقتًا فوقتًا نازل ہوتی رہتی تھین جو صحابی زیادہ سمجھدار
تھے وہ تو شروع ہی سے کھٹکے تھے جب سے جیسی شراب کی کوئی آیت نازل ہوتی احتیاط کرتے جاتے
متواتر مذمتون سے بعض نے سمجھ لیا تھا کہ شراب آخر کار حرام ہو کر رہے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت عمر
رضی اللہ تعالی عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی ایک مدت تک خدشہ رہا اور وہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا
شراب کے باب مین ہمین صاف حکم ملے تو اس آیت سے شراب بالکل حرام ہو گئی حرمتِ شراب کی وجہ
یہ ہو کہ اسکے استعمال سے عقل مین فتور پیدا ہو جاتا ہو جس سے انسان نہ دنیا کا اچھا کام کرنے کے قابل
رہتا ہو اور نہ آخرت کا کوئی کام بہتر کر سکتا ہو اسیطرح جُوا بھی باعث بربادی خانمان ہو بت پرستی اور
پانسہ کا ذکر پہلے اس کتاب مین ہو چکا ہی مکرر لکھنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی بہرکیف چار چیزین ناپاک
اور عمل شیطانی سے ہین انکی بُرائیان روز روشن کی طرح ظاہر ہین اور سراسر مخرب اخلاق خدا نسے محفوظ رکھے

خرد از بہر امن امر آمد	نہ زپے خمر و زمر و قمر آمد
عقل فرمان پادشاہی راست	نہ زپے لاہی و ملاہی راست
زاجر زمر و ناہی خمر اوست	آنکہ نشنیدۂ اولو الامر اوست
دہش تیر و بخشش کیوان	گوشہ کشتت کنند ہمچو کمان
درگذر زین کیاست او باش	عقل دین جوی و پس وار و باش
عقل و دین مر ترا چو تیر کند	بر ہمہ آنرہ میر کند

قولہ تعالی لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

ثُمَّ اتَّقَوا وَّ اٰمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوا وَّ اَحسَنُوا وَاللّٰہُ یُحِبُّ المُحسِنِینَ - ترجمہ جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے نیک عمل بھی کیے تو جو کچھ (مناہی سے پہلے) کھا پی چکے اسمین ان پر کسی طرح کا گناہ نہین جبکہ اُنھون نے (حرام چیزون سے) پرہیز کیا اور اچھا پرہیز کیا (جیسا کرنے کا حق ہی) اور اللہ خلوص دل سے نیک کام کرنے والون کو دوست رکھتا ہی۔

جب حرمت شراب کا حکم صریح نازل ہوا تو صحابہ کو یہ خلجان پیدا ہوا کہ ہمارے بعض بھائی برادر نے تو جنگ احد مین شراب کا استعمال کیا تھا اور پھر وہ قتل بھی ہو گئے تو آخر انکا حشر کیا ہو گا تب یہ آیت نازل ہوئی کہ ایسے لوگون پر کچھ گناہ نہین ہی کیونکہ اُنھون نے شراب کا استعمال حرمت کے قبل کیا ہی۔ اس آیت کا حکم آیت نسخ تحویل قبلہ کے مماثل ہی۔ اس آیت مین تقوی کا لفظ تین بار مستعمل ہوا ہی دو مرتبہ تو لفظ ایمان کے ساتھ اور ایکبار لفظ احسان کے ساتھ اذا ما اتَّقَوا و اٰمنوا مین جو تقوی کا ذکر ہوا ہی اس سے حصول تقوی مراد ہی۔ ثم اتقوا و اٰمنوا مین لفظ تقوی کے تکرار سے تقوی کا دوامًا قائم رکھنا مقصود ہی۔ ثم اتقوا و احسنوا مین لفظ تقوی سہ کرر لانے کی یہ غرض ہی کہ ظلم سے ہاتھ روکا جائے اور مخلوق خدا کے ساتھ احسان کے ساتھ پیش آئین۔ اور بعضون نے کفر اور گناہ کبیرہ اور صغیرہ سے محفوظ رہنے کے معنی بالترتیب تکرار لفظ تقوی سے لیے ہین۔ ادراصم نے یون تصریح کی ہی کہ پہلے بار اتقوا کا لفظ جو مستعمل ہوا ہی اُس سے مقصود یہ ہی کہ ان تمام گناہون سے پرہیز اختیار کیا جائے جو اس آیت کے نازل ہونے کے قبل قرآن مجید مین مذکور ہوے ہین۔ اور دوسری مرتبہ کے استعمال سے شراب۔ جوے وغیرہ سے بچنے کی ہدایت ہوئی ہی۔ اور تیسری مرتبہ کے استعمال کا یہ منشا ہی کہ اس آیت کے بعد من جانب اللہ جو امور ناجائز قرار پائین ان سے بھی انسان کو محفوظ رہنا چاہیے

واللہ یحب المحسنین سے مسلمانون کو ارشاد باری ہوتا ہی کہ دیکھو خلوص دل سے نیک کام کرنیوالون
کو ہم دوست رکھتے ہین تم اسی طریقہ کو اختیار کرو سمع وریا کو چھوڑدو کہ وہ ہماری بارگاہ مین مقبول نہین ہی
اس ہدایت قرآنی سے نفس کی جیسی کچھ تعلیم ہوتی ہی وہ ظاہر ہی۔

قولہ تعالی یاایھا الذین امنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم
الی اللہ مرجعکم جمیعا فینبئکم بما کنتم تعملون ترجمہ مسلمانو تم اپنی خبر رکھو جب تم راہ راست
پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے (اسکا گمراہ ہونا) تمکو کچھ نقصان نہین پہونچا سکتا۔ تم سب کو اللہ کی طرف
لوٹ کر جانا ہی (جب اُسکے پاس جاؤگے) جو کچھ (دنیا مین کرتے رہے ہو۔ (اُسکا نیک و بد) تمکو بتا دیگا۔

اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے
جزیہ کو قبول فرمایا اور دوسرے اہل عرب کو حکم دیا کہ یا تو اسلام لائین یا آمادہ پیکار ہو جائین تو
منافقون نے اس حکم کی نسبت عیب چینی شروع کی کہ بعض کافرون سے تو جزیہ لیا جاتا ہی اور
بعضون سے جزیہ لینے مین انکار کیا جاتا ہی اسوقت یہ آیت نازل ہوئی جس سے یہ ظاہر کر دیا گیا
کہ اے مسلمانو جب تم ہدایت پر ہو تو لوم لائم کا خیال مت کرو تم اپنے نفوس کی حفاظت کرو جو
احکام منجانب اللہ نازل ہوتے ہین انکی اتباع مین سرگرم رہو۔ منافقین کی فضول گوئی پر کان نہ لگاؤ
اس آیت کے قبل یون ذکر ہوا ہی واذا قیل[ل] لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول قالوا
حسبنا ما وجدنا علیہ اباءنا اولو کان اباءھم لایعلمون شیئا ولا یھتدون۔

ل اور جب ان لوگون سے کہا جاتا ہی کہ جو (قرآن) اللہ نے اتارا ہی اُسکے اور رسول خدا کی طرف چلو (اور جو وہ حکم دین سو مانو) (اسکے جواب مین) کہتے کیا رہین کہ جس (طریقہ) پر ہمنے باپ دادون کو پایا ہی (وہی طریقہ) ہمارے لیے بس کرتا ہی کیا (یہ لوگ ایسی پرانی لکیر کے فقیر رہین گے) اگرچہ انکے باپ (دادے) کچھ نہ جانتے اور نہ راہ راست پر رہے ہون ۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو برس پیشتر عمرو بن لحی خزاعی مکہ کا بادشاہ تھا اس نے بہت سی بدرسمون کو اپنی طرف سے ایجاد کرایا تھا۔ مکہ مین بت بھی اسی نے قائم کیے تھے منجملہ ان بدرسمون کے بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ اور حام کا بہت رواج تھا جسکا اثر ابتک ہندوستان مین پایا جاتا ہی یعنی یہ کہ ایام جاہلیت مین جب کوئی اونٹنی پانچ بچے دیتی اور آخر کا بچہ نر ہوتا تھا تو اسکے کان چیر کر بتون کے نام پر آزاد کردیتے تھے نہ کوئی اُسپر سوار ہوتا تھا نہ ذبح کرتا تھا۔ اسکو نہ کوئی پانی سے روکتا تھا نہ کسی کھیت سے۔ ایسی اونٹنی کو بحیرہ کہتے ہین۔ اور جب مشرکین سفر سے سلامت آتے یا بیماری سے تندرست ہوتے تو ایک اونٹنی کو بتون کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اسی کو سائبہ کہتے ہین۔ جب کوئی اونٹنی مادہ بچہ دیتی تو اُس مادہ کو اپنے لیے رکھتے اور جو نر بچہ دیتی تو اُسکو بتون کی نذر کرتے۔ اگر دو بچہ نر و مادہ ایک ساتھ ہوتے تو کہتے کہ اسنے اسکو اُسکے بھائی سے ملادیا ہی اسلیے ایسا نر بچہ بتون کے لیے ذبح نہ کیا جاتا۔ اس طریقہ کو وصیلہ کہتے ہین۔ جب کسی نر اونٹ کے بچہ کا بچہ بوجھ لادنے کے قابل ہوتا تھا تو اُسکو چھوڑ دیتے تھے گویا اسنے اپنے پیٹ کو بچالیا ایسے اونٹ کا نام حام رکھا گیا تھا۔ ان بدرواجات کی کثرت تھی اسلیے آیت زیر بیان مین خدا تعالی نے فطرت کی سادگی کو بحال رکھنے کے لیے ان جہلا کے ایجاد کردہ مراسم کو ترک کرنے اور احکام قرآن کے اتباع کرنے کی ہدایت فرمائی اور یہ بھی جتلادیا کہ بعد الموت اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اگر اسکے احکام کی تعمیل نکرکے آبائی رسم ورواج مین منہمک ہوگے تو بہت برا نتیجہ ظاہر ہوگا خدا کے کس کس احسان کا شکر ادا ہوسکتا ہی کہ ذرا ذرا باتون کو کھول کھول کر بیان فرمایا گیا ہی تاکہ لوگ راہ راست پر چلین دنیا اور آخرت دونون مین بامراد رہین۔ اس سے بہتر تہذیب نفس کی کیا تعلیم ہوسکتی ہی۔

قولہ تعالیٰ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ترجمہ دنیا کی زندگی تو نرا کھیل و تماشا ہی اور کچھ شک نہین کہ جو لوگ پرہیزگار ہین اُنکے لیے آخرت کا گھر کہین بہتر ہی کیا تم لوگ (اتنی بات بھی) نہین سمجھتے۔

جن قومون کو بعث و نشور مین کلام ہی اور اُنکا اعتقاد یہ ہی کہ جو کچھ ہی یہی دنیا ہی اور بس اور آخرت کا نام ہی نام ہی وہ دنیا کی لذتون مین منہمک ہین اور آخرت کے کامون سے بیخبر اسلیے خدا تعالےٰ نے انکی خساست طبع اور خفیف الخیالی کی طرف اس آیت مین اشارہ فرمایا ہی، کہ اگرچہ نفس دنیا لائق مذمت نہین ہی کیونکہ وہ سعادت آخرت حاصل کرنے کی جگہ ہی اور جلوہ گاہ عجائب و غرائب حکمت الٰہی ہی[1] لاتسبوا الدھر وانا الدھر مگر جب دنیا مین انسان اچھے کام نکرے اور محض لذت طعام و شہوت فرج مین مبتلا رہے تو ایسی دنیا وبال جان ہی۔ اکثر ناعاقبت اندیش خواہشات نفس کی تکمیل مین بلا امتیاز خیر و شر کے دنیا کے کامون مین مصروف رہتے ہین ایسے بیخبرون کی زندگی لہو و لعب مین داخل ہی۔ دیکھو انسان جب کھیل بازی مین مشغول رہتا ہی بہت ہی خوش خرم نظر آتا ہی انھین بے خبرانہ زندگی بسر کرنے والون کی زندگی کو لہو و لعب کے ساتھ موسوم کیا گیا ہی۔ جب ایسی حیات کا پیمانہ لبریز ہو جاتا ہی تو سوائے حسرت و ندامت کے کوئی چیز حاصل نہین ہوتی۔ اصل یہ ہی کہ دنیا کی لذتون مین مستغرق رہنا طفلانہ اور جاہلانہ زندگی ہی۔ محققین و کاملین کی حیات حقایق امور پر غور و فکر کرنا ہی۔ اور احکام الٰہی کی پابندی اُنکا شیوہ ہی۔ انکی دنیا بھی اچھی اور آخرت بھی محمود ہی۔ جو لوگ شہوت بطن اور فرج کے دلدادہ ہین اگر وہ ذرا سا غور کرین تو معلوم ہوگا کہ ہاتی اور اونٹ سب سے زیادہ کھانے والے ہین چڑیا اور

[1] حدیث قدسی مین وارد ہی کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہی کہ زمانہ کو بُرا نہ کہو کہ مین خود زمانہ ہون ۱۲

مرغ خانگی مین جماع کی قوت بہت زیادہ ہی - بھڑے مین شر و فساد کا مادہ بڑھا ہوا ہی - بچھو مین ایذا رسانی کی قوت بڑھی ہوئی ہی مگر یہ سب عادتین صفات محمودہ مین داخل نہین ہین اسلیے انسان کو بہیمی صفات سے پرہیز کرنے کی ہدایت ہوئی ہی - پس دنیا کی لذتون کی بے ثباتی اور آخرت کی نعمتون کا بقا ضرور انسان کو اچھے کام کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہی اور یہی تہذیب نفس کا بہترین ذریعہ ہی -

سرد و گرم زمانہ ناخوردہ	نرسی بر در سرا پردہ
تو نداری خبر ز عالم غیب	باز نشناسی از ہنرہا عیب
خفتہ اند آدمی ز حرص و غلو	مرگ چون رخ نمود فانتبہو
خلق عالم ہمہ بخواب درند	ہمہ در عالم خراب درند
لب چو بر آستان دین باشد	عیسے مریم آستین باشد
خویشتن را درین طلب بگداز	در رہ صدق جان و دل درباز
جہد کن تا ز نیست ہست شوی	در شراب خدا مست شوی
نیک بختان کسے کہ بندۂ اوست	در ہمہ کارہا پسندۂ اوست
چون ازین شاخہا شدی بی برگ	دست را در کمر زدی با مرگ
نشوی مرگ را دگر منکر	یابی از عالم حیات خبر

قولہ تعالیٰ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّىٰ إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُم مُّبْلِسُونَ - فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ **ترجمہ** پھر جس (مصیبت کے ذریعے) سے انکو آگاہ کیا گیا تھا جب (اسکو) بھول بسرے

نے بیٹھے تو ہمنے (بھی اُنکو مغالطہ مین ڈالنے کے لیے) اُن پر ہر طرح کی (دنیاوی) نعمتون کے دروازے کھول دیے۔ یہانتک کہ جو نعمتین انکو دی گئین تھین جب انکو پاکر خوش ہوے۔ یکایک ہمنے اُنکو (عذاب مین) دھر پکڑا اور عذاب کا آنا تھا کہ وہ بے آس ہوکر رہگئے۔ اور ظالم لوگون کی جڑ کٹ گئی اور خدا کا شکر ہی جو سارے جہان کا مالک ہی (کہ قصہ پاک ہوا۔)

اسکے پہلے یہ بیان ہوا ہی کہ امم سابقہ اپنی بد اعتقادی و اعمال فاسدہ کی وجہ سے غربت کی تنگی اور امراض کی سختی مین مبتلا رہتے تھے جسمین مصلحت آلہی یہ تھی کہ وہ عاجزی اور انکساری اختیار کرین اور بارگاہ ایزدی مین تضرع و زاری سے پیش آئین۔ عادات فاسدہ کو ترک کر کے راہ راست پر آجائین۔ تو پھر اُنکی مصیبت بھی دور کر دیجائے۔ عرب کے بعض بت پرست اللہ اور اُسکی قدرت کاملہ کے قائل تھے مگر بتون کو وسیلۂ قربت آلہی خیال کر کے پرستش بھی کرتے تھے اور بعضون کی حالت اس سے گذر گئی تھی انکے قلوب مین نافرمانی کا ایسا قوی اثر پیدا ہوگیا تھا کہ اُن کا دل سنگ خارا بن گیا تھا انمین اتنی حس بھی باقی نہ تھی کہ وہ سختیون کو اپنی بدکرداری کی سزا سمجھتے اور راہ راست پر آجاتے تو خدا نے ان ناعاقبت اندیشون کے ساتھ یہ مکر کیا کہ ان پر نعمت کے دروازہ کھولدیے قال صلی اللہ علیہ وسلم۔ اذا رائیت اللہ یعطے علی المعاصی فان ذلک استدراج من اللہ تعالی مگر اسمین بھی غایت کرم و عنایت سے یہ مصلحت مضمر تھی کہ خیر وہ حالت سرور و راحت مین خدا کی طرف رجوع کرین مگر انکے دل ایسے سیاہ ہو گئے تھے

ل؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم یہ دیکھو کہ خدا باوجود بدکاری مین مستغرق رہنے کے اپنی بخشش و عطا سے پیش آتا ہی تو سمجھ لو کہ یہ مکر آلہی ہی ۱۲

کہ مصالح آلہی کی ادراک کا مادہ ہی باقی نہ تھا۔ اسیلئے وہ خدا کے عتاب مین آگئے اور ہلاک ہو گئے اگر دنیا کی رفتار پر غور کرو تو یہی ثابت ہوگا کہ خدا کی نافرمانیون کا یہی نتیجہ ہوتا رہتا ہی۔ آجکل جو حوادث زلزلہ اور طغیانی باران کے ہو رہے ہین وہ بھی انھین واقعات کے مماثل ہین خدا اپنے بندون پر رحم کرے اور نیک توفیق عنایت فرمائے۔ حقیقت مین ایسی قومون کی ہلاکت بھی رحمت آلہی ہی کیونکہ کفر و نافرمانی سے جب دل سیاہ ہو جاتے ہین تو اس قوم کو بقا کی جسقدر مدت زیادہ ہوگی اُسی قدر اُنکے گناہون مین بھی زیادتی ہوگی جو باعث مزید عقاب و عذاب ہی تو انکا فنا ہو جانا ہی خود اُنکے اور دوسرون کے حق مین موجب رحمت ہی ایسی قومون کے مٹ جانے سے خدا کی زمین شر و فساد سے پاک ہو جاتی ہی والحمد للہ رب العلمین سے اسی احسان کی جانب اشارہ ہوا ہی۔ گذشتہ واقعات کا یاد دلانا انتباہ قلوب کا قوی ذریعہ ہی بشرطیکہ نفس مین قبولیت کا مادہ ہو اور عادۃ اللہ یون ہی جاری رہے تا کہ ہر وقت خیر و شر کا امتیاز باقی رہے۔

بندۂ بطن و لذت و شہوات	بتر از بندۂ عزے و منات
ای ز شہوت طعنا ر آلودہ	زیر دست چہار زن بودہ
چشم شہوت بزیر پاے در آر	آرزو را و آز را بگذار
ای شدہ شاہ بر ہمہ حیوان	تا کے اندوہ جامہ و غم نان
غافل از کردہ کار وانہ کارش	کردۂ اختیار آز ار ش
آن چہ گفتم مکن بکردہ ہمہ	وانچہ گفتم مخور بخوردہ ہمہ
تو بگو ہر خلیفۂ ز خدا اے	بسگی و خری فرو میاے

قوله تعالی وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ وَكَذَٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا - أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ - وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ - **ترجمہ** اور جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار ہی کا مُنھ کر کے اُس سے دعائین مانگتے ہین انکو (اپنے پاس سے) مت نکالو۔ نہ تو اِن (کے اعمال) کی جواب دہی کسی طرح تمھارے ذمہ ہی۔ اور نہ تمھارے اعمال کی جواب دہی کسی طرح اُنکے ذمہ ہی۔ کہ (جواب دہی کے ڈر سے) لگو انکو دھکے دینے (ایسا کرو گے) تو تم ظالمون مین شمار کیے جاؤ گے اور اسی طرح (اختلاف حالت سے) ہمنے بعض لوگون کو بعض سے آزمایا تھا تاکہ (مقدور والے غریبون کو دیکھکر) کہنے لگین کہ کیا یہی (سڑیل) لوگ ہین جن پر اللہ نے ہم مین سے (دین اسلام کی توفیق دیکر) اپنا فضل کیا ہی (انکو اتنا سمجھنا چاہیے تھا کہ) کیا اللہ شکرگزار بندون (کے حال) سے بخوبی واقف نہین۔ اور اے پیغمبر جو لوگ ہماری آیتون پر ایمان لاتے ہین تمھارے پاس آیا کرین تو (تم اُنکی دلدہی کرو اور) کہو کہ (خدا کی طرف سے) تمکو سلامتی (کی خوشخبری) ہو (اور) تمھارے پروردگار نے (بندون پر) مہربانی کرنا (از خود) اپنے اوپر لازم کر لیا ہی کہ جو کوئی تم مین سے نادانستہ کوئی گناہ کر بیٹھے (اور) پھر کیے پیچھے توبہ اور (اپنی حالت کی) اصلاح کرلے تو (خدا اُسکو بخش دیگا کیونکہ وہ بخشنے والا مہربان ہی۔

شروع شروع مین اکثر غریب لوگ اسلام لائے تھے اور قاعدہ بھی یہی ہی کہ حق بات کم غریب ہی

جلدی سے تسلیم کر لیتے ہین۔ کیونکہ دنیاوی عروج انکو مانع قبول حق نہین ہوتا کافران بیچارون کی
ظاہری حالت دیکھکر انسے نفرت کرتے تھے اور پیغمبر صاحب سے اصرار تھا کہ انکو اپنے پاس نہ بیٹھنے دو تو ہم
آئین۔ یہ لوگ روٹیون کے لالچ سے تمھارے پاس جمع ہوتے ہین۔ کیا یہ اور کیا انکا دین۔ خدا نے
اسکے جواب مین پیغمبر صاحب کو تو یہ سمجھایا کہ یہ لوگ جیسے ظاہر مین ہین ایسے ہی دل سے بھی خدا کی
خوشنودی کے طالب ہین تم انکے ظاہر حال پر انکے باطن کو قیاس کرو اگر فی الحقیقت ان مین کوئی
ضعیف الایمان ہو بھی تو وہ جانے اور اُسکا کام جانے۔ اور کافرون کا اعتراض اس طرح پر اُٹھا دیا
کہ دنیاوی جاہ و حشمت تو چندان وقعت کی چیز نہین ہے اسلام بڑی دولت ہے تو جو اُسکی قدر
کرتے ہین انکو یہ نعمت دیجاتی ہے۔

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک بار کہ مین چند معزز قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت مین حاضر ہوئے اُسوقت صہیب۔ بلال۔ عمار۔ خبّاب وغیرہ خدمت عالی مین حاضر تھے
یہ لوگ دنیوی مال و متاع نہین رکھتے تھے۔ انکو دیکھکر قریش نے کہا کہ کیا آپ نے انھین لوگون کو
پسند فرمالیا ہے اب ہم بھی انھین کے مطیع بنے رہین۔ اگر آپ اپنے پاس سے انکو علیحدہ کردین تو البتہ
ہم آپکے تابع ہو جائین گے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے انکار کیا۔ تو پھر قریشیون نے
کہا کہ خیر جب ہم آئین تو آپ انکو اُٹھا دیا کیجیے۔ تو اُسوقت صرف اہل قریش کے ایمان لانے کی
آرزو مین آپ نے اقبال فرمایا۔ اُسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور آپ کو آگاہ کر دیا گیا کہ ایسا نہونا
چاہیے۔ ایسا ہی واقعہ نوح علیہ السلام سے بھی پیش آیا تھا۔ احکام الٰہی کی اتباع رسول مقبول
اس مسرت سے فرماتے تھے کہ جسوقت صہیب وغیرہ آپ کی خدمت فیضدرجت مین حاضر ہوتے تھے

تو کہتے تھے مرحبا عاتبنی ربی فیھم اور پھر ان غربا کی پاک بازی کا اظہار یدعون ربھم بالغدوۃ
والعشی سے کیا گیا کہ یہ لوگ صبح وشام خدا کے ذکر و عبادت مین مشغول رہتے ہین۔ یریدون وجھہ
نیک اعمال مین محض خدا کی خوشنودی اور محبت مین مشغول و مستغرق ہین اور پھر قریش کا وہ اعتراض
کہ یہ لوگ محض کھانے کپڑے کے لالچ مین پیغمبر صاحب کی خدمت مین حاضر ہوتے ہین اسطرح اُٹھا دیا گیا
کہ ماعلیک من حسابھم من شئ وما من حسابک علیھم من شئ ای محمد تم ظاہری اعمال کو
دیکھو باطنی معاملات کو خدا پر چھوڑ دو کہ اسکا محاسبہ خدا پر ہے۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخری
انکے رزق کی ذمہ داری تمھارے سر نہین ہے رزاق مطلق خدا ہے قریش کی فضول گوئی کا خیال نکرو
فتکون من الظلمین سے مزید تاکید مقصود ہے کہ کافرون کے متکبرانہ گفتگو کا خیال کر کے ان
غریب مسلمانون کو اپنے پاس سے ہٹا دینا ہرگز مناسب نہین ہے وکذلک فتنا بعضھم ببعض
سے من بیننا تک اس امر کا ذکر ہوا ہے کہ کفار قریش کو تو ان غریب مسلمانون سے یہ رشک ہے کہ
اُنھون نے ایمان مین سبقت کی اگر اب ہم ایمان لائین بھی تو اُنکے مرتبہ اولیت کو نہین پہونچ سکتے
اور ادھر ان غریب مسلمانون کے دل مین یہ خلجان ہے کہ باوجود کفر و طغیان کے کفار قریش راحت و آرام
مین کیسے بسر کرتے ہین اور ہم باوصف ایمان لانے کے ایسی عسرت مین کیون مبتلا ہین تو اللہ تعالے
نے ان امور کا ذکر فرما دیا کہ یہ سب آزمایشی معاملات ہین اور حکمت الٰہی پر مبنی ہین۔ جو لوگ ان باتون
کو سمجھتے ہین وہ اپنے مقدرات پر شاکر رہتے ہین۔ انکو کچھ بھی شکوہ و شکایت نہین ہوتی الیس اللہ
باعلم بالشاکرین سے اسبات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور پھر ارشاد ہوا کہ واذا جاءک الذین
یؤمنون بایتنا فقل سلام علیکم ما سوی اللہ سب چیزین وجود باری کی دلیل ہین اور اُسکے

صفات جمال وجلال کو ظاہر کرتی ہین مگر وہ غیر متناہی ہین انکا حد وانحصار محال ہو جب انسان کو صرف بعض آثار قدرت کا علم ہوتا ہو تو توحید باری کا قائل ہوجاتا ہو اور اس علم اجمالی کے توسل سے بقیہ آثار وعلامات قدرت کو پاتا ہو انھین امور کی معرفت حاصل کرنے مین انسان کو مدت العمر سرگردانی رہتی ہو کیونکہ مدارج ترقی کی کوئی حد معین نہین ہو جو لوگ اس فکر وتلاش مین مصروف ومشغول رہتے ہین وہی امن وسلامتی کے دائرہ مین ہین اور انھین کو خدا کی طرف سے اس آیت مین سلامتی کی خوشخبری پہونچانے کا حکم ہو۔ اور کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ سے اس بشارت کا اظہار ہوا ہو کہ جو لوگ دنیا مین اتباع شریعت سے سلامتی کے دائرہ مین آجاتے ہین وہ آخرت مین بھی رحمت الٓہی کے مستحق ہین کیونکہ یہ لوگ تعلقات جسمانی کی ظلمت سے پاک اور انوار باقیات الصالحات مین مستغرق رہتے ہین من عمل منکم سوءً بجھالۃ ثم تاب من بعدہ واصلح فانہ غفور رحیم سے مزید فضل وکرم الٓہی کا ذکر ہوا ہو کہ اگر کوئی مسلمان گناہ کا ارتکاب کرے اور توبہ کرے تو خداے تعالی اسکے پچھلے گناہون کو معاف کردیتا ہو اور اپنے کرم سے اُسکو مستحق ثواب بھی بنا دیتا ہو۔

ای نہان دان آشکارا بین	تو رسانی امید ما بہ یقین
ہمہ امید من بہ رحمت تست	جان و روزی ہمہ ز نعمت تست
بر در ت خوب و زشت راچہ کنم	چون تو ہستی بہشت راچہ کنم
گر بدو زخ فرستی از در خویش	میروم نے بپاے بر سر خویش
عفو تو بر گنہ سبق بردہ	سبقت رحمتی نیکو خوردہ
تائب ذنب را بدادہ پناہ	پاک کردہ صحائفش ز گناہ

قولہ تعالیٰ - وَاِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰی یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ - وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ ترجمہ اور جب ایسے لوگ (کہین) تمہاری نظر پڑجائین جنھون نے ہماری آیتون کا مشغلہ بنا رکھا ہو تو تم ان (کے پاس) سے ٹل جاؤ یہانتک کہ ہماری آیتون کے سوا (دوسری) باتون مین لگ جائین اور اگر شیطان تمکو (ہماری یہ نصیحت کسی وقت) بھلادے تو یاد آئے پیچھے (ایسے) ظالم لوگون کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھنا اور (اگرچہ) پرہیزگار لوگون پر ایسے (واہی تباہی) لوگون کے حساب (اعمال) کی کسی طرح کی ذمہ داری نہین ہے لیکن (تاہم انکو) نصیحت کرنی (تو ضرور ہے) تاکہ (کہنے سننے سے) یہ بھی پرہیزگاری اختیار کرلین۔

مشرکین مکہ کی عادت تھی کہ تکذیب دین کے سوا قرآن مجید اور ارکان اسلام پر تمسخر بھی کیا کرتے تھے ان بیہودہ حرکات سے مسلمانون کو جو اتفاقاً انکی مجلسون مین شریک ہوجاتے تھے بہت ہی رنج ہوتا تھا اسلیے حکم ہوا کہ ایسی صحبتون مین نہ بیٹھا کرین انکے ساتھ بیٹھنے مین فسادات کا احتمال ہے۔ اگر بھولے سے یکجائی ہوجائے تو یاد آتے ہی اُنکے پاس سے اُٹھ کھڑے ہونا چاہیے۔ جب مسلمانون کو مشرکین کے ساتھ شریک نہونے کا حکم ہوگیا تو اب مسلمانون کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ آخر ان بیدینون کی ہدایت کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے اگر یون ہی انکی حالت پر چھوڑ دیا جائے گا تو عدم تبلیغ اسلام کی وجہ سے ہم بھی مواخذہ مین مبتلا ہون گے اسلیے اس خلجان کو یون رفع فرمایا گیا کہ وَمَا عَلَی الَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ مشرکین کے اعمال کی جوابدہی انھین کے سر ہے اہل اسلام پر

انکے بیہودہ افعال کی ذمہ داری عائد نہین ہوسکتی۔ ولکن ذکری لعلہم یتقون ہان جب قابو ملجائے
توانکو نصیحت بھی کردینی چاہیے تاکہ وہ بھی نعمت اسلام سے بہرہ ور ہون۔ اور کفر و بت پرستی سے
باز آئین۔ ان احکام سے ظاہر ہوگا کہ اسلام مین شرانگیز جلسون کی شرکت منع ہی۔ اور حتی الامکان
اچھی باتون کی ہدایت کرنے کی تعلیم ہوئی ہی جبتک نفس پر قابو نہو ان قواعد پر عمل کرنا آسان کام نہین
ہی جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہی کہ ہدایت قرآنی کا منشا بالکلیہ تہذیب نفس انسانی ہی اور بس۔

قولہ تعالی الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم اولئک لہم الامن وہم مہتدون
ترجمہ جو لوگ (خدا پر) ایمان لائے۔ اور اُنھون نے اپنے ایمان مین بے انصافی (شرک) کی آمیزش
نہین کی یہی لوگ ہین جو امن (واطمینان خاطر) کے مستحق ہین اور یہی لوگ راہ راست
پر (بھی) ہین۔

وہ مشرکین جو اسلام اور مسئلہ توحید پر ہنسا کرتے تھے اور خود پرستی مین مبتلا تھے انکے
اعتقادات کا ذکر آیات ماقبل مین بالتفصیل ہوا ہی جس سے واضح ہوسکتا ہی کہ خود انکے اعتقادات
کیسے فاسد اور قابل مضحکہ ہین۔ بہرحال عبادت و پرستاری دو وجہ سے ہوتی ہی یا بامید منفعت
یا خوف مضرت۔ اللہ جل شانہ کے سوا کسی مین ایسی قدرت نہین ہی کہ وہ کسی کو نفع و نقصان
پہونچا سکے۔ اپنے ہاتون سے بتون کو تراشنا اور پھر بخیال نفع و دفع ضر انکی پرستش کرنی محض بیہودہ
خیالی ہی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرست اور ستارہ پرستون کو بہت خوبی کے ساتھ تفہیم
فرمائی ہی۔ اس زمانے مین کافرون کی سُست اعتقادی کا یہ حال تھا کہ وہ ذری بات بات مین بتون
سے خوف کرتے تھے اور انکی تعظیم کو واجب سمجھتے تھے جیسا کہ ابتک ہنود کا اعتقاد ان واقعات کی

زندہ دلیل موجود ہین طرہ بران خود ابراہیم علیہ السلام سے بھی اس امر کی خواہش کیجاتی تھی کہ بتون کی عظمت پیش نظر رکھین تو آپ نے کیا خوب جواب دیا کہ کیف اخاف ما اشرکتم ولا تخافون انکم اشرکتم باللہ الخ یعنے جن بتون کو تم نے خدائے عزوجل کا شریک بنا لیا ہے اُنسے مین کیون ڈرنے لگا حالانکہ تم اسبات سے نہین ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ انکو شریک کیا ہے اور جواز شرکت کے متعلق تم کوئی دلیل بھی پیش نہین کر سکتے پھر دونون فریق مین کون زیادہ امن کا مستحق ہے اور راہ راست پر کون ہے ذرا خیال کرو۔ حق تو یہ ہے کہ جو لوگ خدا کی وحدانیت پر ایمان لائے اور شرک سے محفوظ رہے وہی مستحق امن ہین اور انھین کا دل نور ہدایت سے منور ہے۔

بار توحید ہر کسے نہ کشد	طعم توحید ہر کسے نہ چشد
ہست در ہر مکان خدا معبود	نیست معبود در مکان محدود
نور خورشید در جہان فاش ست	آفت از ضعف چشم خفاش ست

قولہ تعالیٰ وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَقْتَرِفُونَ۔ ترجمہ اور ظاہری گناہ اور پوشیدہ گناہ (سب ہی) سے کنارہ کش رہو جو لوگ گناہ سمیٹتے ہین انکو اپنی کرتوت کا جلد بدلہ مل جائے گا۔

اسکے قبل قرآن مجید مین ان ہدایتون کا ذکر ہے کہ جنکو مشرکین نے خلاف احکام الٰہی اپنی طرف سے قرار دے رکھا تھا اور آبائی طریقون کے لحاظ سے پابندی لازمی سمجھتے تھے اور خدا تعالے کے مقرر کردہ ارکان سے انحراف کرتے تھے۔ خود ہی گمراہی مین مبتلا تھے دوسرون کو بھی مبتلا کرنے کی کوشش مین لگے رہتے تھے جیسے حرام چیزون کا کھانا پینا۔ چونکہ ناپاک اشیا کے

کھانے پینے سے دل پر تاریکی پیدا ہوتی ہے - اسلیے بطور قاعدہ کلیہ کے حکم دیا گیا جو تمام شریعتوں کا اصل اصول ہے - یعنے وذروا ظاهر الاثم و باطنه کہ ظاہر و باطن کے گناہ سب چھوڑ دو - گناہ ظاہری مین علانیہ زناکاری و مردارخواری وغیرہ شامل ہین - اور باطنی گناہ مین خفیہ طور پر زنا کرنا - دل پر بُرے خطرات کو جگہ دینا حسد و کبر وغیرہ شریک ہین بعض مفسرین نے گناہ ظاہری سے ناجائز افعال جوارح اور گناہ باطنی سے ناملائم افعال قلوب تعبیر کیا ہے اور جو لوگ اس حکم کے خلاف کرین اُنکی سزا - ان الذین یکسبون سے آخر آیۃ تک بتلائی گئی ہے کہ وہ اپنے کرتوتون کا خمیازہ جلد اُٹھائین گے - تہذیب نفس کے بہترین اصول قرآن مجید مین بیان ہوے ہین جو شخص اسکا پابند ہوگا وہی پورا اخلاق حسنہ سے آراستہ - اور جو خلاف کرے اُسکو نفس و شیطان دوزخ کا سیدھا راستہ بتلادین گے - مطلب یہ ہے کہ خدا کے ہر ایک حکم کا نتیجہ ہو کر رہے گا - رکنے والا نہین ہے -

سر قرآن خدا نیکو داند	زو شنو زانکہ خود ہمو داند
ہست دنیا بسان تابستان	خلق در وے بسان سرمستان
در بیابان غفلت اند ہمہ	مرگ ہمچون شبان و خلق رمہ
واندرین بادیہ ہوا و ہوان	ریگ گرم ست ہمچو آب روان
ہست قرآن چو آب سرد فرات	تو چو عاصی نشستہ در عرصات
عقل کی شرح و بسط او داند	ذوق او سر سر نکو داند
لیکن از بہر حرمت قرآن	عقل را پیش نطق او قربان

قوله تعالیٰ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّهٗ

يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ - وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ - لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ترجمہ توجو شخص کو خدا چاہتا ہی کہ اُسے راہ راست دکھائے۔ اسکے سینے کو (قبول) اسلام کے لیے کھول دیتا ہی، اور جس شخص کو چاہتا ہی کہ اُسے گمراہ کرے۔ اُسکے سینے کو تنگ (اور) بھچا ہوا کر دیتا ہی۔ گویا اسکو آسمان مین چڑھنا پڑتا ہی جو لوگ ایمان نہین لاتے ان پر اسی طرح اللہ کی پھٹکار پڑتی ہی۔ اور اسی (پیغمبر) یہ (دین اسلام ہی) تمہارے پروردگار کا سیدھا راستہ ہی جو لوگ غور (اور فکر) کرتے ہین ان کے لیے تو ہم (اپنی) آیتین تفصیل کے ساتھ بیان کر چکے ہین ان کے پروردگار کے یہان ان کے لیے امن (چین) کا گھر (یعنے بہشت تیار) ہی اور (دنیا مین) جو عمل نیک کرتے رہے اس کے صلہ مین وہی انکا (ہر طرح) خبر گیران ہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھ کر ابو جہل وغیرہ رشک کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہمکو یہ بات کیون میسر نہین ہوئی انمین کیا مزیت ہی۔ مگر وہ اس سے غافل تھے کہ ؎

کلاہ خسروی وتاج شاہی | بہر سر کے رسد حاشا وکلا

نبوت کے لیے تو ازل مین نفوس قدسیہ کا قرار داد ہوتا ہی چنانچہ اسکے قبل کی آیت واذا جاءتهم اٰية قالوا لن نؤمن حتّٰى نؤتى مثل ما اوتي رسل اللّٰه مین اسکا بیان ہوا ہی یہان اس امر کی صراحت ہوئی ہی کہ ایمان لانا یا کفر مین مبتلا رہنا یہ سب باتین قضا و قدر کے بس مین ہین جس کسی کو دولت اسلام عطا فرمانا مقصود ہوتا ہی تو اس کا سینہ کشادہ کر دیا جاتا ہی

جب آیت زیر بیان کا نزول ہوا تو صحابہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سینہ کس طرح کھول دیا جاتا ہے تو آپ نے فرمایا یقذف[1] فیہ نور حتی ینفسح وینشرح تو پھر صحابہ نے عرض کیا کہ اسکی کوئی علامت بیان فرمائی جائے تاکہ ہم آسانی سے سمجھ جائیں تو آنحضرت نے فرمایا الانابۃ الی دار الخلود والتجافی عن دار الغرور والاستعداد للموت قبل نزول الموت ترجمہ یعنی خیال بازگشت آخرت ہو۔ اور دنیا سے کنارہ۔ موت کے آنے سے پہلے اس کے لیے تیار رہیں۔

عبید بن عمر نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ایک وقت آپ نے آیت ومن یرد ان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا پڑھی۔ اور پوچھا کہ کیا یہان قبیلہ بنی بکر کا کوئی شخص موجود ہے تو ایک شخص نے کہا کہ ہان مین موجود ہون تو آپ نے اس سے پوچھا کہ حرجۃ کسکو کہتے ہین۔ اُسنے کہا گھنے جنگل کو جسمین چلنے پھرنے کی راہ نہو۔ تو ابن عباسؓ نے فرمایا واقعی کافر کے دل کی یہی حالت ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے بھی یہی تعبیر کی ہے مگر آپ نے بنی کنانہ سے حرجۃ کے معنی دریافت کیے تھے۔ باقی قصہ واحد ہے کانما یصعد فی السماء یہ اُن کافرون کے دل کی مثال ہے۔ یعنے جس طرح آسمان پر چڑھنا ایک دشوار گزار اور محال کام معلوم دیتا ہے کافرون کا دل ایمان کے قبول کرنے کو بھی ایسا ہی مشکل کام جانتا ہے۔ یا یہ کہ اسلام کے قبول کرنے سے انکا دل اسقدر دور ہے جیسا کہ آسمان ہماری نظرون سے دور ہے۔ کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یؤمنون جو لوگ ایمان نہین لاتے ان پر خدا کی ایسی ہی پھٹکار ہوتی ہے۔

[1] اسقدر سینے مین نور بھر دیا جاتا ہے کہ جس سے وہ کشادہ ہوجاتا ہے ۱۲

وھذا صراط ربک مستقیما قد فصلنا الآیٰت لقوم یذکرون اور پھر نبی کریم کو حکم ہوتا ہی کہ اسلام ہی خدا کا سیدھا رستہ ہی مگر اسپر چلنا ہر ایک کی تقدیر مین نہین ہی سمجھ والون کے لیے ہمنے ہر ایک بات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہی۔ جو لوگ ہمارے سیدھے رستہ (اسلام) کو اختیار کرینگے ان کے لیے امن کا گھر (جنت) موجود ہی لھم دار السلام عند ربھم اور جو لوگ قبول اسلام کے بعد دنیا مین نیک کام کرتے ہین انکی نسبت اپنی خوشنودی کا اظہار اسطرح فرماتا ہی وھو ولیھم بما کانوا یعملون یعنے جو لوگ اچھے کام کرتے ہین ہم ان کے مددومعاون بھی ہین۔ ان آیات کے معانی پر غور و فکر کرنے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اسلام ہی حقیقت مین تہذیب نفس کا سیدھا رستہ ہی۔ اگر اسلام سے متنفر ہی اور پھر دعوی تہذیب کا ہی تو ع کین رہ کہ تو میروی بترکستان ست ٭ کا مضمون صادق آتا ہی۔

قولہ تعالی وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۔ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۔ ترجمہ اور بے حیائی کی باتین جو ظاہر ہون اور جو پوشیدہ ہون ان مین کسی کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ اور جان جس (کے مارنے) کو اللہ نے حرام کر دیا ہی (اسکو) مار نہ ڈالنا مگر حق پر یہ ہین وہ باتین جن کا حکم خدا نے تمکو دیا ہی۔ تاکہ تم (دنیا مین رہنے کا طریقہ) سمجھو۔ اور یتیم کے

مال کے پاس (بھی) نہ جانا مگر ایسے طرز پر کہ (اس کے حق مین) بہتر ہو۔ یہانتک کہ وہ اپنی جوانی (کی عمر) کو پہونچے۔ اور انصاف کے ساتھ پوری پوری ناپ کرو اور (پوری پوری) تول۔ ہم کسی شخص پر اس کی سمائی سے بڑھکر بوجھ نہین ڈالتے۔ اور جب بات کہو تو گو (اپنا) قرابت مند ہی (کیون) نہو انصاف (کا پاس) کرو اور اللہ کے (ساتھ جو) عہد (کر چکے ہو اُس) کو پورا کرو یہین وہ باتین جن کا تمکو خدا نے حکم دیا ہی تا کہ تم نصیحت پکڑو اور (اُس نے) یہ (بھی ارشاد فرمایا ہی) کہ یہی ہمارا سیدھا رستہ ہی تم اسی پر چلے جاؤ۔ اور (دوسرے) رستون پر نہ پڑ لینا کہ یہ تمکو خدا کے رستے سے (بھٹکا کر) تتر بتر کر دین گے (غرض) یہ (سب وہ) باتین ہین جنکا خدا نے تمکو حکم دیا ہی تا کہ تم پرہیزگار بنجاؤ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہی کہ مشرکین عرب عادتاً علانیہ زناکاری کو عیب سمجھتے تھے۔ مگر خفیہ طور پر اس فعل شنیع کا ارتکاب ہوتا تھا۔ اسلیے اللہ تعالی نے ولا تقربوا الفواحش ما ظہر منہا وما بطن سے دونون قسم کی زنا کو حرام کر دیا۔ اور لفظ فواحش سے تمام افعال قبیحہ کی ممانعت ہوگئی۔ چونکہ مشرکین کا کھلم کھلا زناکاری سے احتراز کرنا کچھ خوف خدا سے نہ تھا بلکہ ننگ اور صرف ابنائے جنس کے طعن و ملامت سے بچنے کے لیے تھا۔ اسکو بھی منع کر دیا گیا کہ ایسے لغو خیالات سے بہتر نتیجہ مرتب نہین ہو سکتا تھا اور اس بات کی ہدایت ہوئی کہ انسان کو صدق دل کے ساتھ نیک افعال اختیار کرنا چاہیے تا کہ خدا کے عذاب سے نجات ملے اور خالص عبادت کی رغبت پیدا ہو۔ ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق سے خون ناحق کی ممانعت ہوئی ہی۔ اگرچہ کسی کا ناحق خون کر دینا فواحش مین داخل ہی مگر خون ناحق کی برائی کو خاص طور پر ظاہر کرنے کے لیے علیحدہ بھی اسکا ذکر ہوا ہی۔ ذلکم وصاکم بہ

لعلکم تعقلون سے یہ بیان فرمایا گیا ہو کہ اگر انسان اپنی دنیا اور آخرت دونون کی بھلائی چاہتا ہو
تو امور ممنوعہ سے اُسکو محترز رہنا چاہیے یہان تک تو ظاہری احکام بیان ہوے اب تکالیف
مخفیہ بیان کیے جاتے ہین ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتے یبلغ اشدہٗ
یتیم کے مال کی حفاظت لازمی ہو۔ اولیاے یتامی کا فرض ہو کہ انکے مال کو احتیاط کے ساتھ منفعت
کے کامون مین لگائین اگر ولی مفلس ہو تو مال یتیم سے واجبی حق بقدر خدمت لے سکتا ہو
اور اگر غنی ہو تو خدمت کا معاوضہ لینا جائز نہین ہو۔ یتیم کا لفظ سن رشد کو پہونچنے تک صادق آتا ہو
چونکہ بلوغ کے بعد وہ اپنا کاروبار خود چلا سکتا ہو اسلیے یتیم کا لفظ صادق نہین آتا۔ یتیمون کا
مال کھانا گویا اپنے شکم مین آگ بھر لینا ہو واوفوا الکیل و المیزان بالقسط سے ناپ اور تول مین
کم و زیادتی کرنے سے ممانعت ہوئی ہو۔ یہ تجارت کا اصل اصول ہو۔ غلہ وغیرہ لینے کے وقت بڑی
ناپ یا تول سے لینا اور دینے کے وقت اسکے برعکس عمل کرنا بالکل ناجائز ہو ایسے بیوپاری
جلد گھاٹے مین آجاتے ہین۔ چونکہ ناپ تول مین کماحقہ میزان عدل کو پیش نظر رکھنا از قبیل
محالات تھا لا نکلف نفسا الا وسعہا سے اس قدر رعایت ہوئی ہو کہ بقدر امکان ناپ تول
مین کم و زیادتی نہو۔ بہرحال نیک نیتی کے ساتھ معاملت کرنا چاہیے واذا قلتم فاعدلوا ولو
کان ذا قربی اداے شہادت وغیرہ کے وقت گو قرابتداری بھی ہو انصاف کا پاس ملحوظ رکھنا
چاہیے۔ رعایت سے خلاف واقعہ بیان کر دینا سخت منع ہو۔ و بعہد اللہ اوفوا جو عہد خدا
کے ساتھ کیا جائے اسکا پورا کرنا بھی واجب ہو۔ مثلاً کسی شخص نے مخفی طور پر حلف کیا
گو اس سے کوئی اور شخص واقف نہو مگر خداے تعالی تو جانتا ہو اسلیے ایفاے حلف واجب ہو

ذالکم وصّٰکم بہ لعلکم تذکرون کا مفہوم یہ ہی کہ یہ مذکورہ چار باتین افعال خفی سے متعلق ہین ان کا پیش نظر رکھنا خدا کی رضامندی حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہی وان ہذا صراطی مستقیما الخ سے یہ بیان کیا گیا ہی کہ قرآن مجید مین اسکے قبل چند خاص خاص احکام مذکور ہوئے ہین مگر مذہب اسلام کے تمام احکام کی تعمیل کرنا اور اُن کے پابند رہنا ضرور ہی کہ وہ نجات کا سیدھا رستہ ہی۔

وعن ابن مسعود عن النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم انہ خط خطًا ثم قال ہذا سبیل لرشد ثم خط عن یمینہ وعن شمالہ خطوطا ثم قال ہذہ سُبُل علی کل سبیل منہا شیطان یدعو الیہ ترجمہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ یہ راہ نجات ہی۔ اور پھر اُسکے دائین بائین بازو خطوط کھینچے اور ارشاد فرمایا کہ اس ہر ایک راہ پر شیطان کھڑا ہی اور لوگون کو اپنی طرف بلاتا ہی۔ اور ساتھ ہی آیت مذکورہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا۔ حاصل یہ ہی کہ اسلام مین زناکاری۔ خون ناحق کا ارتکاب۔ یتیمون کا مال ناجائز طور پر کھانا۔ ناپ تول مین کمی وبیشی کرنا حرام ہی سچی شہادت کا ادا کرنا۔ ایفائے عہد خدا یعنی قسم کا پورا کرنا ضرور ہی کیونکہ اخلاق حسنہ کے یہ اصول ہین۔

قولہ تعالیٰ مَن جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَن جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰٓ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ترجمہ جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لیکر آئے گا اُس کا دس گنا اُسکو (ثواب) ملیگا اور جو بدی لیکر آئے گا تو بس اُتنی ہی سزا بھگتے گا۔ اور لوگون پر (کسی طرح کا) ظلم نہین کیا جائے گا۔

ایک نیکی کا بدل دس گونہ عطا کرنا فضل آلٰہی مین داخل ہی اور ایک بدی کا معاوضہ

اتنا ہی دینا عدل ہے وقال صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ اذا ھمّ عبدی بحسنۃ فاکتبوھا لہ

حسنۃ وان لم یعملھا فان عملھا فعشر امثالھا وان ھم بسیئۃ فلا تکتبوھا وان عملھا

فسیئۃ واحدۃ ترجمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خداے تعالی فرشتون کو حکم

دیتا ہے کہ اگر میرا بندہ ایک نیک کام کرنے کا قصد کرتا ہے تو اُس نیکی کو لکھدو گو اُس نے وہ نیکی کی ہو

اگر اُسنے نیک ارادے کو پورا کیا تو دس گونہ لکھو اگر ایک گنہ کا ارادہ کیا تو اسکو مت لکھو اگر اس

گناہ کو اسنے پورا کیا تو صرف اتنی ہی سزا لکھو۔

اگرچہ مفسرین کا یہ قول ہے کہ ایک بد کام کی سزا اتنی ہی دینا عدل ہے اور ایک نیکی کی جزا

دس گونہ دینا فضل الٰہی مین داخل ہے مگر محققین نے ہر دو حالت مین عدل الٰہی کو ہی ثابت کیا

ہے کیونکہ نیک کام کرنے کے لیے انسان کو بہت کچھ طبیعت پر جبر کرنا پڑتا ہے نفس و شیطان نیکی

کیجانب انسان کی طبیعت کو مائل ہونے نہین دیتے اسلیے ایک نیکی کا معاوضہ دس گونہ رکھا گیا ہے

اور ایک بدی کی سزا اتنی ہے۔ اسمین لوگون کو اچھے کامون کی طرف رغبت دلائی ہے جو جزو اعظم

اصلاح نفس ہے۔

قولہ تعالیٰ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْھَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْہُ مُخْلِصِیْنَ

لَہُ الدِّیْنَ۔ کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ۔ فَرِیْقًا ھَدٰی وَفَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْھِمُ الضَّلٰلَۃُ اِنَّھُمُ اتَّخَذُوا

الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ مُّھْتَدُوْنَ۔ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ

عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّکُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ترجمہ اے پیغمبر ان

لوگون سے) کہو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اور (فرمایا ہے کہ) ہر ایک

نماز کے وقت (تم سب خدا کی طرف) متوجہ ہوجایا کرو اور خالص اُسی کی تابعداری مدنظر رکھ کر اُس کو پکارو جس طرح تم کو پہلے (پیدا) کیا تھا اسی طرح تم دوبارہ بھی (پیدا) ہوگے (اسی نے) ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق ہو کہ گمراہی ان (کے سر) پر سوار ہو ان لوگون نے خدا کو چھوڑ کر شیطانون کو (اپنا) دوست بنایا اور (باینہمہ) سمجھتے ہین کہ وہ راہ راست پر ہین۔ اے بنی آدم ہر ایک نماز کے وقت (لباس وغیرہ سے) اپنے تئین آراستہ کرلیا کرو اور کھاؤ اور پیو اور فضول خرچیان نہ کیا کرو کیونکہ خدا فضول خرچ کرنے والون کو دوست نہین رکھتا۔

اس کے قبل قرآن مجید مین چند بدخصائل کفار کا ذکر ہوا ہو کہ وہ شیطان کے پیرو بنکر بے حیائی اور جبر و زیادتی کے کام کرتے تھے اور ان افعال کو رسم و رواج آبائی سمجھکر ترک نہین کرتے تھے اور خدائے تعالیٰ کے احکام کی بجاآوری مین تقاعد کرتے تھے اسلیے امر ربی بالقسط سے عدل و انصاف اختیار کرنے کی ہدایت ہوئی عموماً قسط عدل اور نیک کام کو کہتے ہین غرض کہ آیت زیر بیان مین تین باتون کا ذکر ہو۔

ایک تو لفظ قسط سے اللہ کی وحدانیت بیان ہوئی ہو کیونکہ بقول ابن عباس رضی اللہ عنہ قسط سے کلمۂ توحید کہنا مراد ہو۔

دوسرا نماز پڑھنے کی ہدایت واقیموا وجوھکم عند کل مسجد وادعوہ مخلصین لہ الدین سے ہوئی ہو۔ نماز مین قبلہ کی طرف مُنھ کرنا واجب ہو اور نیز خلوص دل سے ارکان عبادت کا ادا کرنا بھی ضرور ہو۔

تیسرا ان دونون امور کا نتیجہ کما بدأکم تعودون سے بیان کیا گیا ہو کہ جو ازل مین

کافر ہوا اسکا خاتمہ بھی کفر پر ہوگا اور جو مومن ہوا اُسکا انجام ایمان پر ہوگا۔ ترتیب بیان سے واضح ہو کہ اولاً توحید باری کی تعلیم ہوئی اور پھر اعمال صالحہ اختیار کرنے کی اور پھر ان دونون باتون کا انجام جو آخرت مین ظاہر ہونے والا ہو بیان کر دیا گیا ہو۔ باوجود ایسی صاف ہدایت کے بعضون نے رہ راست کو اختیار کیا اور بعض گمراہی مین مبتلا ہو گئے فریقا ھدی و فریقا حق علیہم الضلالۃ جو لوگ گمراہ ہو گئے اُنھون نے خدا کی پاک ہدایت کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی اختیار کی۔ اور حق و باطل مین کچھ امتیاز نہ کیا جیسا کہ انہم اتخذوا الشیٰطین اولیاء من دون اللہ مین بیان ہوا ہو۔ اور لطف تو یہ ہو کہ باوجود اس کجروی کے نادانی سے خیال کرتے ہین کہ وہ راہ راست پر ہین ویحسبون انہم مھتدون جب ایمان اور اعمال حسنہ کے اختیار کرنے کا حکم ہوا تو ساتھ ہی خذوا زینتکم عند کل مسجد سے اچھا کپڑا پہننے کی ہدایت بھی ہوئی کیونکہ ادائے نماز کے لیے ستر عورت شرط ہو۔ ایام جاہلیت مین قبائل عرب کی عادت تھی کہ وہ طواف کعبہ اور مسجد منیٰ مین داخل ہونے کے وقت برہنہ ہو جاتے تھے یہ عمل مختلف خیالات سے تھا بعض تو یہ خیال کرتے تھے کہ جن کپڑون کو پہنکر ہمنے گناہ کیا ہو انھین کپڑون سے نیک کام نہ کرنا چاہیے اور بعض برہنگی کو تفاول سمجھتے تھے کہ جس طرح وہ کپڑے نکال دیے اسیطرح وہ گناہ سے بھی پاک ہو گئے۔ اور نیز وہ حج کے زمانے مین کم کھایا کرتے تھے۔ چکنے کھانے سے بھی پرہیز کرتے تھے ایسے باطل طریقہ کے ترک کرنے کے لیے حکم ہوا کہ کلوا واشربوا یعنے جن چیزون کو اللہ نے حلال و مباح کیا ہو ان کو کھاؤ اور پیو مگر بشرط ولا تسرفوا یعنی ایسی فضول خرچی مت کرو کہ جو حرام کے درجہ تک پہونچ جائے یا اسقدر زیادہ نہ کھایا کرو کہ جسکا تحمل معدہ نہ کر سکے۔

اور اپنی طرف سے زائد قیود مت لگاؤ کہ وہ بھی حد سے تجاوز کرنا ہے جو فضول مین داخل ہے اور پھر انہ لایحب المسرفین سے یہ بات جتائی گئی کہ جو لوگ احکام الٰہی کی پابندی نہین کرتے وہ خدا کی محبت سے خارج ہو جاتے ہین - جو باعث حرمان ثواب ہے - یہی نہین بلکہ موجب عتاب بھی ہے کیونکہ اجماع امت سے یہ مسئلہ طے ہو چکا ہے انہ لیس فی الوجود مکلف لایثاب ولا یعاقب کہ کوئی مکلف ایسا نہین ہے جو ثواب و عقاب سے محفوظ و مصون ہو - جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے حلال اور مباح اشیاء کو اپنے اوپر حرام گرداننا خدا کے دائرۂ محبت سے خارج ہو جاتا ہے جو سبب عذاب الٰہی ہے احکام کی اطاعت احاطۂ محبت الٰہی مین داخل کر لیتی ہے جو موجب ثواب ہے - الغرض انصاف کو ہر کام مین مدنظر رکھنا - نماز کے وقت اچھے کپڑے ستر عورت کے لحاظ سے پہننا حلال و مباح اشیاء کا استعمال کرنا فضول خرچی سے بچنا اخلاق اسلام کے اصول ہین کوئی مذہب و ملت ان اصول کی تردید نہین کر سکتا -

وقوله تعالیٰ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ترجمہ اور اگر ان بستیون کے رہنے والے (خدا پر) ایمان لاتے اور پرہیزگاری (کا طریقہ) اختیار کرتے تو ہم آسمان و زمین کی برکتون (کے دروازون) کو ان پر کھول دیتے مگر ان لوگون نے (ہمارے پیغمبرون کو) جھٹلایا تو (ان کے) ان کرتوتون کی سزا مین کہ وہ کرتے تھے ہم نے ان کو (عذاب مین دھر) پکڑا -

اسکے ماقبل کی آیات مین یہ ذکر ہوا ہے کہ ایسی کوئی آبادی نہین کہ جہان خدا نے کوئی نبی نہ بھیجا ہو اور لوگون کو راحت و تکلیف کے ساتھ نہ آزمایا ہو - تاکہ وہ ان امور کو منجانب اللہ

خیال کرکے خدا کی طرف متوجہ ہون اور عاجزی اختیار کرین۔ اور آیت زیر بیان مین مسلمانون کو یہ
جتلایا گیا ہو کہ اگر وہ لوگ جن پران کے گناہون کی نحوست نازل ہوئی ایمان لاتے اور پرہیزگاری
اختیار کرتے تو ان پر آسمانون اور زمین کی برکتین کھول دی جاتین یعنے وقت پر پانی برستا اور نباتات
اُگتے۔ کھیتی اور درختون مین عمدہ پھول وپھل آتا مگر افسوس ہو کہ ان لوگون نے ان امور کو عادتی
باتین سمجھا اور خیال کیا کہ دنیا مین ہمیشہ یون ہی ہوا کرتا ہو اسلیے بے باکی سے پیغمبرون کو جھٹلایا گیا
تو آخر وہ اپنے اعمال کی سزا مین مبتلا ہو گئے۔

اس بیان کا یہ مقصد ہو کہ جس طرح مطیعین اسکے فضل و انعام سے کامگار ہین اسیطرح
عاصی و ناشکر اسکے انتقام سے بچ نہین سکتے پس خدا کا خوف ہر وقت پیش نظر رکھنا اخلاق حسنہ کا جز ہو

قوله تعالى فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا بِعَذَابٍ بَئِيْسٍ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ترجمہ جب ان نافرمان لوگون نے وہ نصیحتین
جو ان کو کی گئی تھین بھلا دین تو جو لوگ بُرے کام سے منع کرتے تھے ان کو ہمنے بچا لیا اور جو لوگ
شرارت (پر اصرار) کرتے رہے ان کی نافرمانیون کی پاداش مین ہم نے ان کو عذاب سخت مین مبتلا کیا
یہودیون پر ہفتہ کے روز شکار کرنے اور دنیاوی کاروبار کی سخت ممانعت تھی اہل ایلہ
سمندر کے کنارے بستے تھے۔ انھون نے پانی کی نالیان مچھلیان آنے کے لیے کھود رکھی تھین
ان نالیون مین ہفتہ کے روز مچھلیان آتین دوسرے دنون مین نہ آتی تھین۔ تو انھون نے ہفتہ
کے روز باوجود ممانعت کے شکار کرنا شروع کر دیا۔ بعض لوگون نے منع کیا۔ اور بعض لوگون نے
کہا کہ ان لوگون پر کوئی بلا نازل ہونے کو ہو منع کرنے سے یہ نہ مانین گے مگر منع کرنے والون نے کہا

کہ ہم تو ایسا ہی مگر ہم تو منع کیے دیتے ہین تاکہ ہم بری الذمہ ہو جائین آخر جب اُنھون نے علانیہ سرکشی اور نافرمانی اختیار کی اور کسیکے کہنے سننے کو نہ مانا تو ان کے چہرون پر ایسا ورم پیدا ہوا جس سے بندرون کی شکل معلوم ہونے لگی اسی حالت مین تین روز کے بعد مر گئے اور جن لوگون نے انکو متنبہ کیا تھا وہ بچ گئے فلمّا نسوا ما ذکروا بہٖ سے اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب اس آیت کو پڑھتے تھے تو بے اختیار رویا کرتے تھے۔ اور اس قوم کے ساتھ وہ لوگ بھی ہلاک ہو گئے جنھون نے نصیحت کرنے سے سکوت کیا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک علما نہی منکر اور امر معروف اختیار نکرین گے اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہین ہو سکتے بُرے افعال دیکھ کر سکوت اختیار کرنا اسلام مین جائز نہین ہے غرضکہ پند و نصائح بھی اخلاق اسلام کا ایک جزو ہے اور حقیقت مین یہ بڑا کام ہے تمام انبیا علیہم السلام کی بعثت ہدایت افعال خیر کے لیے ہی ہوئی تھی جو علما اس فرض کو ادا کرتے ہین وہ دراصل انبیا علیہم السلام کی سنت کو ادا کرتے ہین اور جو غیر ضروری سمجھتے ہین اور دنیا داری کے لحاظ سے چشم پوشی کر جاتے ہین وہ مواخذہ سے بری نہین ہو سکتے۔ قوم کے تمام افراد تعلیم یافتہ نہین ہوتے اسلیئے علما کا فرض ہے کہ قومی ہدایت کے کام کو اپنے دوش ہمت پر لین۔

سب جانتے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ ہدایت مین کیسی کیسی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا لیکن آپ خدا کے احکام کی اشاعت مین ہرگز دریغ نہ فرماتے تھے حتی کہ اس فرض کی ادائی مین دندان مبارک کو صدمہ پہونچا مگر آپ یہ دعا فرماتے تھے کہ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ اِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ[1]

[1] خدایا میری قوم کو ہدایت نصیب فرما کہ وہ ناواقف ہین ۱۲

چون تو بیماری از ہوا و ہوس — رحمت العالمین طبیب تو بس

ہر کہ را از کمال مایہ بود — خرد مصطفاش دایہ بود

جان فدا کن تو در مطابعتش — گر نہ داری سر معاتبتش

ہر چہ او گفت امر مطلق دان — وانچہ او کرد کردۂ حق دان

بر تو از نفس تو رحیم ترست — در شفاعت از ان کریم ترست

سوے جان پلید کی پوید — ہست او پاک پاک را جوید

گر تو خواہی کہ گردی او را یار — از حرام و سفاح دست بدار

در حریم وے اے سلامت جوی — شرم دار از حرام دست بشوی

سنت او رواست ہین برخیز — در ردائے محمدی آویز

قوله تعالى وَاِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ اِنَّمَا اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ **ترجمہ** اور (اے پیغمبر) جب تم ان لوگون کے پاس کوئی (خاص قسم کی) آیت نہین لاتے ہو تو (اپنے خیال کے مطابق) کہتے ہین کہ تم نے اسکو (بھی) اپنی طرف سے کیون نہین بنالیا تم (ان سے) کہو کہ مین تو اپنی طرف سے کچھ بھی نہین بناتا بلکہ جو کچھ میرے پروردگار کے یہان سے میری طرف وحی کی جاتی ہی، اُسی پر چلتا ہون یہ (قرآن) سوجھ سمجھ کی باتین ہین

جو تمھارے پروردگار کی طرف سے (اُتری) ہین اور جو لوگ (اس پر) ایمان رکھتے ہین ان کے لیے ہدایت
اور رحمت ہی۔ اور جب قرآن پڑھا جایا کرے (یعنے پیغمبر تمکو قرآن سناتے ہون) تو (غل نمچاؤ بلکہ اسکو
کان لگاکر سنو اور خاموش رہو۔ عجب نہین (اسکی برکت سے) تم پر رحم کیا جائے۔ اور (اے پیغمبر) اپنے
جی (ہی جی) مین گڑگڑا اگڑگڑا کر۔ اور ڈر ڈر کر اور بہت پکار کر نہین بلکہ دھیمی آواز سے صبح وشام اپنے
پروردگار کی یاد کرتے رہو اور (اُس کی یاد سے) غافل نہ رہو جو (فرشتے) تمھارے پروردگار کے مقرب
ہین وہ (تک بھی) اُسکی عبادت سے سرتابی نہین کرتے اور اُسی کی تسبیح (وتقدیس) اور اُسی کے
آگے سجدے کرتے رہتے ہین۔

اسی طرح کا مضمون سورۂ یونس کے دوسرے رکوع مین بھی ہی جس طرح لوگ پیغمبر صاحب
سے فرمایشی معجزے طلب کرتے تھے۔ اسی طرح فرمایشی آیتین بھی چاہتے تھے خدا نے پیغمبر صاحب
کی طرف سے جواب دیا کہ پیغمبر قرآن کو اپنی طرف سے تو بناتے نہین کہ تمھاری فرمایش کو پوری کرین،
واذا لم تاتھم بآیۃ سے مایوحی الیّ من ربّی تک اسی مضمون کا ذکر ہو ربط بیان کے لحاظ سے
اسقدر قابل ذکر ہو کہ ان آیات کے ماقبل اغواے شیاطین جن وانس کا بیان ہوا ہی جسکی تفسیر آیت
آیت زیر بیان مین یون ہوئی ہو کہ بیدین اپنی خواہشات کے مطابق آیات قرآنی کا نزول چاہتے تھے
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب احکام قرآنی سناتے تھے تو آپ کو مخاطب کرکے کہتے تھے کہ یہ تو آپ
اپنی طرف سے بیان کرتے ہین ان[1] ھذا الا انک مفتری مگر آپ نہایت حلم وبرداشت سے
فرمایا کرتے تھے کہ یہ سن گھڑت احکام نہین ہین۔ مین تو وحی الٰہی کے موافق عمل کرتا ہون جو ارشاد باری

---

[1] یہ تو تمھاری طرف سے بنائی ہوئی باتین ہین ۱۲

ہوتا ہی وہی سناتا ہون۔

اس آیت مین قرآن مجید کے وصف مین تین لفظ بیان ہوے ہین۔

(۱) ھذا بصائر من ربکم یہ قرآن سوجھ سمجھ کی باتین ہین جو پرورد گار کی طرف سے اُتری ہین۔ کیونکہ قرآن مجید مین جو دلائل توحید مرقوم ہین اُسکے سمجھنے کے لیے آیات قرآنی سے ہی عقل مین بصیرت پیدا ہوتی ہی جسکا ذکر ذیل مین کیا جاتا ہی۔

(۲) وھدی اور اہل ایمان کے لیے ہدایت ہی۔ علماے توحید کی تقسیم دو طرح پر ہی ایک وہ گروہ کہ جنکی معرفت درجۂ کمال کو پہونچ گئی انھون نے توحید کا مشاہدہ بھی کرلیا۔ اس گروہ کا نام اصحاب عین الیقین ہی اور انھین کے لیے قرآن بمنزلۂ بصائر کے ہی اور دوسرا طبقہ صرف دلائل توحید پر اکتفا کرتا ہی اُنکا نام اصحاب علم الیقین ہی اور انھین کے لیے قرآن مجید مشعل ہدایت ہی

(۳) ورحمۃ عامہ مومنین ان دونون درجون سے گھٹے ہوے ہین ان کے حق مین قرآن مجید بمنزلۂ رحمت ہی۔

اسکے بعد واذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون سے آداب سماعت قرآن کا ذکر فرمایا گیا ہی یعنے جب قرآن پڑھا جایا کرے تو غل نہ مچاؤ بلکہ اسکو کان لگا کر سنو۔ اور خاموش رہو عجب نہین کہ اسکی برکت سے تمپر رحم کیا جائے۔

وہ شان نزول آیت مختلف بیان ہوے ہین جن کا بالاستیعاب بیان کرنا موجب طوالت ہی۔ اسلیے صرف اسقدر لکھا جاتا ہی کہ ابتداے اسلام مین عین نماز مین لوگ باتین کیا کرتے تھے

اس آیت سے اُسکی ممانعت ہوگئی - اور یہ بات ظاہر ہی کہ جب تک احکام آلہی کو ادب کے ساتھ
نہ سنین ان احکام کے غرض کا معلوم کرنا محال ہی - ہر شخص جانتا ہی کہ جب دنیا کے بادشاہون
کا فرمان پڑھا جاتا ہی تو حاضرین دربار پر سکوت واجب ہی اسوقت سرگوشی کی بھی مجال نہین ہی
تو پھر جب احکم الحاکمین کا فرمان پڑھا جاے تو اسکو نہایت ادب وسکوت کے ساتھ سننا واجب
ہی اس آیت مین اسبات کا حکم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہی کہ جب قرآن عام ہدایت کے لیے
نازل ہوا ہی تو اسکو بلند آوازی کے ساتھ سنایا جائے تاکہ تبلیغ وحی کا مقصود پورا ہوجاے -
اور ہر شخص کلام آلہی کے برکات سے مستفید ہوسکے - اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ واذکر
ربّك فی نفسك تضرعًا وخیفة ودون الجهر من القول بالغدو والآصال ولا تكن
من الغافلین ترجمہ اے پیغمبر اپنے جی ہی جی مین گڑگڑا کر اور ڈر ڈر کر دھیمی آواز سے صبح وشام
اپنے پروردگار کی یاد کرتے رہو اور اُسکی یاد سے غافل نہ رہو -

گویا ذکر جلی اور خفی دونون کی طرف اشارہ کردیا گیا ہی ذکر کے لیے چند قید بھی لگائے گئے ہین
(۱) واذکر ربّك فی نفسك یعنے جن الفاظ کو زبان سے ادا کرتے ہو اُسکی طرف
دل سے بھی متوجہ رہو جس سے ذکر قلبی مراد ہی - اسم رب کی قید سے اس بات کی طرف اشارہ
کیا گیا ہی کہ لفظ رب کا ذکر خدائے تعالی کی تمام نعمتون کو یاد دلاتا ہی جس سے انسان کے دل
مین خیر کی امید پیدا ہوتی ہی - جب خدا نے تعالی اقسام کی نعمتون سے بندون کو پرورش فرماتا
ہی تو آخرکار وہ بندون کے ساتھ اچھا ہی سلوک کریگا تو اس سے ایمان کے دو اجزا سے جو خوف
ورجا ہین ایک جز کی تکمیل ہوجاتی ہی - (الایمان بین الخوف والرجاء)

(۲) تضرعًا یعنے ذکر عجز و نیاز کے ساتھ گڑگڑا کر کیا جائے اس سے جزو ثانی ایمان یعنی خوف کی تکمیل ہوجاتی ہے قال علیہ السلام لووزن خوف المؤمن ورجاءہ لاعتدلا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر مومن کے خوف و رجا کو تولا جائے تو دونوں پلے برابر ہوں گے۔ خوف کے بہت سے اقسام ہیں مثلاً خوف عذاب یہ مبتدیوں کا مقام ہے خوف جلال یہ محققین کا حصہ ہے۔

(۳) خیفۃً یعنے ذکر کے ساتھ قصور عمل کا خوف بھی رہے کہ اس سے عبدیت کی تکمیل ہوتی ہے۔ بعضوں نے اس لفظ سے ذکر خفی کا معنی بھی لیا ہے۔ حالت ابتدائی میں ذکر خفی سے یہ مراد ہے کہ سمع و ریا سے پاک ہو۔ اور جب محبت آلٰہی کی تکمیل ہوجاتی ہے تو انسان میں غیرت پیدا ہوجاتی ہے تو وہ ذکر خفی میں مستغرق رہتا ہے من[1] عرف اللہ کل لسانہ

(۴) دون الجھر اس سے یہ مراد ہے کہ ذکر متوسط درجہ میں ہو۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایکبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چیخ چیخ کر تکبیر و تہلیل کیا کرتے تھے۔ تو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا رب بہرہ اور تم سے غائب نہیں ہے۔ اسقدر مت پکارا کرو جس سے مقصود یہ ہے کہ ذکر بین بین ہو کہ متوسط درجہ بہتر ہے ع نعرہ کمتر زن کہ نزدیک ست یار +

(۵) بالغدو والآصال ذکر صبح و شام کیا کریں صبح کے وقت اسوجہ سے کہ انسان نیند سے جو مثل موت کے ہے بیدار ہوتا ہے اور نور صبح سے ظلمت شب دور ہوجاتی ہے جو ایک تغیر عظیم ہے ایسے وقت میں پروردگار عالم کی یاد باعث انجلاء قلوب ہے۔ اور شام کے وقت اسکے

---

[1] جسنے خدا کو پہچانا اسکی زبان بند ہوگئی ۱۲

برعکس کیفیت پیدا ہوتی ہی جس سے خدائے تعالیٰ کی عظمت وجلال کا ظہور ہوتا ہی تو اُسوقت بھی ذکر آلہی ضرور ہی اور نیز صبح وشام ذکر مین مشغول ہونے سے ذکر دوام مقصود ہی۔

(۶) ولا تکن من الغافلین سے اسبات کی طرف اشارہ کیا گیا ہی کہ بقدر طاقت بشری ذکر قلبی سے غفلت نہو۔ اصل یہ ہی کہ روح کو جسم سے عجیب تعلق ہی جب روح مین کسی بات کا اثر ہوتا ہی تو اُس سے جسم بھی متاثر ہوتا ہی علی ہذا جسم کے اثرات سے روح بھی اثر پذیر ہوتی ہی۔ اسلیے جب انسان اعمال خیر کی مواظبت کرتا ہی تو جوہر نفس مین ایک قوت راسخہ پیدا ہوتی ہی۔ جب انسان ذکر لسانی مین مشغول ہوتا ہی کہ جسکو اسکا نفس سنتا ہی تو ایسے ذکر کا اثر خیال پر بھی ہوتا ہی تو پھر اس اثر خیالی سے انوار آلہی کا پرتو جوہر روح پر پڑتا ہی۔ اور پھر کیفیت انعکاسی پیدا ہوتی ہی جس سے اشراقات روحانی کا اثر زبان وخیال تک پہونچتا ہی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ اس کیفیت ثانی سے عقل متورہ ہوجاتی ہی اسی طرح ان انوار کا انعکاس یکے بادیگرے ہوتا رہتا ہی۔ اور بالیدیگر قوی کی تقویت وتکمیل ہوتی ہی۔ اسلیے عارفین ان اشغال مین مصروف رہتے ہین اور یہی انکا سفر ہی۔ ہر ایک انسان کو بقدر استعداد نفس ناطقہ کے یک یک درجہ عنایت ہوا ہی جیسا کہ ملائکہ کی تعریف مین ارشاد ہوا ہی وما مِنّا اِلّا لَہٗ مَقَامٌ معلومٌ اسیطرح مواظبت ذکر کی تعلیم کے بعد ان الذین عند ربّك سے اخیر تک یون ترغیب دلائی گئی ہی کہ ملائکہ باوجود تقدس ذاتی کے سرمو عبادت آلہی سے سرتابی نہین کرتے تو انسان کو اپنی آلایش شہوت اور ظلمت جسمانیت سے پاک صاف ہونے کے لیے عبادت آلہی مین زیادہ مشغول ہونا ضرور ہی قال[۱] عیسیٰ علیہ السّلام واوصانی بالصّلوٰۃ والزکوٰۃ مادمت حیًّا

---

[۱] عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجکو ادائے نماز وزکوٰۃ کی وصیت کی ہی کہ جب تک زندہ رہون ترک نکرون ۱۲

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ[1]
غرضکہ ہدایت قرآنی کو ادب کے ساتھ سننا اور خدائے تعالی کے ذکر و عبادت میں تمام عمر
مشغول رہنا تہذیب نفس کے لیے ضرور ہے۔

قولہ تعالی يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ
قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ - اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ
الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ - اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ
رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ **ترجمہ** (اے پیغمبر مسلمان سپاہی) تم سے مال غنیمت
کا حکم دریافت کرتے ہین تو (ان سے) کہدو کہ مال غنیمت تو اللہ اور رسول کا ہے تم لوگ (مال غنیمت
مین جھگڑا نہ کرو اور) خدا (کے غضب) سے ڈرو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک رکھو اور اگر تم (سچے)
مسلمان ہو تو اللہ اور اُسکے رسول کا حکم مانو۔ سچے مسلمان تو بس وہی ہین کہ جب خدا کا نام لیا جاتا
ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہین اور جب آیات الٰہی ان کو پڑھکر سنائے جاتے ہین تو وہ ان کے
ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتے ہین۔ اور (ہر حال مین) اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہین جو نماز
پڑھتے اور جو ہم نے ان کو روزی دی ہے۔ اسمین سے (خدا کی راہ مین) خرچ کرتے ہین۔ یہی ہین
سچے ایمان لائے اور ان کے لیے پروردگار کے یہان درجے ہین اور (گناہون کی) معافی اور عزت
(و آبرو) کی روزی۔

---

[1] اپنے پروردگار کی عبادت کرو جب تک کہ موت آئے ۱۲

انفال نفل کی جمع ہی۔ نفل اسکو کہتے ہین جو اصل پر زائد ہو نماز نفل کو بھی اسلیے نفل کہتے ہین کہ وہ فرض سے زائد ہی۔ سورۂ انفال جنگ بدر مین نازل ہوئی۔ جنگ بدر مین جب مسلمانون کو فتح نصیب ہوئی اور مشرکین کا مال اسلام کے قبضہ مین آیا تو اسکی تقسیم مین جھگڑا پیدا ہوا۔ جوانون نے کہا کہ ہمارا حق زائد ہی ہمین نے زور بازو سے شکست دی ہی۔ بڈھون نے کہا کہ ہم تمھاری پشت پر تھے۔ اسلیے لوگون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تب یہ سورۃ نازل ہوئی اللہ تعالی نے سمجھا دیا کہ جو فتح نصیب ہوئی وہ تمھاری کوشش کا نتیجہ نہین ہی محض ہمارا فضل ہی۔ غنیمت کا کل مال خدا اور رسول کا ہی جسکو جتنا دیا جاے خوشدلی سے لیلو۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو برابر تقسیم کردیا۔ یسئلونک عن الانفال سے والرسول تک اسی کا بیان ہی اور فاتقوا اللہ واصلحوا ذات بینکم سے اللہ سے ڈرنے اور آپسمین نیک سلوک کرنے اور مال غنیمت پر جھگڑا نہ کرنے کی ہدایت ہوئی ہی اور پھر مومنین کو اطیعوا اللہ ورسولہ ان کنتم مومنین سے خدا اور رسول کے حکم کی اطاعت کرنے کی تاکید ہوئی۔ اسکے بعد ایماندارون کے پانچ اوصاف بیان ہوے ہین۔

(۱) اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم۔ جبکہ اللہ کا ذکر کیا جاتا ہی تو محبت اور خوف کے مارے مومنین کے دل کانپ اُٹھتے ہین۔ خوف دو قسم کا ہی۔ ایک خوف عذاب۔ اور دوسرا خوف عظمت وجلال الٰہی اور یہان خوف عقاب مراد ہی کیونکہ اصحاب بدر پر تقسیم مال غنیمت مین حکم خدا کی پابندی لازم گردانی گئی۔ اگر وہ ترک ہوجاے تو بوجہ نافرمانی کے عذاب کا خوف تھا۔

(۲) واذا تلیت علیھم ایتہ زادتھم ایمانا اور جب قرآن کی آیتین انکو سنائی جاتی ہین

تو اُنکا ایمان اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے۔ ایمان کی کمی و زیادتی مین علما کو اختلاف ہے بعض علما کا یہ قول ہے کہ ایمان تین جز کے مجموعہ کا نام ہے یعنے اعتقاد۔ اقرار باللسان۔ اور عمل بالجوارح۔ جو فرقہ زیادتی ایمان کا قائل ہے اس آیت کو حجت قرار دیتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جسقدر زائد دلائل توحید کو سنا جائے اُسی قدر ایمان مین تقویت ہوتی ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لو وزن[1] ایمان ابی بکر بایمان اہل الارض لرجح جس سے مقصود یہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معرفت الٰہی بڑھی ہوئی تھی۔

(۳) وعلیٰ ربھم یتوکلون وہ ہر کام مین اللہ پر بھروسہ رکھتے ہین۔ توکل کا انتہائی درجہ یہی ہے کہ کسی کام مین غیر خدا کے جانب رخ نہ کیا جائے۔ یہ تینون وصف قوت نظریہ سے متعلق ہین۔

(۴) یقیمون الصّلوٰۃ وہ نماز پڑھتے ہین۔

(۵) ممارزقنٰھم ینفقون اور وہ اللہ کے دیے مین سے للہ دیتے۔ اور یہ دونون باتین قوت عملی سے متعلق ہین اولٰئک ھم المؤمنون حقا جنمین یہ پانچ صفتین ہون درحقیقت وہی مومنین ہین۔ اور پھر لھم درجات عند ربھم ومغفرۃ ورزق کریم سے یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ بعض کے مراتب بعض سے اعلیٰ ہین یعنے جسمین خوف الٰہی اخلاص اور توکل زائد ہوگا اُسی قدر اُسکا مرتبہ زیادہ ہوگا۔ یہی معیار فضیلت ہے۔ الحاصل ان احکام کا پیش نظر رکھنا موجب تہذیب نفس ہے۔

قولہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ وَاعْلَمُوْا

[1] اگر ابوبکر کے ایمان کا اندازہ تمام اہل زمین کے ایمان کے مقابلہ مین کیا جائے تو انھین کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا ۱۲

اِنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ - وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ
ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ - وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ
فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ - يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ - وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ
تَعْلَمُوْنَ - وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ - ترجمہ مسلمانو!
جب رسول تمکو ایسے دین کی طرف بلاتا ہی جو تم مین نئی روح پھونکتا ہی تو تم اللہ اور رسول کا حکم
بگوش دل سنو۔ اور جانے رہو کہ اللہ (کو ایسی قدرت ہی کہ وہ) آدمی اور اُسکے دل (کے ارادے)
مین آڑے آجاتا ہی اور یہ (بھی جانے رہو) کہ (آخر کار) تم (سب) اُسی کے حضور مین حاضر کیے
جاؤگے۔ اور اس بلا سے ڈرتے رہو جو خاص کر ان ہی لوگون پر نازل نہین ہوگی جنھون نے
تم مین سے (کسی طرح کا) ظلم کیا ہی (بلکہ سب اُسکی زد مین آجاؤگے) اور جانے رہو کہ اللہ کی مار بڑی
سخت ہی۔ اور (وہ وقت) یاد کرو جب تم (مسلمان) سرزمین (مکہ) مین تھوڑے سے تھے (اور) کمزور
سمجھے جاتے تھے (اور) اس بات سے ڈرتے تھے کہ لوگ تمکو زبردستی پکڑ کر (کہین) کو (اُڑا) نہ لیجائین
پھر خدا نے تمکو (مدینے مین) جگہ دی اور اپنی مدد سے تمھاری تائید کی اور اچھی اچھی چیزین تمھین کھانے کو
دین (یہ سب احسانات) اسلیے کہ تم شکر کرو۔ مسلمانو! اللہ اور رسول کی (امانت مین خیانت) نہ کرو اور
نہ اپنی امانتون مین خیانت کرو اور تم تو (خیانت کے وبال سے) واقف ہو۔ اور جانے رہو کہ
تمھارے مال اور تمھاری اولاد بس (دنیا کے) بکھیڑے ہین اور نیز یہ کہ اللہ (وہ ذات پاک ہی کہ)
اسکے یہان (نیکوکارون کے لیے) بڑا اجر (موجود) ہی۔

ان آیات کے قبل آیت ولو علم اللہ فیہم خیرا لاسمعہم ولو اسمعہم لتولوا وہم معرضون
مذکور ہی جس کا مفہوم یہ ہی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ احکام الٰہی فرماتے تو کفار یہ کہتے تھے
کہ اگر آپ قصی بن کلاب وغیرہ سیکڑون برس کے مردون کو زندہ کر دین وہ زندہ ہو کر آپ کی نبوت
کی گواہی دین گے تو ہم بھی آپ کی نبوت کو مانین گے کیونکہ وہ قوم عرب کے بزرگ ہین۔ اسکے جواب
مین اللہ نے یہ فرمادیا کہ اگر انمین قابلیت ہوتی تو خدا انکو انکی گواہی سنوا دیتا مگر انمین قابلیت نہین ہی اگر وہ
سیکڑون برس کے مردے زندہ بھی ہون اور یہ انکی گواہی سن بھی لین تب بھی نہین مانین گے۔
اسکے بعد یون فرماتا ہی کہ یاایہا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما
یحییکم یعنے اللہ اور رسول کا کہا مانو کہ وہ ایسے دین کی طرف رہبری کرتے ہین جس سے حیات
جاودانی نصیب ہو گی۔ کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تو یہ ہی کہ وہ خدا کے احکام کی
بجا آوری کی ہدایت کرتے ہین اور احکام الٰہی کا یہ حال ہی کہ وہ سب انسان کی بہتری پر مبنی ہین
تو ایسے احکام کی اطاعت واجب ہی۔ یا یون سمجھو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان و اسلام
لانے کی ترغیب دلاتے ہین جو باعث حیات قلب ہین کیونکہ کفر سے دل مردہ ہو جاتا ہی۔ یا یون
سمجھو کہ احکام قرآنی سب علم ہین اور علم حیات قلب کا سبب ہی۔ اور پھر اُسی اطاعت کی تاکید
مین ارشاد ہوا کہ واعلموا ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ اور جانے رہو کہ اللہ آدمی اور اُسکے
دل کے ارادے مین آڑے آجاتا ہی۔ یعنے جب خدا کی طرف سے موت آجائے گی تو پھر کچھ بن نہ پڑیگا

ف اور اگر اللہ انمین دیکھ بھی بہتری پاتا تو انکے سننے کی قابلیت بھی ضرور عطا فرماتا لیکن وہ ایسے کج سرشت ہین کہ اگر انکو خدا سننے کی قابلیت بھی دیتا تاہم یہ بدی ہوئی بات ہی کہ یہ لوگ منھ پھیر پھیر کر اُلٹے بھاگتے ۱۲

اور ہاتھ مل کر رہ جاؤ گے قبول ایمان کی طرف جلدی کرو وانہ الیہ تحشرون اور آخر کار سب
اسی کے حضور مین حاضر کیے جائین گے۔ طول بقا کا خیال کر کے امر خیر کے اختیار کرنے مین
تامل کرنا دانشمندی سے بعید ہی۔ اور پھر واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا سے
شدید العقاب تک مکرر جتایا گیا ہی کہ خدا سے ڈرتے رہو کہ وہ ایک عام فتنہ پیدا کر دیتا ہی
جسمین نیک و بدسب مبتلا ہو جاتے ہین یعنے خدا کی نافرمانی سے دنیا مین مصائب نازل ہوتے ہین
جنمین نیک و بدسب ہی آجاتے ہین۔ جیسا کہ وبا۔ قحط۔ غیر قومون کا محکوم ہونا۔ یہ سب خدا کی
نافرمانی کے نتائج ہین۔ جب عام طور پر احکام قرآنی کی اطاعت و انقیاد کا ذکر ہو چکا تو اب خاص
طور پر مسلمانون کو معصیت سے بچنے کے خطاب کر کے ارشاد فرماتا ہی کہ واذکروا اذ انتم قلیل
مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فاوٰکم وایدکم بنصرہٖ ورزقکم
من الطیبات لعلکم تشکرون کہ اُس زمانہ کو یاد کرو کہ رسول مقبول کی بعثت کے قبل
تمھاری تعداد بہت ہی کم تھی اور ذلت کی حالت مین بسر کرتے تھے اور جب مشرف باسلام ہو گئے
تو خدا کی عنایت سے تمھاری ذلت عزت سے بدل گئی اور ایسی رفعت نصیب ہوئی کہ تمھارے دلون
مین مشرکین عرب کا خوف باقی نہ رہا نہ وہ اب تمھاری نظر مین سمائے ہین۔ جب مکہ مین سخت پریشانی
مین بسر ہوئی تو مدینہ طیبہ کو ہجرت کے بعد تمھارے لیے ماوی و ملجا بنا دیا گیا اور اچھے اچھے کھانے
تمکو عنایت ہوے تو تم پر لازم ہی کہ بد کامون سے پرہیز کرو اور باہمی مخاصمت کو ترک کرو غنیمت
کے مال پر مت جھگڑو۔ جب نعمات کا ذکر ہو چکا تو خیانت سے احتراز کرنے کے لیے یون حکم ہوا
یاایھا الذین اٰمنوا لاتخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون وجہ نزول آیت

جابر بن عبد اللہ سے منقول ہی کہ ایک بار ابو سفیان مکہ سے بقصد جنگ روانہ ہوئے۔ اس بات کا علم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوگیا۔ اور آپ نے بھی اُن پر تاخت کا قصد فرمایا۔ ایک مناقق نے ابو سفیان کو اس واقعہ کی خبر کردی تاکہ وہ اپنے لیے کمین گاہ تلاش کرین اُسوقت آیت نازل ہوئی۔ اور بعضون نے یہ وجہ لکھی ہی کہ غنیمت کے مال مین بعض لوگ خیانت کرتے تھے اس آیت سے اسکی ممانعت ہوگئی۔ بہر حال مفہوم آیت عام ہی خیانت خلاف امانت ہی مسلمانون پر لازم ہی کہ خیانت سے بچین خیانت سے محبت واتفاق مین خلل پیدا ہوتا ہی وانتم تعلمون اسکے بُرے نتائج کو ہر شخص جانتا ہی۔ چونکہ اکثر خیانت کا وقوع مال واولاد کی محبت سے ہوتا ہی واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنة سے بیان کردیا گیا ہی کہ مال واولاد کی محبت مین خیانت اختیار کرکے مفت مین اپنی گردن کو عذاب الٰہی مین نہ پھنسائین۔ علاوہ اسکے اکثر وبیشتر ایسے قبیح افعال کا ارتکاب دنیوی نام ونمود کے خیال سے ہوتا ہی اسلیے ارشاد ہوا وان اللہ عندہ اجر عظیم کہ اگر ممنوعات سے محترز رہوگے تو آخرت مین خداے تعالی اسکا عمدہ معاوضہ عطا فرمائیگا۔ دنیا گذشتنی اور گذاشتنی ہی عقبی کی خوبیان دائمی ہین اس سے محروم رہنا خلاف عقل ہی غرضکہ خیانت سے بچنا حسن اخلاق کا جزو اعظم ہی۔ خائن خدا اور مخلوق خدا کی نظر سے گرجاتا ہی۔

قولہ تعالی ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ **ترجمہ** یہ (سزا ان لوگون کو) اس وجہ سے (دی گئی) کہ جو نعمت خدا نے کسی قوم کو دی ہو جب تک وہ لوگ آپ ہی اپنی صلاحیت کو نہ بدلین خدا کی عادت نہین

کہ (اسمین کچھ) ردوبدل کرے اور (نیز) اسوجہ سے کہ اللہ (سب کی) سنتا اور سب کو جانتا ہی) اور وہ اُس کے نزدیک اُس عذاب کے مستحق تھے۔

یہان کا فرون کے گرفتار عذاب ہونے کے دو سبب بیان ہوے ہین۔

ایک یہ کہ خود ان لوگون نے خدا کی نعمتون کی قدر نہ کی۔

دوسرا یہ کہ خدا سب کے حال سے واقف ہی۔ کفار کے دلون کی خرابیون سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔ اس سبب سے ان کو مستحق عذاب سمجھکر عذاب نازل کیا گیا۔ جیسا کہ فرعونیون اور ان سے پہلون کے ساتھ کیا گیا تھا۔ بدر کے واقعہ کے سبب منافقین مدینہ مسلمانون کو یہ کہتے تھے کہ یہ دین کے بھروسہ پر مغرور ہوگئے ہین۔ محمدؐ کے وعدون پر تین سو تیرہ ٹوٹے پھوٹے مسلمان ہزار جنگ جو اور بہادر قریش سے لڑنے چلے ہین۔ اس کا جواب آیات زیر بیان کے قبل خداے تعالی نے یہ دیا ہی کہ یہ مغرور نہین ہین بلکہ خدا پر بھروسہ رکھتے ہین جو کوئی خدا پر بھروسہ کرتا ہی تو اُسکے لیے اللہ کی حمایت کافی ہی۔ جبکہ خداے تعالی نے ان قومون کو عمدہ عمدہ نعمتین عقل، حکومت۔ سب کچھ عنایت فرمایا تھا تو اس کرم کا مقتضی یہ تھا کہ شکر و عبادت الٰہی مین مشغول رہتے۔ کفر سے باز آتے مگر افسوس ہی کہ ان لوگون نے اپنی تمام اوقات کو فسق و فجور مین صرف کردیا حالت کفر پر اَڑے رہے۔ گویا ان عقل کے معذورون نے خدا کی نعمتون کو اپنے اوپر حرام کرلیا۔ پس وہ اسبات کے مستحق ہوگئے کہ انکی اچھی حالت کو بُری حالت سے بدل دیا جائے۔ انسان کے لیے یہ بڑی عبرت کی بات ہی۔ عادت الٰہی تو یون جاری ہی کہ وہ کسی قوم کی اچھی حالت کو اُسوقت تک نہین بدلتا جبتک وہ قوم اخلاق رذیلہ اختیار کرکے خود اپنی تباہی کا سامان فراہم

نہ کرلے اسلیئے ہمیشہ اخلاق فاضلہ کے حصول کی کوشش کرنا چاہیے ۔ ازماست کہ برماست کا معاملہ ہے۔

خصوصًا فی زماننا مسلمانون کے ادبار کی وجہ یہی ہے کہ ان سے اسلام کی خوبیان دور ہوگئین برے عادات مین پھنس گئے ہین سب سے بڑی غلطی یہ کر رہے ہین کہ دینی تعلیم کی طرف توجہ نہین جب تک مسلمان قرآن وحدیث سے بہرہ ور نہون گے راہ سعادت سے بھٹکتے رہین گے خدا ے تعالی توفیق خیر عطا فرمائے۔

قوله تعالیٰ اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝

ترجمہ (حقیقت مین تو) اللہ کی مسجدون کو وہی آباد رکھتا ہے جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لایا اور نماز پڑھتا اور زکوۃ دیتا رہا اور خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ مانا تو ایسے لوگون کی نسبت توقع کی جا سکتی ہے کہ (آخرکار) اُن لوگون مین (جا شامل) ہون گے جو منزل مقصود پر پہونچے۔

مکہ کے بت پرست قدیم سے خانہ کعبہ کی تعمیر کرتے تھے ایام حج مین لوگون کو پانی بھی پلایا کرتے تھے اسلیے وہ اپنی نیکیون پر فخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم مجاور بیت اللہ اور اُسکے خادم ہین ہم سے بڑھکر خدا کے نزدیک کس کا رتبہ ہے ان آیات مین اللہ تعالی نے اس دعوے کی تردید کی ہے کہ مساجد کی تعمیر کرنا یا اُسکی رونق بڑھانا اور وہان رہکر عبادت کرنا یہ سب باتین خلوص اور توحید پر مبنی ہین سو یہ بات مشرکین کو کہان میسر ہے بلحاظ حکم انما المشرکون نجس اب تو کفار مرمت مساجد بھی نہین کر سکتے کہ شیوع الاسلام کے بعد تو یہ سب نعمتین مسلمانون کے لیے ہی مختص

ہو گئی ہین - غرضکہ اسلامی خدمتون کا ادا کرنا واجب ہی - وہی لوگ مہذب کہلانے کے مستحق ہین جو قومی خدمات کی انجام دہی مین کمر ہمت کو چست باندھے ہین -

قوله تعالیٰ قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُم مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ترجمہ (اے پیغمبر مسلمانون کو) سمجھا دو کہ اگر تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری بیبیان اور تمھارے کنبے دار اور مال جو تم نے کمایا ہی اور سوداگری جسکے مندا پڑنے کا تمکو اندیشہ ہو اور مکانات جن دمین رہنے کو) تمھارا جی چاہتا ہی (اگر یہ چیزین) اللہ اور اُسکے رسول اور اللہ کے رستے مین جہاد کرنے سے تمکو زیادہ عزیز ہون تو ذرا صبر کرو - یہانتک کہ جو کچھ خدا کو کرنا ہی وہ (تمھارے سامنے) لا موجود کرے اور اللہ ان لوگون کو جو (اُسکے حکم سے) سرتابی کرین ہدایت نہین دیا کرتا -

مفہوم آیت سے معلوم ہو سکتا ہی کہ طبقہ اولیٰ کے مسلمانون کے حق مین بڑی سختی رہی ہی ایک حساب سے ان کو بالکل علائق دنیا کے ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہی - لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو دین حق کی جماعت قائم نہ ہوتی اور آخر یہی ہوا کہ مسلمان حکم خدا پر ثابت قدم رہے اور کفار گروہ کے گروہ مسلمان ہوتے گئے اور مسلمانون کو بہت عرصہ تک ترک علائق کی مصیبت نہ اُٹھانی پڑی - یہ آیت سورۂ برات کی ہی اس سورہ کے نازل ہونے کی وجہ یہ ہی کہ ہجرت کے آٹھوین سال جب مکہ فتح ہوا تو بہت سی قومین اسلام لائین اور بعضون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد و پیمان کر لیا

جب نوین سال ہجری مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شام کی طرف غزوۂ تبوک کو تشریف لیگئے
توبہت سی قوموں نے بدعہدی کی منافقون نے بہت افواہین اُڑائین غرضکہ وہان سے لوٹنے
کے بعد یہ سورۃ نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حاجیون کا قافلہ سالار
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کیا۔ اور بعد مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے ناقہ پر سوار
کر کے بھیجا کہ مجمع عام مین سورۂ برات کی آیات لوگون کو سنادین جنکا مفہوم یہ ہہ کہ آیندہ
سے کسی مشرک کا عہد باقی نرہا۔ لوگون نے کہا اے علی اپنے بھائی سے کہدیجیو کہ ہمنے خود
عہد کو توڑ ڈالا اب تلوار ہہ یا تیر۔ اور خاصکر آیت زیر بیان کے نزول کی وجہ یہ ہہ کہ بعض مسلمانون
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم اپنے عزیز واقارب سے کیسے بالکلیہ قطع تعلق
کر سکتے ہین جسمین ہمارے مان باپ بھائی بند سے تعلق چھوڑنا پڑتا ہہ تجارت کی کساد بازاری
ہوتی ہہ نقصان مال اور بربادی ملک کا اندیشہ ہہ تو اللہ تعالی کی بارگاہ سے حکم صادر ہوا کہ اگر
دین کی سلامتی چاہتے ہو تو ان سب نقصانات کا برداشت کرنا لازمی ہہ۔ اس آیت مین اُن
چار باتون کا ذکر فرمایا گیا ہہ جنکی وجہ سے قرابتدارون کے ساتھ خلط ملط رکھنے کی ضرورت
لاحق ہوتی ہہ۔

(۱) ایک تو مان باپ بھائی بند وغیرہ کا تعلق۔

(۲) دوسرا کمائی کے مال کو محفوظ رکھنے کی تمنا۔

(۳) تیسرا تجارت سے نفع حاصل کرنے کی توقع۔

(۴) چوتھا قدیم مکانون کا انس اور وطن کی محبت۔

اس آیت مین ان چارون امور کو اچھی طرح بیان کردیا گیا ہی اور جتلادیا گیا ہی کہ دین کی محبت کے آگے یہ سب چیزین ہیچ ہین الحاصل اخلاق کی درستی کے لیے دین پر قائم رہنا بھی ضرور ہی اگر دین ہی کو پس پشت ڈالدیا گیا تو حسن اخلاق کا حال معلوم

قولہ تعالیٰ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ أَرَضِيتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ترجمہ مسلمانو۔ تم کو کیا ہو گیا ہی کہ جب تم سے کہا جاتا ہی کہ راہ خدا مین (لڑنے کے لیے) نکلو تو تم زمین پر ڈھیر ہوے جاتے ہو۔ کیا آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی پر قناعت کر بیٹھے ہو۔ (اگر یہ بات ہی) تو دیہ تمھاری سخت غلط فہمی ہی کیونکہ) آخرت کے (فائدون کے) مقابلے مین دنیا کی زندگی کے فائدے محض بے حقیقت ہین۔

ہجرت کے نوین سال رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ طائف سے واپس ہوتے ہی جنگ تبوک کا اعلان فرمادیا تھا۔ کیونکہ شام سے ایک قافلہ والون نے آپ کو خبر دی تھی کہ ہرقل شاہ روم کو اسکے خوشامدیون نے یہ سمجھایا ہی کہ آپ کا وصال ہو گیا۔ آپکے ملک مین قحط ہی لوگ پریشان حال بیسروسامان ہین ملک آسانی سے مفتوح ہو سکتا ہی اسیلیے اسنے ایک کثیر فوج کا اہتمام کیا ہی۔ قباد کو چالیس ہزار فوج کا حاکم مقرر کرکے عرب کے نصرانی۔ قبائل لخم۔ جذام۔ عاملہ۔ غسان۔ وغیرہ کو مدد کے لیے متعین کیا گیا ہی۔ یہ خبر پاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانون کو جہاد کے لیے آمادہ کیا، واقعی اس سال قحط تھا۔ گرمی کے دن تھے۔ کھجورون کا موسم تھا۔ سفر بھی دور کا تھا۔ شاہ روم سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ مسلمانون مین نہایت

تنگ دستی تھی۔ رستہ مین پانی کی قلت تھی۔ ان وجوہ سے لوگ خصوص منافقین چلنے سے ذرنگ
کرتے تھے اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی جسمین مسلمانون پر تہدید وتاکید شدید ہی اور یہ ظاہر کیا گیا
ہی کہ جہاد سے دل چرانے کی اصلی وجہ چند روزہ زندگی کی محبت ہی جو نہایت خسیس اور حقیر شی ہی
آخرت کی خوبیون کے مقابلہ مین اسکی کوئی ہستی نہین ہی۔ خدا ورسول کی فرمان برداری مین
دنیا کی ناپائدار زندگی ہیچ اور لاشی سمجھنا شعار اسلام ہی جب نفس اسطرح محکوم ہوجائے تو اوربداخلاقیون
مین پھس نہین سکتا۔ اور ایسے ہی نفوس مہذب کہلائے جا سکتے ہین۔

قوله تعالیٰ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيعُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ
أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ترجمہ اور مسلمان مرد اور
مسلمان عورتین ایک کی رفیق ایک کہ (لوگون کو) نیک کام کرنے کی ہدایت کرنے اور بُرے
کام (کرنے) سے روکتے اور نماز پڑھتے اور زکوۃ دیتے۔ اور اللہ اور رسول کے حکم پر چلتے ہی
لوگ ہین جن (کے حال) پر اللہ عنقریب رحم کریگا۔ بیشک اللہ زبردست (اور) صاحب تدبیر ہی۔

اس آیت کے ماقبل قرآن مجید مین منافقین کے افعال قبیحہ کا ذکر شرح وبسط کے ساتھ
ہوا ہی اور یہ بات بھی بیان ہوئی ہی کہ جیسے انکے مرد خبیث بیدین ہین ویسی ہی عورتون کی حالت
بھی ہی۔ اسلام کی تحقیر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مین گستاخانہ کلمات کا استعمال ان کا
شیوہ ہی والمؤمنون والمؤمنات بعضہم اولیاء بعض سے یہ بیان کیا گیا کہ مسلمان
مرد وعورت یک دوسرے کے رفیق ہوتے ہین آیت زیر بیان مین مومنین کی پانچ صفتین

بیان ہوئی ہین۔

(۱) یأمرون بالمعروف مسلمانون کا فرض ہی کہ خواہ مرد ہو یا عورت ہمیشہ دوسرے لوگون کو نیک کام کی ہدایت کرتے رہین۔

(۲) وینھون عن المنکر اور بُرے کامون سے بچنے کے لیے ٹوکتے رہین۔

(۳) یقیمون الصلوۃ نماز کے پابند رہین۔

(۴) ویؤتون الزکوۃ زکوۃ کی ادائی کو لازمی سمجھین۔

(۵) ویطیعون اللہ ورسولہ خدا اور اُسکے رسول کے احکام کی طاعت کرین۔

انھین پانچ چیزون سے مومن اور منافق مین امتیاز قائم کیا گیا ہی سیرحمھم اللہ سے یہ بات بیان ہوئی ہی کہ جسطرح منافقین کی بدکرداری کی سزا جہنم ہی مومنین کے اعمال خیر کی جزا جنت ہی۔ اور پھر ان اللہ عزیز حکیم مبالغہ ترغیب و ترہیب کے طور پر ذکر فرمایا ہی کیونکہ عزیز وہی ہی کہ جب وہ اپنے بندون پر رحمت یا عقوبت کرنا چاہے تو اُسکو کوئی روک نہین سکتا اور حکیم وہ ہی جس کا ہر کام مصالح (عباد) پر مبنی ہوتا ہی۔ غرضکہ ایک دوسرے کی اعانت کرنا جسکو قومی ہمدردی کہتے ہین۔ مسلمانون کا شیوہ ہی جو تہذیب اخلاق کا جزو اعظم ہی۔

قولہ تعالیٰ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ **ترجمہ** اور مہاجرین اور انصار مین سے جن لوگون نے (اسلام کے قبول کرنے مین) سبقت کی (اور) سب سے پہلے (ایمان لائے) اور نیز وہ لوگ جو ان کے بعد خلوص دل سے

داخل ایمان ہوئے خدا ان سے خوش اور وہ خدا سے خوش اور خدا نے ان کے لیے بہشت مین (ایسے) باغ تیار کر رکھے ہین جن کے تلے نہرین پڑی بہ رہی ہین اور یہ انمین سدا (اور ہمیشہ) ہمیشہ رہین گے (اور) یہی بڑی کامیابی ہی۔

اس آیت کے ماقبل قرآن مجید مین اُن جنگلی قبائل عرب کا ذکر ہوا ہی جنکو بدوی کہتے ہین۔ اسمین دو قسم کے لوگ تھے ایک وہ جو شوکت اسلام سے ڈر کر مسلمانون کا ساتھ دیتے اور اسلام ظاہر کرتے تھے صدقہ و زکوۃ کو ایک تاوان خیال کرتے تھے اور دلمین مسلمانون کے لیے بُرے وقت کا انتظار کرتے تھے الاعراب اشد کفرًا ونفاقا کے الفاظ انھین کے لیے نازل ہوے ہین۔ اور بعض اسد اور قیامت پر ایمان رکھتے تھے صدقہ اور خیرات کو باعث ثواب جانتے تھے اس گروہ کا ذکر ومن الاعراب من یؤمن کے ساتھ ہوا ہی اسکے بعد آیت زیر بیان مین مہاجرین وانصار کے فضائل کا ذکر کیا گیا ہی اسمین بھی دو طبقہ ہین۔ ایک وہ جنھون نے ایمان لانے مین سبقت کی یا عموماً ہر نیک کام مین سبقت کرتے تھے والسابقون الاولون مین انھین کی طرف اشارہ ہی اور دوسرے وہ جو نیک کام مین گروہ اول کی اتباع کرتے تھے اتبعوھم باحسان سے وہی طبقہ مراد ہی۔ اور دونون گروہ کو اللہ تعالی کیطرف سے دو بشارتین ہین ایک یہ کہ وہ اللہ سے اور اللہ اُن سے راضی ہی حقیقت مین یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہی دوسرے یہ کہ وہ جنت مین ہمیشہ رہین گے یہ اللہ جل شانہ کی عنایت و کرم بخشی ہی۔ غرضکہ نیک کام کے کرنے مین سبقت کرنا یا نیک کامون کی پیروی کرنا شیوہٴ پسندیدہٴ اسلام ہی۔

قولہ تعالی اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَیَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ

هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ - وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ - ترجمہ کیا ان لوگون کو خبر نہین که اسد ہی اپنے بندون کی توبہ قبول کرتا اور وہی خیرات کا مال لیتا اور اسد ہی بڑا توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہی - اور (اے پیغمبران کو) سمجھا دو کہ تم (اپنی جگہ) عمل کرتے رہو سو ابھی تو اسد تمھارے عملون کو دیکھے گا اور اسد کا رسول اور مسلمان (بھی دیکھین گے) اور عنقریب (مرنیکے پیچھے) تم اُس (دانا ئے مطلق) کی طرف لوٹائے جاؤگے جو غائب اور حاضر (سب کچھ) جانتا ہی - پھر جو کچھ تم (دنیا مین کرتے رہے ہو وہ تمکو اس (کی حقیقت) سے آگاہ کر دیگا -

جنگ تبوک مین بعض لوگ سستی اور کاہلی سے بیٹھ رہے آخر وہ نادم اور تائب ہوئے - یہانتک انھون نے کہا کہ جب رسول مقبول صلی اسد علیہ وسلم مدینہ کے قریب آپہونچے تو مارے ندامت کے اُنھون نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے یہ کہکر باندھ دیا کہ جب آنحضرت صلی اسد علیہ وسلم ہمین کھولین گے تو کھلین گے آپ نے مسجد مین آکر یہ حال دیکھا اور دریافت کیا تو فرمایا کہ مین بھی جب ہی کھولون گا جب اسد حکم دیگا چنانچہ یہ لوگ کئی روز تک بندھے رہے اور روتے رہے آخر ش آیت الم یعلموا ان اللّٰه هو یقبل التوبة نازل ہوئی (کیا ان لوگون کو خبر نہین کہ اسد ہی اپنے بندون کی توبہ قبول کرتا ہی) ان لوگون کی تعداد مین اختلاف ہی بعض مفسرین دس کہتے ہین اور بعض سات انمین ابی لبابہؓ بھی شریک تھے آپ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اسد علیہ وسلم اسکے شکرانے مین کہ خدا نے توبہ قبول کی اپنا گھر بار سد دینا چاہتا ہون آپ نے فرمایا ثلث بہت ہی - اسکے بعد ان عذر کرنے والون اور توبہ کرنے والون اور دیگر بندگان کے لیے

ترغیباً و ترہیباً ایک ایسی بات کہی گئی ہے کہ اگر اسکا لحاظ رکھا جائے تو معاصی سے بچنے اور طاعت
آلٰہی کے اختیار کرنے مین ہمیشہ انسان سرگرم رہ سکتا ہے قل اعملوا سے آخر آیت تک اسی بات کا
ذکر ہے یعنے تم اپنا کام کیے جاؤ۔ اللہ اور رسول اور مومنین تمھارا کام دیکھ لین گے اور قریب ہے کہ
مرنے کے بعد اُس قادر مطلق کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو چھپی اور کھلی باتین سب جانتا ہے اور معلوم
ہوجائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ اس سے صرف اچھے کام کرنے کی ہدایت مقصود ہے تا کہ
اعمال حسنہ سے اخلاق فاضلہ حاصل ہون۔

قولہ تعالی إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي
سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ
مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ التَّائِبُونَ الْعَابِدُونَ
الْحَامِدُونَ السَّائِحُونَ الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ الْآمِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنكَرِ
وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ترجمہ اللہ نے مسلمانون سے ان کی جانین اور ان کے
مال (اس وعدے پر) خرید لیے ہین کہ ان کے بدلے مین ان کو جنت (دیگا یہ لوگ جان و مال کی پروا
نکرکے) اللہ کے رستے مین لڑتے ہین (اور لڑتے ہین) تو (دشمنون کو) مارتے اور (آپ بھی) مارے جاتے
ہین یہ خدا کا پکا وعدہ ہے جسکا پورا کرنا اُس نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے (اور وہ) تورات اور انجیل
اور قرآن مین موجود ہے اور خدا سے بڑھکر اپنے قول کا پورا اور کون ہوسکتا ہے تو (مسلمانو) اپنے (اس)
سودے کی جو تمنے خدا کے ساتھ کیا ہے خوشیان مناؤ۔ اور یہ (معاملہ جو تم نے خدا سے کیا ہے آمین
تمھاری) بڑی کامیابی ہے (یہی لوگ ہین جن مین اتنی صفتین ہین) توبہ کرنے والے۔ عبادت گزار۔

(خدا کی حمد) ثنا کرنے والے (خدا کی راہ مین) سفر کرنے والے۔ رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے (لوگون کو) نیک کام کی صلاح دینے والے اور بُرے کام سے منع کرنے والے۔ اور اللہ نے جو حدین باندھ دی ہین اُن کی نگاہ رکھنے والے اور (اے پیغمبر) ایسے مسلمانون کو خوشخبریان سنا دو۔

اس آیت کے ماقبل اُن منافقین کا ذکر ہوا ہی جنہون نے جنگ تبوک مین کنارہ کشی اختیار کی تھی اور ان کا کیا حشر ہوگا اور آیت تیر بیان مین جہاد کی فضیلت اور اُسکی حقیقت بیان ہوئی ہی قرطبی نے نزول آیت کی وجہ یہ لکھی ہو کہ مکہ مین لیلۃ العقبہ مین ستر انصاریون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعیت کی تب عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے لیے اور اپنے لیے جو جو شرائط منظور ہون کرا لیجیے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ کے لیے تو یہ شرط کرو کہ اسکی عبادت کرین گے اور کسی کو اُسکا شریک نہ بنائین گے اور میرے لیے یہ شرط کرو کہ جو بات تم اپنے نفس اور مال کے لیے پسند نکرو میرے لیے بھی وہ پسند نکرو۔ یعنے انچہ برخود نہ پسندی بر دیگران مپسند۔ تو انصار نے کہا کہ اس معاہدے سے ہمکو کیا حاصل ہوگا تو آپ نے فرمایا جنت۔ انصار نے کہا کہ یہ تو بہت ہی فائدہ مند معاملہ ہی اسکو ہم ہرگز ترک نکرین گے۔ اُسوقت آیت ان اللہ اشتری مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ انفسہم واموالہم بان لہم الجنّۃ نازل ہوئی۔ درحقیقت جب کوئی مومن جہاد مین اپنی جان دیتا ہی یا اپنا مال خدا کی راہ مین خرچ کرتا ہی تو اُسکا معاوضہ جنت ہی وقال الصادق علیہ الصلوٰۃ والسّلام لیس لابدانکم ثمن الا الجنۃ فلا تبیعوھا الا بھا [1]

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانون تمھارے جسم کی کوئی قیمت نہین ہی مگر جنت اسکو فروخت نکرو مگر جنت سے ۱۲

جبکہ مومنین کے نفس و مال کا مشتری اللہ ہی تو پھر کوئی بائع بھی ہونا چاہیے یہان بائع بھی
خدا ہی اور مشتری بھی خدا ہی۔ اور ایسی بیع صرف اُس ولی کے لیے جائز ہی جو کسی ایسے طفل کے فائدے
کے لیئے کرے۔ جو مصالح بیع و شرا سے ناواقف ہو تو آیت کا معنی یون ہوگا کہ مومنین ایسے اطفال
کے مانند ہین جو اپنے نفوس و اموال کے صرف کے فوائد سے ناواقف ہین۔ خداے تعالی انکا ولی
جائز ہی اسلیئے وہ انکی جان و مال کو ایسے سودمند کامون مین صرف کرنے کی ہدایت فرماتا ہی جس سے
سعادت کے درجات عالیہ حاصل ہو سکتے ہین یعنے جہاد۔ اور مال کا نیک کام مین صرف کرنا۔ آخر
آیت مین فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ سے اسی سعادت کی خوشخبری کا اظہار ہوا ہی اور پھر
اس بیع و شرا کی تفسیر یون فرمائی گئی ہی کہ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون ویقتلون۔ مسلمان
خدا کی خوشنودی کے لیئے آمادہ جہاد ہو جاتے ہین کافرون کو قتل کرتے ہین اور جنگ سے مُنھ نہین
موڑتے حتی کہ خود بھی شہید ہو جاتے ہین۔ لفظ جہاد عام ہی جسمین ہر قسم کا جہاد داخل ہی دلائل
توحید کو بیان کر کے مشرکین کو قبول اسلام کی طرف مائل کرنا بہترین جہاد ہی وعداً علیہ فی التوریٰۃ
والانجیل والقرآن سے یہ بیان ہوا ہی کہ ایسے مومنین کے لیے جسکا ذکر اوپر ہوا ہی جنت کا
میسر ہونا توراۃ۔ انجیل اور قرآن سے ثابت ہی ان مقدس کتابون مین خداے تعالی عطاے
جنت کا وعدہ فرما چکا ہی۔ یا یہ کہ جہاد کا حکم تمام شریعتون مین موجود ہی اور پھر ارشاد ہوا ومن اوفی
بعہدہ من اللہ خدا سے بہتر اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہی کیونکہ عہد کا توڑنا مکر و کید
مین داخل ہی جس سے خدا منزہ ہی اور پھر ارشاد ہوا کہ ذلک الفوز العظیم خدا کے احکام کی
تعمیل اگر خلوص کے ساتھ ہو تو اسکا نتیجہ دخول جنت ہی حقیقت مین یہ بڑی کامیابی ہی۔ اگر اس

آیت شریف کے معنی پر بکر رغور کرو تو معلوم ہوسکتا ہی کہ خدا کے عہد کی سچائی کی نسبت کئی تاکیدی جملے مستعمل ہوے ہین۔

(۱) اِنَّ اللہَ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم سے جب خدای تعالی کا مشتری ہونا ثابت ہی تو اسکے معاملہ مین کذب وخیانت کا دخل نہین ہوسکتا۔

(۲) ایسے عہد کی جزا جنت بیان ہوئی ہی جو بمنزلہ حق مؤکد ہی۔

(۳) وعدًا کے لفظ سے صاف مستنبط ہوتا ہی کہ خدا کا وعدہ سچا ہی۔

(۴) علیہ کلمۂ علیٰ وجوب کے لیے مستعمل ہوتا ہی۔

(۵) حقا یہ لفظ اس وعدہ کی سچائی کی تاکید کے طور پر استعمال کیا گیا ہی۔

(۶) فی التوراۃ والانجیل والقران۔ تمام کتب الٰہی کو بطور شہادت بیان کیا گیا ہی۔ اور تمام انبیا اور رسل کو گواہ گردانا گیا ہی کیونکہ کتب الٰہی سب انبیا ورسل علیہم السلام پر ہی نازل ہوئی ہین۔

(۷) ومن اوفی بعھدہ من اللہ تاکید انتہائی ہی۔

(۸) فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم بہ تاکید پر تاکید ہی۔

(۹) وذلک ھوالفوز اس وعدہ کی تکمیل کا نتیجہ کامیابی ہی۔

(۱۰) العظیم کامیابی بھی معمولی نہین بلکہ بہت بڑی کامیابی ہی۔

اسکے بعد مومنین کی توصیف بیان فرماتا ہی۔

(۱) التائبون ہر قسم کی برائی سے جو باقتضاے بشریت صادر ہوگئی ہو توبہ کرتے ہین۔

(۲) العابدون اللہ جل شانہ کی عبادت کرتے ہین۔

(۳) الحامدون ہر حال مین خداے تعالی کی حمد کرتے ہین یعنے جو کچھ اُس نے عنایت کیا ہو اُس سے خوش ہین۔

(۴) السائحون خدا کی راہ مین سفر کرتے ہین طلب علم کے لیے یا جہاد کے لیے۔

(۵-۶) الراکعون الساجدون رکوع اور سجدہ کرنیوالے ہین یعنے نماز پڑھتے ہین۔

(۷) الآمرون بالمعروف اچھی باتون کا حکم کرتے ہین۔

(۸) والناھون عن المنکر بُری باتون سے منع کرتے ہین۔

(۹) والحافظون لحدود اللہ احکام آلہی کی نگہبانی کرتے ہین۔

اور آیت کی تتمیم لبشّر المؤمنین کے ساتھ ہوئی ہو۔ یعنے اسلامی اخلاق کے یہ نو ۹ ارکان ہین اگر انکی پوری پوری پابندی ہو جائے تو پھر کیا ہی نفس کی تہذیب درجۂ کمال کو پہونچ جاتی ہو۔

قولہ تعالی وَمَا کَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ **ترجمہ** اور (یہ بھی) مناسب نہین کہ مسلمان سب کے سب (اپنے اپنے گھرون سے) نکل کھڑے ہون (اور مدینے مین اُٹھ بسین) ایسا کیون نہ کیا کہ ان کی ہر ایک جماعت مین سے کچھ لوگ (اپنے گھرون سے) نکلے ہوتے کہ دین کی سمجھ پیدا کرتے اور جب (سیکھ سمجھ کر) اپنی قوم مین واپس جاتے تو ان کو (نا فرمانی خدا سے) ڈراتے شاید وہ لوگ (بھی بُرے کامون سے) بچین۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد مین

تشریف فرما ہوتے تھے تو بجز منافقین اور معذورین کے سب آپ کے ساتھ ہو جایا کرتے تھے مگر غزوۂ تبوک مین کچھ لوگ پیچھے رہ گئے تھے - اور وہ عتاب الٰہی مین آگئے تو پھر یہ حالت ہوگئی تھی کہ جب کبھی جہاد مین جانے کی ضرورت پیش آئی تو سب کے سب چلے جانے لگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہجاتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی کہ چند لوگ جہاد مین جایا کرین اور چند آنحضرت کے پاس رہکر مسائل دینیہ وحی نازل شدہ سیکھا کرین - جب جہاد والے واپس ہون تو یہ لوگ انکو تعلیم دیا کرین - بعض کہتے ہین کہ جسطرح جہاد فرض ہوا اسیطرح مسائل دین کا سیکھنا بھی اس آیت سے فرض ہوا اسلیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مین لوگون کو مدینہ آنے کی ضرورت ہوتی تھی وقت واحد مین لوگون کا آنا دشوار تھا اسلیے حکم ہوا کہ ایک گروہ جاکر تعلیم پائین - اور بقیہ لوگون کو آکر تعلیم دین - علم دین کے حاصل کرنے کا قومی مقصد یہی ہے کہ علم دین کی اشاعت کیجائے اور ناواقف لوگون کو راہ راست پر لانے کی کوشش کیجائے - اگر علم دین کا حصول محض دنیا طلبی کے لیے ہوا تو پھر اس آیت کے مصداق بنجاتے ہین الَّذِینَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یَحْسَبُونَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُونَ صُنْعًا[١] الغرض قومی تعلیم مین سعی و کوشش کرنا بھی تہذیب اخلاق کا جزو اعظم ہے -

قولہ تعالیٰ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِینَ رَءُوفٌ رَّحِیمٌ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیمِ **ترجمہ** (لوگو!) تمھارے پاس تم ہی مین سے ایک رسول آئے ہین - تمھاری تکلیف ان پر

---

[١] (ہان تو یہ) وہ لوگ (ہین) جنکی دنیاوی زندگی کی کوشش (سب گئی گذری ہوئی اور وہ اپنی (غلط فہمی سے) اسی خیال مین ہین کہ وہ اچھے کام کر رہے ہین ١٢

شاق گذرتی ہے (اور) ان کو تمھاری بہبود کا ہُو کا ہے (اور) مسلمانون پر نہایت درجے شفیق (اور) مہربان ہین - اس پر بھی یہ لوگ سرتابی کرین تو (اے پیغمبر ان سے صاف) کہدو کہ مجکو خدا بس کرتا ہے اُسکی ذات کے سوا کوئی معبود نہین مین اُسی پر بھروسہ رکھتا ہون - اور عرش جو مخلوقات مین سب سے بڑا ہے اس کا بھی وہی مالک ہے -

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے نازک زمانے مین ہوئی تھی کہ روے زمین پر کفر و بدکاری کی گھٹا چھائی ہوئی تھی طبیعتو نکی سختی اور نفاق حد درجہ بڑھ گیا تھا - باوجود معجزات دیکھنے کے لوگ آپ کی نبوت اور وحی مین شک کرتے تھے اسیلیے سورۂ توبہ کے خاتمہ پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ شکوک زائل ہو جائین -

(۱) لقد جاءکم رسول من انفسکم یعنے تمھین مین کا رسول تمھارے پاس بھیجا گیا ہے جس کے سچے حالات و امانت داری کو ابتدا ے عمر سے تم اچھی طرح جانتے ہو - کوئی غیر نہین کہ جس سے واقف نہون - اگر تمھارے رسول جنس ملائکہ سے ہوتے تو البتہ تمکو ان کے حالات کے معلوم کرنے مین وقت پیش آتی -

(۲) عزیز علیہ ما عنتم یہ رسول تمھارے دلی دردمند اور بہی خواہ ہین -

(۳) حریص علیکم حد سے زیادہ تمھاری بہتری کے خواہشمند ہین - انکی دلی تمنا یہ ہے کہ دنیا اور دین کی خوبیان تمھین ملجائین -

(۴) بالمؤمنین رؤف رحیم وہ مسلمانون کے ساتھ نہایت نرمی اور مہربانی سے پیش آتے ہین -

فان تولّوا اى محمد اگر باوجود ایسے رحم وکرم کے بھی مشرکین تمھاری باتون کو نہ مانین تو کھدو کہ حسبی اللہ الخ خداے تعالی کی عنایت کافی ہی اس پر میرا بھروسہ ہی وہ ایسا پروردگار ہی کہ عرش عظیم کا مالک ہی۔

غرضکہ جسطرح تخلقوا باخلاق اللہ کا حکم ہی اسیطرح اخلاق محمدی سے مستفیض ہونیکی تعلیم ہوئی ہی خُلق محمدی یہی ہی کہ ہر ایک کے ساتھ مہربانی سے پیش آئین اور ہر ایک کی بہتری کے آرزومند رہین۔

قوله تعالى اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ ترجمہ جن لوگون کو (مرے پیچھے) ہم سے ملنے کا کھٹکا ہی نہین اور وہ دنیا کی زندگی سے خوش ہین اور اُسکی وجہ سے اُن کی خاطر جمع ہی۔ اور جو لوگ ہماری (قدرت کی) نشانیون سے غافل ہین یہی لوگ ہین جن کی کرتوت کا بدلہ یہ ہوگا کہ ان کا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہے جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے عمل (بھی) نیک کیے۔ ان کے ایمان کی برکت سے ان کو ان کا پروردگار (نجات کا) رستہ دکھاوے گا۔ کہ (مرے پیچھے) آسایش کے باغون مین (رہین گے اور) انکے تلے نہرین پڑی بہ رہی ہونگی۔ ان (باغون) مین (داخل ہوتے ہی) پکار اُٹھین گے کہ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ (یعنے بارخدایا تیری ذات پاک ہی) اور ان (باغون) مین

ان کی (باہمی) دعاے خیر سلام (علیک) ہوگی اور جب جنت مین اطمینان سے بیٹھ لین گے توانکی آخر بات ہوگی الحمد للہ رب العالمین (یعنے ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہی جو دونون جہان کا پروردگار ہی)۔

یہ چند آیات سورہ یونس کے ہین جسکا نزول ہجرت سے پیشتر مکہ مین ہوا ہی۔ جبکہ تمام عرب بلکہ تمام دنیا مین گمراہی اور بدکاری پھیلی ہوئی تھی۔ ہر طرف بت پرستی اور اوہام باطلہ کا زور تھا بعض دہریہ تھے کہ خدا کے وجود کے ہی قائل نہ تھے۔ بعض خدا کے تو قائل تھے مگر حشر اجساد اور سلسلۂ نبوت کے منکر تھے اسوقت بھی ان فرقون کا وجود دنیا مین باقی ہی۔ غرضکہ ان آیات مین انھین لوگون کی چار صفتین بیان ہوئی ہین۔

(۱) ان الذین لا یرجون لقاءنا بعض تو دنیا کی فانی لذتون مین ایسے منہمک ہین کہ ان کے دل مین خدا سے ملنے کا خیال ہی نہین۔

(۲) رضوا بالحیوٰۃ الدنیا شب و روز دنیا ہی کے حاصل کرنے مین سرگردان ہین لذائذ جسمانیہ پر غش ہین سعادت روحانیہ اور معارف ربانیہ کے حصول کا شوق انکے دل مین نہین ہی۔

(۳) اطمأنوا بھا انکو حیات دنیا پر پورا بھروسہ و اطمینان ہی برخلاف اہل سعادت کے کہ جنکو ذکر الٰہی سے تسلی ہوتی ہی۔

(۴) والذین ھم عن اٰیاتنا غافلون۔ وہ خدا کی قدرت کی نشانیون سے غافل ہین۔ یہانتک کہ موت کے نام سے بھی گھبراتے ہین۔

اولٰئک مأوٰھم النّار بما کانوا یکسبون ایسے لوگ اپنے افعال کی سزا مین

آخر کار دوزخ مین جگہ پائین گے۔

ساتھ ہی اہل سعادت کے چند اوصاف یون ذکر ہوے ہین۔

(۱-۲) اِنَّ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحات انسان مین دو قوتین ودیعت ہین ایک نظری اور دوسری عملی۔ قوت نظری کی تکمیل ایمان سے ہوتی ہے اور قوت عملی کی تکمیل نیک اعمال سے تو جو لوگ ایمان بھی لائے اور نیک عمل بھی کیے تو گویا اُنھون نے سعادت کا پورا سامان جمع کرلیا۔ یہی لوگ ہدایت سے بہرہ مند ہون گے یھدیھم ربھم بایمانھم[1]

(۳) تجری من تحتھم الانھار فی جنات النعیم ایسے نیک اور بامراد لوگ آخرت مین ایسے خوش فزا باغون مین رہا کرین گے جنکے نیچے معارف واعمال صالحہ کی نہرین جاری ہین گی

(۴) دعوٰھم فیھا سبحانک اللّٰھم اور جنت کی خوبیون کو دیکھ کران کی زبان پر یہ وظیفہ جاری ہوگا کہ سبحان اللہ یعنے بارخدایا تیری ذات پاک ہے۔

(۵) تحیتھم فیھا سلام اور وقت ملاقات ان کے باہمی دعاے خیر سلام علیک ہوگی۔

(۶) آخر دعوٰھم ان الحمد للہ رب العالمین۔ اور جب جنت مین اطمینان سے بیٹھ لین گے تو انکا آخری وظیفہ الحمد للہ رب العالمین ہوگا۔

اس مختصر بیان سے نفس کو راہ راست پر لانے کے لیے سعادت وشقاوت کی کیفیت جس خوبی کے ساتھ بیان ہوئی ہے وہ مزید صراحت کی محتاج نہین ہے۔

قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِم بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ

---

[1] راہ نیک بتلاتا ہے انکو پروردگار ان کے ایمان کی وجہ سے ۱۲

وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ
دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ
اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا
وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ۔ اَتٰهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا
حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ۔ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔ وَاللّٰهُ
يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى
وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ۔ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

ترجمہ وہی (خدا تو) ہے جو تم کو خشکی اور تری مین لیے لیے پھرتا ہے۔ یہانتک کہ بعض اوقات تم کشتیون مین ہوتے ہو اور وہ سواران کشتی کو باد موافق کی مدد سے لیکر چلتی ہین اور وہ لوگ ان (کی رفتار) سے خوش ہوتے ہین (ناگاہ) کشتی کو ہوا کا جھونکا آلگتا ہے اور لہرین (ہین کہ) ہر طرف سے اُن پر (چڑھی چلی) آرہی ہین اور وہ سمجھتے ہین کہ (بُرے) آگھرے تو بس خالص خدا ہی کو مان کر اُس سے دعائین مانگنے لگتے ہین کہ (بار خدایا) اگر (اپنے فضل سے) تو ہمکو اس مصیبت سے بچاوے تو ہم ضرور (تیرے بڑے) ہی شکر گذار ہون گے۔ پھر جب وہ انکو (اس بلا سے) نجات دیدیتا ہے تو وہ خشکی پر پہونچتے ہی۔ ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہین۔ لوگو! تمھاری سرکشی تمھاری ہی جان کا وبال ہے۔ (یہ بھی) دنیا کی (چند روزہ) زندگی کے فائدے ہین سو خیر انکے مزے اُڑا لو)

آخر کار تمکو ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہی۔ تو (اسوقت) جو کچھ بھی تم (دنیا مین) کرتے رہے ہم تمکو (اس کا برُا بھلا) بتا دین گے۔ دنیا کی زندگی کی مثال تو بس پانی کی سی ہی کہ ہم نے اُسکو آسمان سے برسایا پھر زمین کی روئیدگی جسکو آدمی اور چارپائے کھاتے ہین پانی کے ساتھ مِل گئی۔ (اس طرح پر کہ پانی کو جذب کر لیا اور وہ پھلے پھولے) یہانتک کہ جب زمین نے (فصل سے) اپنا سنگھار کر لیا اور خوشنما ہوئی اور کھیت والون نے سمجھا کہ وہ اُس پر قابو پا گئے (ناگاہ) رات کے وقت یا دن کے وقت ہمارا حکم (یعنے عذاب) اس پر نازل ہوا پھر ہم نے اس کا ایسا ستراو کر دیا کہ گویا کل (کھیت مین) اس کا نام و نشان ہی نہ تھا۔ جو لوگ (بات کو) سوچتے سمجھتے ہین ان (کی ہدایت) کے لیے ہم (اپنی قدرت کی) دلیلین اسی طرح تفصیل کے ساتھ بیان فرماتے ہین۔ اور اللہ (لوگون کو) سلامتی کے گھر (یعنے بہشت) کی طرف بلاتا ہی۔ اور جسکو چاہتا ہی سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر دیتا ہی۔ جن لوگون نے (دنیا مین) بھلائی کی ان کے لیے (آخرت مین بھی ویسی ہی) بھلائی ہی اور کچھ بڑھکر بھی۔ اور (گنہگارون کی طرح) اس کے موںھون پر نہ کلونس چھائی ہوگی اور نہ ذلت یہی ہین جنتی کہ وہ جنت مین ہمیشہ (ہمیشہ) رہین گے۔

ان آیات کے ماقبل یہ ارشاد ہوا ہی کہ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا یعنے جب لوگون کو تکلیف پہونچنے کے بعد ہم اپنی مہربانی کا ذائقہ چکھا دیتے ہین تو بس ہماری آیتون کی مخالفت مین کارسازیان کرنے لگتے ہین اسکی مثال یون بیان ہوئی ہی ہُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ حَتّٰٓي اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا واقعی جب کوئی انسان کشتی مین سوار ہوتا ہی۔ اور

وہ کشتی ہواے موافق کی مدد سے اس کو لیکر منزل مقصود کی طرف چلتی ہی تو اس کی طبیعت
مین عجب فرحت اور مسرت پیدا ہوتی ہی لیکن جاءتہا ریح عاصف وجاءھم الموج من کل
مکانٍ جب دفعۃً کشتی کو باد مخالف کا ایک جھونکا آلگتا ہی۔ کہ پانی کی لہرین ہر طرف سے
چلی آتی ہین تو وہ سمجھتا ہی کہ اب تو بری طرح پھنسے دعوا اللہ مخلصین لہ الدین اسوقت
خوف ہلاکت سے خدا ہی کو مان کر دعا مانگی جاتی ہی کہ الٰہی اپنے فضل وکرم سے اس مصیبت
سے نجات دے۔ کیونکہ جب انسان کی امید بالکل منقطع ہو جاتی ہی تو اس کی نظر خدا ہی کی طرف
ہو جاتی ہی اور وہ خشیت قلب کے ساتھ پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاتا ہی اور کہنے لگتا ہی
لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشاکرین اگر تو ہمکو اس آفت سے بچا دیگا تو ہم
ضرور تیرے شکر گذار ہون گے فلما انجاھم اذا ھم یبغون فی الارض بغیر الحق پھر
جب خدا اس بلا سے نجات عنایت فرماتا ہی تو وہ خشکی پر پہونچتے ہی ناحق کی سرکشی کرنے لگتے
ہین اور مضرت قوی سے خلاصی نصیب ہوتے ہی فی الفور بلاؤن مین پڑ جاتے ہین اور اخلاق
باطلہ اور اخلاقِ ذمیمہ اختیار کر لیتے ہین یعنے احکام الٰہی کی مخالفت مین کارستانیان شروع
ہو جاتی ہین۔ اس غفلت سے بیدار کرنے کے لیے ارشاد ہوا ہی کہ یا ایھا الناس انما بغیکم
علی انفسکم متاع الحیوۃ الدنیا یعنے اس طرح جلد خدا کی مہربانیون کو بھولکر سرکشی مین
مبتلا ہو جانا تمھارے ہی لیے وبال جان ہی اور یہ سب کچھ دنیا کی چندروزہ لذتون کے لیے
کیا جاتا ہی جو حقیقت مین ناپائدار ہی ثم الینا مرجعکم فینبئکم بما کنتم تعملون پھر آخرکار خدا ہی
کے پاس لوٹ کر جانا ہوگا تب وہ تمکو تمھارے کامون کی برائی صاف طور پر دکھلا دے گا

انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء دنیا کی زندگی کی مثال تو پانی کی سی ہے
جو آسمان سے خدا نے برسایا ہے فاختلط بہ نبات الارض مما یاکل الناس والانعام
یعنے پانی جب زمین مین پیوست ہوتا ہے تو اس امتزاج سے نباتات پیدا ہوتے ہین جن کو
انسان اور بہائم کھاتے ہین۔ نباتات کی روئیدگی انسانی توالد سے مشابہ ہے جسطرح رنگ برنگ
اور قسم قسم کے نباتات چندروز لہلہاتے اور بہار پر آتے ہین اسی طرح انسان بھی جوانی اور
بالیدگی کے ایام مین خوش وخرم رہتا ہے۔ پھر جس طرح اُس چندروزہ بہار کے بعد اس روئیدگی
پر خزان کے آثار نمودار ہوتے ہین اسی طرح انسان پر بڑھاپے کے آثار نمودار ہونے لگتے
ہین عیش زندگانی اور اسباب کامرانی کا کہین پتا بھی نہین ملتا۔ ایسی بے ثبات زندگی پر
سرکشی اور نافرمانی زیبا نہین ہے حتی اذا اخذت الارض زخرفہا سے یتفکرون تک
اسی مثال کو بیان فرمایا گیا ہے واللہ یدعوا الی دار السلام ویھدی من یشاء الی
صراط مستقیم جب مثال بالا کو بیان کر کے غافلین کو لذات دنیوی مین منہمک ہونے سے
نفرت دلائی گئی تو ساتھ ہی سعادت اخروی کی رغبت دلائی گئی۔ چنانچہ حدیث مین اس مضمون
کو اس طرح بیان کیا گیا۔ قال علیہ الصلوۃ والسلام مثلی ومثلکم شبہ سید بنی دارا ووضع
مائدۃ وارسل داعیا فمن اجاب الداعی دخل الدار واکل من المائدۃ ورضی
عنہ السید ومن لم یجب لم یدخل ولم یاکل ولم یرض عنہ السید آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین میری اور تمہاری مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بادشاہ نے ایک مکان
بنایا۔ اور اسمین نعمتون کا دسترخوان بچھادیا۔ اور ایک رسول کو دعوت دینے کے لیے بھیجدیا

جسنے اس رسول کی دعوت قبول کی اور اُس مکان مین آیا۔ اور اُن نعمتون کو کھایا۔ تو مالک مکان اُس سے خوش ہو گیا۔ جسنے اس رسول کی دعوت سے انکار کیا۔ نہ اُس مکان مین در آیا۔ اور نہ نعمتون سے مستفید ہوا تو ضرور صاحب مکان اس سے ناخوش ہو گا جنت کو کئی وجوہ سے دار السلام کہتے ہین۔

(۱) اللہ تعالی کا نام سلام ہی۔ اور جنت اُسی کا بنایا ہوا گھر ہی اس لیے جنت کو دار السلام کہتے ہین۔

(۲) بعضون نے سلام کو جمع سلامت استعمال کیا ہی اس صورت مین دار السلام کا مفہوم یہ ہی کہ جو شخص جنت مین داخل ہو گیا وہ تمام آفتون سے بچ گیا نہ وہان موت کا کھٹکا ہی نہ درد و مصائب کا اندیشہ نہ نزغات شیطانی ہین نہ کفر و بدعت اور کد و تعب کا احتمال۔

آخرت کو جہان جنت ہی دنیا پر چار وجہ سے فضیلت ہی۔

(۱) یہ کہ کبھی انسان دنیا سے بوجہ قلت عمر وغیرہ مستفید نہین ہوتا مگر موت کے بعد آخرت کی طرف رجوع کرنا لازمی ہی کہ وہ دوامی مکان ہی اسلیے بہ نسبت دنیا کے وہان کی بہتری کا ہر وقت خیال ہونا چاہیے۔

(۲) بالفرض انسان چندے دنیا مین رہا اور یہان کے مال و دولت کو جمع بھی کیا مگر ممکن ہی کہ وہ مال تلف ہو جاے یا بوجہ بیماری کے اُس مال و دولت سے کچھ فائدہ حاصل نکر سکے برخلاف آخرت کے کہ جو کچھ وہان کے لیے جمع کیا جاتا ہی اُس سے ضرور فائدہ پہونچتا ہی۔

(۳) اگر کسی نے عمر بھی پائی اور مال و دولت دنیوی سے حظ بھی حاصل کیا لیکن ممکن ہو کہ اس حظ مین مضرتون کا بھی شمول ہو تو ایسی حالت مین منافع دنیوی آفات سے خالی نہین ہو سکتے برخلاف سعادت آخرت کے کہ وہ ہر طرح کے ہموم و غموم سے پاک و صاف ہوتے ہین۔

(۴) یا کسی نے منافع دنیوی کو اپنے کسب و ریاضت سے یا بخت و اتفاق سے اسطرح حاصل کیا کہ اسمین غم و ہم کا شائبہ نہو تاہم وہ دائمی نہین ہین برخلاف سعادت عقبیٰ کے کہ وہ لازوال ہی بہرحال خدا کی ہدایت پر کاربند ہو کر راہ مستقیم کا اختیار کرنا اسکی مشیت و ارادے پر موقوف ہو گو ہدایت کی تبلیغ انبیا علیہم السلام نے کی ہو اور کتب آسمانی اس سے مملو ہین ؎

این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اور پھر ارشاد ہوا للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ ولا یرھق وجوھھم قتر ولا ذلۃ اولئک اصحٰب الجنۃ ھم فیھا خالدون یعنے جب دارالسلام کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت ہوئی تو اُسکے حصول کا طریقہ بھی بتلایا گیا ہو کہ نیک کام اختیار کرین نیک کام کرنے والون کو بدل ملتا ہو بلکہ کچھ زائد بھی دیا جاتا ہو یعنے جنت مین دیدار الٰہی کا بھی شرف حاصل ہوگا نیکوکار ہمیشہ جنت مین سرخرو رہین گے کوئی رسوائی کا داغ اُنکے چہرہ پر نمودار نہوگا۔ بہرکیف دنیا مین انسان کو چندروزہ حیات مین نیک کام کرنے کی رغبت دلائی گئی ہو کہ نفس کے راہ راست پر لانے کا یہی کارآمد طریقہ ہو کہ ہمیشہ اچھے اور مفید کامون کا عادی رہے

قوله تعالیٰ الا ان للہ ما فی السمٰوٰت والارض الا ان وعد اللہ حق ولٰکن اکثرالناس لا یعلمون ھو یحیی ویمیت والیہ ترجعون ۝ یا ایھا الناس قد جاءتکم

مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَبِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا ھُوَخَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ترجمہ یاد رکھو اسد ہی کا ہی جو کچھ آسمان وزمین مین ہی (اور) یاد رکھو کہ اسد کا وعدہ حق ہی مگر اکثر لوگ یقین نہین کرتے وہی جلاتا اور مارتا ہی اور اُسی کی طرف تم (سب) کو لوٹ جانا ہی۔ لوگو! (اتمام حجت کے طور پر) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آچکی اور امراض قلبی (یعنے شرک وغیرہ) کی دوا اور ایمان والون کے لیے ہدایت اور رحمت (اے پیغمبر ان لوگون سے) کہو کہ (یہ قرآن اسد کا فضل اور اُسکی رحمت ہی اور) لوگون کو چاہیے کہ خدا کا فضل اور اُسکی رحمت (یعنے اس قرآن کو) پاکر خوش ہون کہ جن (دنیاوی فائدون) کے جمع کرنے کے پیچھے پڑتے ہین اس سے کہین بہتر ہی۔

قرآن مجید مین ان آیات کے قبل ظالمون کا یون ذکر ہوا ہی کہ ظالم مواخذہ ظلم سے بچنے کے لیے جو کچھ زمین پر ہی اگر اسکی ملک ہو تو دیدینے مین دریغ نکریگا۔ اسیلیے یہان بیان ہوا ہی کہ کل اشیا تو خدا کی ملک ہین ظالم کو اُسمین تصرف کا کیا حق ہی الا ان للہ ما فی السموات والارض جو کچھ آسمان وزمین مین ہی وہ اسد ہی کا ہی وہی قادر مطلق ہی اسکے حکم سے سرتابی کرنے والے دنیا وآخرت مین اُسکے عذاب سے بچ نہین سکتے۔ اُسکی اطاعت مین سرگرم رہنے والے دونون جہان مین سرفراز رہین گے الا اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ اور یاد رکھو کہ اسد کا وعدہ حق ہی مگر اکثر بے دین دنیوی جاہ وحشمت مین اس قدر محو ہین کہ وہ ان امور کا خیال تک نہین کرتے ولکن اکثرھم لا یعلمون کیونکہ وہ اُسکا یقین نہین کرتے۔ اُنکی غفلت اُنکی باتون کو سمجھنے نہین دیتی پھر تاکیداً ارشاد ہوا کہ ھو یحیی ویمیت والیہ ترجعون وہی جلاتا اور مارتا ہی

اور اُسی کی طرف سب کو لوٹ کرجانا ہی جسنے پہلے تم کو پیدا کیا اور پھر اُسکے حکم سے تمھاری
موت آگئی اور تم مر گئے تو کیا وہ پھر آخرت مین پیدا کرنے کی قدرت نہین رکھتا انھین باتون کے
نہ سمجھنے اور انکار کرنے سے کفار عذاب آلہی سے بچ نہین سکتے جب آخر کار خداے تعالی
کی طرف سب کو لوٹ کرجانا ہی تو وہان ان بداعتقادیون کا مزہ ضرور چکھنا ہوگا اسلیے خداے تعالی
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا کہ ان غافلون کو جہالت کی نیند سے بیدار کردین انسان
کی تین قسم ہین ایک ناقص یعنے عوام الناس دوسرے کاملین مگر اُنکے بھی دو درجہ ہین ایک تو
وہ جو خوش اعتقادی اور عمل صالح سے بہرہ مند ہین لیکن ناقصین کو درجۂ کمال پر نہین پہونچا سکتے
یہی گروہ اولیا ہین اور جو ناقصین کو کامل بنا سکتے ہین وہی گروہ انبیا ہین قوت نبوت مین
بھی انبیا کے مراتب مختلف ہین اسی بات کی طرف رسول مقبولؐ نے اشارۃً فرمایا ہی
علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل اسکے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا
کہ عام طور پر منادی کردین یاایھا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور
وھدی ورحمۃ للمومنین لوگو! اتمام حجت کے طور پر خدا کی طرف سے تمھارے پاس نصیحت
آچکی جو امراض قلبی کی دوا ہی اور ایمان والون کے لیے ہدایت اور رحمت ہی یعنے خداے تعالی
نے لوگون کی ہدایت کے لیے قرآن مجید بھیجا ہی جسکے چار وصف ہین۔

(۱) ایک تو وہ موعظت حسنہ منجانب اللہ ہی کیونکہ جب روح کا تعلق جسم سے ہوا تو
وہ توسط حواس سے مشتہیات عالم مین پھنس گئی۔ اس تعلق سے عقائد باطلہ اور اخلاق
ذمیمہ کے امراض نے روح کو گھیر لیا ان امراض سے صحت حاصل ہونے کے لیے ایک

طبیب حاذق کی ضرورت تھی جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود ہی اور پھر اُس طبیب کو معالجہ قلوب کے لیے ادویہ مفیدہ کے استعمال کرانے کی ضرورت تھی تو قرآن مجید ان ادویہ کا مجموعہ لیکن جب کوئی حکیم کسی بیمار کا علاج کرتا ہی تو وہ کچھ پرہیز بھی تبلاتا ہی یعنے یہ کہ مریض کو ان اسباب سے احتراز کرنے کی ہدایت کرتا ہی جو موجبات مرض ہین اور اشیاء ناملایم کے استعمال سے منع کرتا ہی یہی درجہ موعظت حسنہ کا ہی جس سے روحی امراض کی اصلاح ہوتی ہی۔

(۲) دوسری صفت قرآن مجید کی شفاء ہی کیونکہ انبیاء علیہم السلام اولاً یہ ہدایت کرتے ہین کہ لوگ ممنوعات سے محترز رہین اور اپنی ظاہری حالت درست رکھین اسکے بعد بطون کے پاکی کی طرف رہنمائی کرتے ہین تاکہ اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ہوجاے اور اخلاق حمیدہ حاصل کرین جب قلب کی صفائی اسطرح کرلیتے ہین تو پھر اسمین عالم ملکوت کے مطالع کی قابلیت پیدا ہوجاتی ہی۔

(۳) ھدی جب اخلاق فاسدہ سے نفس کی صفائی ہوتی ہی تو عالم قدس کی روشنی کا پرتو اُسپر پڑتا ہی اور اسی روشنی کو ہدایت کہتے ہین ہدایت کے مدارج ہین مرتبہ اولین ہدایت مین نفس کی کیفیت اس آیت کی مصداق ہوتی ہی یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک[۱] اور درجہ اوسط مین ففروا الی اللہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہی درجہ آخر مین قل اللہ ثم ذرھم[۲] فی خوضھم یلعبون کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہی جب ان تینون مراتب کی تکمیل ہوگئی تو نفس کی

[۱] اور جس روح کو خدا کی طرف سے اطمینان و تسلی ہی اُس سے کہا جائے گا کہ اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل ۱۲

[۲] تو (اے پیغمبر) ان لوگون (سے کہدو کہ) اللہ ہی کی طرف بھاگو ۱۲

یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ مفہوم آیت[۵۱] وللہ غیب السمٰوٰت والارض والیہ یرجع الامر کلہ فاعبدہ وتوکل علیہ وما ربک بغافل عما تعملون مین مستغرق ہوجاتا ہے اور یہی چہ ہدایت کا ہے (۴) وَرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ جب نفس مدارج روحانی پر پہونچ جاتا ہے اور منبع ہدایت بنجاتا ہے تو ایسے نفس قدسی کے انوار سے ناقصین بھی فیضیاب ہوتے ہین جیسے جوہر شمس سے اجرام عالم منور ہوجاتے ہین اور یہ درجہ رحمت کا ہے اور لفظ رحمت کو مومنین کے ساتھ اسوجہ مختص کیا گیا ہے کہ ہدایت انبیاء علیہم السلام سے وہی لوگ زیادہ بہرہ مند ہوتے ہین جن کے قلوب مین نور ہدایت کے قبول کرنے کا مادہ ہو یہ نور نسبتہً مومنین مین زیادہ ہوتا ہے یا یون سمجھو کہ قرآن مجید کا موعظت ہونا بمنزلہ شریعت کے ہے اور شفاء بجاے طریقت کے ہدی حقیقت ہے اور رحمۃ درجۂ نبوت - چونکہ قرآن مجید ایک نعمت عظمی ہے اسکی قدر ومنزلت کو نگاہ رکھنے کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ قل بفضل اللہ وبرحمتہ فبذلک فلیفرحوا اے محمد صلعم تمام لوگون سے کہدو کہ یہ قرآن اللہ کا فضل اور اُسکی رحمت ہے لوگون کو چاہیے کہ اسکے فضل اور رحمت (قرآن مجید) کو پاکر خوش ہون یہ بات یاد رہے کہ نعمت کو صرف نعمت سمجھکر خوش ہونا کوئی چیز نہین ہے بلکہ نعمت کو منجانب اللہ ہونا خیال کرکے ادائے شکر کرنا کمال سعادت ہے صدیقین کا قول ہے من فرح بنعمۃ اللہ من حیث انہا تلک النعمۃ فھو مشرک[۵۲] قرآن مجید کو فضل و رحمت آلہی جانکر اُس سے منتفع ہونا عقل وفہم کا کام ہے دنیا کے مال ومتاع اور لذات مین منہمک رہنا نفس کا اقتضا ہے

---

[۵۱] اور آسمان و زمین مین جو غیب کی باتین ہین انکا علم اللہ ہی کو ہے اور ہر ایک کام کا (دار ومدار) آخر کار اُسی پر جاکر ٹھہرتا ہے تو (اے پیغمبر) اُسی کی عبادت کرو اور اُسی پر بھروسہ رکھو اور جو کچھ تم کررہے ہو (اے پیغمبر) تمھارا پروردگار اُس سے غافل نہین ۱۲

[۵۲] جو شخص خدا کی نعمت سے صرف بخیال نعمت خوش ہوا وہ مشرک ہے ۱۲

هو خیر مما یجمعون سے اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہی الحاصل خداے تعالی کو قادر مطلق سمجھنا اور اُسکے وعدون کو حق جاننا اور احکام قرآنی پر عمل پیرا ہونا تہذیب اخلاق کے اصول مسلمہ ہین۔

صفت لطف و عزت قرآن ہست بحر محیط عالم جان

قعر او پُر ز دُر و پُر ز گہر ساحلش پر ز عود و از عنبر

زوست از بہر باطن و ظاہر منشعب علم اول و آخر

پاک شو تا معانے مکنون آید از پنجرہ حروف برون

قولہ تعالی اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَہُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ہُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُہُمْ اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ہُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ترجمہ یاد رکھو خاصان خدا (ایسے امن مین ہین) کہ قیامت کے دن اُن پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہون گے یہ (وہ) ہین جو ایمان لائے اور (خدا سے) ڈرتے رہے اُنکے لیے دنیا کی زندگی مین بھی (عاقبت کی) خوشخبری ہی اور آخرت مین بھی (نجات کی) خدا کی باتون مین ذرہ بھر بھی فرق نہین آتا یہی بڑی کامیابی ہی اور (اے پیغمبر) ان (کافرون کی چھیڑخانی) کی باتون سے تم آزردہ خاطر نہ رہا کرو کیونکہ عزت ساری اللہ ہی کی ہی وہ (سب کی) سنتا (اور سب کچھ جانتا ہی)۔

ان آیتون کے قبل قرآن مجید مین یہ ذکر ہوا ہی کہ خداے تعالی پر ذرا اسی بات ظاہر ہی کوئی چیز مخفی نہین نہ زمین کی نہ آسمان کی اور یہ مضمون اس شان کے ساتھ بیان ہوا ہی کہ

اسکے دیکھنے سے مُطیعین کے قلوب مین تقویت پیدا ہوتی ہی اور فاسقین کے دل ٹوٹ جاتے
ہین آیات زیر بیان مین محبین صادقین کا ذکر یون فرمایا ہی یعنے اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ
عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کہ اللہ کے دوستون پر قیامت مین کچھ خوف نہین ہی اور نہ وہ غمگین
ہون گے۔ ولی۔ مقرب بارگاہ قدس کو کہتے ہین جسکا دل نور معرفت سے منور ہو جاتا ہی اور
جسکی نظر دلائل قدرت کے نظارہ مین منہمک رہتی ہی غرضکہ اسکی ہر حرکت اور اُسکا ہر خیال
بجز اطاعت الٰہی کے اور کچھ نہین ہوتا وہ ہمہ تن متوجہ الی اللہ ہو جاتا ہی اور اُسکی محبت مین
مستغرق رہتا ہی تو اللہ جل شانہ بھی ایسون کو دوست رکھتا ہی کیونکہ کشش قرب کا اقتضا جانبین
سے ہوتا ہی اولیاء اللہ آخرت کے خوف و ملال سے پاک ہین مگر دنیا مین وہ بھی خوف و خشیت سے
بری نہین ہین کیونکہ دنیا مقام خوف و حزن ہی جو چیز جس کام کے لیے بنائی گئی ہی وہ اپنا
ظہور چاہتی ہی بیکار نہین رہتی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بات کی طرف یون اشارہ
فرمایا ہی الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر یا یون سمجھو کہ اگرچہ بوجہ بے تعلقی کے اولیاء اللہ
پر بظاہر مکروہات دنیا کا کچھ اثر نہین ہوتا لیکن وہ خوف آخرت سے بے فکر نہین ہوتے بلکہ عقبیٰ
کا ڈر اُنکے دلمین بہت زیادہ ہوتا ہی جسکی بہترین جزا انکو عقبیٰ مین ملتی ہی کمال مرتبہ ولایت یہی ہی
کہ ماسوی اللہ کا خیال دل سے محو ہو جاے اسکا لطف انھین کو حاصل ہی جو اس مزے کو
چکھ چکے ہین بہرکیف اولیاء اللہ کی تعریف خداے تعالیٰ خود یون فرماتا ہی الذین اٰمنوا
وکانوا یتّقون جو لوگ ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے وہی اولیاء اللہ ہین لھم
البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ انکو دنیا کی زندگی مین بھی وقت وفات جنت کی

خوشخبری دیجاتی ہر تتنزّل علیہم الملٰئکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنّۃ
کہ ملائکہ انکے پاس آتے ہین اور کہتے ہین کہ کچھ خوف نہین ہر غم نہ کھاؤ تمھین جنت کی بشارت
دیجاتی ہر اور آخرت کی خوشخبری یہ ہر والملٰئکۃ یدخلون علیہم من کل باب سلام
علیکم وسلام اللہ علیہم کہ ملائکہ اُن کے پاس جنت کے ہر ایک دروازے سے آتے
ہین اور سلام علیک ہوتی ہر لا تبدیل لکلمات اللہ خدا کی باتون مین کچھ بھی فرق نہین
ہونے پاتا جو وعدہ فرماتا ہر وہ ہو کر رہیگا اسی ذلک ھو الفوز العظیم بڑی کامیابی تو یہی ہر
کہ جو کچھ اسکا وعدہ ہوتا ہو وہ ضروری ہو جاتا ہر ولا یحزنک قولھم ان العزّۃ للہ جمیعًا
گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے حکم سے کافرون کی راہ راست پر لانے کے لیے ہدایت فرمایا
کرتے تھے مگر انکی سرکشی کی یہ حالت تھی کہ مال وجاہ کے گھمنڈ مین قسم قسم کے کلمات رسول مقبول
کی شان مین کہا کرتے تھے تو اللہ جل شانہ آپ کی تسلی کے طور پر فرماتا ہر کہ تم انکی باتون سے
آزردہ خاطر نہ رہا کرو عزت ساری اللہ ہی کی ہر ھو السمیع العلیم وہ سب کی سنتا اور سب کچھ
جانتا ہر نیک کام کے کرنے مین بڑی بڑی مصیبتین اُٹھانی پڑتی ہین جس سے نفس کی پوری
اصلاح ہوتی ہر اسلیے انسان مین سہنے کا مادہ بھی ضرور ہر۔ مصلح قوم مین تو سب سے زیادہ اس
عنصر کا ہونا لازمی ہر دیکھو یہ سب مضامین تہذیب نفس کے لیے کس کس پیرایہ مین ادا ہوئے ہین۔

قولہ تعالیٰ الٓر کتاب اُحکمت ایٰتہ ثم فصّلت من لدن حکیم خبیر ألّا تعبدوا
الّا اللہ اننی لکم منہ نذیر وّبشیر وّان استغفروا ربّکم ثم توبوا الیہ یمتّعکم
متاعًا حسنًا الی اجل مسمّی ویؤت کل ذی فضل فضلہ وان تولّوا فانی اخاف علیکم عذاب

یَوْمٍ کَبِیْرٍ ترجمہ الٓرٰ (یہ قرآن ایسی) کتاب ہے کہ حکمت والے باخبر (خدا کی طرف) سے اُسکے
مضامین (دلائل و براہین سے بخوبی ثابت) و مستحکم کردیے گئے ہین (اور) پھر (وہ مضامین) خوب
تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہین (اور اُنکا خلاصہ یہ ہے) کہ (لوگو!) خدا کے سوا کسی کی عبادت
نکرو مین اُسیکی طرف سے تمکو (اُسکے عذاب سے) ڈراتا ہون اور (اُسکی خوشنودی کی) خوشخبری سُناتا ہون
اور (نیز) یہ کہ اپنے پروردگار سے (پچھلے گناہون کی) معافی مانگو پھر (آگے کو) اُسکی جناب مین
توبہ کرو (ایسا کروگے) تو وہ تم کو ایک وقت مقرر تک (دنیا مین) اچھی طرح رسائے بسائے رکھیگا
اور جس نے زیادہ نیکی کی ہے (آخرت مین) اُسکو اُس سے زیادہ نیکی کا ثواب دیگا اور اگر (اسکے
ارشاد سے) مُنہ موڑوگے تو مجھکو تمھاری نسبت بڑے (سخت) دن (یعنی قیامت) کے
عذاب کا (بڑا ہی) اندیشہ ہے۔

یہ آیتین بھی مکہ مین اُسی زمانے مین نازل ہوئین جبکہ جہالت و بت پرستی کا بازار گرم
تھا۔ ان آیتون مین قرآن مجید کی ماہیت اور اُسکے منجانب اللہ ہونے کا بیان ہے۔ قرآن مجید
ایسی کتاب ہے جسکے مضامین دلائل و براہین قاطعہ سے ثابت کیے گئے ہین الٓرٰ کِتٰبٌ
اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ سے یہی معنی مراد ہے ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ ان مضامین
کو خدائے تعالی نے نہایت تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ تفصیل یہ ہے کہ اَلَّا تَعْبُدُوْا
اِلَّا اللّٰہَ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کیجائے کیونکہ عبادت اظہار خشوع و خضوع کو کہتے
ہین رب العزت ہی اسکا مستحق ہے۔ اِنَّنِیْ لَکُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّبَشِیْرٌ رسول مقبول فرماتے ہین
کہ جو لوگ غیر اللہ کی پرستش مین مبتلا ہین اُنکو مین عذاب دوزخ سے ڈراتا ہون اور جو لوگ

واحد خدا کی عبادت کرتے ہین انکو جنت کی خوشخبری دیتا ہون وان استغفروا ربکم دوسری
بات یہ ہی کہ اللہ سے گناہون کی مغفرت چاہو ثم توبوا الیہ پھر اُسکی بارگاہ مین توبہ کرو کیونکہ
توبہ کے لیے استغفار لازمی ہی پہلے گناہون کا اعتراف کرکے اُس سے معافی مانگنا چاہیے پھر
توبہ کا درجہ ہی یا یہ کہ استغفار کا تعلق گذشتہ گناہون سے ہی اور توبہ کا گناہ مابعد سے اول
پچھلے گناہون سے اظہار ندامت کرکے مغفرت چاہی جاے اور آیندہ ارتکاب گناہ
سے بچین۔ اسکے بعد ان تین نیک کامون کے نتایج کا ذکر فرمایا ہی یمتعکم متاعا حسنا
الی اجل مسمّٰی اللہ تعالی ایک وقت مقرر تک تم کو کامیاب رکھیگا متاع حسن کے معنے
یہ ہین کہ جب انسان بالکلیہ اللہ کی عبادت کی طرف دل سے رجوع ہوجاتا ہی تو وہ مخلوق سے
قطع نظر کرلیتا ہی جس سے وہ اپنی زندگی نہایت اطمینان سے بسر کرتا ہی جو کچھ آفت ہی وہ
آمیزش خلق سے ہی جب انسان خدا کی طرف مشغول ہوگیا تو آفات دنیا سے محفوظ ہوجاتا
ہی چنانچہ ایسے لوگون کی نسبت قرآن مجید مین دوسری آیت مین یون ارشاد ہوا ہی یوت
کل ذی فضل فضلہ اور جو کوئی زیادہ نیکی کرے اسکو بدل بھی آخرت مین زیادہ ہی
دیا جائے گا۔ سعادت اخروی کے مدارج مختلف ہین دنیا مین جس قدر انسان خدا کی عبادت
مین مشغول رہے گا اُسی قدر سعادت آخرت سے بہرہ مند ہوگا مگر ذاتی اسباب دنیاوی مین
اسقدر توغل ہوتا ہی کہ عبادت الٰہی سے بے خبر ہوجاتے ہین جو لوگ دریاے حقیقت
مین ڈوبے ہوے ہین کہ ماسوی اللہ سے نظر پھیر لیتے ہین اُسیکو معطی و مانع سمجھتے ہین
اُسیکی یاد و عبادت مین مشغول رہتے ہین وان تولوا فانی اخاف علیکم عذاب یوم کبیر

اگر خدا کے احکام سے مُنھ موڑو گے تو قیامت کے عذاب کا بڑا ہی اندیشہ ہی کیونکہ جو لوگ لذات دنیوی کے طلب مین ڈوبے ہوئے ہوتے ہین اُنکی طبیعت کا میلان انھین لذتون کیطرف ہوتا ہی تو بعد الموت بھی اُنکا رجحان مرغوبات دنیا کی طرف ہوتا ہی جنکا حصول محال ہی اسلیے طبیعت پر عذاب کی مقدار بڑھ جاتی ہی جسکا اندازہ دنیا مین انسان نہین کرسکتا۔ عقبیٰ مین پوری کیفیت معلوم ہوگی اس سچی ہدایت سے نفس کی صلاح جیسی کچھ ہوسکتی ہی ظاہر ہی خدا کی عبادت مین مشغول رہنا پچھلے گناہون سے استغفار اور آیندہ کے لیے بُرے افعال سے توبہ کرنا تہذیب اخلاق کے عمدہ وسائل ہین۔

قوله تعالیٰ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ترجمہ اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی (کی لذت) چکھائین پھر اِس (نعمت) کو اُس سے چھین لین تو (ہماری شکایت کرنے لگتا ہی کیونکہ) وہ (ذراسی بات مین) نا امید ہوجانے والا (اور) ناشکرا ہی اور اگر اُسکو کوئی تکلیف پہونچی ہو اور اُسکے بعد ہم اُسکو (آرام کی لذت) چکھائین تو کہنے لگتا ہی کہ اب مجھپر سے سب سختیان دور ہوگئین (کیونکہ) وہ بہت ہی (جلد) خوش ہوجانے والا (اور) شیخی خورا ہی مگر جو لوگ صبر کے خوگر ہین اور نیک عمل کرتے ہین (انکا یہ حال نہین) یہی ہین جنکے لیے (خدا کے یہان) بخشش اور بڑا اجر ہی۔

اسکے ماقبل کی آیت مین خدائے تعالیٰ نے یہ فرمایا ہی کہ اگر کافرون سے ایک وقت

معین تک عذاب کو روک رکھا جاتا ہی تو کہتے ہین کہ کسنے روک رکھا ہی اور ٹھٹون مین اُڑایا کرتے
ہین۔ اور آیات زیر بیان مین انسان کے عام حالات کا ذکر فرماتا ہی کہ اگر انسان کو نعمت کا تھوڑا سا
مزہ چکھایا جاتا ہی اور پھر وہ نعمت اُس سے لیلی جاتی ہی تو شکایت کرنے لگتا ہی کیونکہ انسان
ذرا سی بات مین نا امید ہو جانے والا ناشکرا ہی ولئن اذقنا الانسان سے لیئوس کفور
تک اسی بات کا ذکر ہی۔ دنیا کی نعمتین بمقابل آخرت کے چند روزہ ہین ایسے ناپائدار نعمات پر
بھی انسان شیفتہ ہو جاتا ہی کہ جب وہ عنایت الٰہی سے کچھ میسر ہو جاتی ہین تو نافرمانیان کرنے لگتا
ہی پھر جب غفلت کی بدولت چھن جاتے ہین تو نا امیدی مین گھر جاتا ہی ولئن اذقناہ نعماء سے
فخور تک اسکا عکسی بیان ہوا ہی کہ جب آرام کی لذت چکھائی جاتی ہی تو مارے شیخی کے کہنے لگتا ہی
کہ اب مجھپر سے سختیان دور ہوگئین چنانچہ انسان کی حالت کی مثال فارسی مین مشہور ہی کہ "زود
فربہ زود لاغر" کافرون کے یاس کی وجہ یہ ہی کہ وہ دنیا کی نعمتون کے حصول کے اسباب کو اتفاقی
خیال کرتے ہین اور سمجھتے ہین کہ بار بار موقع نہین ملا کرتا ہی اسلیے وہ نا امیدی مین مبتلا ہو جاتے
ہین۔ مسلمانون کا اعتقاد یہ ہی کہ جو نعمت حاصل ہوتی ہی وہ محض خدا کا فضل و احسان ہی سبب
کو دخل نہین اسلیے وہ مایوس نہین ہوتے بلکہ خیال کرتے ہین کہ اگر خدا کی عنایت ہو تو پہلے
سے افضل و اکمل نعمت مرحمت ہو سکتی ہی غرضکہ کفار حصول نعمت کو اپنی سعی و کوشش کا نتیجہ
جانتے ہین اسلیے وہ خدا کا شکر بھی نہین کرتے یا یہ کہ کفار سعادت اُخروی کے قائل نہین ہین
اسوجہ سے دنیا کے مال و جاہ پر ہی فخر کرتے ہین ثواب و مراتب آخرت کی پروا نہین کرتے چنانچہ
اس مفہوم کو مکرر اسطرح ادا کیا گیا ہی الا الذین صبروا وعملوا الصّٰلحٰت کہ جو لوگ صبر کے

عادی ہین اور نیک عمل کرتے ہین اُنکا یہ حال نہین ہے کیونکہ وہ بلا کا تحمل کرکے صابر کہلاتے ہین
جب نعمت میسر ہوتی ہے تو اُسکا شکر ادا کرتے ہین اولئك لهم مغفرة و اجر كبير اُنھین
کے لیے خدا کے یہان بخشش اور بڑا اجر ہے وہ عقاب الٰہی سے محفوظ رہین گے اور ثواب
سے فائز پس نفس کو سختی و آرام کی حالت مین صبر و شکر کا خوگر بنانے سے اُسمین تہذیب
وصلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

قولہ تعالیٰ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ **ترجمہ** پس اگر (یہ مددگار) تمھارا کہا نہ کرسکین تو جانے رہو کہ (قرآن)
خدا ہی کے علم سے اُترا ہے اور یہ کہ اُسکے سوا کوئی معبود نہین تو کیا (اب بھی) اسلام لاتے ہو
(یا نہین) (نیک کام کرنے سے) جنکا مطلب دنیا کی زندگی اور دنیاوی طمطراق ہوتا ہے ہم
اُن کے عملون کا بدلہ (یہین) دنیا مین اُنکو پورا بھر دیتے ہین اور وہ دنیا مین (کسی طرح کے)
گھاٹے مین نہین رہتے لیکن یہ وہ لوگ ہین جنکے لیے آخرت مین دوزخ کے سوا اور کچھ
نہین اور جو (نیک) عمل ان لوگون نے دنیا مین کیے (آخرت مین) سب گئے گذرے ہوے
اور انکا کیا دہرا سب لغو۔

کفار کو قرآن کے منجانب اللہ ہونے مین انکار تھا اسلیے ان آیات کے قبل
یہ ذکر ہوا ہے کہ اگر قرآن اللہ کا کلام نہین ہے تو پھر محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مین تم سے زیادہ

کونسے اسباب فصاحت و بلاغت جمع ہین وہ تو بسبب امی ہونے کے ان باتون مین تم سے
بدرجہا کم ہین اگر قرآن کے منجانب اللہ ہونے مین شک و شبہ ہی تو تم دس سورتین تو بنا لاؤ
اور جن معبودون کو تم پوجتے ہو اُن سب سے مدد لو فَاِن لَّم یَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰہِ
پس اگر وہ اس بات مین تمھاری امداد نکر سکین تو یقین کر لو کہ یہ بشر کا کلام نہین ہی بلکہ خدا کے
جانب سے اُترا ہی وَاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اور وہ ایسا جلیل الشان خدا ہی کہ اُسکے سوا کوئی معبود
نہین ہی فَھَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تو اب بھی تم اسلام لاتے ہو یا نہین ۔ کفار ایک اور حجت بھی پیش کیا کرتے تھے
کہ اتباع قرآن و اسلام کی کیا ضرورت ہی ہم تو مسافرون کو کھانا کھلاتے ہین یتیمونکی پرورش و پرداخت کرتے
ہین بھوکونکی خبرگیری کرتے ہین راستونپر کنوئین کھدا تے ہین ۔ سڑکونپر سایہ دار درخت لگاتے ہین اسیطرح
بہت سے نیک کام کرتے ہین اور اُنکا مقبول ہونا بھی ثابت ہی کہ ہم دنیا مین پھولتے پھلتے ہین ۔ ہمارے
مال و اولاد مین زیادتی ہی ۔ امن و تندرستی سے بسر کرتے ہین اسکا جواب من کان یرید
الحیٰوۃ الدنیا سے لا یبخسون تک یہ دیا گیا ہی کہ جو لوگ نیک کام اس ارادے سے
کرتے ہین کہ صرف دنیا کی بہبودی ہو اور شان و شوکت بڑھے اُنکے اعمال کا بدل دنیا ہی مین
دیدیا جاتا ہی اسلیے وہ گھاٹے مین نہین رہتے مگر جب وہ آخرت کے منکر ہین تو وہان ضرور
گھاٹے مین رہین گے اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ لَیْسَ لَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا
فِیْھَا وَبٰطِلٌ مَّا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ کہ اِن لوگون کو آخرت مین بوجہ اِسکے کہ ایمان سے بے نصیب
ہین دوزخ طیار ہی ۔ دنیوی اعمال جو ریا کے طور پر کیے جاتے ہین سب بیکار ہو جائینگے
غرضکہ اسلام مین ریاکاری منع ہی اور اس سے اخلاق حسنہ حاصل نہین ہو سکتے ہ

بگزر از قال وقیلہاے محال ‏ ‏ ذرۂ صدق بہتر از صد قال

علم با کار سود مند بود ‏ ‏ علم بیکار پاے بند بود

نیست یک مرد صادق اندر کار ‏ ‏ لیک ہستند مدعی بسیار

گر براے خداست اندک بس ‏ ‏ ورز پُر مال وجاہ اینت ہوس

قولہ تعالیٰ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ **ترجمہ**

اور ثمود کی طرف ہمنے اُنکے (ہمقوم) بھائی صالح کو (پیغمبر بناکر) بھیجا تو اُنھون نے (اپنی قوم کے لوگون سے) کہا کہ بھائیون خداہی کی عبادت کرو اُسکے سوا کوئی تمھارا معبود نہین اُسی نے تم کو زمین (کی مٹی) سے بنا کر کھڑا کیا اور تم کو اُسمین بسایا تو اُسی سے (گناہون کی) معافی مانگو اور (آیندہ) اُسی کے جناب مین توبہ کرو بیشک میرا پروردگار (ہر ایک کے) پاس ہے (سب کی سنتا اور دعا) قبول کرتا ہے۔

قوم عاد اور اُنکے پیغمبر ہود علیہ السلام اور قوم ثمود اور اُنکے پیغمبر صالح علیہ السلام کا قصہ ملتا جلتا ہے ان قومون کی ثروت۔ بُت پرستی۔ بدکاری۔ حد سے زیادہ گذر گئی تھی۔ چنانچہ قوم ثمود کو راہ راست پر لانے کے لیے جب صالح علیہ السلام نے یون ہدایت کی یٰقوم اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ بھائیون خدا کی عبادت کرو اُسکے سوا تمھارا کوئی معبود نہین ہے یعنے توحید باری کی تعلیم فرمائی گئی اور پھر یہ جتلایا گیا کہ ھو انشاکم من الارض واستعمرکم فیہا اللہ نے تم کو زمین کی مٹی سے پیدا کیا ہے اور اُسی مین تمکو بسایا ہے تعلیم توحید کے بعد

انسان کی ہستی بتلائی گئی کیونکہ انسان ایک قطرۂ آب (منی) سے پیدا کیا گیا ہی منی کی تولید خون سے ہوتی ہی۔ خون کی پیدایش غذا سے ہی غذا کی ترکیب نباتات سے ہوتی ہی اور نباتات کی پیدایش زمین سے (گو اغذیہ مین حیوانات بھی شریک ہین مگر آخر انکی پرورش کا ذریعہ بھی نباتات ہی) اور زمین پر بڑے بڑے مکانات آرام و آسائش کے بنائے جاتے ہین اس سے ثابت ہوتا ہی کہ انسان دراصل مٹی سے بنا ہی اور مٹی مین عمارات نافعہ کی صلاحیت ہی۔ یہ سب قادر مطلق کا کام ہی جو سزاوار عبادت ہی فاستغفروہ ثم توبوا الیہ بھائیو گزشتہ گناہون کی معافی خدا سے مانگو اور آئندہ کے گناہون سے باز رہنے کا پکا قصد کرو تو خدا تعالے ایسا رحیم ہی کہ وہ سب کی سُنتا اور اُنکی دعا کو قبول کرتا ہی۔ قرآن مجید مین قصص انبیا کا جو ذکر ہی اُسکی غرض یہی ہی کہ تمام انبیا و رسل شائستگی اور نیک اخلاق پھیلانے کے لیے ہی مبعوث ہوے تھے ہر ایک نبی کے زمانے مین جن قومی بُرے خصائل کا غلو ہوتا تھا اُسکے استیصال کے تدابیر عمل مین لائے جاتے تھے جیسا کہ قوم ثمود مین تکبّر و سرکشی کا مادّہ سر سے اونچا ہو گیا تھا تو انسان کی ہستی اور کائنات کی طرف توجہ دلائی گئی ہی تا کہ وہ نیچے دیکھین اور اپنی حقیقت کو سمجھین اور راہ راست پر آجائین۔

قولہ تعالیٰ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ

مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰۗؤُا ۭاِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ترجمہ اور
مدین کی طرف (ہم نے) اُن کے (ہم قوم) بھائی شعیب کو (پیغمبر بناکر بھیجا) اُنھون نے اُنسے
کہا بھائیو خدا ہی کی عبادت کرو اُسکے سوا تمھارا کوئی معبود نہین اور ناپ اور تول مین
کمی نہ کیا کرو۔ مین تم کو خوش حال دیکھتا ہون (تو تم کو ناپ تول مین کمی کرنے کی کیا ضرورت)
اور (اسپر بھی اس حرکت سے باز نہ آؤگے تو) مجھکو تمھاری نسبت (بڑا ہی) ڈر لگ رہا ہے کہ ایک
(نہ ایک) دن (ایسا) عذاب نازل ہوگا کہ (تم سب کو) گھیر لیگا اور بھائیو ناپ اور تول انصاف
کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگون کو اُنکی چیزین کم نہ دیا کرو اور ملک مین فساد نہ پھیلاتے
پھرو اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ کا دیا جو کچھ (تجارت مین) بچ رہے تمھارے لیے (وہی) اچھا ہے
اور مین تمھارا نگہبان تو ہون نہین (کہ ہر ایک کی ناپ تول دیکھتا پھرا کرون) وہ لگے کہنے کہ
شعیب کیا تمھاری نماز تم سے متقاضی ہے کہ جن (بتون کو) ہمارے باپ دادے پوجتے آئے
ہم انکو چھوڑ بیٹھین یا اپنے مال مین جسطرح (کا تصرف) ہم (کرنا) چاہین نہ کرین۔ ہان جی ہان
تم ہی تو (لوگون پر) بڑے ترس کھانے والے (اور) راستباز (رہ گئے) ہو۔

یہ ایک دوسری مثال قوم مدین[1] کی سرتابی و بت پرستی اور شعیب علیہ السلام کے
ہدایات کی ہے شعیب علیہ السلام نے اپنی امت کو پہلے توحید ہی کی تعلیم کی قال یٰقوم اعبدوا
اللہ ما لکم من الٰہ غیرہ یعنے فرمایا کہ بھائیو خدا ہی کی عبادت کرو اُسکے سوا کوئی تمھارا
معبود نہین ہے کیونکہ راس الایمان توحید ہے اگر انسان توحید باری کا مقر ہو تو پھر اُسکا کوئی

[1] بقول اکثر مفسرین مدین ایک شہر کا نام ہے جسکو مدین ابن ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نام سے آباد کیا تھا ۱۲

نیک عمل مقبول نہین۔ اسکے بعد پھر ضروری امور کی جانب اہل مدین کو متوجہ کرایا گیا وہ یہ کہ
وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ اِنِّي اَرٰكُمْ بِخَيْرٍ ناپ اور تول مین کمی نہ کیا کرو مین تمکو خوش حال
دیکھتا ہون کیونکہ اہل مدین اس بدعادت مین مبتلا تھے جب غلہ وغیرہ فروخت کرتے تو ناپ اور
تول مین کچھ کم دیتے تھے اور اگر کسی سے خرید کرتے تو زائد لیتے تھے (یہ مرض اب بھی ہندوستان
کے بنیے بقالون مین رائج ہے اسیلیے وہ آئے دن چوری ڈکیتی لاولدی وغیرہ کے مشکلات
مین مبتلا ہین مگر اپنی بدعملی کی طرف متوجہ نہین ہوتے) آپ نے اسکے نتیجہ کو بھی یون ظاہر فرمایا
وَاِنِّي اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ اگر اس بُرے کام سے باز نہ آؤ گے تو مجھکو تمھارے
نسبت بڑا ہی ڈر لگ رہا ہے کہ ایک نہ ایک دن خدا کا عذاب ایسا نازل ہوگا کہ تم سب کو گھیر
لیگا۔ يَا قَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ بھائیو!!
ناپ و تول پورے پورے انصاف کے ساتھ کیا کرو اور لوگون کو انکی چیزین کم نہ دیا کرو یعنی
بیع و شرا مین اس بات کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جو چیز ناپ و تول سے فروخت کرین تو کسی قدر
زائد ہی دین اور لینے کے وقت کچھ کم لین تا کہ کسی قسم کی ذمہ داری عائد نہو وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ
مُفْسِدِيْنَ اور یہ بھی آپ نے فرمادیا کہ ملک مین فساد نہ پھیلاؤ کیونکہ ناپ تول کی کمی دوسرون کو
نقصان پہونچانے والی ہے جس سے جھگڑے برپا ہوتے ہین جو شخص غیر کی نقصان رسانی کو
گوارا رکھتا ہے وہ دراصل اپنے ہی نقصان کا کوشان ہے۔ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اچھی طرح
ناپ و تول کے بعد جو کچھ تجارت مین بچ رہے وہی بہتر ہے اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ اگر تم ایمان رکھتے ہو
ایمان کی شرط اسواسطے لگائی گئی ہے کہ اہل ایمان ہی ثواب و عقاب کے قائل ہین وہ برے

کامون سے بچنے اور اچھے کام اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہین وما انا علیکم بحفیظ اور
پھر شعیب علیہ السلام نے فرمایا کہ مین تمھارا نگہبان تو ہون نہین کہ ہر ایک کے ناپ اور تول دیکھتا
پھرا کرون۔ میرا کام تو صرف تم کو اچھی بات بتا دینا ہے اگر ہمارے کہے پر عمل نکروگے تو سمجھ رکھو
کہ تمھاری نعمت ایک دن زائل ہوجائیگی اور تم مفلس بنجاؤگے اُسکی روک مجھ سے نہوسکیگی
قالوا یا شعیب اصلوتک تامرک ان نترک ما یعبد اباؤنا او ان نفعل فی اموالنا
ما نشاء انک لانت الحلیم الرشید (ایسی نیک بات کا جواب اہل مدین نے یہ دیا کہ کیا
آپ کی نماز آپ سے تقاضہ کرتی ہے کہ جن بتون کو ہمارے اسلاف پوجتے آئے ہین انکو چھوڑ بیٹھین
یا اپنے مال مین اپنی مرضی کے موافق تصرف نکرین۔ آپ ہی تو لوگون پر بڑے ترس کھانے والے
اور راستباز ہین حضرت شعیب علیہ السلام نے اہل مدین کو دو باتون کی ہدایت فرمائی تھی،
ایک تو یہ کہ توحید اختیار کرین۔ دوسرا یہ کہ ناپ تول مین کمی نکرین تاکہ اُنکا دین بھی اچھا ہو
اور دنیا بھی اچھی ہو مگر قوم نے از راہ تقلید آبائی نہ مانا چونکہ آپ بہت نماز پڑھا کرتے تھے
اور اپنے عہد مین حلیم و رشید مشہور تھے تو طنزاً نماز اور حلم و رشادت کے ذکر کو بھی درمیان مین
لایا گیا غرضکہ شعیب علیہ السلام نے بہت کچھ سمجھایا لیکن اہل مدین نے کچھ پروا نکی آخرکار
ان ظالمون کو زلزلہ نے گھیر لیا اور مکانون مین اوندھے پڑے رہ گئے اور کام تمام ہوگیا حضرت
شعیب علیہ السلام اور جو لوگ آپ پر ایمان لائے تھے وہ عذاب الٰہی سے بچ گئے لہذا جن
افعال سے دوسرے لوگون کو نقصان پہونچتا ہو اُس سے اپنے نفس کو روکنا اسلامی تہذیب ہے

قولہ تعالی ولولا کلمۃ سبقت من ربک لقضی بینہم وانہم لفی شک منہ مریب

وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ **ترجمہ** اور (اے پیغمبر) اگر تمھارا پروردگار ایک بات پہلے نہ فرما چکا ہوتا (کہ قیامت ہی مین قطعی فیصلہ ہوگا) تو لوگون مین (اُن کے اختلافات کا کبھی کا) فیصلہ کردیا گیا ہوتا اور یہ لوگ (یعنے کفار مکہ بھی) قرآن کی طرف سے ایسے شک مین (پڑے) ہین جسنے انکو حیران کر رکھا ہے اور تمھارا پروردگار ان (سب) کو انکے اعمال کا بدلہ ضرور پورا دیکر رہیگا (کیونکہ) جیسے جیسے عمل یہ لوگ کر رہے ہین اُس کو (سب) خبر ہے تو (اے پیغمبر) جیسا تمکو حکم دیا گیا ہے تم اور جو لوگ (شرک و کفر سے) توبہ کرکے تمھارے ساتھ ہولیے ہین (وہ سب دین پر) قائم رہو اور حد (اعتدال) سے نہ بڑھو بیشک جو کچھ بھی تم کرتے ہو خدا دیکھ رہا ہے اور جن لوگون نے (ہماری نافرمانی کی اُنکی طرف کو جھکنا بھی نہین ورنہ (دوزخ کی) آگ تمکو آلگیگی اور خدا کے سوا تمھارا کوئی مددگار تو ہے نہین تو (نافرمانیون کی طرف جھکنے کی صورت مین اُسکی طرف سے بھی) تمکو مدد نہین ملے گی اور (اے پیغمبر) دن کے دونون سرے یعنے صبح اور شام اور اوائل شب نماز پڑھا کرو (کیونکہ) نیکیان گناہون کو دور کردیتی ہین جو لوگ ذکر الٰہی کرنے والے ہین اُنکے حق مین یہ (ایک طرح کی) یاددہانی ہے اور (اے پیغمبر عبادت کی تکلیف کو خوشی کے ساتھ برداشت کرو (کیونکہ) اللہ نیکوکارون کے اجر کو ضائع نہین ہونے دیتا۔

اِن آیات کے قبل قرآن مجید مین اس بات کا ذکر ہو کہ کفار مکہ جس طرح توحید سے
انکار کرتے تھے اُسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے بھی وہ منکر تھے انکا انکار
کچھ رسول مقبول سے مخصوص نہ تھا بلکہ کل انبیا علیہم السلام کے ساتھ یہی حالت تھی چنانچہ
موسی علیہ السلام پر توارت کا نزول ہوا تو بعضون نے اُسکو قبول کیا اور بعض نے انکار کردیا
اسلیئے آیات زیر بیان مین یون ارشاد ہوا ہو کہ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ اے
رسول مقبول اگر خدا کے حکم سے یہ بات قرار نہ پاچکی ہوتی کہ جو لوگ مستحق عذاب ہین اُنکے عذاب
مین قیامت تک تاخیر کیجاے تو دنیا مین ہی ان کافرون کے اختلافات کا فیصلہ کردیا جاتا
ہماری رحمت غضب پر مقدم ہو اور ہمارا احسان قہر پر راجح ہو یا یہ کہ اگر نوشتہ تقدیر یہ نہوتا
کہ چندے دنیا مین ایسے لوگون کے رہنے بسنے کی مہلت دیجائے تو کبھی کا فیصلہ کردیا جاتا
وَاِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ جسطرح توارت وغیرہ کتب آلہی کے تسلیم مین لوگون کو اختلاف
رہا ہو ویسا ہی کفار عرب قرآن کی طرف سے شک مین پڑے ہین قرآن مجید نے انکو حیران
کر رکھا ہو وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ اور تمھارا پروردگار ان سب کو ان کے
اعمال کا بدلہ ضرور دیگا جنھون نے کتب آلہی کو مانا اور انبیا علیہم السلام کی نبوت کو
تسلیم کیا وہ اپنی اطاعت کی جزا قیامت مین پائین گے اور منکرین کو انکے بدکرداری کی سزا
بھی ملیگی۔ وعدہ وعید کا ذکر ایک ہی جملہ مین سات تاکیدات کے ساتھ ہوا ہو یعنے اولاً
لفظ اِنّ تاکید کے لیئے مستعمل ہوا ہو دوسرا لفظ کل تیسرا لام خبر کا اِنّ پر داخل ہونا جو مفید تاکید
چوتھا ما موصول جس سے تاکیدی معنی پیدا ہوتا ہو۔ پانچوان قسم مضمر کیونکہ تقدیر کلام یون ہو

وان جمیعھم واللہ لیوفینّھم چھٹا لام جو جواب قسم کے ساتھ استعمال کیا گیا ہی۔ ساتوان نون تاکید اسکو اعجاز القرآن کہتے ہین۔ یہی نہین تاکید بر تاکید کے طور پر ارشاد ہوتا ہی انہ بما تعملون خبیر خدا اُن سب کے اعمال سے باخبر ہی فاستقم کما اُمِرتَ وَمَن تابَ معک ولا تطغوا انہ بما تعملون بصیر اے پیغمبر جیسا تمکو حکم دیا گیا ہی تم اور جو لوگ توبہ کر کے تمھارے ساتھ ہوئے ہین دین پر قائم رہو۔ ابن عباس کہتے ہین کہ قرآن مجید مین کوئی اس سے زیادہ سخت آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل نہین ہوئی کیونکہ اس آیت کا اصل اصول شریعت ہی یعنے جس طریق سے قرآن مجید مین احکام بالترتیب بیان ہوے ہین اسکا لحاظ رکھنا بھی واجب ہی جیسا کہ ترتیب وضو مین اعضا کا لحاظ رکھا جاتا ہی قیاس سے نص مین تخصیص پیدا کرنا جائز نہین ہی اور اسبات پر قائم رہنا بڑا مشکل کام ہی ولا تطغوا حد اعتدال سے تجاوز نہ کیا جاے یعنے حلال کو حرام ٹھہرانا یا حرام کو حلال انہ بما تعملون بصیر خدا تمھارے اعمال کو دیکھتا ہی تو پھر اسکی نظر سے کون بچ سکتا ہی ولا ترکنوا الی الذین ظلمُوا اور جن لوگون نے خدا کی نافرمانی کی اُنکے اعمال کی طرف نہ جھکنا یعنے اُنکے طریقہ کو اچھا نہ سمجھنا لیکن دفع مضرت اور جلب منفعت کے لحاظ سے میل جول منع نہین ہی فتمسکم النار اگر انکے طریقہ کو اچھا سمجھا جائےگا تو دوزخ کی آگ تمکو بھی لگ جائےگی وما لکم من دون اللہ من اولیاء ثم لا تنصرون خدا کے سوا کوئی مددگار و معاون نہین ہی اگر نافرمانون کے طریقے کی طرف جھک پڑے تب بھی تمکو کسی مدد کی توقع نہین ہی کہ وہ تمکو دوزخ سے بچا نہین سکتے واقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل اے پیغمبر دن کے اول و آخر مین اور کسی قدر رات گئے نماز پڑھا کرو۔ ایمان کے بعد سب سے بڑی

عبادت نماز ہے اسلیے بار بار اسکی تاکید ہوئی ہے عرب دن کا شمار صبح صادق سے کرتے ہین
دن ڈھلنے سے آخر دن شمار کیاجاتا ہے اول دن کی نماز سے صبح کی نماز اور آخر دن کی نماز
سے ظہر و عصر کی نماز مراد ہے زلف لیل سے رات کا پہلا حصہ مراد ہے لفظ زلف جمع ہے اسیلے
پہلے حصہ شب کی نماز سے مغرب کی نماز مراد ہے اور حصہ ثانی سے جو غروب شفق کے بعد شروع
ہوتا ہے نماز عشا مراد ہے اور حصۂ ثالث مین جسکی انتہا صبح صادق تک ہے وتر پڑھ سکتے ہین
یہ نماز بھی واجب ہے مگر اکثر علما نے زلفا من اللیل سے بلا تفریق حصص شب کے نماز مغرب
اور نماز عشا پڑھنا مراد لیا ہے غرضکہ اس مسئلہ مین اور بھی روایات کتب فقہ مین مرقوم ہین یہان
اُسکا لکھنا باعث طوالت ہے ان الحسنات یذھبن السیاٰت نیکیان گناہون کو دور کردیتی
ہین۔ ابن عباسؓ صلوات خمس کو حسنات کہتے ہین کیونکہ پانچ وقت کی نماز تمام گناہون
کا کفارہ ہے بشرطیکہ کبائر سے محترز رہے۔ مجاہد کا قول ہے سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ
الا اللہ کا ورد حسنات مین داخل ہے۔ بعضون نے حسنات سے ایمان مراد لی ہے اور وہ یون
تعبیر کرتے ہین کہ ایمان کفر کو زائل کرتا ہے ذٰلک ذکری للذاکرین جو لوگ ذکر الٰہی کرنے والے
ہین انکے لیے یہ ایک طرح کی یاددہانی ہے واصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین اے پیغمبر
عبادت کی تکلیف کو خوشی کے ساتھ برداشت کرو کہ اللہ نیکو کارون کے اجر کو ضائع ہونے
نہین دیتا۔ الحاصل خدا کے حکم کی فرمان برداری۔ بری صحبتون سے احتراز کرنا نیک کامون کی تکلیف
کو خوشی سے برداشت کرنا اسلامی اخلاق ہین۔

قولہ تعالیٰ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا

لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ
وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ۝ اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ
الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَ وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ
وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ
وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً وَّ یَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَی الدَّارِ ۝

ترجمہ اللہ (لوگون کے سمجھنے کے لیے) اسطرح مثالین بیان فرماتا ہی جن لوگون نے اپنے پروردگار کا کہا مانا اُنکے حق مین بہتری (ہی بہتری) ہی اور جنھون نے اُسکا کہنا نا مانا (قیامت کے دن انکا یہ حال ہوگا کہ) جو کچھ روے زمین پر ہی اگر (وہ سارے کا سارا) اِن کے اختیار مین ہوا اور اُسکے ساتھ اُتنا اور (تو یہ لوگ اپنے بدلہ مین اِسکو (خوشی سے) دے ڈالین یہی لوگ ہین جن سے بُری طرح حساب لیا جائیگا اور اُنکا (آخری) ٹھکانا دوزخ ہی اور وہ (بہت ہی) بُری جگہ ہی (اے پیغمبر) بھلا جو شخص اِس بات کو سمجھتا ہی کہ (قرآن مین) جو (دین) تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر اُترا ہی برحق ہی (یہ شخص کیا) اُس شخص کی طرح (بے نصیب رہ سکتا) ہی جو (مطلق) اندھا ہی (اور اسکو ایسی صریح بات بھی نہین سوجھ پڑتی قرآن سے تو) بس وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہین جو سمجھ دار ہین (یہ) وہ لوگ (ہین) کہ اللہ کے (ساتھ جو انھون نے بندہ ہونے کا) عہد (کر لیا ہی) اُسکو پورا کرتے ہین اور (اپنے) اقرار کو نہین توڑتے اور (نیز یہ) وہ لوگ (ہین) کہ خدا نے جن (رشتون) کے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہی انکو جوڑے رکھتے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے اور (قیامت کے دن) بُری طرح (یعنی کاوش کے ساتھ) حساب لیے جانے کا اندیشہ

رکھتے ہین اور (زیرِ وہ لوگ ہین) جنھون نے اپنے پروردگار کا مُنھ کرکے (دنیا کی تکلیف پر) صبر کیا اور نماز ین پڑھین اور ہم نے جو اُنکو رزق دیا تھا اُسمین سے چپکے (چپکے) اور ظاہر (ظہور) خدا کی راہ مین خرچ کیا اور بُرائی کے مقابلہ مین (لوگون کے ساتھ) نیکی کرتے ہین یہی لوگ ہین جنکی دنیا کا انجام (بخیر) ہے۔

سیاق کلام یون ہے کہ اِن آیات کے قبل حق و باطل کے اعتبار سے چند امثلہ بیان کیے گئے ہین جسمین ایک مثال پانی کی بھی ہے کہ خدا آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے بقدر سمائی کے نالے بہ نکلتے ہین اور نالون مین جو پانی کے ریلے آتے ہین اُن سے پانی کے مُنھ پر جھاگ آتا ہے جسکو پانی اپنے زور سے بہا دیتا ہے اُسی طرح جب زیور یا اور ساز و سامان کے بنانے کے لیے دھاتون کو آگ مین تپایا جاتا ہے تو اُسمین بھی جھاگ کی طرح کا کھوٹ ملا ہوا ہوتا ہے اور وہ پگھلانے سے اوپر آجاتا ہے گویا پانی حق کی جگہ ہے اور جھاگ باطل کی جگہ اسلیے جھاگ رائگان جاتا ہے اور پانی جو لوگون کے کام آتا ہے زمین مین ٹھہرا رہتا ہے اور آیات زیر بیان مین یہ ذکر ہے کہ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ خدا لوگون کے سمجھنے کے لئے ایسے ہی مثالین بیان فرماتا ہے۔ یہان پانی سے قرآن مقصود ہے جسطرح پانی کا نزول آسمانِ دنیا سے ہوتا ہے قرآن کا نزول آسمان کبریائی سے ہوا ہے نالون سے قلوب عباد مراد ہے جسطرح نالون کی سمائی کے موافق زمین پر پانی ٹھہرتا ہے ایسا ہی انوار علوم قرآنی سے بقدر گنجایش تلب کے ہر انسان فائدہ حاصل کرتا ہے۔ جیسا پانی یا دھات سے جھاگ یا کھوٹ نکلتا ہے اور بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح علوم مین شبہات ناشی ہوتے ہین مگر آخر مین وہ زائل ہو جاتے ہین صرف علم کا پاک اثر باقی رہ جاتا ہے

یہ لوگون کے لیے ہی لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰی جنھون نے اپنے پروردگار کا کہا مانا اُنکے حق مین بہتری ہی یعنے جو لوگ توحید عدل نبوت بعثت انبیا علیہم السلام اور شریعت رسول مقبول مانتے ہین انکے لیے جنت ہی وَالَّذِیْنَ لَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ اور جنھون نے خدا کا کہنا نہین مانا اگر اُنکے لیے زمین بھر کی سب چیزین ہون اور اُسکے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو قیامت مین عذاب سے بچنے کے لیے جرمانہ مین دینا قبول کرین گے (مگر بے سود) انھین سے بُرا حساب لیا جائے گا۔ یہ اُن اشقیا کی حالت ہی جو دنیا کی محبت مین مستغرق رہتے ہین جب وہ مرجاتے ہین تو دنیا اُنسے چھوٹ جاتی ہی جس سے سخت پریشان ہوجاتے ہین اور بارگاہ اقدس مین باریابی کے لائق بھی نہین رہتے۔ دنیا کے انہماک اور رب العزت سے اعراض کا نتیجہ یہ ہی کہ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ انکا ٹھکانا جہنم ہوگا جو بُرا ٹھکانا ہی اَفَمَنْ یَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰی اے پیغمبر بھلا جو شخص اس بات کو سمجھتا ہی کہ قرآن مجید جو پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے برحق ہی۔ تو یہ شخص کیا اُس شخص کیطرح بے نصیب رہسکتا ہی جو مطلق اندھا ہی کیونکہ قرآن مجید مشعل رہنما ہی جو شخص اُسکی روشنی مین چلیگا وہ کبھی گمراہی مین مبتلا ہو نہین سکتا جس نے اُسکو چھوڑ دیا وہ چاہ ہلاکت مین گر پڑا اِسکے بعد قرآن مجید کے ماننے والون کے لیے چند اوصاف بیان ہوی ہین، جو یہ ہین۔

(۱) الذین یوفون بعھد اللّٰہ ولا ینقضون المیثاق وہ اللہ کے عہد کو پورا کرتے اور اُسکو توڑتے نہین ہین یعنے ازل مین الست بربکم کے جواب مین جو بلٰی کہا تھا اُسکو

نہین بھولتے قال علیہ السلام لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہ۔

(۲) والذین یصلون ما امر اللہ ان یوصل اور یہ لوگ خدا نے جن رشتون کو جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے اُن کو جوڑے رکھتے ہین عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرحم معلقۃ بالعرش تقول من وصلنی وصلہ اللہ ومن قطعنی قطعہ اللہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم عرش سے معلق ہے اور کہتا ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اُسکو اللہ جوڑیگا اور جسنے مجھے توڑا اُسے اللہ کاٹ ڈالیگا۔ غرضکہ تمام حقوق کی رعایت پیش نظر رکھنا ضرور ہے حتی کہ حیوانات کے ساتھ بھی رحم ورعایت کا برتاؤ کرنا چاہیے بہرحال صلہ رحم سے مخلوقات کے ساتھ شفقت و مہربانی سے پیش آنا مراد ہے۔

(۳) ویخشون ربھم وہ اپنے خدا سے ڈرتے رہتے ہین یعنے مومنین کا دل عظمت و جلال الٰہی سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

(۴) ویخافون سوء الحساب اور بُرے حساب سے خوف کرتے ہین تاکہ قیامت مین رسوائی نہو۔

(۵) والذین صبروا ابتغاء وجہ ربھم اور وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے صبر کرتے ہین یعنے نفس کے روکنے اور دنیاوی تکالیف کے برداشت کرنے مین۔

(۶) واقاموا الصلوۃ اور نماز پڑھتے ہین کیونکہ نماز اشرف عبادات ہے۔

لہ رسول مقبول نے فرمایا کہ جو امانت دار نہین وہ بے ایمان ہے اور عہد کا توڑنے والا بیدین ہے ۱۲

(۷) وانفقوا مما رزقنٰهم سرًا وعلانیۃ اور خدا کے دیے ہوے مین سے ظاہر اور مخفی طور پر دیتے ہین یعنے زکوٰۃ یا صدقہ یا ہدیہ۔

(۸) ویدارون بالحسنۃ السیئۃ اور برائی کے مقابلہ مین نیکی کرتے ہین ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لمعاذ بن جبل اذ عملت سیئۃ فاعمل بجنبہا حسنۃ تمحہا۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل سے فرمایا اگر کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو ساتھ ہی نیک کام کیا کرو تا کہ گناہ کو محو کر دے یا اگر کوئی اپنے ساتھ برائی سے پیش آئے تو اسکے ساتھ نیکی کیا کرو ع اکرم دمی احسن الی من آسا اولئک لھم عقبی الدار یہی لوگ ہین جنکی دنیا کا انجام بخیر ہی ان مضامین پر غور کرو کہ قرآن مجید مین کیسے پاک اخلاق کا ذکر ہی ہم مسلمانون کو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ رسول مقبول کے طفیل مین ایسی نعمت میسر ہوئی ہو وہی اس سے مستفید ہونے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔

قوله تعالی اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا مَتَاعٌ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ

ترجمہ اللہ جسکی روزی چاہتا ہی فراخ کر دیتا ہی اور جسکی چاہتا ہی تنگی کر دیتا ہی اور (کفار) دنیا ہی کی زندگی سے (بڑے) خوش ہین حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ مین محض بے حقیقت چیز ہی اور (اے پیغمبر) جو لوگ (تمھاری رسالت کے) منکر ہین (وہ یہ بھی) کہتے ہین

کہ اُس (شخص پر) اُسکے پروردگار کی طرف سے (ہمارے خاطرخواہ) کوئی معجزہ کیون نہین اترا
(تم ان سے) کہو (معجزون سے کیا ہوتا ہی) اللہ ہی جسکو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہی اور جو (اُسکی طرف)
رجوع ہوتا ہی اُسکو اپنی طرف (پہونچنے کا) رستہ دکھاتا ہی جو لوگ ایمان لائے اور اُنکے دل کو یاد خدا
سے تسلی ہوتی ہی (اور) سُن رکھو یاد خدا سے دلون کو تسلی ہوا کرتی ہی تو جو لوگ کہ ایمان لائے اور
نیک عمل کیے اُنکے لیے (آخرت مین) خوشحالی ہی اور اچھا ٹھکانا۔

کفار اپنی خوشحالی پر ناز کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر وہ مغضوب خدا تھے تو دنیا کی
نعمتون سے کیون سرفراز کیے گئے ہین اسلیے اللہ یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر مین اس
خام خیالی کی تردید کی گئی ہی یعنے یہ کہ اللہ تعالی بعض کی روزی کشادہ کردیتا ہی اور بعض کی
تنگ کردیتا ہی یہ سب اُسکی مرضی پر موقوف ہی روزی کی کمی وزیادتی کو کفر و ایمان سے کچھ
تعلق نہین ہی۔ دنیا صرف امتحان کی جگہ ہی۔ آخرت کی خوبیون کے مقابلہ مین مال و دولت
چندروزہ پر گھمنڈ کرکے توحید باری اور آخرت کا انکار کرنا بے عقلی ہی و فرحوا بالحیوۃ الدنیا
وما الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا متاع کفار دنیا کی زندگی سے بڑے خوش ہین حالانکہ دنیا
کی زندگی آخرت کے مقابلہ مین محض بے حقیقت چیز ہی ویقول الذین کفروا لولا انزل علیہ
اٰیۃ من ربہ اے پیغمبر جو لوگ تمھاری رسالت کے منکر ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ تمپر پروردگار
کی طرف سے انکی مرضی کے موافق کوئی معجزہ کیون نہین اترا یعنے ظاہری معجزات جیسے موسیٰ
اور عیسیٰ علیہما السلام کو عطا ہوے تھے قل ان اللہ یضل من یشاء ویھدی الیہ من اناب
تو اے محمد تم ان سے کہدو کہ خدا جسکو چاہتا ہی گمراہ کرتا ہی اور جسکو چاہتا ہی اپنی طرف رجوع

کرلیتا ہی مطلب یہ ہی کہ قرآن مجید جو تم پر نازل ہوا ہی کیا اس سے بہتر کوئی معجزہ ہوسکتا ہی اصل بات یہ ہی کہ معجزون سے کچھ نہین ہوتا ہدایت وضلالت خدا کے قبضۂ قدرت مین ہی ہدایت اُسوقت نصیب ہوتی ہی کہ اللہ کی بارگاہ مین عجز ونیاز سے اسکے حصول کی دعا کیجاے اگر اُسکا فضل ہوگیا تو ہدایت سے بہرہ ور ہوگئے والا نہیں الذین آمنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ جو لوگ ایمان لائے انکے دل کو یاد خدا سے تسلی ہوتی ہی کیونکہ وہ خدا کے وعدہ وعید کو برحق جانتے ہین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر مانتے ہین وہ سمجھتے ہین کہ احکام آلہی محض ہماری بہتری کے لیے ہین اسپر عمل کرنا باعث سعادت ہی اور اُس سے انحراف کرنا موجب شقاوت الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اور سن رکھو کہ یاد خدا سے دلون کو تسلی ہوا کرتی ہی۔ موجودات تین قسم کے ہین ایک وہ کہ خود موثر ہی اثر پذیر نہین یہ ذات باری کی شان ہی ایک وہ موجود جو اثر پذیر ہی اور موثر نہین اسی کو جسم کہتے ہین جسم مین آثار وصفات مختلفہ کے قبولیت کا مادہ رکھا گیا ہی اور ایک وہ موجود ہی کہ کبھی تو موثر ہوتا ہی اور کبھی اثر پذیر یہ موجودات روحانیہ ہین۔ جب یہ حضرت الہیہ کی طرف متوجہ ہوتے ہین تو انمین مشیت وقدرت آلہی سے قوت فائضہ کی قبولیت کا مادہ پیدا ہوتا ہی اور جب عالم اجسام کی طرف متوجہ ہوتی ہین تو انمین تصرف کا اشتیاق پیدا ہوتا ہی پس قلب کی توجہ عالم اجسام کی طرف ہوتی ہی تو اُسمین اضطراب پیدا ہوتا ہی اور اُسکی خواہش ہوتی ہی کہ عالم اجسام مین تصرف کرے۔ اور جب وہ مطالعہ حضرت آلہیہ کی طرف توجہ کرتا ہی تو اُسمین انوار صمدیت پیدا ہوتے ہین اور اسکو تسکین ہوجاتی ہی الا بذکر اللہ تطمئن القلوب سے قلب کی آخرین کیفیت مراد ہی جیسے اکسیر سے تانبے کی ہیئت بدل جاتی ہی اور وہ سونا ہوجاتا ہی

ایسا ہی جب خدا کی عظمت و جلال کی اکسیر قلب پر پڑ جاتی ہی تو اُسکی ماہیت بدل جاتی ہی اور اُسمین سکون پیدا ہوجاتا ہی الذین آمنوا وعملو الصّٰلحٰت طوبیٰ لھم وحسن مآب جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انکے لیے آخرت مین خوشحالی ہی اور اچھا ٹھکانا ہی یہ ترغیبی کلمات ہین کہ جو لوگ اچھے کام کرتے ہین اور بُرے افعال سے احتراز کرتے ہین انکا انجام بھی اچھا ہوتا ہی۔ ان ہدایتون سے نفس کی جو کچھ اصلاح ہوتی ہی وہ بیان بالا سے بخوبی دلنشین ہوسکتی ہی۔

قوله تعالیٰ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ **ترجمہ** (اے پیغمبر) کیا تم نے (اس بات پر) نظر نہین کی کہ خدا نے نیک بات (یعنے مثلاً کلمۂ توحید) کی کیسی اچھی مثال دی ہی کہ (نیک بات) گویا ایک پاکیزہ درخت ہی اُسکی جڑ مضبوط ہی اور اُسکی ٹہنیان آسمان پر ہین اپنے پروردگار کے حکم سے ہمہ وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہی اور اللہ لوگون کے لیے (اسواسطے) مثالین بیان فرماتا ہی تاکہ وہ سوچین (سمجھین) اور گندی بات (یعنے کلمۂ شرک) کی مثال گندے درخت کی سی ہی کہ (جب چاہا) زمین کے اوپر (اوپر) سے اُکھاڑ کر پھینکا اُسکو کچھ ٹھہراؤ تو ہی نہین۔ جو لوگ ایمان لائے ہین انکو پکّی بات (یعنے کلمۂ توحید) کی برکت سے اللہ دنیا مین بھی ثابت (قدم) رکھتا ہی اور آخرت مین بھی (ثابت قدم رکھیگا)

اور اللہ نافرمان لوگون کو گمراہ کرتا ہی اور اللہ جو چاہتا ہی کرگزرتا ہی۔

اسکے قبل موحدین و مشرکین کے حالات بیان ہوے ہین آیات زیر بیان مین ایک مثال اہل توحید کی تائید مین بیان ہوئی ہی الم تر کیف ضرب اللہ مثلا کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حین باذن ربها اے محمد کیا تم نے اس بات پر نظر نہ کی کہ خدا نے نیک بات یعنے کلمہ توحید کی کیسی اچھی مثال دی ہی کہ گویا وہ ایک پاکیزہ درخت ہی اُسکی جڑ مضبوط ہی اُسکی ٹہنیان آسمان مین ہین وہ درخت ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے پھل لاتا ہی اس مثال مین کلمہ طیبہ کی چار صفتین بیان ہوئی ہین۔

(۱) کشجرۃ طیبۃ وہ ایک پاکیزہ درخت ہی خواہ باعتبار شکل و صورت کے یا باعتبار پھل پھولون کی عمدگی کے یا باعتبار خوشبودار اور لذیذ ہونے کے یا باعتبار منافع کے۔

(۲) اصلها ثابت اُس درخت کی جڑ مضبوط ہی زوال پذیر نہین ہی اور کسی صدمہ سے اُکھڑنے والا نہین ہی کہ جسکے نیست و نابود ہوجانے سے دل کو صدمہ پہونچے یہ ایک معمولی بات ہی کہ کیسی ہی عمدہ چیز ہو لیکن جب اُسکے زوال کا کھٹکا لگا ہو تو وہ دل کو بھلی نہین لگتی اگر اسکے دوام و ہمیشگی کا یقین ہو تو بے حد فرحت بخش ہوتی ہی۔

(۳) وفرعها فی السماء اسکی ٹہنیان آسمان مین ہین۔ یہ درخت کی مضبوطی کی دلیل ہی کیونکہ جس درخت کی شاخین زیادہ بلند ہوتی ہین اُسکی جڑ مستحکم ہوتی ہی اور نیز جو ٹہنیان زیادہ بلند ہونگی وہ زمین کی عفونت سے دور ہونگی ایسی شاخون کا میوہ خوشگوار ہوگا۔

(۴) تؤتی اکلها کل حین باذن ربها وہ درخت ہر وقت اپنے پروردگار کے حکم سے

پھل لاتا رہتا ہی۔ یہ اُس جھاڑ کی صفت ہی کہ ہر وقت اسپر میوہ لدا رہتا ہی دوسرے ثمرہ دار درختون کی طرح صرف موسمی نہین ہی۔

حقیقت مین کلمۂ توحید یعنے لا الٰہ الا اللہ سے انسان کے دل مین توحید باری اور معرفت الٰہی کا درخت لگ جاتا ہی جسکی خوبیان زائد از بیان ہین۔ خداشناسی سے جو لذت روح کو حاصل ہوتی ہی اُس سے بڑھکر کوئی لذت ہی نہین ہی۔ دنیا کی نعمتون کے لذات خالی از علت نہین مثلاً اگر اشتہا نہو تو کیسی ہی لذیذ چیز کھاے بے مزہ ہی علاوہ بران دنیا کی نعمتین سریع الزوال ہین۔ برخلاف روحانی لذتون کے کہ وہ غیر منقطع ہین۔ درختِ معرفت کی جڑین نفوس قدسیہ مین گڑی ہوئی ہین۔ جو ہر طرح کے فساد سے پاک اور تغیر و فنا سے بری ہین۔ اسکی دو شاخین ہین ایک ہواے الٰہی مین لگی ہوئی ہی۔ دوسری ہواے عالم جسمانی مین۔ پہلی شاخ کا مقتضا احکام خدا کی بجا آوری ہی اور اسی کے شوق و محبت مین مستغرق رہنا اسکی یاد و راُسی پر اعتماد کلی کرنا وغیرہ وغیرہ حدیث شریف مین اس شاخ کو تعظیم لامر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہی اور دوسری شاخ کو شفقت علی خلق اللہ سے جسمین مخلوقات پر رحم کرنا انتقام سے درگزر کرنا بُرائی کے مقابلہ مین بھلائی کرنا وغیرہ داخل ہین جب شجر معرفت دل مین قائم ہوجاتا ہی تو اُسکا ثمرہ ہر وقت ظاہر ہوتا رہتا ہے اور انسان کا دل نیک کامون کی طرف مائل ہوتا ہی الہامات الٰہی سے اُسکی امداد ہوتی رہتی ہی وہ ہر بات سے عبرت حاصل کرتا ہی یعنے فاعتبروا یا اولی الابصار کا مصداق بنجاتا ہی مگر ان نعمتون کا میسر ہونا مشیت ایزدی پر موقوف و منحصر ہی ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون اللہ تعالیٰ لوگون کے سوچنے سمجھنے کے لیے مثالین بیان فرماتا ہی

مثال کا فائدہ یہ ہی کہ معقولات کے ادراک مین حس۔خیال۔وہم کو تامل ہوتا ہی جب کوئی محسوس کی مثال بیان کردیجاتی ہی تو معقول ومحسوس کی تطبیق سے نزاع برخاست اور فہم مقصود مین آسانی ہوجاتی ہی ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اجتثت من فوق الارض ما لہا من قرار اور گندی بات یعنے کلمۂ شرک کی مثال گندے درخت کی سی ہی کہ جب جہاڑ زمین پر سے اُکھاڑ پھینک دیا گیا اسکو کچھ ٹھہراؤ نہین ہوتا۔یعنے کلمۂ شرک مثل ایسے درخت کے ہی کہ جسکے استعمال سے کوئی فائدہ ہی نہین۔دلائل شرک ایسے بوٹے ہوتے ہین کہ زمین یقین مین اسکی جڑ ہین نہین اُترتین وہ صرف اوپری باتین ہین جو جہالت سے اختیار کرلی گئی ہین یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاخرۃ جو لوگ ایمان لائے ہین اُنکو کلمۂ توحید کی برکت سے اللہ دنیا مین بھی قائم رکھتا ہی اور آخرت مین بھی ثابت قدم رکھیگا ویضل اللہ الظالمین اور اللہ ظالمون یعنے مشرکون کو گمراہ کرتا ہی ویفعل اللہ ما یشاء اللہ جو چاہتا ہی کرگزرتا ہی جسکو چاہتا ہی ہدایت کرتا ہی اور جسکو چاہا گمراہ اُسکے افعال مین کسی کا دخل نہین ہی۔

راہ دور از دل درنگی تست | کفر ودین از پی دورنگی تست
ذوق ایمان مگر چشیدہ نۂ | روے تحقیق وصدق دیدہ نۂ
تا کے این میل صحبت نااہل | میل نااہل وارہت برجہل
مرترا چشم وگوش داد خدا | راہ بنمود مرد راہ نمائے
بررہ دین برو ریاضت کن | وزچنین راہ بدطہارت کن
غیرتت بربہشت می ناید | تا جہنم ترا ہمے شاید

کافرم گر تو زینہ و سیرت ہیچ بینی بجشم سر جنت

قوله تعالی رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ٥ ترجمہ اے ہمارے پروردگار (جو مطلب) ہم چھپاتے اور جو ظاہر کرتے ہین تجھکو (سب) معلوم ہین اور اللہ پر کوئی چیز چھپی نہین رہتی (نہ) زمین مین اور نہ آسمان مین خدا کا شکر ہی جسنے مجھکو باوجود بڑھاپے کے اسمعیل اور اسحق (دو بیٹے) عنایت کیے کچھ شک نہین کہ میرا پروردگار دعا کو سنتا ہی۔ اے میرے پروردگار مجھکو توفیق دے کہ مین نماز پڑھتا رہون اور (نہ صرف مجھ کو بلکہ میری اولاد کو بھی) اور اے ہمارے پروردگار میری دعا کو قبول فرمالے ہمارے پروردگار جسدن اعمال کا حساب ہونے لگے مجھکو اور میرے مان باپ کو اور سب ایمان والون کو بخش دیجیو۔

ابراہیم علیہ السلام کی دو بیبیان تھین سارہ اور ہاجرہ اور دونون سوکنون مین نبتی نہ تھی چنانچہ ابراہیم علیہ السلام ہاجرہ کو مع اُنکے بیٹے اسمعیل کے اُس مقام پر لے آئے جہان اب شہر مکہ آباد ہی تو ظاہر مین ابراہیم علیہ السلام کی ملک شام سے آنے کی وجہ دونون بیبیون کی ناسازگاری تھی مگر اصل بات یہ تھی کہ کوہستان مکہ مین خداے واحد کی پرستش قائم ہو۔ غرضکہ جب آپ نے مکہ مین اقامت اختیار کی تو آپ نے یہ دعا کی کہ پروردگار مکہ مین امن عنایت فرما اور مجھکو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچائیو۔ اے پروردگار کچھ شک نہین کہ ان بتون نے

اکثر لوگون کو گمراہ کیا ہی۔ اے پروردگار مین نے تیرے معزز گھر یعنے کعبہ کے پاس بیابان مکہ مین
جہان کچھ زراعت بھی نہین ہوتی۔ اپنی کچھ اولاد لا کر بسائی ہی تاکہ یہ تیری عبادت مین مشغول رہین
ایسا کر کہ اور لوگون کے دل بھی ان کے طرف مائل ہون اور دوسرے ملکون کی پیداوار سے
انکو روزی عنایت فرما تاکہ یہ تیرا شکر کرین اور ساتھ ہی خدا کے دانا ے نہان اور آشکارا ہونیکا
خیال آگیا تو کہنے لگے ربنا انک تعلم ما نخفی و ما نعلن پروردگار جو مطلب ہم چھپاتے اور
جو ظاہر کرتے ہین وہ سب تجھکو معلوم ہین یعنے اسکے انجام کو تو ہی جانتا ہی۔ اس دعا سے
آپ کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہی کہ اپنے بعد آپ نے اپنی اولاد کے لیے بہبودی کی دعا کی تھی
وما یخفی علی اللہ من شئ فی الارض ولا فی السماء اللہ پر کوئی چیز چھپی نہین رہتی نہ زمین
مین نہ آسمان مین کیونکہ خدا عالم الغیب ہی الحمد للہ الذی وھب لی علی الکبر اسمعیل واسحق
اور پھر آپ نے عرض کیا کہ خدا ایسی قدرت والا ہی کہ مجھکو باوجود بوڑھا ہونے کے دو فرزند
اسمعیل و اسحق عنایت کیے۔ آپ کے سن کی نسبت مفسرین مین اختلاف ہی بعض کا قول
ہی کہ اسمعیل ع کی ولادت کے وقت آپ کا سن شریف چونسٹھ سال کا تھا اور اسحق کی ولادت کے
وقت نوے برس کا تھا اور بعض نے لکھا ہی کہ اسمعیل کی پیدائش کے وقت ننانوے سال کا تھا
اور اسحاق کی ولادت کے وقت ایک سو بارہ سال کا سن تھا اور سعید بن جبیر کا یہ قول ہی کہ
ایک سو سترہ سال کی عمر کے بعد آپ کے اولاد ہوئی بہرحال آپ کو ناامیدی کے سن مین اولاد ہوئی
تھی جو عظیم نعمات الٰہی سے ہی ان ربی لسمیع الدعاء کچھ شک نہین کہ میرا پروردگار دعا کو سنتا
ہی چونکہ ابراہیم علیہ السلام نے بطور رمز و اشارات کے اپنی اولاد کے حق مین دعا کی تھی پھر آپنے

اپنے یقین کو ظاہر فرمایا جسکا یہ مطلب ہی کہ گو دعا کے الفاظ صریح نہون لیکن خدا ے تعالی ہمارے مقاصد کو اچھی طرح جانتا ہی رب اجعلنی مقیم الصلوۃ ومن ذریتی خدایا مجھکو توفیق عنایت فرما کہ مین نماز پڑھتا رہون نہ صرف مجھکو بلکہ میری اولاد کو بھی توفیق عنایت فرما جسکا مطلب یہ ہی کہ نیک کامون کا کرنا اور برُے افعال سے محفوظ رہنا۔ بدون عنایت الٰہی کے ممکن نہین ہی ایسی ہی دعا آپنے اور بھی کی ہی اجنبنی وبنی ان نعبد الاصنام کہ خدا مجھکو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچاوے رینا وتقبل دعاء اے پروردگار میری دعا قبول فرما۔ جبکہ آپ نے اپنے مطالب کا اظہار کر دیا تو پھر اُسکی قبولیت کی استدعا بھی کی جو شان عبدیت ہی ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب پروردگار جبدن اعمال کا حساب ہونے لگے مجھکو اور میرے مان باپ کو اور سب ایمان والون کو بخش دیجیو۔ یہ دعا تعلیم امت کے لحاظ سے ہی جسطرح ہر شخص اپنی بہتری کے لیے خدا سے دعا کرتا ہی اسی طرح اپنے والدین اور اپنے ہمقوم کی بھلائی کے لیے بھی دعا کرنی چاہیے۔ ابراہیم علیہ السلام نے جن امور کو صداقت کے ساتھ ظاہر فرمایا ہی اُس سے اُنکے نفس کی پاکی کا حال معلوم ہو سکتا ہی قرآن مجید مین قصص انبیا کا ذکر اسی واسطے ہوا ہی کہ ان باتون کے معلوم کرنے سے نفس مین تہذیب اور صلاحیت پیدا ہوتی ہی۔

قولہ تعالی وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِیَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْلَ ۝ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ وَلَقَدْ اٰتَیْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ ۝ لَا تَمُدَّنَّ عَیْنَیْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَقُلْ اِنِّیْ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ٥ ترجمہ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ آسمان اور زمین مین ہی اُسکو کسی بڑی مصلحت ہی سے بنایا ہی اور قیامت ضرور ضرور آنے والی ہی (اے پیغمبر کافرون کی شرارتون سے) عمدگی کے ساتھ درگذر کرو۔ کچھ شک نہین کہ تمھارا پروردگار (سب کا) پیدا کرنے والا (اور سب کے حال سے) واقف ہی اور (اے پیغمبر) ہمنے تمکو (سورۂ فاتحہ یعنے الحمد کی) سات آیتین عطا فرمائین جو (نماز کی ہر رکعت مین) مکرر پڑھی جاتی ہین اور (یہ قرآن کی ایک) بڑی عمدہ سورت ہی (تو یہ سب سے بڑی نعمت ہی) اور وہ جو ہم نے اِن کافرون مین سے کئی قسم کے لوگون کو (دنیا کی چند روزہ) فائدون سے بہرہ مند رکھا ہی تم اُن پر اپنی نظر نہ دوڑاؤ اور (دین کی طرف اُنکی بے پروائی دیکھکر اُن کے حال پر) افسوس بھی نکرنا اور مسلمانون سے (گو کیسے ہی غریب ہون ہمیشہ) جُھک کر ملنا۔ اور (اُن لوگون سے) کہدو کہ مین تو کھلے طور پر (تم سب کو عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہون۔

اِن آیات کے ما قبل اصحاب حجر کا قصہ بیان ہوا ہی جو ما بین عرب و شام کے ایک وادی مین رہتے تھے یہ بھی قوم ثمود کی ایک شاخ ہی اُنھون نے صالح علیہ السلام کی نبوت سے انکار کیا تھا جس سے وہ ہلاک ہو گئے۔ پیغمبر صاحب کے زمانے مین جو مشرکین عرب اِن قصون سے واقف تھے۔ یہ خیال کرتے تھے کہ اگلی امتون کیلیے تو خدا ے تعالی نشانیان دکھلاتا تھا اب کیون نہین دکھلاتا اور پھر وہ قومین سرکشیون کی بدولت ہلاک ہو جایا کرتی تھین اب ایسا کیون نہین ہوتا۔ ان فضول خیالون کو ظاہر کر کے رسول مقبول سے تمسخر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جو کچھ انسان کے لیے سعادت و شقاوت ہی بس وہ اسی دنیا مین ہی کیسی قیامت اور کہان کی

آخرت ۔ اگر قیامت وغیرہ کا ہونا صحیح ہی تو پھر دنیا مین منکرین کو کیون پیدا کیا گیا کیون انکو عیش و آرام
دیا جاتا ہی۔ ان باتون کا جواب آیات زیر بیان مین ادا کیا گیا ہی وما خلقنا السمٰوات والارض
وما بینہما الا بالحق ہمنے آسمان اور زمین کو اور جو کچھ آسمان و زمین مین ہی اسکو کسی بڑی مصلحت
سے بنایا ہی۔ اس سے بڑھکر اور کونسی نشانی خدا کی قدرت کی ہو سکتی ہی۔ غور کرو کہ ہر چیز کس
اسلوب سے بنائی گئی ہی۔ اس سے رسول مقبول کو تسلی دلانا بھی مقصود ہی کہ جب مشرکین
ایسے عظیم آثار قدرت کو اپنی سفاہت کے سبب سے نہین سمجھتے اور خدا کی عظمت و جلال کو تسلیم
کرکے توحید کا اقرار نہین کرتے تو ان نادانون کی بیہودہ گفتگو سے دلتنگ نہونا چاہیے
وان الساعۃ لاٰتیۃ قیامت ضرور آنے والی ہی۔ کافرون کی گستاخیون کا بدلہ ضرور لیا جائیگا
اور اے پیغمبر آپ کے صبر کی جزا دیجائیگی فاصفح الصفح الجمیل اے محمد کافرون کا لاٰیقیون
سے درگذر کرو۔ حلم و برداشت سے کام لو تاکہ آپ کے اخلاق جمیلہ ظاہر ہون ولقد اٰتیناک
سبعا من المثانی والقراٰن العظیم اور ہمنے تمکو الحمد کی سورت عنایت کی ہی جو قرآن مجید کی
بڑی عمدہ سورت ہی۔ جو نماز کی ہر رکعت مین مکرر پڑھی جاتی ہی۔ یہ پیغمبر صاحب کی دلجوئی ہی۔
فائدہ سورۂ فاتحہ کو مثانی اسوجہ سے کہتے ہین کہ نصف سورہ مین ثنا ر الٰہی
مذکور ہی اور نصف مین دعا یعنے دو قسم کے مضامین اسمین درج ہین۔ حق اللہ اور حق عباد۔
دوسری وجہ یہ ہی کہ سورہ الحمد کا نزول دو بار ہوا ہی ایک بار مکہ مین دوسرے بار مدینہ مین اس سے
بھی اِس سورت کی عظمت ظاہر ہوتی ہی۔ لا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجا
منہم اور ان کافرون مین سے کئی قسم کے لوگون کو دنیا کے چند روزہ فائدون سے جو بہرہ مند کیا گیا ہی

تم اُن پر نظر نہ دوڑاؤ یعنے اُنکی دنیاوی خوشحالی کا رشک نکرو تم کو قرآن مجید دیا گیا ہی جو سب سے
بڑی نعمت ہی ولاتحزن علیهم اور دین کی طرف اُنکی بے پروائی دیکھکر اُنکے حال پر افسوس بھی
نکرنا واخفض جناحك للمؤمنین اور مسلمانون سے گو کیسے ہی غریب ہون ہمیشہ جھک کر
ملنا مقصد صرف یہ ہی کہ جب رسول مقبول کو اغنیا سے اعراض کرنے کا حکم ہوا تو ساتھ ہی
فقرا ے مسلمین کے ساتھ ملتفت ہونے کا حکم بھی دیا گیا وقل انی انا النذیر المبین اور اُن
لوگون سے کہدو کہ مین تو کھلے طور پر تم سب کو عذاب خدا سے ڈرانے والا ہون یعنے احکام
شرعی کا ظاہر کرنے والا ہون جو کوئی پابندی نکریگا وہ عذاب الٰہی مین مبتلا ہوگا۔ ان پاک
ہدایتون کو دیکھو اور ان پر عامل ہو تاکہ نفس راہ راست پر آجائے۔

قولہ تعالیٰ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ
وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ترجمہ اور ہم کو معلوم ہی کہ یہ کافر جیسی جیسی باتین
کہتے ہین اُنکی وجہ سے تم دل تنگ ہوتے ہو تو تم اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھ (اس کی)
تسبیح (و تقدیس) کرو اور (اسکی جناب مین) سجدے کرو اور اپنے پروردگار کی عبادت مین
لگے رہو یہانتک کہ تمکو امر یقینی (یعنے موت) پیش آئے۔

چونکہ کافرون کے بار بار تمسخر و استہزا سے رسول مقبول کے دل پر بھی باقتضاے
بشریت گرانی ہوتی تھی تو اس سچی بات کو یون ظاہر کرکے کہ ولقد نعلم انك یضیق صدرك
بما یقولون ہمکو معلوم ہی کہ یہ کافر جیسی جیسی باتین کہتے ہین انکی وجہ سے تم تنگ دل ہوتے ہو
دفع ضیق طبیعت کی چار ترکیبین بتلائی گئی ہین فسبح بحمد ربك دو باتین تو یہ کہ تسبیح

وتحمید مین مشغول رہو وکن من الساجدین تیسری بات یہ ہو کہ خدا کے جناب مین سجدہ کرو یعنے عبادت کرو وحتی یاتیك الیقین چوتھی بات یہ ہو کہ ہمیشہ عبادت کے پابند رہو یعنے موت تک یہ چار باتین ایسی ہین کہ اس سے تنگی دل اور غم رفع ہو جاتا ہو۔ محققین کہتے ہین کہ ان چار باتون کی مواظبت سے عالم ربوبیت کے انوار منکشف ہو جاتے ہین۔ انسان کی نظر مین دنیا حقیر ہو جاتی ہو۔ اہل دنیا کی فضول گوئی کا کوئی اثر قلب پر باقی نہین رہتا۔ اسی کو طب روحانی کہتے ہین۔ اللہ جل شانہ نے امراض قلوب اور اُسکے ازالہ کے نسخہ جات کا ذکر بھی ساتھ کے ساتھ بیان فرما دیا ہو۔

در دہان ہر زبان کہ گویا شد	از ثنایت چو مشک جویا شد
دل وجان را بہ بعد و قربت تو	ہست در امر و در مشیت تو
در ثنا ے تو ہر کہ گر پرتر	گرچہ قادر ترست عاجز تر
مرد ایمان ہمیشہ در کارست	زانکہ ایمان نماز بیم آرست
تا نداری سر سر اندازی	تو چہ دانی کہ چیست جانبازی

قولہ تعالی وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۞ **ترجمہ** اور اگر خدا بندون کو انکی نافرمانیون کی سزا مین پکڑتا تو روے زمین پر کسی متنفس کو باقی نہ چھوڑتا مگر (وہ) ایک وقت مقرر (یعنے موت تک) انکو مہلت دیتا ہو۔ پھر جب اُنکا (وہ) وقت آپہونچتا ہو تو اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے اور نہ آگے بڑھ سکتے ہین۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو مشرکین عرب کو خدا کے عذاب سے خوف دلایا کرتے تھے
کہ عنقریب آنے والا ہی یہ گروہ کہتے تھے کہ ابھی تو نہین آیا۔ اگر آپ سچے ہین تو عذاب جلد آجاے
تاکہ ہم بھی تو دیکھین کہ آخر ہوتا کیا ہی اور یہ بھی کہتے تھے کہ دنیا مین ہو یا آخرت مین اگر ہماری
کردار سے کوئی بلا آئے بھی تو کیا پرواہی فلان فرشتہ اور فلان دیوی جو خدا کے یہان مختار
کار ہین اور شریک قضا و قدر ہین وہ ہماری بلاؤن کو رفع دفع کر دین سگے۔ اس بیہودہ خیالی
کا اس آیت کے قبل قرآن مجید مین تفصیل سے جواب دیا گیا ہی۔ اب آیت زیر بیان مین یہ ارشاد
ہوتا ہی ولو یواخذ اللہ الناس بظلمھم ما ترک علیھا من دابۃ اگر خدا بندون کو اُنکی نافرمانیون
کی سزا مین گرفت کرتا تو روے زمین پر کسی جاندار کو باقی نہ چھوڑتا صرف باقتضاے رحمت
درگزر کر کے عمر معین تک مہلت دیجاتی ہی اور نعمتین عنایت ہوتی رہتی ہین۔ ابو ہریرہ
رضی اللہ عنہ کہتے ہین کہ مین نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا ان الظالم لا یضر الا نفسہ
ظالم دوسرے کو نقصان نہین پہونچاتا بلکہ اپنے نفس ہی کو ضرر پہونچاتا ہی حقیقت مین ایسا ہی
ہوتا ہی اور یہ صحیح مقولہ ہی فاذا جاء اجلھم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون جب
اُنکا آخر وقت آجاتا ہی تو اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہین اور نہ آگے بڑھ سکتے
ہین۔ غرضکہ سب کفر و طغیان ایک وقت معین تک ہی آخر کار سب کو خدا کی طرف لوٹ کر جانا
ہی اور اپنے کیے کی سزا پانا ہی اسلیے انسان کو ہر وقت خدا کا خوف پیش نظر رکھنا اور اُسکی
اطاعت مین سرگرم رہنا چاہیے۔

باجل باز بستہ اند این کار — بے اجل نیست کار را مقدار

فرش عمرت نوشتہ در شومی — این دو فراش زنگی و رومی

با تو این طمطراق ولاف وہوس — تا دم آخرست ہمرہ و بس

بعد ازان راہ کفر و دینت بود — نیک و بد مونس و قرینت بود

نیک تو روضۂ شود ز نعیم — بد تو حفرۂ شود ز جحیم

برگناہان ہمی کنی اصرار — خویشتن را ز مردگان انکار

ہمہ فعل تو از تو کردہ سوال — یافتہ گوشمال و خوردہ دوال

ناقد فعل تو علیم و بصیر — تو ز احوال خویش گشتہ ضریر

قولہ تعالیٰ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿ترجمہ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم پر (یہ) کتاب اسی غرض سے اُتاری ہی کہ جن باتون مین (یہ لوگ آپس مین) اختلاف کر رہے ہین وہ اُنکو اچھی طرح سمجھا دو علاوہ برین (یہ قرآن) ایمان والون کے لیے (موجب) ہدایت و رحمت ہی۔

مشرکین کو اکثر مسائل دین یعنے مسائل توحید، جبر و قدر۔ اثبات معاد وغیرہ مین اختلاف ہی لہذا قرآن مجید مین ان مسائل کو بار بار بہت صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہی تاکہ وہ ہدایت پذیر ہون۔ چنانچہ اس سے قبل الا ان للہ ما فی السموٰات والارض الخ کے ضمن مین بہت صراحت سے بیان ہو چکا ہی۔ اور اس خصوصیت کے ساتھ اس آیت مین مومنین کا ذکر اسواسطے کیا گیا ہی کہ وہی قرآن کی ہدایت کو مانتے ہین اور اُسکے احکام کی پابندی کرتے ہین۔ یہ قاعدہ کی بات ہی کہ اچھی باتون کا مفہوم عام ہوتا ہی

لیکن بعض لوگ باقتضاے کج طبعی وقساوت قلبی انسے منتفع نہین ہوتے جنکے قلوب پر تو ہدایت
سے منور ہوتے ہین وہ ان ہدایات سے بہرہ مند ہوتے ہین۔

سرّ قرآن خدا آنکه داند | زوشنو زانکه خود ہمو داند
مر ترا در سرائے غیب آرند | پردہ از پیش روے بردارند
خاکی اجزائے خاک را بینید | پاک باید که پاک را بیند
در دماغے که دیو کبر دمید | فہم قرآن ازان دماغ رمید
ہوش اگر گوشمال حق یابد | سرّ قرآن ز سورہ دریابد

قوله تعالى وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ۝ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدتُّمْ وَلَا تَنقُضُوا الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ ترجمہ اور (اے پیغمبر) ہمنے تمپر دیہ کتاب نازل کی ہو (جسمین) ہر چیز کا بیان (شافی) ہو اور مسلمانون کے لیے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری مسلمانو! اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہو اور (لوگون کے ساتھ) احسان کرنے کا اور قرابت والون کو (مالی امداد) دینے کا اور بیحیائی (کے کامون) اور ناشایستہ حرکتون اور (ایک دوسرے پر) زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہو تم لوگون کو ایسی ایسی نصیحتین کرتا ہو تاکہ تم (ان باتون کا) خیال رکھو اور جب تم لوگ آپس مین قول وقرار کرلو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو اور قسمون کو انکے پکا کیے پیچھے نہ توڑو حالانکہ تم اللہ کو اپنا ضامن ٹھہرا چکے ہو کچھ شک نہین

کہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے بخوبی واقف ہے

علوم دین کے دو قسم ہین اصول و فروع۔ اصول علم دین کا ذکر بتمامہ قرآن مجید مین موجود ہے اور فروعات اسی کے تابع ہین اور بعض فروعات کا ذکر بھی قرآن مین ہوا ہے اسلیے قرآن مین جو احکام موجود ہین اسکی اتباع لازمی ہے ونزلنا علیک الکتٰب سے بُشْریٰ لِلْمُسْلِمِین تک اسی کا ذکر ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی شان نزول آیت عثمان بن مظعون جہنی سے یہ منقول ہے کہ آپ کہتے ہین کہ پہلے پہل تو مین رسول مقبول سے شرم کرکے مسلمان ہو گیا تھا مگر اسلام کی خوبی میرے دلنشین نہین ہوئی تھی۔ ایک روز مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیضدرجت مین حاضر ہوا اور آپ گفتگو فرما رہے تھے دفعۃً آپ نے اپنی آنکھون کو آسمان کی طرف بلند کیا اور پھر سیدھی طرف کو نیچے کر لیا پھر دوبارہ بھی آپ نے ایسا ہی کیا مین نے اسکی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی اثنا ے گفتگو مین سیدھے جانب جبرئیل نازل ہوے اور کہا کہ اے محمد ان اللہ یامر بالعدل والاحسان اللہ انصاف کرنے اور لوگون کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیتا ہے کلمۂ توحید یعنے لا الہ الا اللہ کہنا عدل اور فرائض پر قائم رہنا احسان ہے وایتاء ذی القربیٰ اور قرابت دارون کی مدد کرنا و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر زنا اور خلاف شریعت کامون سے خداے تعالیٰ منع فرماتا ہے والبغی اور ظلم و زیادتی سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ عثمان ابن مظعون کہتے ہین کہ اس بیان کے سنتے ہی میرے دل مین ایمان جاگیر ہو گیا۔ اسوقت مین ابوطالب کے پاس گیا

اور یہ کیفیت بیان کی تو ابو طالب نے کہا کہ اے قریش اگر تم میرے برادرزادہ کی اتباع کروگے تو راہ راست پر آجاؤگے وہ اپنے دعوے مین سچے ہون یا جھوٹے مگر انکی تعلیم مکارم اخلاق سے بھری ہوئی ہی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا کے اس برتاؤ کو دیکھا کہ مائل بہ للیت ہی تو آپ نے کہا کہ اے چچا آپ دوسرون کو تو میری اتباع کی ترغیب دلاتے ہین مگر آپ اپنے کو باز رکھتے ہین۔ افسوس کہ ابو طالب نے اسلام لانے سے انکار کیا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی انک[1] لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء عدل واحسان کی تفسیر مین مختلف اقوال ہین ابن عباس کہتے ہین کہ العدل اخلع الانداد عدل یہ ہی کہ خدا کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جاے والاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ احسان یہ ہی کہ خداے تعالی کی عبادت ایسی حضور قلب سے کیجاے گویا اسکو دیکھ رہے ہین اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہی فان لم تکن تراہ فانہ یراک اگر تم اللہ کو نہ دیکھ سکو تو یون سمجھو کہ وہ تمکو دیکھ رہا ہی۔ معیار احسان یہ ہی کہ جس چیز کو تم اپنی ذات کے لیے پسند کرتے ہو وہ غیر کے لیے بھی پسند کرو۔ اگر مومنین کے ساتھ ایسا برتاو کروگے تو تمھارے ایمان مین تقویت ہوگی۔ اگر کافرون کے ساتھ ایسا برتاو کروگے تو اُنکے دل مین بھی یہ بات پیدا ہوجائے گی کہ وہ تمھارے برادر دینی بنجائین۔ غرضکہ اس آیت شریف مین تین امور کا حکم ہوا اور تین امور کی ممانعت ہوئی ہی یعنے عدل۔ احسان اور صلہ رحم کے اختیار کرنے کا حکم ہی۔ فحشاء۔ منکر۔ بغی۔ سے ممانعت ہوئی ہی۔ دراصل عدل درجہ توسط کو کہتے ہین جو

[1] (اے پیغمبر اپنی خواہش کے مطابق) تم جسکو چاہو ہدایت نہین دیسکتے بلکہ اللہ جسکو چاہتا ہی ہدایت دیتا ہی ۱۲

افراط و تفریط سے پاک ہو۔ اسلیے تمام کامون مین درجہ توسط بہتر ہی۔ احکام شرعی کا
تعلق یا تو اعتقادات سے ہی یا اعمال جوارح سے اسلیے اسلام مین اعتقاد و عمل مین بھی
درجہ توسط ہی کو قائم کیا گیا چنانچہ بعض اہل مذہب کا یہ اعتقاد ہی کہ خداے تعالی بندون
کے گناہون سے بالکلیہ درگزر فرماتا ہی یہ درجہ تفریط کا ہی اور بعضون کا یہ اعتقاد ہی کہ اگر بندہ عاقل
سے ایک گناہ سرزد ہو تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخ کے حوالے ہو جائے گا یہ افراط کا
درجہ ہی اور درجہ عدل یہ ہی کہ جو لا اله الا الله کہے گا یعنے توحید کا مقر ہوگا اُسکو دوزخ
سے نجات ملیگی۔ اسی طرح شرع موسوی مین قتل عمد مین قصاص لازمی ہی جو افراط کا درجہ ہی اور
دین عیسوی مین عفو جائز ہی جو تفریط ہی مگر مذہب اسلام مین قتل عمد مین قصاص بھی جائز
ہی۔ دیت کا لینا بھی جائز ہی اور بعض اوقات عفو بھی جائز ہی یہی درجہ وسط ہی اور یہی عدل
ہی۔ اور ایسا ہی دین موسوی مین حائضہ عورت سے سخت پرہیز کیا جاتا ہی۔ یہان تک کہ
حائضہ عورت گھر کے باہر کر دی جاتی ہی جو افراط کا درجہ ہی (ایسا ہی عمل ہنود مین بھی رائج
ہی) عیسوی مذہب مین حائضہ عورت سے وطی جائز ہی جو بالکلیہ تفریط ہی اسلام مین حائضہ
عورت سے وطی جائز نہین ہی تاکہ خون فاسد کا بد اثر نہو۔ لیکن اسکو گھر سے جدا کرنے کی
ضرورت نہین ہی۔ یہی درجہ توسط کا ہی۔ اور اسی طرح مسئلہ ختان ہی۔ ختنہ کرنے مین حکمت
ہی کہ جلد سر قضیب فطرتاً شدید الحس ہی اسلیے جماع کی خواہش اُسمین زیادہ ہوتی ہی کثرت
جماع کی آفتون سے بچنے کے لیے مذہب مانویہ مین خصی کرنا جائز ہی اور اس چمڑیکا علی حالہ
چھوڑ دینا تقویت خواہش کا باعث ہی۔ اور یہ دونون حالتین افراط و تفریط سے خالی نہین ہین

اسیلیے اسلام مین ختان کا حکم ہوا جو حالت بین بین ہی ان سب مثالون سے واضح ہوسکتا ہی کہ درجہ عدالت محمود ہی عدل مین اگر مبالغہ ہو تو وہی احسان ہی مثلاً عبادت مین ادائے فرائض و واجبات عدل ہی۔ اگر کوئی شخص نوافل زیادہ پڑھے تو وہ احسان کا درجہ ہی۔ کیونکہ عبادت کی زیادتی استغراق شہود مقام عبدیت و ربوبیت کے باعث ہوتی ہی جو دراصل درجۂ احسان ہی۔ ادائے احکام الٰہی اور شفقت علی الخلق مین درجہ احسان کا پیش نظر رکھنا خاصان خدا کا کام ہی۔ شفقت علی الخلق کے اقسام بھی بہت ہین۔ سب مین اشرف و اعلیٰ صلۂ رحم کی پاسداری ہی۔ لہذا آیت زیر بیان مین عدل و احسان کے بعد ایتاء ذی القربیٰ کا حکم ہوا ہی اس ترتیب قرآنی پر ذرا گہری نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ قرآن مجید کا لفظ لفظ اعجاز ہی اعجاز ہی۔ غرضکہ اوامر ثلاثہ کا ذکر تو اسطرح بیان کیا گیا اسکے ساتھ نواہی ثلاثہ کا ذکر ہوا ہی یعنے فحشاء منکر۔ بغی کا اسکے سمجھنے کے لیے اسباب کا ذکر کردینا ضرور ہی کہ نفس انسانی مین چار قوتین رکھی گئی ہین۔ قوت شہوانی۔ قوت غضبی۔ قوت شیطانی۔ قوت ملکی۔ ان چار قوتون مین قوت ملکی تو اصلاح و تہذیب کی محتاج نہین ہی کہ وہ خود ارواح قدسیہ کا نتیجہ ہی جو کچھ اصلاح کی ضرورت ہی وہ باقی تین قوتون کے لیے ہی۔ قوت شہوانی کا یہ کام ہی کہ وہ طبیعت کو لذائذ و شہوات کی طرف مائل کرتی ہی اسی کو فحش کہتے ہین۔ چنانچہ زنا کو لفظ فاحشہ کے ساتھ قرآن مجید مین ذکر کیا گیا ہی انہ کان فاحشۃ وساء سبیلا پس خلاف شریعت لذتون سے باز رہنے کا حکم ینھی عن الفحشاء سے ہوا قوت غضبی کا ہمیشہ سے یہ کام ہی کہ درپئے آزار مخلوقات رہے اسی مین اُسکی لذت ہی۔ اسیلیے غیظ و غضب کو نظر کراہت سے دیکھا جاتا ہی چنانچہ اس مضمون کو

بہت ہی لطف کے ساتھ اس شعر مین ادا کیا گیا ہی ؎

می خور و مصحف بسوز و آتش اندر کعبہ زن ساکنِ بت خانہ باش و مردم آزاری مکن

لفظ منکر سے یہی صفت مراد ہی۔ قوت شیطانی کا مقتضا یہ ہی کہ انسان جاہ و ترفع کا خواہان ہوتا ہی اور تقدم و ریاست کا طلبگار تاکہ ہمچشمون پر غالب رہے اسی مفہوم کو لفظ بغی سے ادا فرمایا گیا ہی یعظکم لعلکم تذکرون سے نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء کے مضمون پر جو ابتداے آیات مین مذکور ہی خیال رکھنے کی توجہ دلائی گئی ہی۔ جوہر نفس انسانی درصل پاک و منزہ ہی جبکا شمار زمرۂ ملائکہ مین ہی اور وہ ارواح عالیہ قدسیہ کا نتیجہ ہی۔ جب اسکا ظہور اس عالم مین ہوا تو وہ تعلقات سے بالکل مبرا رہا ہی جن جن امور کے کرنے کا حکم ہوا ہی وہ موجب ترقی انسان ہین جو لوگ اعمال صالحہ کو کرتے ہین وہی قرب درگاہ رب العزت حاصل کرتے ہین انکا شمار ملائکہ مقربین مین ہی اور جن جن باتون کی ممانعت ہوئی ہی اگر انکی طرف طبیعت کا میلان ہو تو انسان سعادت سے محروم ہو جاتا ہی واوفوا بعہد اللہ اذا عاہدتم جب تم آپس مین قول و قرار کر لو تو اللہ کی قسم کو پورا کرو عہد سے بالخصوص بعیت اسلام مراد ہی جو رسول مقبول کے ہاتھ پر کی گئی تھی اسکا نقض جائز نہین ہی ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم[1] اور عموماً مسلمانون کو قسم و عہد کا پاس کرنا چاہیے کہ ترک قسم بری بلا ہی اور معاہدہ کا توڑنا مطلقاً ناجائز ہی خواہ عہد کسی مسلمان سے کیا گیا ہو یا کافر سے جاہلیت مین یہ دستور تھا

---

[1] ترجمہ (اے پیغمبر) جو لوگ (صلح حدیبیہ کے وقت) تمھارے ہاتھ پر (لڑ مرنے کی) بعیت کر رہے ہین وہ (تم سے نہین) بلکہ خدا سے بعیت کر رہے ہین (یہ کہ تمھارا نہین بلکہ) خدا کا ہاتھ انکے ہاتون پر ہی ۱۲

کہ ایک قوم سے معاہدہ کرنے کے بعد دوسری زبردست قوم سے سازو باز کر کے معاہدہ کو
توڑ دیا جاتا تھا اسلیے معاہدہ کا توڑنا ممنوع قرار دیا گیا ہی۔ کیونکہ معاہدہ ایک ایسی چیز
ہی کہ اسپر تمام دینی و دنیوی کاروبار کا مدار ہی۔ ولا تنقضوا الایمان بعد توکیدھا اور
قسموں کو پکا کرنے کے بعد نہ توڑا جاے یہ پہلے مضمون کی تاکید ہی وقد جعلتم اللہ علیکم
کفیلا جبکہ حلف کی تکمیل خدا کے نام سے ہوتی ہی تو خدا اس معاہدہ کا کفیل ہو جاتا ہی اسکا
خلاف ہرگز جائز نہین ہی ان اللہ یعلم ما تفعلون جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اُس سے بخوبی واقف
ہی۔ اس سے ترغیب و ترہیب مقصود ہی یعنے معاہدہ پر اگر قائم رہوگے تو اُسکی نیک جزا
ملیگی والا نقض عہد کا خمیارہ اُٹھانا پڑیگا۔ ان آیات کے مفہوم پر غور کرنے سے صاف
معلوم ہو سکتا ہی کہ اصلاح نفس کے لیے کیسی پاک تعلیم ہوئی ہی بالخصوص قسم کا پاس معاہدہ
کی حفاظت ضروری قرار دیگئی ہی کیونکہ تمام معاملات دنیا و دین کا استحکام اسی سے ہی اگر انسان
اپنے قول و قرار کا پکا نہو تو اُسکا اعتبار ساقط ہو جاتا ہی۔ دنیا مین بھی اُسکو وقار کی نظر سے
نہین دیکھا جاتا اور وہ خدا کی نظرِ عنایت سے بھی گر جاتا ہی۔

قولہ تعالی مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ
بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ
عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ جو دمال و متاع دنیا، تمھارے پاس ہی (وہ سب ایک نہ ایک دن) نبڑ ہو جاے گا اور جو

(اجر) اللہ کے پاس ہے وہ (ہمیشہ ہمیشہ) رہے گا اور جن لوگون نے (دنیا مین) صبر کیا اُن کو (قیامت کے دن) اُن کے (اس) بہترین عمل کا صلہ ہم ضرور عطا فرمائین گے جو شخص نیک عمل کریگا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ہم (دنیا مین بھی) اُسکی زندگی اچھی طرح بسر کرائین گے اور انکو (آخرت مین بھی) اُن کے (ان) بہترین اعمال کا صلہ ضرور عطا فرمائین گے تو (اے پیغمبر) جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود (کے وسوسون) سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو جو لوگ ایمان رکھتے ہین اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہین ان پر شیطان کا کچھ قابو نہین (چلتا) اُسکا قابو تو انھین لوگون پر (چلتا) ہی جو اُسکے ساتھ ارتباط رکھتے اور جو شریک خدا ٹھہراتے ہین-

اسکے قبل نقض عہد و حلف سے بچنے کا ذکر ہوا ہی اور اب یہ ارشاد ہوتا ہی ماعندکم ینفد وما عند اللہ باقٍ اگرچہ مال و متاع دنیا کی محبت مین عہد اسلام کو توڑ دیا جاتا ہی مگر یاد رہے کہ آخرت کی نعمتون کے مقابلہ مین مال و متاع دنیوی چندان قابل وقعت نہین ہی کہ یہ چندروزہ ہی اور وہ دائمی ولنجزین الذین صبروا باحسن ما کانوا یعملون جن لوگون نے دنیا مین صبر کیا اور شریعت کے پابند رہے انکو آخرت مین انکے بہترین عمل کا صلہ بھی دیا جائیگا من عمل صالحًا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینّہ حیوۃ طیبۃ ولنجزینھم اجرھم باحسن ما کانوا یعملون جو شخص نیک عمل کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو خدا کے فضل سے اسکی دنیوی زندگی بھی اچھی طرح بسر ہو گی اور آخرت مین بھی نیک اعمال کا صلہ ملیگا- حیات طیبہ سے مقصود یہ ہی کہ خدائے تعالی رزق حلال عطا فرمائے گا جو زندگی حلال کھانے سے ہو گی وہی اچھی ہی اور بعضون نے حیات طیبہ سے قناعت مراد لی ہی کیونکہ

حریص ہمیشہ محبت کد وکاوش مین مبتلا رہتا ہی اسکی زندگی اچھی حالت مین نہین گزرتی یا یہ کہ
مومنین کا قلب انوار معارف الٰہی سے روشن اور بھرا ہوا ہوتا ہی اسلیے اُنکے دل مین دنیا کے
رنج وملال کی سمائی نہین ہوتی اس لحاظ سے مومنین کی حیات کو حیات طیبہ کہتے ہین فاذا
قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ اے پیغمبر جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان
کے وسوسون سے خدا کی پناہ مانگ لیا کرو اسکے قبل نیک اعمال کے اختیار کرنے کی ہدایت
ہوئی ہی چونکہ قرآن کا پڑھنا تمام اعمال خیر مین بہترین عمل ہی اسلیے اسکے پڑھنے کا طریقہ بتلایا گیا ہی
کہ قرآن شروع کرنے سے قبل شیطان کے وسوسون سے پناہ مانگی جاے۔ گو اس آیت مین
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہین مگر مفہوم عام ہی ہر شخص کو چاہیے کہ قرآن مجید پڑھنے کے
پہلے اعوذ پڑھا کرے۔ جب خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم ہوا ہی تو دوسرون سے
بدرجہ اولی متعلق ہی اس حکم سے اس بات کا احتمال تھا کہ شیطان کو قوت تصرف بھی حاصل ہی
جس سے بچنے کے لیے یہ حکم ہوا ہی اس وہم کو یون دفع فرمایا گیا ہی لیس له سلطان علی
الذین اٰمنوا وعلی ربھم یتوکلون جو لوگ ایمان رکھتے ہین اور خدا پر بھروسہ کرتے ہین اُنپر
شیطان کا کچھ قابو نہین ہی صرف وہ وسوسہ انداز ہی۔ جب تعوذ پڑھا جاتا ہی تو خدا اُس کے
وسوسہ کو دفع کردیتا ہی انما سلطانه علی الذین یتولونه والذین ھم به مشرکون شیطان
کا قابو تو انھین لوگون پر چلتا ہی جو اسکے ساتھ ارتباط رکھتے اور خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے
ہین کیونکہ وہ شیطان کے بہکانے سے ہی مشرک ہوگئے ہین۔ اور اُسکے بس مین ہین۔ دیکھو
نیک کامون کے کرنے کی ہدایت کیسے عمدہ پیرایہ مین ہوئی ہی جب تک خدا پر اعتماد نہو اچھے

کامون کی تکمیل نہین ہوتی۔

قولہ تعالیٰ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ ۖ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ۝ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ ۚ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ۝ ترجمہ (اے پیغمبر لوگون کو) عقل کے کامون اور اچھی اچھی نصیحتون سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور اُنکے ساتھ بحث (بھی) کرو (تو) ایسے طور پر کہ وہ (لوگون کے نزدیک) بہت ہی پسندیدہ ہو (اے پیغمبر) جو کوئی خدا کے رستے سے بھٹکا تمھارا پروردگار اُس (کے حال) سے بخوبی واقف ہی اور (نیز) وہ اُن (لوگون کے حال) سے بھی بخوبی واقف ہی جو راہ راست پر ہین اور مسلمانو! (دین کی بحث مین مخالفین کے ساتھ سختی بھی کرو تو ویسی ہی سختی کرو جیسی تمھارے ساتھ کی گئی ہی اور اگر (لوگون کی ایذاؤن پر) صبر کرو تو بہر حال صبر کرنے والون کے حق مین صبر بہتر ہی اور (اے پیغمبر تم مخالفون کی ایذاؤن پر) صبر کرو اور (خدا کی توفیق) کے بدون تو تم صبر کر ہی نہین سکتے اور اِن (مخالفون کے حال) پر افسوس نکرو اور یہ لوگ جو (تمھاری مخالفت مین) تدبیرین کیا کرتے ہین اُس سے دل تنگ نہو (کیونکہ) جو لوگ پرہیزگاری کرتے ہین اور (جو لوگون کے ساتھ) حسن سلوک سے پیش آتے ہین اللہ ان کا ساتھی ہی۔

ان آیات کے قبل قرآن مجید مین رسول مقبول کو ابراہیم علیہ السلام کی اتباع کا

حکم دیا گیا ہی جس سے کفار کو اسی بات کا بتلا دیتا مقصود ہی کہ اسلام کوئی نیا دین نہین ہی
اہل اسلام ابراہیم علیہ السلام کے پاک طریقہ کے متبع ہین جسکو اور قومون نے ترک کر دیا ہی اسکے بعد
ہدایت مخلوقات کے طریقے بتلائے گئے ہین - پند حکمت آمیز - نصائح حسنہ مناظرہ پسندیدہ
کیونکہ ثبوت مین جو دلائل پیش کیے جاتے ہین وہ تین قسم کے ہی ہوتے ہین یعنے وہ دلائل
قطعی جنکے نقیض کا احتمال نہو تو ایسے دلائل کا نام حکمت ہی اگر اُنمین کچھ ظن کا احتمال
ہو تو وہ موعظت حسنہ مین داخل ہین - اگر دلائل سے طرف ثانی پر الزام قائم کرنا مقصود
ہو تو وہ جدل ہی جدل کے بھی دو قسم ہین ایک وہ حجت جسکی ترتیب اُن مقدمات سے ہوتی
ہی جو مسلمہ جمہور علما ہین ایک وہ کہ جسکی ترتیب انھین دلائل سے ہوتی ہی جسکو قائل اپنے
زعم مین صحیح مانتا ہی غرضکہ اس قسم کے دلائل سے جو بحث ہوتی ہی وہ مجادلہ حسنہ مین داخل
ہی پہر کیف جسطرح دلائل کے تین قسم ہین - علما بھی تین قسم کے ہین ایک تو کاملین جو طالب
معارف حقیقت و علم و یقین ہوتے ہین - جب ایسے علما سے مکالمہ کی ضرورت داعی
ہو اور انکو دین اسلام کی ہدایت کرنا مقصود ہو تو دلائل قطعیہ سے ہی بحث ہونا چاہیے
جو تعریف حکمت مین داخل ہین - اور ایک گروہ علما ہی جنکے بحث و مباحثہ کا مقصود صرف
خصم کا مغلوب کرنا ہوتا ہی حقیقت علم سے انھین کچھ سروکار نہین ہوتا جب ایسے علما سے
بحث درپیش آئے اور انکی ہدایت مطلوب ہو تو دلائل جدلی کو احسن طریقہ سے استعمال
کرنا چاہیے - طبقہ علما مین اس گروہ کو ناقصین کہتے ہین اور ایک گروہ متوسط ہی جو فطرت
اصلی اور سلامت طبع سے موصوف ہی ان لوگون کے ساتھ موعظت حسنہ سے کام لینا چاہیے

اور (اے مخاطب) جس بات کا تجھکو علم (یقینی) نہین (اٹکل پچو) اسکے پیچھے نہ ہو لیا کر کیونکہ
کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت کے دن) پوچھ گچھ ہوتی ہے اور زمین مین اکڑ کر نہ چلا کر
کیونکہ (اس دھماکے کے ساتھ چلنے سے) تو زمین کو توپھاڑ نہ سکے گا اور نہ (تن کر چلنے سے) پہاڑون
کی لمبائی کو پہونچ سکے گا اور (اے پیغمبر) سب باتون مین جو جو بُری ہین سب ہی تو تمھارے
پروردگار کے نزدیک ناپسند ہین اور (اے پیغمبر) یہ باتین (بھی) ان عقل (و دانش) کی باتون
مین سے ہین جنکو تمھارے پروردگار نے تمھارے طرف وحی کیا ہے اور خدا کے ساتھ اور معبود
نہ بنانا ورنہ تم ملزم (اور) راندۂ (درگاہ) بناکر جہنم مین جھونک دیے جاؤ گے۔

اسکے قبل اصل اصول ایمان یعنے توحید کا ذکر قرآن مجید مین و لا تجعل مع اللہ
الٰھا آخر سے ہوا ہے اب آیات زیر بیان مین شرائط ایمان کا ذکر یون فرمایا گیا ہے وقضی ربک
الا تعبدوا الا ایاہ خدا نے قطعی حکم دیدیا ہے کہ اُسکے سوا کسی کی عبادت نہ کیجائے کیونکہ عبادت
کمال فعل تعظیمی کو کہتے ہین جسکا مستحق وہی منعم حقیقی ہے۔ وجود۔ حیات۔ قدرت۔ عقل وغیرہ ایسے
انعامات ہین کہ سب خدائے عزوجل کے قبضۂ قدرت مین ہین اور کسی کا بس اُن پر نہین ہے
وبالوالدین احسانا اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ خدائے تعالیٰ نے پہلے اپنی عبادت
ادا کرنے کے لیے حکم دیا ہے اسکے بعد والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے اسلیے کہ
گو انسان کے پیدا کرنے کی قدرت تو اسکے سوا کسی کو نہین ہے پیدائیش کا سبب ظاہری دنیا
مین ماں باپ ہین بس پہلے سبب حقیقی کی اطاعت ہوئی پھر سبب ظاہری کی امایبلغن
عندک الکبر احدھما اوکلاھما اگر والدین مین سے کوئی ایک بڑھاپے کو

پهونچ جائین یعنے بوجہ پیری کے دنیا کے کاروبار سے عاجز ہو جائین تو پانچ باتون کا لحاظ رکھنا ضرور ہے۔

(۱) فلا تقل لھما اف۔ مان باپ کے آگے ہون بھی نکرنا چاہیے یعنے خفیف سے خفیف گستاخانہ کلام سے پرہیز کرنا چاہیے۔

(۲) ولا تنھرھما مان باپ کو جھڑکنا نہ چاہیے یعنے اُنکے قول کو رد نکرنا چاہیے۔

(۳) وقل لھما قولا کریما مان باپ سے ادب کے ساتھ گفتگو کرنا چاہیے بلند آوازی سے گفتگو کرنا گھور کر دیکھنا خلاف ادب ہے۔

(۴) واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ محبت سے خاکساری کا پہلو اُنکے آگے جھکائے رکھنا یعنے مان باپ کے ضعف و بُڑھاپے کی حالت مین ان کے ساتھ رحم و کرم کے ساتھ پیش آنا ضرور ہے۔

(۵) وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا مان باپ کے حق مین دعاے خیر کرنا کہ اے پروردگار جسطرح انھون نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اور میرے حال پر رحم کرتے رہے ہین اسی طرح تو بھی ان پر اپنا رحم کیجیو۔

اسکے بعد ارشاد ہوا کہ ربکم اعلم بما فے نفوسکم تمھارے دل کی بات کو خدا اچھی طرح جانتا ہے عبادت الٰہی اور والدین کی خدمتگزاری خلوص دل سے کرین ظاہرداری مقبول نہین ہے ان تکونوا صالحین اگر تم سعادت مند ہو خالصًا لوجہ اللہ عبادت کرنا مان باپ کی خدمت مین مشغول رہنا صالحین کا حصہ ہے۔ ہر ایک کو یہ بات نصیب نہین ہوتی فانہ کان

للاوابین غفورًا تم سے ماں باپ کے حق مین بھولے سے کوئی فروگذاشت بھی ہوگئی ہو تو
خدائے تعالی معاف کردیگا۔ عمدًا ماں باپ سے گستاخی کرنا منع ہی کہ وہ محل خوف ہی اگر دین و دنیا
کی بھلائی و سرسبزی مقصود ہو تو والدین کے وجود کو غنیمت سمجھنا چاہیے کہ اس سے بڑھکر کوئی
نعمت نہین ہی وآت ذالقربےٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیرا رشتہ دار اور
غریب اور مسافر ہر ایک کو اُسکا حق پہونچاتے رہو اور دولت کو بیجا مت اُڑاؤ۔ والدین کے بعد
قریب کے رشتہ دارون کے ساتھ سلوک کرنا چاہیے اور بلحاظ ترتیب ہر ایک عزیز کی خبر گیری
لازم ہی اسکے بعد غربا و مسافرین کی پرداخت مدنظر رکھین۔

عثمان ابن اسود کہتے ہین کہ ایک بار مین مجاہد کے ساتھ طواف کعبہ مین مشغول تھا
مجاہد نے کوہ ابو قبیس کی طرف اپنے سر کو اُٹھایا اور فرمایا کہ اگر کوئی شخص اِس پہاڑ کے برابر مال کو
خدا کی راہ مین صرف کرے تو وہ مسرفین مین داخل نہین ہی ایک درہم بھی بُرے کام مین خرچ
کرنا اسراف ہی۔

عبداللہ بن عمر سے روایت ہی کہ ایک مرتبہ رسول مقبول سعد کے پاس تشریف فرما ہوے
وہ وضو کررہے تھے آپ نے پوچھا کہ اے سعد کیون پانی زیادہ خرچ کرتے ہو تو سعد نے عرض کیا
مین وضو اچھی طرح کرنا چاہتا ہون کیا وضو مین بھی کچھ پانی زیادہ صرف ہو جائے تو اسراف مین داخل ہی
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وان کنت علی نھر جار اگر تم نہر جاری سے بھی وضو کرو
تو زیادہ پانی صرف نہ کیا کرو۔ ان المبذرین کانوا اخوان الشیطین بیجا صرف کرنے والے
شیطانون کے بھائی ہین شیطان زمرۂ ملائکہ مین تھا اس نعمت کی قدر نکر کے خدا کی نافرمانی کی

اسطرح مال بھی خدا کی نعمت ہی اور جو اسکو بیجا اُڑاے تو وہ نعمت کی قدر نہ جاننے مین شیطان کا بھائی ہوا دولت بیجا اُڑائی جاتی ہی تو اکثر شیطانی حرکات اور ممنوعات شرعیہ مین اُڑائی جاتی ہی اس اعتبار سے بھی دولت کے بیجا صرف کرنے والے شیطان کے بھائی ٹھہرے اور ساتھ ہی شیطان کی یہ صفت بیان ہوئی ہی وکان الشیطان لربہ کفورا شیطان خدا کا بڑا ہی ناشکرا ہی کیونکہ وہ اپنے اوقات فتنہ وفساد اور بُرے کامون مین صرف کرتا ہی بس جن لوگون کو اللہ تعالی نے اپنے فضل وکرم سے مال و دولت دیا ہی اگر اُسکو فضول کامون مین اُڑا دیتے ہین تو وہ بڑے ہی ناشکرے ہین اور جلد مفلس ہو جائینگے اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہی کہ عموماً عرب کی عادت تھی کہ لوٹ کھسوٹ کر کے مال جمع کرتے تھے اور اسکو اظہار شان وشوکت مین صرف کرتے تھے اور مشرکین قریش کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے مال کو زیادہ تر لوگون کو اسلام سے باز رکھنے یا اسلام کی توہین مین خرچ کرتے تھے توان بُرے افعال کے ترک کے لیے یہ آیت نازل ہوئی واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا ميسورا اور اگر تم کو اپنے پروردگار کے فضل کے انتظار مین جسکی تم کو توقع ہو بمجبوری غربا سے منھ پھیرنا پڑے تو نرمی سے انکو سمجھا دو۔ یعنے اگر عسرت کے سبب سے خویش و اقارب کی دستگیری ناممکن ہو تو انکو آہستہ و نرمی سے سمجھا دیا جاے خشونت کا برتاؤ نہ کیا جاے ولا تجعل يدك مغلولة الى عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا اور اپنا ہاتھ نہ تو اتنا سکیڑو کہ گویا گردن مین بندھا ہی اور نہ بالکل اسکو پھیلا ہی دو ایسا کروگے تو تم ایسے نِٹھے رہ جاؤگے کہ لوگ تم کو ملامت بھی کرینگے اور تم تہیدست بھی ہو جاؤگے اِس سے گویا

مال کے خرچ کرنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ اعتدال کے ساتھ ہو ولا تجعل یدک مغلولۃ الی
عنقک سے یہ مراد ہے کہ اہل و عیال وغیرہ کے مصارف مین تنگی و بخل اختیار نکرین ولا تبسطہا
کل البسط اور اسراف سے بھی احتراز کرین - آدمی خیر خیرات مین نہ تو ایسا بخل کرے کہ مٹھی کھلی
ہی نہین اور نہ اتنی داد و دہش کرے کہ آپ تکلیف اُٹھاے اور لوگ اُلٹے ملامت کرین سوء
تدبیر اور ترک احتیاط سے مصائب مین مبتلا ہون ان ربک یبسط الرزق لمن یشاء و یقدر
تمہارا پروردگار جسکی روزی چاہتا ہے فراخ کردیتا ہے اور جسکی روزی چاہتا ہے نپی تلی کردیتا ہے
یعنے جسکے حق مین جسقدر مفید ہو اسی قدر دیتا ہے انہ کان بعبادہ خبیرا بصیرا وہ اپنے
بندون کے حال سے باخبر اور اُنکی ضرورتون کا دیکھنے والا ہے وہ ہر ایک کو بقدر مصلحت دیتا
ہے ولا تقتلوا اولادکم خشیۃ املاق لوگو! افلاس کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نکرو - عرب
مین دستور تھا کہ لڑکیون کو پیدا ہوتے ہی یہ سمجھکر مار ڈالتے تھے کہ وہ کچھ کما نہین سکتین
برخلاف لڑکون کے کہ وہ کمائی کرسکتے ہین اور لوٹ مار مین باپ کے ساتھ شریک ہو سکتے
ہین اور نیز غربا کی لڑکیان اہل کفو مین قدر کی نگاہ سے نہین دیکھی جاتی تھین ناگزیر دوسرے
خاندان مین نکاح کردینے کی ضرورت ہوتی تھی اسلیئے ننگ و عار سے لڑکیون کو زندہ دفن
کردیتے تھے خداے تعالی نے اس بد رسم کو ترک کرنے کا حکم فرمایا کہ نحن نرزقہم وایاکم ہم
انکو بھی روزی دیتے ہین اور تم کو بھی - رزق کا دینا خدا کے اختیار مین ہے جیسا وہ مردون کو
رزق دیتا ہے ویسا ہی عورتون کو بھی دیتا ہے ان قتلہم کان خطأ کبیرا بیشک اُنکا قتل کرنا
بڑا ہی گناہ ہے حقیقت مین اپنی اولاد کو مار ڈالنے سے بڑھکر کوئی گناہ ہو نہین سکتا -

ولا تقربوا الزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا اور زنا کے پاس نہ جاؤ کہ وہ بے حیائی
اور بہت بُرا چلن ہے۔ احکام قرآنی مصالح معاش ومعاد پر مبنی ہین چنانچہ فعل زنا کی قباحتون
پر غور کرو تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اس سے نسب مین خرابی پیدا ہوتی ہے باہمی حصہ ترکہ مین
جھگڑے پیدا ہوتے ہین زنا سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے اُنکی تعلیم وتربیت کا کافی خیال نہین
ہوتا انکے ساتھ تعظیم وتکریم کا برتاؤ نہین کیا جاتا وہ بیوقعتی کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہین
دیدہ دانستہ اولاد ضائع ہو جاتی ہے جب عورت کو شرعی طور سے ایک شخص سے خاص
تعلق نہو تو وہ بے قید رہتی ہے جن مردون سے اسکو تعلق ہوتا ہے کبھی اُنمین باہمی کشت وخون
کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ اکثر سنا گیا ہے کہ زانی عورتین کمسن بچون کو رسوائی کے خیال سے مار ڈالتی
ہین۔ زانیہ عورت سے مرد کو الفت پیدا نہین ہوتی زانی ابنائے جنس مین کم نظری سے
دیکھا جاتا ہے زناکاری ایسا قبیح فعل ہے کہ بلحاظ نتائج کے انسان وبہائم کے افعال مین کوئی
فرق باقی نہین رہتا ازدواج سے مقصود شہوت رانی ہی نہین ہے بلکہ امور خانہ داری مین
زن وشوہر ایک دوسرے کے ممد ومعاون ہوتے ہین۔ مرد کا کام کمائی ہے تو عورت کا کام
کفایت شعاری سے بال بچون کی پرورش وتربیت مین اُسکا صرف کرنا ہے۔ امور خانہ داری
کی دیکھ بھال عورت سے ہی متعلق ہے۔ ان سب کامون کا انجام اطمینان سے اُسیوقت
ہو سکتا ہے کہ عورت کو ایک مرد سے تعلق ہو۔ اگر وہ مطلق العنان ہو تو تدبیر منزل مین فرق
ونقصان عظیم پیدا ہو جاتا ہے غرضکہ کوئی دانشمند اس فعل کو اچھی نگاہ سے نہین دیکھتا جو
کوئی خدا کے حکم کے خلاف اس فعل کا ارتکاب کرے وہ مبتلائے آفات ہو جاتا ہے دیکھو

صدہا مرد وعورت زناکاری کے سبب سے اقسام کی بیماریون مین مبتلا ہوتے ہین اور دنیا سے نامراد اُٹھ جاتے ہین صدہا گھر برباد ہوجاتے ہین اور آخرت کی روسیاہی مزید بران ہی ولاتقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق اور کسی کی جان کو جسکا مارنا اللہ نے حرام کردیا ہی ناحق قتل نکرنا۔ کفر کے بعد کسی کا ناحق قتل کرنا گناہ کبیرہ مین داخل ہی۔ زنا کی حرمت کا ذکر کرنے کے بعد قتل ناحق کا ذکر کیا گیا ہی اسکی وجہ یہ ہی کہ زنا سے انسان کا نطفہ ضائع ہوجاتا ہی اور قتل مین وجود انسان ضائع کردیا جاتا ہی نظم بیان قرآنی پر غور کرنے سے عجیب نکات ظاہر ہوتے ہین کہ جس سے اعجاز بیان کا ثبوت ملتا ہی قتل کے معنضر کے ہین ماجعل علیکم فی الدین من حرج دین اسلام مین کسی کو ضرر پہونچانا جائز نہین ہی قال علیہ الصلوۃ والسلام الآدمی بنیان الرب ملعون من ھدم بنیان الرب رسول مقبول علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہی کہ انسان خدا کی بنائی ہوئی عمارت ہی جس نے اس عمارت کو مٹادیا وہ لعنتی ہی۔ انسان عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون تو انسان اپنے فرض کو اُسوقت پورا کرسکتا ہی کہ جب اُسکا وجود باقی رہے اسلیئے ناحق انسان کا قتل کرنا ناجائز ہی الا بالحق کا مفہوم یہ ہی کہ بعض اوقات اسباب عارضی کے لاحق ہونے سے قتل بھی جائز ہی مثلاً قصاص کی حالت مین یا حالت ارتداد مین یا نکاح والا زنا کرنے کی صورت مین جیسا کہ حدیث مین وارد ہی قال[1]

---

[1] رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان کا قتل کرنا تین صورت سے جائز ہی ایک تو مرتد ہوجانا دین اسلام سے۔ دوسرے نکاح والا زنا کرے۔ تیسرے خون کے بدلے خون ۱۲

علیہ السلام لا یحل دم امری مسلم الا باحدی ثلاث کفر بعد ایمان و زنا بعد احصان و قتل
نفس بغیر حق اور تارک نماز کے قتل مین اختلاف ہی - امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تارک
نماز کا قتل بھی جائز ہی مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہین ہی ومن قتل مظلوما
فقد جعلنا لولیہ سلطانا فلا یسرف اور جو شخص ظلم سے مارا جاے تو اُسکے والی وارث
کو قاتل سے قصاص لینے کا حکم دیا گیا ہی تو اُسکو چاہیے کہ خون کا بدلہ لینے مین زیادتی نکرے
یعنے یا دیت لیوے یا عفو کر دیوے وان تعفوا اقرب للتقوے زیادہ سے زیادہ یہ کہ قصاص
پر اکتفا کرے - ایام جاہلیت مین قاتل کے معاوضہ مین اُسکے قبیلہ کے لوگ مار ڈالے جاتے
تھے یا صرف قتل قاتل پر قناعت نکر کے قاتل کے ناک کان وغیرہ کاٹ ڈالے جاتے تھے
ایسے وحشیانہ افعال دائمی بغض وعداوت کے باعث ہوتے تھے جس سے مدتون
قاتل و مقتول کے قبیلون مین جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور بندگان خدا
کی بربادی وتباہی ہوتی تھی انہ کان منصورا واجبی بدلہ لینے مین بھی اُسکی جیت ہی کیونکہ
دنیا مین قاتل قصاص مین مارا گیا اور آخرت مین بوجہ مظلومیت بہت کچھ ثواب خدا کے
یہان سے ملیگا - اور قاتل عذاب مین مبتلا ہوگا تو مقتول کی ہر طرح جیت رہی - ولا تقربوا
مال الیتیم الا بالتی ھی احسن حتی یبلغ اشدہ جب تک یتیم اپنی جوانی کو نہ پہونچ لے
اُسکے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسی طرح پر کہ اسکے حق مین بہتر ہو - زنا اور قتل کی ممانعت
تو اسوجہ سے ہوئی کہ اُس سے ہدم بنیان انسانی لازم آتی ہی - جان کے بعد مال کا
درجہ ہی کہ مال کا اتلاف بھی جائز نہین ہی - خاصکر مال یتیم تو بدرجہ اولی لائق لحاظ ہی مگر جائز

طریق سے لے سکتے ہین جیسے مزدوری یا تجارت مین یا اجرت نگرانی مین بشرطیکہ ولی محتاج
ہو واوفوابالعهد ان العهد کان مسئولا اور عہد کو پورا کیا کرو کیونکہ عہد کی بازپرس ہوگی جب
فیما بین دو شخص کے جائز معاہدہ ہوجاوے۔ جیسے معاہدہ بیع و شرکت و نکاح وغیرہ تو اسکا
ایفا واجب ہی۔ معصیت مین عہد جائز نہین ہی واوفوا الکیل اذا کلتم اور جب ناپ کردو
تو پیمانے کو بھر کر دیا کرو۔ ناپ کم کرنے والون کے لیے سخت عذاب ہی جیسا کہ ارشاد ہوا ہی
ویل للمطففین الذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون واذا کالوھم او وزنوھم یخسرون [1]
اور پھر حکم ہوا وزنوا بالقسطاس المستقیم اور تول کردینا ہو تو ڈنڈی سیدھی رکھکر تولا کرو
اکثر ناپ تول مین خفیف فائدے کے خیال سے کمی کردیجاتی ہی۔ اسکا بڑا اموا خذہ ہے
جبکہ بیع و شرا کی عام طور پر ضرورت ہی اسلیے حقوق کے حفاظت کے لحاظ سے خدا تعالے
نے کمی نکرنے کی ناپ تول مین سخت ممانعت کردی تاکہ کوئی گھاٹے مین نہ پڑے ذلك
خیر واحسن تاویلا معاملہ کا یہ بہتر طریقہ ہی اور اسکا انجام بھی اچھا ہی۔ ناپ تول کی حفاظت
کرنے والون کا دنیا مین نیکی سے نام لیا جاتا ہی۔ انکا بیوپار بھی خوب چلتا ہی وہ آخرت کے
عذاب سے بھی مصون رہین گے۔ اور ثواب عظیم سے بہرہ مند ہون گے ولا تقف
ما لیس لك به علم ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئك کان عنه مسئولا جس بات کا
علم یقینی نہو اسکے پیچھے نہو لیا کرو کیونکہ کان۔ آنکھ۔ اور دل ان سب سے قیامت کے
دن پوچھ ہوگی۔ یعنے جس بات کا کافی علم نہو اُسمین اٹکل سے حکم لگانے کی ممانعت ہی یہ ایک

---

[1] کم دینے والون پر دبڑی ہی، تباہی ہی کہ لوگون سے ناپ کرلین تو پورا لین اور جب انکو ناپ کریا تول کردین تو کم دین ۱۲

وسیع مسئلہ ہے اگر اسکو بالاستیعاب لکھا جاے تو مضمون مین بہت طوالت ہو جائیگی اسیلئے مختصراً
استقدر لکھنا کافی ہے کہ مشرکین کو ممانعت ہوئی ہے کہ بوجہ تقلید آبائی جن مذہبون کو وہ صحیح مانتے
ہین اور جن بتون کی وہ پرستش کرتے ہین یہ طریقہ محض غلط ہے ترک کر دین کہ یہ طرز خواہشات
نفسانی پر مبنی ہے اور بس ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم وآباء کم ما انزل اللہ بھا من
سلطان ان یتبعون الا الظن وما تھوے الانفس ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت
کو شہادت سے متعلق کیا ہے آپ فرماتے ہین کہ گواہی اس واقعہ کی دینا چاہیے کہ جو آنکھ سے
دیکھا گیا ہو یا کان سے سنا گیا ہو اور دل مین اچھی طرح محفوظ ہو۔ چونکہ واقعات کا علم یا
تو حواس سے حاصل ہوتا ہے یا عقول سے لہذا قیامت کے روز اعضا سے بھی سوال ہوگا کان سے یہ پوچھا جائیگا
کہ ناجائز باتون کو کیون سنا گیا۔ آنکھ سے یہ سوال ہوگا کہ جن چیزون کا دیکھنا محرمات مین
داخل تھا ان کو کیون دیکھا گیا۔ دل سے یہ سوال ہوگا کہ جو امور قابل توجہ نہ تھے انکی جانب
کیون توجہ کی گئی ولا تمش فے الارض مرحا انك لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال
طولا زمین پر اکڑ کر نہ چلا کر و دھما کے سے چلنے سے زمین کو کوئی پھاڑ نہین سکتا
اور نہ پہاڑون کی لمبائی کو پہونچ سکتا ہے۔ جسکا مقصد یہ ہے کہ غرور و تکبر کو ترک کرین اور
عجز و انکسار اختیار کرین وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا انسان تو ایسا ضعیف
و عاجز ہے کہ نہ تو وہ دب کر چلنے کے وقت زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ سر اونچا کر کے چلنے
کے وقت پہاڑون کی اونچائی سے مقابلہ کر سکتا ہے۔ جبکہ انسان کی ایسی حالت ہے
تو غرور و تکبر شایان حال نہین ہے کل ذلك کان سیئه عند ربك مکروھا اے پیغمبر

جو باتین بُری ہین وہ سب تمھارے پروردگار کے نزدیک ناپسند ہین۔ اُنھین امور کی مانعت ہوئی ہی جنکو نواہی کہتے ہین اور جو اعمال محبوب کردگار ہین وہی اوامر مین داخل ہین ذلك مما اوحی الیك ربك من الحکمة یہ عقل و دانش کی باتین ہین جنکو تمھارے پروردگار نے تمھارے طرف وحی کیا ہی۔ ان آیات مین جن احکام کا ذکر ہوا ہی وہ تمام ادیان مین واجب العمل ہین اور موجب فلاح دارین۔ ابن عباس سے روایت ہی کہ موسی علیہ السلام کو بھی یہ آیات مرحمت ہوے تھے ولا تجعل مع اللہ الٰھا اخر فتلقی فی جھنم ملوما مدحورا خدا کے ساتھ اور معبود نہ بناناورنہ تم ملزم اور راندۂ درگاہ بناکر جہنم مین جھونک دیے جاؤگے پس مفہوم آیات پر غور کرو۔ ترکِ شرک۔ عبادتِ الٰہی۔ حقوقِ والدین۔ ترکِ بخل۔ میانہ روی۔ مانعتِ تلفِ اولاد قتل۔ ایفاے عہد۔ حفاظت اصول تجارت۔ ترک تکبر وغیرہ کی کس عمدہ پیرایہ مین ہدایت ہوئی ہی کیا اس سے بہتر بھی اخلاقی تعلیم ہوسکتی ہی۔

قولہ تعالےٰ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْھُوْدًا وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَهُوْقًا وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ کَانَ یَئُوْسًا قُلْ کُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰی شَاکِلَتِهٖ فَرَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰی سَبِیْلًا وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ

اِلَّا قَلِيلًا ۝ ترجمہ (اے پیغمبر) آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا کی) نمازین پڑھا کرو اور صبح (بھی) کیونکہ نماز صبح کا وقت نور ظہور کا وقت ہی اور رات کے ایک حصہ مین (نماز) تہجد بھی پڑھا کرو (اور نمازین تو فرض ہین اور یہ) تمہاری (نماز) نفل (ہی) عجب نہین کہ (اسکی برکت سے) تمہارا پروردگار (قیامت کے دن) تمکو مقام محمود مین پہونچا دے اور یہ دعا مانگا کرو کہ اے میرے پروردگار (آخر مجھکو مکہ چھوڑکر کسی جگہ جا کر رہنا ہی تو جہان) مجھکو (پہونچاے خیر سے) اچھی جگہ پہونچائیو۔ اور (جب) مجھکو (کافرون کے نرغہ سے نکالے خیر سے) اچھی طرح نکالیو اور (اپنے یہان سے مجھکو (دشمنون پر) فتحیابی کے ساتھ غلبہ دیجیو اور (اے پیغمبر لوگون سے کہدو کہ (بس دین) حق آیا اور (دین) باطل نیست و نابود ہوا اور (دین) باطل تو نیست و نابود ہونے والا ہی تھا اور ہم نے قرآن مین ایسی ایسی باتین اُتاری ہین جو ایمان والون کے لیے (امراض روحانی کا) علاج اور موجب رحمت ہین اور نافرمانون کو تو اس سے اور (اُلٹا) نقصان ہی ہوتا ہی اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہین تو (اُلٹا ہم سے) مُنھ پھیرتا اور پہلوتہی کرتا ہی اور جب اُسکو (کوئی) تکلیف پہونچتی ہی تو آس توڑ بیٹھتا ہی (اے پیغمبر ان لوگون سے) کہدو کہ ہر ایک اپنے طور پر عمل کرتا ہی پھر (تم مین سے) جو ٹھیک سیدھے رستہ پر ہی تمہارا پروردگار اسکو خوب جانتا ہی اور (اے پیغمبر لوگ) تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہین تو (اُن سے) کہدے کہ روح (بھی) میرے پروردگار کا ایک حکم ہی اور تم لوگون کو (اسرار الٰہی مین سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہی۔

مشرکین مکہ کا یہ ارادہ تھا کہ کچھ مکر و فریب کرکے رسول مقبول کو مکہ سے نکال دین یہود
نے تو آپ سے کہا تھا کہ ملک شام کو چلے جائیے کہ وہ مسکنِ انبیا رہا ہے اور آپ کا قصد بھی
ہو گیا تھا مگر جناب باری کا ارشاد ہوا اقم الصلوة لدلوك الشمس الی غسق الليل وقرآن
الفجر لے پیغمبر آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نمازین پڑھا کرو
اور نماز صبح بھی پڑھو مطلب یہ کہ کافرون کے واہی تباہی خیالات کا کچھ اندیشہ نکرو تم اپنے
پروردگار کی عبادت مین مصروف رہو۔ اللہ انکی کوششون کو باطل کردیگا شام ہو یا مکہ سب
جگہ ایک ہی خدا ہے اُسکی نصرت و تائید سب کے ساتھ ہے جیسا کہ سورۂ طٰہٰ مین ارشاد ہوا ہے
فاصبر علی مایقولون وسبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس وقبل غروبها ومن اٰناء
الليل فسبح واطراف النهار لعلك ترضىٰ غرضکہ زوال آفتاب کے بعد سے
رات کی سیاہی ہونے تک نماز ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشا پڑھا کرو اور نماز صبح بھی یعنے نماز پنجگانہ
کے ادائی کا حکم ہوا۔ اکثر لوگ امراض قلوب مین مبتلا ہین۔ حرص دنیا۔ حسد ابنائے جنس۔
خیالاتِ تفاخر مین پھنسے ہوئے ہین دنیا انکے حق مین بیمارستان سنگینی ہے چونکہ انبیا علیہم السلام
بمنزلہ اطبائے حاذقین کے ہین۔ پس جب امراض قلوب قوی ہوجاتے ہین تو انکے ازالہ کے لیے
موثر معالجات کی ضرورت لاحق ہوتی ہے۔ بالخصوص جب بیمار جاہل ہوتا ہے تو وہ طبیب کے
حکم کی اطاعت بھی نہین کرتا اور اس پرہیز کا خیال رکھتا ہے جسکی ہدایت کی گئی ہو۔ لیکن

سلہ تم (اے پیغمبر) جیسی باتین (یہ کافر) کہتے ہین ان پر صبر کرو اور (آفتاب کے نکلنے سے پہلے اور (نیز) اُسکے
ڈوبنے سے پہلے اپنے پروردگار کی حمد (وثنا) کے ساتھ (اسکی) تسبیح (و تقدیس) کیا کرو اور (نیز) رات کے وقتون مین اور
(دوپہر) دن کے (یعنے ظہر کے وقت بھی) تسبیح (و تقدیس) کیا کرو تاکہ تم (اس عبادت کا) صلہ پاکر خوش ہو جاؤ ۱۲

طبیب شفق کا تو یہ کام ہو کہ حتی الامکان مختلف تدابیر سے ازالہ مرض کی کوشش کرے بالفرض
اگر صحت تامہ حاصل نہو تو خیر بیماری مین کچھ تخفیف ہی ہو جاوے۔ غرضکہ جب امراضِ حب دنیا
طبیعت انسانی پر غالب ہوتے ہین تو اسکا علاج یہی تھا کہ عبادت الٰہی کی طرف توجہ دلائی
جائے یہ علاج معمولی نہین ہو کہ ہوا و حرص کو ترک کرکے خداے تعالیٰ کی عبادت مین یکدم
مشغول ہو جاوے اسلیے اسکی ابتدا سہولت کے ساتھ وقت بیداری سے شروع کی گئی کہ پہلے
انسان نماز صبح کو ادا کرے تا کہ غفلت شب کا اثر اُسکے دل سے دور اور خدا کے عظمت
وجلال کے انوار سے منور ہو جائے پھر کچھ کچھ فصل کے ساتھ نماز ظہر عصر مغرب۔ عشاء
کو ادا کرتا رہے تا کہ نسخہ تنویر قلوب کا استعمال روزانہ برابر جاری رہے اور نفس مین امراض
فاسدہ کا اثر جمع نہونے پائے ومن اللیل فتھجد بہ نافلۃ لک اور رات کے ایک
حصہ مین نماز تہجد بھی پڑھا کرو نماز تہجد ابتدائے اسلام مین فرض تھی مگر بعد مین سہولت
کے لحاظ سے یہ حکم منسوخ ہوا اور تہجد کی نماز نفل کردی گئی۔ نفل کے معنے زائد کے ہین
نماز پنجگانہ کے سوائے اگر کوئی تہجد بھی پڑھے تو اسکو زائد ثواب حاصل ہوگا۔ مجاہد و سدی
نے نفل کی یون تفسیر کی ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسول مقبول کے پچھلے اور اگلے گناہون کو معاف
کردیا تھا تاہم آپ ہمیشہ نماز تہجد حصول کثرت ثواب کے لیے پڑھا کرتے تھے اسلیے نافلۃ
لک کے الفاظ قرآن مین وارد ہوے ہین چنانچہ صحابہ نے اس بارہ مین پوچھا کہ آپکے
گناہ تو سب معاف کردیے گئے پھر آپ اس قدر کیون مشقت اُٹھاتے ہین تو حضور اقدس نے فرمایا
افلا اکون عبدا شکورا کیا مین خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنون۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

آدھی رات کو اُٹھکر وضو کر کے نماز تہجد پڑھتے کبھی دو دو رکعت کی نیت کرتے کبھی چار چار رکعت کی۔ اخیر مین صبح صادق سے کچھ پہلے نماز وتر پڑھا کرتے تھے۔ کبھی دو رکعت پڑھکر کچھ آرام فرماتے پھر اُٹھکر دو رکعت پڑھتے اسی طرح تمام رات گزار دیتے تھے۔ تمام انبیاو صالحین کا قدیم دستور یہی رہا ہی۔ حضرت عیسی علیہ السلام بھی شب کو نماز پڑھتے اور یاد الٰہی مین مشغول رہتے تھے اور آپ کے پاکباز حواریون کا بھی یہی دستور تھا۔ مالک رح نے حضرت عائشہ رض سے روایت کی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد رمضان اور غیر رمضان مین گیارہ رکعت سے زیادہ نہین پڑھتے تھے۔ نفل چار چار رکعت پڑھتے تھے آخر مین تین رکعت وتر کی پڑھا کرتے تھے ایک روایت مین تیرہ رکعت بھی آئی ہین عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا عجب نہین کہ اسکی برکت سے تمھارا پروردگار (قیامت کے دن۔ تم کو مقام محمود مین پہونچا دے۔ مفسرین کا اتفاق اس بات پر ہی کہ مقام محمود سے مراد شفاعت ہی۔ چنانچہ اس آیت کی تفسیر مین خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یون فرمایا ہی هو المقام الذی اشفع فیه لامتی[1] چنانچہ اکثر صالحین دعا پڑھا کرتے ہین وابعثه المقام المحمود الذی وعدته یغبطه به الاولون والاخرون حذیفہ رض سے روایت ہی کہ قیامت کے روز مقام صعید مین تمام لوگ جمع ہون گے اور سب حالت سکوت مین رہین گے پہلے بارگاہ رب العزت سے رسول مقبول کی یاد ہوگی آپ یہ کہتے ہوے حاضر ہون گے لبیك وسعدیك والشر لیس الیك والمهدی من هدیت وعبدك بین یدیك وبك والیك لاملجأ

[1] مقام محمود وہ ہی جسمین ہم اپنی امت کی شفاعت کرین گے ۱۲

ولا منجأ منك الا اليك تبارکت وتعاليت سبحانك رب البيت اور پھر بازار شفاعت گرم ہوگا اور رسول مقبول عاصیون کی شفاعت کے لیے کھڑے ہون گے حضرت آدم سے لیکر حضرت عیسی علیہم السلام تک سب انبیا نفسی نفسی کہین گے اور آپ امتی امتی فرمائین گے خیر ؎

زان محمد شافع ہر داغ بود	کہ ز جز حق چشم او ما زاغ بود
در شب دنیا کہ محجوب ست شیئ	ناظر حق بود و زو بود ش امید
از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت	دید آنچہ جبرئیل آن بر نتافت
مر یتیمے را کہ سرمہ حق کشد	گرد د او در یتیم بار شد
نور او بر ذرہا غالب شود	آنچنان مطلوب را طالب شود

ترتیب شفاعت کا ذکر احادیث مین صراحت سے مرقوم ہی وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخرجنی مخرج صدق اور (اے پیغمبر) یہ دعا مانگا کرو کہ اے پروردگار جہان مجھکو پہونچائے خیر سے اچھی جگہ پہونچائیو اور جب مجھکو کافرون کے نرغہ سے نکالے خیر سے اچھی طرح نکالیو۔ اسی آیت سے ہجرت مدینہ کا حکم رسول مقبول کو ہوا ہی۔ جب کفار مکہ آپ کے درپے آزار ہوے اور آپ کو مکہ سے نکالنے کا قصد کیا جیسا کہ ابتداے آیت مین لکھا گیا ہی تو اللہ تعالی نے آپ کو تسلی دی اور حکم ہوا کہ ان کافرون کی بیہودہ خیالی سے کچھ ہو نہین سکتا ہم تمھارے محافظ ہین تم ہماری عبادت مین مشغول رہو اور اب تم مدینہ چلے جاؤ مدخل صدق سے مدینہ مراد ہی اور مخرج صدق سے مکہ اگر اُس واقعہ کا لحاظ کیا جاے کہ یہودی نے

آپ کو مدینہ سے شام کے طرف جانے کی رغبت دلائی تھی اور آپ شام کی طرف روانہ ہو گئے
تھے مگر جناب باری کا حکم ہوا کہ مدینہ ہی کی طرف عود کرو تو اُسوقت دعا کا یہ مقصود ہی کہ اے
پروردگار اول تو مجھکو مدینہ مین پہونچا دے پھر وہان سے مکہ مین داخل کر دے واجعل لی
من لدنك سلطانا نصیرا اور میرے لیے اپنی طرف سے فتحیابی کے ساتھ غلبہ عطا فرما
اللہ تعالی نے اس دعا کو قبول فرمایا اور ارشاد ہوا کہ جاء الحق وزہق الباطل دین حق آیا
اور دین باطل نیست و نابود ہوا یعنے دین محمدی اور شریعت اسلام کا ظہور ہوا۔ دوسرے
ادیان باطل کر دے گئے کفر و بدی کا زمانہ دور ہو گیا نور صداقت کا دور دورہ شروع ہو گیا
حدیث مین وارد ہی کہ فتح مکہ کے روز جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ مین داخل ہوے
تو کعبہ کے پاس تین سو ساٹھ بت رکھے ہوے تھے اِس آیت شریف کو پڑھکر جس بت کیطرف
آپ لکڑی سے اشارہ فرماتے تھے وہ مُنھ کے بل گر پڑتا تھا وننزل من القرآن ما ھو
شفاء ورحمۃ للمؤمنین اور ہمنے قرآن مین ایسی ایسی باتین اُتاری ہین جو ایمان والون کے
امراض روحانی کا علاج اور موجب رحمت ہین جسطرح قرآن امراض روحانی کا علاج ہی ویسا ہی
امراض جسمانی کی بھی شفا کا باعث ہی۔ امراض روحانی دو قسم کے ہین ایک تو اعتقادات باطلہ
دوسرے اخلاق ذمیمہ قرآن مجید مین حقانیت اسلام کے ایسے قوی دلائل مذکور ہین کہ جن سے
عقائد فاسدہ زائل ہو جاتے ہین اسی طرح نیک اخلاق کی تعلیم کا حال ہی جس سے شرک و کفر
کا ازالہ ہو جاتا ہی احکام قرآنی کی پابندی سے انسان بُرے افعال سے محترز رہتا ہی جو باعث
صحت جسمانی ہین قرآن مجید کی تلاوت سے امراض جسمانی کو خدا ے تعالی دفع فرما دیتا ہی

قال النبی صلعم لم یستشف بالقرآن فلا شفاہ اللہ تعالے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ جو کوئی قرآن مجید سے شفا کا طالب نہوا اللہ اُسکو شفا نہین دیتا یہ ایک جامع کلام ہی
جسکا مفہوم یہ ہی کہ امراض روحانی وجسمانی کی شفا کے لیے قرآن کی طرف توجہ کرنا ضروری ہی غرضکہ
قرآن مجید جیسا امراض روحانی اور جسمانی کے لیے موجب شفا ہی ویسا ہی موجب رحمت بھی ہی
یہ سب مومنین کے لیے ہی جو قرآن مجید کی فضیلت کو دل سے تسلیم کرتے ہین ولا یزید الظالمین
الا خسارا اور نافرمانون کے لیے تو اِس سے اور (اُلٹا) نقصان ہی ہوتا ہی کیونکہ مشرکین
قرآن کے سننے سے غضبناک ہوتے ہین اور مسلمانون سے انکا حقد وحسد بڑھتا ہی جو صفات
ذمیمہ مین داخل ہی اسیلئے نافرمانون کی گمراہی اور زیادہ ہوجاتی ہی جو باعث خسارت دارین ہی
واذا انعمنا علی الانسان اعرض ونا بجانبہ اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت عطا فرماتے ہین تو مُنھ
پھیرتا اور پہلو تہی کرتا ہی واقعی انسان کو جب اُسکے مقاصد مین کامیابی ہوتی ہی اور دنیا کے
مال وجاہ سے کامیاب ہوتا ہی تو خدا ے تعالی کے فضل وعنایت کو مد نظر رکھ کر عبادت وافعال
خیر مین مشغول ومصروف رہنے کے عوض لہو ولعب مین مبتلا اور عبادت الٰہی کو بھول جاتا ہی
چنانچہ قرآن مجید مین ایک اور مقام پر جبلت انسانی کا ذکر یون فرمایا گیا ہی[ل] ان الانسان لیطغی
ان راہ استغنی - واذا مسہ الشر کان یؤسا جب انسان کو کوئی تکلیف پہونچتی ہی تو آس
توڑ بیٹھتا ہی - جیسے بیمار ہوگیا یا مفلس یا خدمت سے علیحدہ ہوگیا تو خدا کی رحمت سے مایوس
ہوجاتا ہی جب مال ودولت ملجاتی ہی تو خدا کو بھول جاتا ہی **مصرع**

ل انسان کا حال یہ ہی کہ وہ اپنے تئین بے نیاز سمجھکر (شکر کے بدلے خدا سے اُلٹی) سرکشی کرتا ہی ۱۲

گر بدولت برسی مست نہ گردے مردے

غرضکہ جب دنیا کی نعمتون سے محروم ہوجاتا ہی تو غم و غصہ مین مبتلا ہو کر خاطر جمعی سے عبادت الٰہی مین مشغول نہین ہوتا۔ زان سو ماندہ زین سو راندہ کا مصداق بنجاتا ہی قل کل یعمل علے شاکلتہ اے پیغمبران لوگون سے کہدو کہ ہرایک اپنے طور پر عمل کرتا ہی۔ جسکے نفس کی جیسی کیفیت ہوتی ہی ویسے ہی اعمال کا ظہور ہوتا ہی اگر جوہر نفس پاک و مصفا ہی تو اس سے اعمالِ خیر کا صدور ہوتا ہی اگر پلید و نحس ہی تو افعال قبیحہ صادر ہوتے ہین کل اناء یترشح بما فیه[لہ]۔ فربکم اعلم بمن هو اهدی سبیلا جو کوئی سیدھے رستہ پر ہو تمھارا پروردگار اُسکو خوب جانتا ہی۔ کیونکہ نیت کا حال بجز خدا کے کسی پر نہین کھلتا اعمال مین نیت ہی کا اعتبار ہی انما الاعمال بالنیات اسلیے اعمال خیر مین محض خدا کی خوشنودی کا خیال رکھنا چاہیے۔ عمل بد سے احتراز لازمی ہی وہ موجب مواخذۂ الٰہی ہی ویسئلونك عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اے پیغمبر تم سے روح کی حقیقت دریافت کرتے ہین ان سے کہدو کہ روح بھی میرے پروردگار کا ایک حکم ہی تم لوگون کو (اسرار الٰہی مین سے) تھوڑا علم دیا گیا ہی۔ مسئلۂ روح ایک دقیق مسئلہ ہی اسکے متعلق مستقلاً بہت سے رسالے لکھے گئے ہین۔ یہان مختصراً اسقدر لکھنا کافی ہی کہ روح سے وہی روح مراد ہی جو سبب حیات ہی۔ نزول آیت کی وجہ یہ ہی کہ ایک بار یہودیون نے اہل قریش کو یہ سکھلایا کہ محمد سے تین باتین پوچھو اگر منجملہ تین باتون کے وہ دو باتون کا جواب دین اور تیسری بات کو صراحت سے نہ بیان کرین تو سمجھو کہ وہ نبی ہین

لہ ہر ایک ظرف سے وہی چیز ٹپکتی ہی جو اُس مین ہو ۱۲

اصحاب کہف کا حال پوچھو۔ ذوالقرنین کی کیفیت پوچھو کہ کون تھے اور کہان کہان گئے۔ اور روح کی ماہیت دریافت کرو۔ قریش نے تینون باتین رسول مقبول سے پوچھین تو آپ نے فرمایا کہ کل تمکو جواب دیا جائے گا۔ اور لفظ انشاءاللہ نہین کہا جس سے چالیس روز تک وحی کا نزول موقوف ہوگیا۔ بات یہ ہی کہ جسوقت پیغمبر صاحب نے لوگون کو اسلام کی طرف بلانا شروع کیا۔ مشرک۔ بت پرست۔ آتش پرست۔ ستارہ پرست۔ ملحد۔ دہریے۔ قیامت کے منکر۔ فرشتون کو خدا کی بیٹیان ماننے والے۔ عیسائی۔ یہودی۔ مختلف عقائد کے لوگ جزیرۂ عرب مین آباد تھے۔ اور پیغمبر صاحب کو خدا نے اسلیے بھیجا تھا کہ ادیان باطلہ کو مٹا کر خدائے وحدہ لاشریک لہ کی پرستش کو قائم کرین تو جتنے دین مروج تھے تھوڑی بہت سبھی کے ساتھ مخالفت تھی اور مذہبی مخالفت کی وجہ سے عرب کا در و دیوار تک پیغمبر صاحب کا دشمن ہو رہا تھا۔ دشمنون مین سے اول درجے یہود کی پھر مشرکین کی دشمنی سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی کہ ان لوگون نے پیغمبر صاحب کی اور اسلام کی بیخ کنی مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا۔ یہود کی چھیڑخانیون مین ایک چھیڑخانی یہ بھی تھی کہ اذ بدا کر پیغمبر صاحب سے ایسی باتین پوچھتے یا پچھواتے کہ پیغمبر صاحب جواب نہ دیسکین اور ان کی کرکری ہو۔ اصحاب کہف وغیرہ کا حال بھی امتحان کے طور پر پوچھا گیا تھا۔ پیغمبر صاحب نے اس توقع پر کہ جبرئیل وحی لائینگے وعدہ کرلیا کہ کل بتاؤن گا مگر وعدہ کرتے وقت انشاءاللہ کہنا ذہن سے اُتر گیا۔ پیغمبرون کے بڑے رتبے ہین مصرع

جن کے رتبے ہین سوا انکو سوا مشکل ہی

اتنی سی بھول پر بھی خدا نے گرفت کی۔ وحی آئی مگر بدیر آئی جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہی۔ اس قصہ کی

شان نزول سے پیغمبر صاحب کے صداقت کی ایک عمدہ دلیل کا پتہ لگتا ہے کہ یہود نے جو صحاب کہف کا
حال پچھوایا یقیناً ان کو معلوم تھا کہ اصحاب کہف کے حالات اُن کے آسمانی صحیفون مین مرقوم
ہین لیکن وہ سمجھے کہ پیغمبر صاحب نہ تو پڑھے لکھے ہین نہ اہل کتاب مین سے کسی کے ساتھ ان کا
ایسا ربط ضبط ہے غرض کوئی وجہ نہین کہ اصحاب کہف کا حال بلا پڑھے پڑھائے یا سنے سنائے
ان کو پہلے سے معلوم ہو یا اب معلوم ہو سکے پس پوچھا جائے گا تو ضرور لاجواب ہو کر رہجائین گے
اور اگر یہودیون کو ذرا بھی اشتباہ ہوتا کہ اصحاب کہف کے حالات پیغمبر صاحب کے کان تک
پہونچے ہین یا اب پہونچ سکین تو وہ ہرگز ایسے سوال کا ارادہ ہی نکرتے لیکن انھون نے پوچھا
اور تفصیلی جواب بھی پایا۔ یہ جواب اسبات کی دلیل ہے کہ پیغمبر صاحب پر وحی نازل ہوئی کیونکہ
اور کوئی ذریعہ ان حالات کے معلوم کرنے کا نہ تھا اور اس کو خود دشمن بھی مانتے تھے ولبثوا
فی کھفھم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا الخ سورۂ کہف مین دیکھو۔

ف بات یہ ہے کہ ایک بادشاہ تھا بت پرست اور وہ اپنے مذہب کا ایسا متعصب تھا کہ
رعایا کو بت پرستی پر مجبور کرتا تھا اس نے اصحاب کہف کو بھی اپنی عادت کے موافق بت پرستی
پر مجبور کرنا چاہا ان کو خدا نے ہمت دی کہ بت پرستی سے انکار کیا اور بھاگ کر ایک غار مین
جا چھپے وہان ان پر ایک طرح کی نیند کی حالت طاری ہوئی۔ اصحاب کہف اس حالت مین
تین سو نو برس رہے۔ اس مدت مین یہان تمام بساط بدل گیا تھا۔ نہ وہ بادشاہ تھا نہ ویسے لوگ
تھے نہ وہ بت پرستی کا غلو تھا اب بادشاہ اور اسکی رعایا کا مذہب عیسائی تھا۔ اصحاب کہف
بیدار ہوے تو ان کو بھوک معلوم ہوئی اور انھون نے اپنے کسی رفیق کو کھانا لانے کے لیے

بستی مین بھیجا کچھ تو اس شخص کی صورت تین سو نو برس مین متغیر ہو گئی تھی اور سکہ جسکے بدلے یہ کھانا لینے آیا تھا اس کا چلن بھی موقوف ہو گیا تھا۔ لوگون نے اس سے پوچھ گچھ شروع کی۔ شدہ شدہ نوبت بادشاہ تک پہونچی اس نے اپنا حال بیان کیا اور سب پتے دیے اس کے بیان سے لوگون کو جو عیسائی مذہب رکھتے تھے قیامت کا یقین کلی ہو گیا۔ کہ جو خدا آدمی کو تین سو نو برس تک نیند کی حالت مین زندہ رکھ سکتا ہو وہ دوبارہ انسان کے زندہ کرنے پر کیون قادر نہو۔

ف اے پیغمبر لوگ تم سے ذوالقرنین کا حال امتحاناً دریافت کرتے ہین تم اِن سے کہو کہ مین تمکو اس کا تھوڑا سا تذکرہ پڑھکر سناتا ہون خدا فرماتا ہی کہ ہم نے اسکو روے زمین پر بڑی قدرت دی تھی اور ہم نے اسکو ہر طرح کے ساز و سامان دے رکھے تھے چنانچہ وہ ایک سامان کے پیچھے پڑا یعنے سفر مغرب کی تیاری کرنے لگا۔ یہانتک کہ جب چلتے چلتے آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہونچا تو اسکو آفتاب ایسا دکھائی دیا کہ جیسے وہ کالی کیچڑ کے کُنڈ مین ڈوبتا ہی اور دیکھا کہ اُس کُنڈ کے قریب قوم بھی آباد ہی۔ ہم نے فرمایا کہ اے ذوالقرنین تم بادشاہ ہو اور دونون اختیار رکھتے ہو۔ چاہو ان لوگون کو عذاب دو یا ان کے بارے مین حسن سلوک کا شیوہ اختیار کرو۔ ذوالقرنین نے کہا کہ جو اِن مین سے سرکشی کریگا اس کو تو ہم سزا دین گے پھر قیامت کے دن وہ اپنے پروردگار کے حضور مین لوٹا کر لایا جائے گا اور وہ ہماری سزا کے علاوہ اسکو اور عذاب سخت دیگا۔ اور جو ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا تو ویسا ہی اسکے بدلے مین اسکو خدا کے یہان سے بھلائی ملیگی۔ اور ہم بھی اپنے کامون مین اسکو آسان آسان کام

کرنے کو کہین گے۔ پھر وہ ایک اور سامان کے پیچھے پڑا یعنے سفر مشرق کی تیاری کرنے لگا۔ یہانتک
جب چلتے چلتے آفتاب کے نکلنے کی جگہ پہونچا تو اس کو ایسا معلوم ہوا کہ آفتاب کچھ لوگون پر
طلوع کرتا ہی جن کے لیے ہم نے آفتاب کے ادھر کوئی آڑ نہین رکھی۔ اور واقع مین بھی ایسا ہی تھا
(یعنے وہ لوگ وحشی تھے گھر بنانے کا سلیقہ نہین رکھتے تھے اور دھوپ سے بچنے کے لیے
ان کے پاس کوئی پناہ نہ تھی) اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا (یعنے لاؤ لشکر اور دھوپ
سے بچنے کا ساز و سامان وغیرہ) ہم کو اس سے پوری پوری آگاہی تھی۔ پھر وہ ایک اور سامان
سفر کے پیچھے پڑا یہانتک کہ جب چلتے چلتے ایک پہاڑ کی گھاٹی کے دو کگارون کے بیچ مین
پونہچا تو دیکھا کہ کگارون کے ادھر ایک قوم آباد ہی اور وہ ایسے وحشی ہین کہ بات کے سمجھنے کے
پاس تک نہین پھٹکتے ان لوگون نے اپنی بولی مین عرض کیا کہ ذوالقرنین اس گھاٹی کے
اُدھر یاجوج اور ماجوج کی قوم ہی اور وہ لوگ ہمارے ملک مین آکر فساد کرتے ہین آپ کی اگر
مرضی ہو تو ہم آپ کے لیے چندہ جمع کر دین بشرطیکہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی روک
بنا دین۔ ذوالقرنین نے کہا کہ وہ جس مین میرے پروردگار نے مجھے پورا اختیار دے رکھا ہی
کافی و وافی ہی چندے کی تو ضرورت نہین مگر ہان تم کو ایسی ہی مدد کرنی ہی تو ہاتھ پانوءن کے
زور سے میری مدد کرو مین تم لوگون مین اور ان لوگون مین ایک دیوار کھینچ دون گا۔ کہین سے
لوہے کی سلین ہم کو لا دو چنانچہ وہ سلین لائے اور ضروری کارروائی ہوتی رہی یہانتک کہ جب
ذوالقرنین نے دونون کگارون کے بیچ کی کشادگی کو پاٹ کر برابر کر دیا تو حکم دیا کہ اب اسکو دھونکو
یہانتک جب دیوار کو لال انگارا کر دیا تو کہا کہ اب ہمکو تانبا لا دو کہ اسکو پگھلا کر اس دیوار پر

اُنڈیل دیں غرض اس تدبیر سے ایسی اونچی اور مضبوط دیوار تیار ہوگئی کہ یا جوج ماجوج نہ تو
اس پر چڑھ سکتے تھے اور نہ اس میں سوراخ کر سکتے تھے۔ ذوالقرنین نے اس دیوار
آہنی کو دیکھکر کہا کہ یہ میرے رب کی مہربانی ہو لیکن جب میرے پروردگار کا وعدہ (قیامت)
آموجود ہوگا تو اس دیوار کو ڈھا کر برابر کر دیگا اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہو
پھر یہ حکم نازل ہوا ولا تقولن لشیءٍ انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء اللہ ط
غرضکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قصۂ اصحاب کہف و ذی القرنین کو تو صاف صاف
بیان فرمایا۔ مگر روح کی نسبت مبہم جواب دیا۔ روح کے تعریفات تو بہت کچھ کیے گئے ہیں لیکن
اصل یہ ہو کہ حقیقت روح کے سمجھنے میں عقل قاصر ہو اگر خدا کا فضل ہو تو کچھ سمجھ میں آجاتا ہو
جسکے لیے مرشد کامل اور علم حقائق کے پڑھنے کی ضرورت ہو تاکہ حقیقت انسانی معلوم ہوسکے
گو سب جانتے ہیں کہ انسان زندہ ہو مگر اسکا جسم ایک وقت معین میں مرجاتا ہو اس سے ثابت
ہوتا ہو کہ حقیقت انسانی صرف جسم ہی نہیں ہو کوئی اور چیز بھی ہو اور وہی روح ہو۔ چنانچہ
رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا ہو اذا حمل المیت علی
نعشہ رفرف روحہ فوق النعش ویقول یا اھلی ویا ولدی لا تلعبن بکم الدنیا کما
لعبت بی جمعت المال من حلہ وغیر حلہ فالغنی لغیری والتبعۃ علی فاحذروا مثل
ما حل بی یعنے جب مُردہ کو جنازہ پر لیجاتے ہیں تو روح یوں کہتی ہو کہ اے میرے اہل وعیال
دنیا تمکو اپنا کھلونہ نہ بنائے جیسا کہ اس نے مجھکو بنایا تھا۔ میں نے مال وغیرہ جمع کیا مگر حقیقت
میں غنی کوئی اور ہو (یعنے خدا) صرف میری گردن پر حطام دنیوی کے جمع کرنیکا وبال رہگیا ہو

دیکھو خدا کے لیے اس وبال سے جسمین مین مبتلا ہون بچے رہو۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ
انسان کا اطلاق صرف جسم ظاہری پر نہین ہی۔ بلکہ اس جسم پر روح کی حکومت ہی۔ بلحاظ مراتب
کے روح کے مختلف نام ہین کبھی اسکو نفس کہتے ہین جیسا کہ ارشاد ہوا ہی یا ایتہا النفس المطمئنۃ[1]
ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ اس سے بھی ثابت ہی کہ جسد کے مرجانے کے بعد کوئی شئ
زندہ باقی رہتی ہی جسکو اللہ کا حکم ہوتا ہی کہ ہماری طرف خوش خوش چلے آؤ۔ پس وہی روح ہی
یا یون خیال کرو کہ مثلاً کسی انسان کا ہاتھ یا پانون قطع ہو جاے تو وہ اچھی طرح سمجھتا ہی کہ اسکا
ہاتھ یا پیر قطع ہو گیا۔ اگر انسان سے محض کالبد ظاہری مراد ہوتا تو ان اعضا کے قطع ہو جانے
سے وہ فوراً نیست و نابود ہو جاتا تو جس شئ کے سبب سے قطع اعضا کے بعد بھی اسکا تعقل باقی
رہتا ہی وہی روح ہی۔ یا یہ کہ زنا کی پاداش مین کوڑے لگانے کا حکم ہی فعل زنا فرج سے متعلق ہی
اور اسکا عذاب پشت سے تعلق رکھتا ہی تو جو شئ انسان مین لذت جماع حاصل کرنے والی یا تکلیف
ضرب برداشت کرنے والی ہی وہی روح ہی۔ اعضاے انسانی صرف تکلیف و راحت کے
وسایط ہین۔ بہرحال حقیقت انسانی یعنے روح غیر مرئی ہی۔ امام غزالی رح فرماتے ہین کہ روح نہ
تو انسان کے بدن مین داخل ہی اور نہ اُس سے خارج اور نہ اُس سے ملی ہوئی ہی اور نہ اُس سے
جدا ہی کیونکہ یہ سب باتین ایسی چیز سے علاقہ رکھتی ہین جو جسم ہو اور متحیز ہو اور روح مین انمین سے
کوئی بات بھی نہین ہی۔ الحاصل ؎

آسمان بار امانت نتوانست کشید ۔۔۔ قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

[1] اے روح مطمئن اپنے پروردگار کی طرف چل تو اُس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی ۱۲

کا معاملہ ہی۔ اہل قریش کا سوال ماہیت روح سے متعلق تھا جب انھون نے یہ سنا کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا تم لوگون کو تھوڑا علم (اسرار الٰہی سے) دیا گیا ہی۔ تو پھر انھون نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اس خطاب سے ہم مختص ہین یا آپ بھی ہمارے شریک ہین۔ تو آپ نے فرمایا بل نحن وانتم لم نؤت من العلم الا قلیلا بلکہ ہم اور تم اس خطاب مین شریک ہین کہ اسرار الٰہی بے حد و پایان ہین تو پھر انھون نے یہ کہا کہ یہ تو عجیب بات ہی کبھی تو آپ کہتے ہین ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا اور کبھی کہتے ہین کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی ولو انّ ما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ من بعدہ سبعۃ ابحر ما نفدت کلمٰت اللہ ان اللہ عزیز حکیم[1]۔

واقعی حقایق اشیا کے لحاظ سے جو علم مخلوقات کو دیا گیا ہی وہ بہت ہی کم ہی ہر شخص اسکا اندازہ خود اپنے معلومات سے کر سکتا ہی اس مقدس بیان سے انسان اپنی بساط کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہی اور راہ راست اختیار کر سکتا ہی جسکی تعلیم کے لیے قرآن مجید رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہی۔

قولہ تعالیٰ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ

[1] اور زمین مین جتنے درخت ہین اگر (ان سب کے) قلم ہون اور سمندر (کی سیاہی) اور وہ بھی اس طرح پر کہ اسکے (ہو چکنے) پیچھے (ویسے ہی) سات سمندر (اور) اسکی مدد کرین (غرض ان تمام قلمون اور ان ساری سیاہیون سے خدا کی باتین لکھی جائین تو بھی) خدا کی باتین تمام نہ ہون ۱۲

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيلًا ۝ ترجمہ (اے پیغمبر ان لوگون سے)
کہو کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو جن لوگون کو قرآن سے پہلے (آسمانی کتابون کا) علم دیا گیا ہے (ان کا تو حال
ہے کہ) جب ان کے روبرو پڑھا جاتا ہے تو ٹھوڑیون کے بل سجدے مین گر پڑتے اور کہنے لگتے ہین
کہ ہمارا پروردگار (پاک ذات) ہے بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا اور ٹھوڑیون
کے بل گر پڑتے ہین (سجدے مین) روتے (جاتے ہین) اور قرآن کی وجہ سے ان کی عاجزی
(اور) زیادہ ہوتی جاتی ہے (اے پیغمبر تم اُن لوگون سے) کہو کہ تم (خدا کو) اللہ (کہکر) پکارو یا رحمن
(کہکر) پکارو جس (نام) سے بھی پکارو تو اس کے (سب) نام اچھے (ہی) ہین اور (اے پیغمبر)
نہ تو اپنی نماز چلا کر پڑھو اور نہ اسکو بالکل چپکے پڑھو بلکہ ان (دونون) کے بیچ (بیچ ایک متوسط)
طریق اختیار کرلو۔

ان آیات کے قبل قرآن مجید مین یہ ذکر فرمایا گیا ہے کہ قرآن یکبارگی نازل نہین کیا گیا۔
بلکہ تھوڑا تھوڑا اس مصلحت سے نازل کیا گیا ہے کہ ضروریات دینیہ کے لحاظ سے لوگون کو سنایا جاے
اکثر عرب لکھے پڑھے نہ تھے۔ اگر قرآن مجید یکبارگی نازل کیا جاتا تو ایسی اسکی محافظت مشکل تھی اور
لامحالہ تحریف وتبدیل ہو جاتی۔ علاوہ اسکے بتدریج ان گمراہون کو راہ راست پر لانا مقصود تھا
دفعۃً تمام احکام کی تعمیل کا حکم دینا باعث گرانی تھا۔ انبیاے سابقین پر بھی جو کتابین اور صحیفے
نازل ہوے اسی طریقے سے نازل ہوے ہین۔ با این ہمہ مشرکین کا یہ حال تھا کہ وہ اس
طریقہ پر بھی اعتراضًا کہتے تھے کہ دوسرے مصنفون کی طرح سوچ سوچ کر قرآن مجید کی تصنیف
ہوتی ہے محض انکی نادانی تھی۔ غرضکہ اس بارہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیجاتی ہے اور

شان بے نیازی بھی ظاہر فرمائی جاتی ہو کہ قل امنوا بہ او لا تؤمنوا ان الذین اوتوا العلم من قبلہ اذا یتلی علیھم یخرون للاذقان سجدا ۔ اے پیغمبر ان لوگون سے کہو کہ تم قرآن کو مانو یا نہ مانو جن لوگون کو قرآن سے پہلے (آسمانی کتابون کا علم دیا گیا ہو۔ اُن کا تو یہ حال ہو کہ جب انکے روبرو پڑھا جاتا ہو تو ٹھوڑیون کے بل سجدے مین گر پڑتے ہین۔ یعنے منکرین کے ایمان لانے سے قرآن کی عزت وشان مین کچھ اضافہ نہین ہوجاتا اور انکے نہ ماننے سے اسکی عظمت مین کمی نہین ہوجاتی۔ کیونکہ یہ جاہل بے عقل ہین البتہ جو اہل علم ہین جنکو قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کتب سماوی کا علم دیا گیا ہو جیسے زید بن عمرو بن نفیل۔ ورقہ بن نوفل عبد اللہ بن سلام وغیرہ کہ وہ جانتے ہین کہ نبی آخر الزمان مبعوث ہونیوالے ہین اسلیے انتظار کرتے تھے اور مضامین قرآن کو سنکر بیحد متاثر ہوتے اور عالم بیخودی مین زمین پر گر پڑتے تھے ویقولون سبحان ربنا ان کان وعد ربنا لمفعولا۔ اور کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار پاک ذات ہو بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ پورا ہونا ہی تھا یعنے حالت سجود مین خدا ے تعالی کی عظمت کا اقرار کرکے اسکے وعدون کے پورا ہونے کا اعتراف کرتے تھے اور بوجہ حق شناسی کے قرآن کو سنکر سمجھ گئے کہ اسی وعدے کا ایفا ہو اور ایمان لاے ویخرون للاذقان یبکون اور ٹھوڑیون کے بل گرتے اور روتے ہین۔ یہ انکی بیخودی کی کیفیت ہو کہ استماع مضامین قرآن مجید سے زمین پر گر کے روتے جاتے تھے ویزیدھم خشوعا اور انکی عاجزی زیادہ ہوتی جاتی تھی اسلیے کہ وہ صاحب علم تھے جب حق باتون کا ان کے قلوب پر اثر ہوتا تو سر تسلیم خم کر دیتے تھے۔ برخلاف گمراہون کے کہ وہ اور انکے

اسلاف ہمیشہ کتب سماوی اور انبیاے سابقین سے انکار ہی کرتے رہے یہ بدنصیبی وراثۃً ملی تھی اس سے کیسے باز آسکتے تھے قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنے اے پیغمبر تم ان لوگون سے کہو کہ تم خدا کو اللہ کہکر پکارو یا رحمن کہکر پکارو جس نام سے بھی پکارو تو اسکے سب نام اچھے ہی ہین۔

عرب مین جس طرح لفظ اللہ خدا کا مخصوص نام تھا اسی طرح رحمن بھی بلا اضافت اسی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ باعتبار صفات کے حدیث شریف مین اللہ جل شانہ کے ننانوے نام وارد ہین جو مشہور عام ہین۔ علما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خدا ے تعالی کے نام توفیقی ہین یعنے انھین نامون سے اُسکو موسوم کرنا چاہیے جو شرع سے ثابت ہین۔ ایک یہ بھی روایت ہے کہ ایکبار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا اللہ یا رحمن کہ رہے تھے تو مشرکین مین سے ایک شخص نے اعتراض کیا کہ ہمکو تو دو خداؤن کی عبادت سے منع کرتے ہین اور آپ دو خدا کے نام لیتے ہین اور کسی نے یہ کہا کہ ملک یمامہ مین جو رحمن نامی کاہن ہے اسکو پکارتے ہین۔ اسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ اور رحمن سب خدا کے ہی نام ہین جس نام سے چاہو اسکو پکارو یا اُسکا ذکر کرو۔ ابو یزید بسطامی رح سے ایک شخص نے پوچھا کہ اسم اعظم کونسا ہے تو آپ نے فرمایا کہ پہلے اسم اصغر بتلا دو جسکا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سب نام اعظم ہین۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ لفظ حسنے کی کیسی عمدہ صراحت آپ نے کی ہے۔ ولا تجہر بصلاتك ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلك سبیلا اے پیغمبر نہ تو اپنی نماز چلا کر پڑھو نہ اس کو بالکل چپکے پڑھو بلکہ متوسط طریق اختیار کرلو۔ ترمذی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مین پوشیدہ رہتے تھے (ابتدائے اسلام مین) جب صحابہ کے ساتھ نماز پڑھتے تو قرآن مجید کو پکار کر پڑھتے تھے۔ مشرکین سنکر قرآن کو اور اُسکے نازل کرنیوالے کو۔ اور جو اسکو لیکر آیا سب کو بُرا کہتے تھے۔ اُسوقت یہ آیت نازل ہوئی کہ اے پیغمبر نہ تو قرآن کو اسقدر بلند آواز سے پڑھو کہ مشرکین سُنکر بُرا بھلا کہین۔ نہ ایسا آہستہ کہ صحابہ کو بھی نہ سنائی دے بلکہ متوسط آواز سے پڑھا کرو۔ اور ایک روایت مین یہ بھی آیا ہی کہ ایکبار رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم شب کے وقت طواف کعبہ مین مصروف تھے۔ آپنے دیکھا کہ ابو بکرؓ تو آہستہ نماز مین قرات پڑھ رہے تھے اور عمرؓ بلند آواز سے۔ صبح کو جب ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما حضور اقدس مین حاضر ہوے تو آپ نے ابو بکر سے پوچھا کہ کیون آپ شب کو چپکے چپکے نماز پڑھتے تھے تو آپ نے کہا کہ مین خدائے تعالی سے مخفی دعا کر رہا تھا وہ میرے حاجات کو جانتا ہی۔ اور پھر عمر سے آپ نے پوچھا کہ کیون آپ پکار پکار کر نماز پڑھتے تھے تو آپ نے عرض کیا کہ شیطان کے زجر اور بتون کی اہانت کے لحاظ سے بلند آواز سے پڑھتا تھا تو آپ نے ابو بکر سے فرمایا کہ کچھ بلند آواز سے نماز پڑھا کرو اور عمر کو حکم ہوا کہ کچھ پست آواز سے پڑھین۔ اور بعضون نے اس آیت مین یہ تاویل کی ہی کہ تمام نمازین نہ تو جہر سے پڑھین اور نہ مخفی بلکہ شب کی نمازین جہر سے اور دن کی نمازین مخفی پڑھا کرین۔ غرضکہ نماز مین جو قرآن مجید پڑھا جاتا ہی یا جو دعائین پڑھی جائین متوسط درجہ مین پڑھنا چاہیے کہ درجہ توسط محمود ہی۔ حاصل یہ کہ جو لوگ اللہ کی کتابون کو مانتے ہین وہ رقیق القلب ہوتے ہین احکام الٰہی کا انکے قلوب پر بڑا اثر ہوتا ہی جو باعث سعادت دارین ہی۔ برخلاف

منکرین کے کہ وہ قسی القلب ہوتے ہین اور خدا کے پاک احکام سے اعراض کرتے ہین ایسون کی نہ تو دنیا ہی اچھی ہوتی ہے نہ آخرت۔ قرآن مجید کی اتباع ذخیرۂ دارین ہے جو لوگ اسکے مقدس مضامین پر غور کرتے ہین اور پابندی اختیار کرتے ہین ان کے اخلاق حسنہ کا کیا کہنا۔

قولہ تعالیٰ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ترجمہ اور (اے پیغمبر) جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کی یاد کرتے (اور) اُسی کی رضامندی چاہتے ہین ان کے ساتھ (اُٹھتے بیٹھتے پر) اپنے نفس کو مجبور کرو اور تمھاری نظر (التفات) ان پر سے ہٹنے نہ پائے۔ کہ لگو دنیا کی زندگی کے ساز و سامان کا پاس کرنے اور ایسے شخص کا کہا ہرگز نہ ماننا جسکے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہے اور اسکی دنیا داری حد سے بڑھ گئی ہے

اس آیت کے قبل مال و جاہ دنیوی سے جو چند روزہ ہین دل بستگی نہ پیدا کرنے کا حکم ہوا ہے کہ جس سے آخرت کے کامون مین حرج ہوتا ہے چنانچہ اصحاب کہف کا تذکرہ بھی بے ثباتی دنیا کے مثال کے طور پر مذکور ہوا ہے جس سے صرف یہ مقصود ہے کہ جو لوگ دنیاوی غرور و تکبر مین منہمک ہین وہ دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی خوبیون پر غور کر کے اللہ جل شانہ کے پاک ہدایات سے مستفید ہون اور ذخیرۂ آخرت فراہم کرین مگر جو لوگ کفر و شرک مین مبتلا تھے انکے دل مین وہی تکبر و غرور کے خیالات موج زن رہتے تھے۔ چنانچہ ایک بار چند معزز قریش رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیضدرجت مین حاضر ہوے اور یہ خواہش ظاہر کی

کہ اگر آپ کا یہ ارادہ ہو کہ ہم ایمان اختیار کریں تو آپ یا تو فقرا مسلمین کے ساتھ خلط ملط نہ رکھیں یا کم سے کم جب ہم آئیں تو ان کو اپنے پاس سے جدا کردیں جیسا کہ سورۂ انعام میں بھی اسکا ذکر ہوچکا ہو مگر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ غربا مسلمین سے منہ نہ موڑیں واصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم بالغداوة والعشی یریدون وجھه اے پیغمبر جو لوگ صبح وشام اپنے پروردگار کی یاد کرتے اور اُسکی خوشنودی چاہتے ہیں ان کے ساتھ میل جول رکھنے پر اپنے نفس کو مجبور کرو۔ یہی نہیں بلکہ ولا تعد عیناك عنھم ترید زینة الحیوة الدنیا تمھاری نظر عنایت ان پر سے بپاس آرایش دنیوی ہٹنے نہ پائے ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع ھواه وکان امره فرطاه اور ایسے شخص کا کہا ہرگز نہ ماننا جسکے دل کو ہمنے اپنی یاد سے غافل کردیا ہو۔ اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہو اور اسکی دنیاداری حد سے بڑھ گئی ہو۔ مفہوم آیت پر غور کرو کہ اہل اللہ اور مساکین کے ساتھ میل ملاپ رکھنے اور اہل دنیا اور متکبرین کی صحبت سے محترز رہنے کی کیسی عمدہ تعلیم ہوئی ہو کیونکہ ؎

صحبت صالح ترا صالح کند | صحبت طالح ترا طالح کند

قوله تعالے وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِأَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ أَعْنَابٍ وَحَفَفْنَاهُمَا بِنَخْلٍ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ آتَتْ أُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِنْهُ شَيْئًا وَفَجَّرْنَا خِلَالَهُمَا نَهَرًا وَكَانَ لَهُ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصَاحِبِهِ وَهُوَ يُحَاوِرُهُ أَنَا أَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَأَعَزُّ نَفَرًا ○ وَدَخَلَ جَنَّتَهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ قَالَ مَا أَظُنُّ أَنْ تَبِيدَ هٰذِهِ

اَبَدًا ۙ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰی رَبِّیْ لَاَجِدَنَّ خَیْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ۝
قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ یُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ
ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ۝ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ۝ وَلَوْلَآ
اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ
مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ۝ فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَیُرْسِلَ عَلَیْهَا
حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا ۝ اَوْ یُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِیْعَ لَهٗ
طَلَبًا ۝ وَاُحِیْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ یُقَلِّبُ كَفَّیْهِ عَلٰی مَآ اَنْفَقَ فِیْهَا وَهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا
وَیَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّیْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ الْوَلَایَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۚ هُوَ خَیْرٌ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ عُقْبًا ۝ وَاضْرِبْ
لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا
تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ۝ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ
الدُّنْیَا ۚ وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ۝ **ترجمہ** اور
(اے پیغمبر) ان لوگون سے ان دو شخصون کی مثال بیان کرو جن مین سے ایک کو ہم نے
انگور کے دو باغ دے رکھے تھے اور ہم نے ان کے گرداگرد کھجور کے درخت لگا رکھے تھے
اور ہم نے دونون (باغون) کے بیچ بیچ مین کھیتی (بھی) لگا رکھی تھی۔ دونون باغ اپنے
پھل (خوب) لائے اور پھل (لانے) مین کسی طرح کی کمی نہ کی اور دونون (باغون) کے
درمیان ہم نے نہر بھی جاری کر رکھی تھی تو باغون کے مالک کے پاس (بہمہ وقت

طرح طرح کی) پیداوار موجود رہتی تھی ایک دن یہ شخص اپنے (کسی) دوست سے باتین کرتے کرتے
بول اُٹھا کہ مین تجھ سے زیادہ مالدار ہون اور (میرا) جتھا (بھی) بڑا زبردست (جتھا) ہے اور
(وہ یہ باتین کرتا ہوا) اپنے باغ مین گیا - اور وہ ناحق کے غرور اور خدا کی ناشکری سے) اپنے
نفس پر آپ ہی ظلم کر رہا تھا لگا کہنے کہ مین نہین سمجھتا کہ یہ (باغ) کبھی (بھی) برباد ہوا ور مین
(یہ بھی) نہین سمجھتا کہ قیامت برپا ہو اور بالفرض (ہوئے بھی تو جب) مین اپنے پروردگار کی طرف
لوٹایا جاؤن گا تو جہان لوٹ کر جاؤن گا (بہر حال) اس (دنیا) سے (تو اس جگہ کو) بہتر ہی پاؤنگا
اس کا دوست جو اس سے باتین کرتا جاتا تھا (اثناے گفتگو مین) بول اُٹھا کہ کیا تو اُس
(پروردگار) کا منکر ہے جس نے تجھکو (پہلے) مٹی سے پھر نطفے سے پیدا کیا پھر تجھکو پورا آدمی
بنایا - لیکن مین تو (یہ عقیدہ رکھتا ہون کہ) وہی اللہ میرا پروردگار ہے اور مین اپنے پروردگار
کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہین کرتا اور جب تو اپنے باغ مین آیا تو نے (یون) کیون نہ کہا
کہ یہ (سب) خدا کے چاہے سے ہوا ہے (ورنہ مجھ مین تو) بے مدد خدا کچھ بھی طاقت نہین -
اگر مال اور اولاد کے اعتبار سے تو مجھکو اپنے سے کم سمجھتا ہے تو عجب نہین میرا پروردگار تیرے
باغ سے (بھی) بہتر (باغ) مجھکو عطا فرمائے اور تیرے باغ پر (تیری ناشکری کی سزا مین)
آسمان سے کوئی (ایسی) بلا نازل کرے کہ وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جاے یا اس کا پانی
بہت نیچے اُتر جاے - اور تو اسکو کسی طرح طلب نہ کر سکے (چنانچہ عذاب نازل ہوا)
اور اس (کے باغ) کی پیداوار (عذاب کے) پھیر مین آگئی - تو وہ اس لاگت پر جو باغ
(کی درستی) مین لگائی تھی اپنے دونون ہاتھ ملتا رہ گیا اور (باغ کا یہ حال ہو گیا کہ) وہ اپنی ٹٹیون

گرا ہوا پڑا تھا۔ اور (مالک باغ) کہتا جاتا تھا کہ اے کاش مین اپنے پروردگار کے ساتھ
کسی کو شریک نہ کرتا۔ اور اس کا کوئی جتھا ایسا نہوا کہ خدا کے سوا اس کی مدد کرتا اور نہ وہ
(خود ہی) انتقام لے سکا۔ اسی (حکایت) سے ثابت ہوا کہ سب اختیار خدائے برحق
ہی کو ہو وہی بہتر ثواب (دینے) والا اور (وہی آخرکار) بہتر عوض (دینے) والا ہی۔ اور
(اے پیغمبر) ان لوگون سے (ایک مثال یہ بھی) بیان کرو کہ دنیا کی زندگی کی مثال پانی کیسی ہی جسکو
ہم نے آسمان سے برسایا تو زمین کی روئیدگی پانی کے ساتھ مل گئی (اس طرح پر کہ پانی کو
جذب کر لیا اور خوب پھلی پھولی) پھر (آخرکار) چورا (یعنے بھوسا) ہو کر رہ گئی جسے ہوائین
اُڑائے اُڑائے پھرتی ہین اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی (اے پیغمبر) مال اور اولاد دنیا کی زندگی
کے (چندروزہ) بناؤ سنگار اور اعمال نیک (جن کا اثر دیر تک) باقی رہے تمھارے پروردگار کے
نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہین اور توقع (آیندہ) کے اعتبار سے بھی بہتر ہین۔
اکثر کفار مال و دولت کے اعتبار سے غریب مسلمانون پر فخر و تکبر سے پیش آتے تھے
اسلیے خدائے تعالی نے یہ بیان فرمایا کہ ثروت دنیوی قابل افتخار نہین ہی کیونکہ جو لوگ محتاج
ہین وہ مالدار ہو جاتے اور جو مالدار ہین وہ محتاج ہو جایا کرتے ہین۔ دنیا کے مال و دولت
زوال پذیر ہین انکو دوام و ثبات نہین ہی۔ جو بات لائق فخر ہی وہ اللہ کی اطاعت و عبادت ہی
گو مسلمان غریب ہون مگر ان کو یہ دولت حاصل ہی واضرب لھم مثلا رجلین الی فی دعا
ان لوگون سے ان دو شخصون کی مثال بیان کرو جن مین سے ایک کو ہم نے انگور کے
دو باغ دے رکھے تھے اور ہم نے ان کے گرداگرد کھجور کے درخت لگا رکھے تھے۔ اور

ہم نے دونون باغون کے بیچ مین کھیتی بھی لگا رکھی تھی اِس آیت سے پیغمبر صاحب کو ارشاد
ہوا ہی کہ متکبر کافرون سے کہدین کہ تم جو غریب مسلمانون کے مقابلہ مین فخر و ناز کرتے ہو اسکا
حال تو اِس مثال سے سمجھ لو جسکا بیان آگے ہوتا ہی بعض مفسرین نے لکھا ہی کہ بنی اسرائیل
مین دو بھائی مختلف المذاہب تھے ایک کافر تھا جسکا نام براطوس تھا اور دوسرا مومن
جسکا نام یہوذا تھا۔ ان دونون نے آٹھ ہزار دینار وراثت مین پائے تھے اور نصف نصف
آپس مین تقسیم کر لیے تھے براطوس نے ہزار دینار مین ایک قطعہ زمین کو خرید کیا یہوذا نے
یہ کہکر کہ مین جنت مین کچھ زمین لیلون گا ہزار دینار خیرات کر دیا براطوس نے ہزار دینار مین
ایک مکان خرید کیا تو یہوذا نے کہا کہ مین جنت مین ایک مکان خریدتا ہون اور ہزار دینا
خدا کی راہ مین دیدیا۔ ہزار دینار لگا کر براطوس نے اپنی شادی کر لی تو یہوذا نے حورعین کے
مہر مین ہزار دینار للہ دیدیا۔ براطوس نے ہزار دینار مین کپڑے اور خادم مہیا کیے اور یہوذا نے
غلمان جنت کی خریداری کے خیال مین اور ہزار دینار صدقہ دیدیا غرضکہ یہوذا نے تو اپنا سب
مال خدا کی راہ مین صرف کر ڈالا اور اُسکے پاس کچھ نرہا اور براطوس باغ وغیرہ لگا کر خدم و حشم
کے ساتھ بہت غرور و تکبر کے ساتھ بسر کرتا تھا ایک روز وہ اپنے غریب بھائی کے ساتھ باغ
مین بیٹھکر فخریہ گفتگو کر رہا تھا اور خدا کو بھول گیا تھا کہ دفعۃً بلاے آسمانی نازل ہوئی اور باغ
تباہ و برباد ہو گیا۔ غرضکہ اِن دونون باغون کے اطراف مین کھجور کے درخت حفاظت کے لیے
بطور باڑ لگے ہوے تھے اور باغون کے بیچ کی زمین مین اقسام و انواع کے فواکہات وغیرہ
کے درخت تھے كلتا الجنتين اتت اكلها ولم تظلم منه شيئا وفجرنا خلالهما نهرا

دونون باغ اپنے پھل خوب لائے اور پھل دلانے مین کسی طرح کی کمی نہ کی اور دونون باغون کے درمیان ہم نے نہر بھی جاری کر رکھی تھی یعنے دونون باغ ایسے شاداب تھے کہ بروقت انمین کچھ نہ کچھ پھل لگے رہتے تھے اور باغون کی شادابی کے لیے نہر بھی موجود تھی وکان له ثمر اور باغون کے مالک کے پاس ہمہ وقت طرح طرح کی پیداوار موجود رہتی تھی اسلیے وہ بہت خوشحال بسر کرتا تھا فقال لصاحبه وهو يحاوره انا اكثر منك مالا واعز نفرا ایک دن مالک باغ اپنے دوست سے باتین کرتے کرتے بول اُٹھا کہ مین تجھ سے زیادہ مالدار ہون اور میرا جتھا بڑا زبردست ہے اسطرح تکبر وغرور کی باتین شروع کین ودخل جنته اور وہ باتین کرتا ہوا باغ مین گیا تاکہ باغ کی عمدہ حالت دیکھکر خوش ہو اور اس مسلمان کو اپنے باغ کی پیداوار کو بھی بتلا دینا مقصود تھی وهو ظالم لنفسه اور وہ درحقیقت ناحق کے غرور اور خدا کی ناشکری سے اپنے نفس پر آپ ہی ظلم کر رہا تھا قال ما اظن ان تبيد هذه ابدا اور شیخی سے کہنے لگا کہ مین نہین سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی برباد ہو۔ غالبًا اپنی زندگی تک اسکی بربادی ہونے کا خیال کیا ہوگا۔ دوامی طور پر تو ایسا خیال نہین کر سکتا تھا کیونکہ دنیا کی سب چیزین فانی وزوال پذیر ہین وما اظن الساعة قائمة اور مین یہ بھی نہین سمجھتا کہ قیامت قائم ہو یعنے وہ آخرت کا بھی منکر تھا ولئن رددت الى ربى لاجدن خيرا منها منقلبا اور بالفرض اگر قیامت ہوئی بھی تو جب مین اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جاؤن گا جہان لوٹ کر جاؤنگا بہرحال اس دنیا سے تو اُس جگہ کو بہتر ہی پاؤن گا قال له صاحبه وهو يحاوره اكفرت بالذى خلقك من تراب ثم من نطفة ثم سواك رجلا (مسلمان) دوست جو اُس سے

باتین کرتا جاتا تھا اثناے گفتگو مین بول اُٹھا کہ کیا تو اُس پروردگار کا منکر ہی جسنے تجھکو پہلے
مٹی سے پھر نطفہ سے پیدا کیا پھر تجھکو پورا آدمی بنایا یعنے پہلے جسنے تجھکو اسطرح اپنی قدرت سے
پھر آخرت مین دوبارہ پیدا کیا نہین کرسکتا تجکو بجاے ایسی فضول گفتگو کے اُسکی عبادت کا خیال
کرنا چاہیے لکنا هو الله ربي ولا اشرك بربي احدا ہ لیکن مین تو یہ عقیدہ رکھتا ہون کہ
اللہ میرا پروردگار ہی اور مین اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہین کرتا - مین تو فقر و
غنی کو منجانب اللہ جانتا ہون اگر وہ تونگری عطا فرماے تو اُسکی عنایت قابل شکر ہی اگر محتاجی
کی حالت مین رکھے تو وہ اُسکی مصلحت ہی - حالتِ غنا مین فخر و تکبر زیبا نہین ہی اور نہ یہ خیال کرنا
کہ کثرتِ مال و خدم و حشم ہماری کوشش ذاتی کا نتیجہ ہی ولولا اذ دخلت جنتك قلت
ماشاء الله لا قوة الا بالله ط اور جب تو اپنے باغ مین آیا تو نے یون کیون نہ کہا کہ یہ
سب خدا کے چاہنے سے ہوا ہی ورنہ مجھ مین تو بے مدد خدا کے کچھ بھی طاقت نہین - کیونکہ جو
کچھ انسان کو ثروت و دولت میسر ہوتی ہی وہ سب خدا کی مہربانی ہی اسکو بھولنا نہ چاہیے ان
ترن انا اقل منك مالا و ولدا ہ فعسى ربي ان يؤتين خيرا من جنتك ويرسل عليها
حسبانا من السماء فتصبح صعيدا زلقا ہ اگر مال اور اولاد کے اعتبار سے تو تجھکو اپنے سے
کم سمجھتا ہی تو عجب نہین کہ میرا پروردگار تیرے باغ سے بہتر باغ مجکو عطا فرماے اور تیرے باغ
پر تیری ناشکری کی سزا مین آسمان سے کوئی ایسی بلا نازل کرے کہ وہ چٹیل میدان
ہوکر رہ جاے یعنے ناشکری اور خدا فراموشی کا فوراً نتیجہ مل جائے گا او یصبح ماؤها
غورا فلن تستطيع له طلبا ہ یا اُسکا پانی بہت نیچے اُتر جاے اور تو اُسکو کسی طرح

طلب نکر سکے یعنے دفعۃً باغ کے خشک ہونے کی نوبت آجائے واحیط بثمرہ چنانچہ عذاب
نازل ہوا اور اُسکے باغ کی پیداوار عذاب کے گھیر مین آگئی فاصبح یقلب کفیہ علی ما انفق
فیہا تو وہ اُسکی لاگت پر جو باغ کی دُرستی مین لگائی گئی تھی اپنے دونون ہاتھ ملتا رہ گیا باغ کی
تباہی سے ندامت دامنگیر ہوگئی وھی خاویۃ علی عروشہا اور باغ کا یہ حال ہوگیا کہ وہ اپنی
ٹٹیون پر گرا پڑا تھا۔ جیسے ریتی کے گھرون مین چھتین ہوتی ہین ویسے ہی باغون مین ٹٹیان
ہوتی ہین جن پر بیلین چڑھائی جاتی ہین لفظ عرش چھت اور ٹٹی مین مشترک ہو گھر کا مذکور ہو
تو چھت اگر باغ کا ذکر ہو تو عرش کے معنے ٹٹی کے لیے جاتے ہین۔ اب رہا باغ کا ٹٹیون
پر گرنا اسکی صورت یہ ہو کہ جب ستون بوڑے ہو جاتے ہین تو پہلے ٹٹی گر پڑتی ہو اسکے بعد
اوپر کی بیلین وغیرہ گر جاتی ہین جس سے باغ تباہ و برباد ہو جاتا ہو ویقول یالیتنی لم اشرک
بربی احداہ اور مالک باغ کہتا جاتا تھا کہ اے کاش مین اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو
شریک نکرتا۔ اسطرح حسرت اور ندامت کی باتین کرنا شروع کین ولم تکن لہ فئۃ ینصرونہ من
دون اللہ اور اُسکا کوئی جتھا ایسا نہوا کہ خدا کے سوا اسکی مدد کرتا خدا کے مارے کو کوئی کیا
بچا سکتا ہو وما کان منتصرا اور نہ وہ خود ہی انتقام لے سکا اس بیچارے کا مقدور ہی کیا
تھا کہ خدا کے کیے ہوے کام کا بدلے سکتا ھنالک الولایۃ للہ الحق ط کہ سب اختیار
خدائے برحق ہی کو ہو کہ ایسے مواقع مین وہ مومنین کو اعدائے دین پر غلبہ عنایت فرماتا ہو
ھو خیر ثوابا و خیر عقبا ہ کہ وہی بہتر ثواب و عوض دینے والا ہو۔ یعنے جو لوگ توحید کے قائل
اور خدا کے احکام کو مانتے ہین اُنکو آخرت مین بہتر عوض عنایت ہوتا ہو واضرب لھم مثل الحیوۃ

الدنیا کماء انزلنہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض فاصبح هشیما تذروہ الریاح ط اور اے پیغمبر ان لوگون سے ایک مثال یہ بھی بیان کرو کہ دنیا کی زندگی کی مثال پانی کی سی ہی جسکو ہم نے آسمان سے برسایا تو زمین کی روئیدگی پانی کے ساتھ مل گئی اسطرح پر کہ پانی کو جذب کر لیا اور خوب پھلی پھولی پھر آخر کار چورا یعنے بھوسہ ہو کر رہ گئی جسے ہوائین اڑائے اڑائے پھرتی ہین مقصد یہ ہی کہ اولاً دنیا کی حالت انسان کو نہایت ہی بھلی معلوم ہوتی ہی مگر رفتہ رفتہ اُسکی خواہشات مین کاستگی پیدا ہوتی ہی اور آخر کار دنیا ہی نیست و نابود ہو جاتی ہی ایسی ناپائدار دنیا دل لگانے کے قابل نہین ہی اور نہ یہ عقلمندی کا شیوہ ہی کہ دو روزہ دنیا کے کچھ ایک حاصل ہو جانے سے جامہ سے باہر ہو جاے وکان اللہ علے کل شیٔ مقتدرا ہ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہی۔ سب اُسکے بس مین ہی تو کمال انسانی یہ ہی کہ اُسکا ہو رہے اللہ بس باقی ہوس المال والبنون زینۃ الحیوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر عملاہ اے پیغمبر مال اور اولاد دنیا کی زندگی کے چندروزہ بناؤ سنگار ہین اور اعمال نیک جنکا اثر دیر تک باقی رہے تمھارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہتر ہین اور توقع آیندہ کے اعتبار سے بھی بہتر ہین ظاہر ہی کہ تمام زینتی اشیا سریع الزوال ہوتے ہین اور باقیات الصالحات جیسے اولاد نیک یا کوئی کتاب تصنیف کر کے چھوڑ مرا اور اس سے لوگون نے فائدہ اُٹھایا مصرع

پل و مسجد و چاہ و مہمان سرا

یہ ثواب اور امید آیندہ کے اعتبار سے مفید ہین۔

قوله تعالے اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ کَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِینَ فِیهَا لَا یَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝ قُلْ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِکَلِمَاتِ رَبِّی لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّی وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا ۝ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُکُمْ یُوحَی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ فَمَنْ کَانَ یَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ اَحَدًا ۝ ترجمہ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنھون نے نیک عمل (بھی) کیے اُنکی ضیافت کے لیے فردوس (بریں) کے باغ ہون گے جنمین وہ ہمیشہ (ہمیشہ) رہین گے (اور کبھی) یہان سے اُٹھنا نہین چاہین گے (اے پیغمبر ان لوگون سے) کہو کہ اگر میرے پروردگار کی باتون کے (لکھنے کے) لیے سمندر (کا پانی) سیاہی (کی جگہ) ہو تو قبل اسکے کہ میرے پروردگار کی باتین تمام ہون سمندر نبڑ جاے اگرچہ ہم ویسا ہی (اور سمندر اسکی) مدد کو لا ئین (اے پیغمبر ان لوگون سے) کہو کہ مین (بھی تو) تم ہی جیسا ایک بشر ہون (مجھ مین تم مین صرف) اتنا فرق ہی کہ میرے پاس (خدا کی طرف سے) یہ وحی آتی ہی کہ تمھارا معبود (وہی اکیلا) ایک معبود ہی تو جسکو اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو تو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت مین شریک نکرے۔

ان آیات کے قبل خداے تعالی نے قرآن مجید مین کافرون کی نسبت فرمایا ہی کہ یہ کافر اس خیال مین ہین کہ ہمکو چھوڑ کر ہمارے بندون کو اپنا کارساز بنائین اور اُن سے کچھ بازپرس نہو۔ یہ نہین بلکہ ہم نے کافرون کی ضیافت کے لیے جہنم تیار رکھا ہی اور آیات زیر بیان مین اہل ایمان کا ذکر اسطرح ہوا ہی ان الذین امنوا وعملوا الصالحات کانت لھم

جنات الفردوس نزلاً البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انھون نے نیک عمل بھی کیے اُنکی ضیافت
کے لیے فردوس برین کے باغ ہون گے اور حدیث شریف مین وارد ہی فاذا سألتم الله الجنة
فاسئلوه الفردوس فان فوقها عرش الرحمان یعنے جب جنت اللہ سے طلب کرو تو فردوس
برین طلب کرو کہ اُسکے اوپر ہی عرش رحمن ہی جنت کے سو درجے ہین جنمین فردوس سے بڑھکر
کوئی درجہ نہین ہی خالدین فیہا لا یبغون عنہا حولا جنمین مومنین ہمیشہ رہین گے اور کبھی یہان
سے اُٹھنا نہین چاہین گے - یعنے جنت کی نعمتون سے بڑھکر کوئی چیز ایسی نہین ہی کہ جسکی
طرف رغبت ہو قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی
ولو جئنا بمثلہ مددا اے پیغمبر ان لوگون سے کہو کہ اگر میرے پروردگار کی باتون کے لکھنے
کے لیے سمندر کا پانی سیاہی کی جگہہ ہو تو قبل اسکے کہ میرے پروردگار کی باتین تمام ہون سمندر
خشک ہوجائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور سمندر اسکی مدد کو لائین - قرآن مجید مین بہت سے گذشتہ
قصے عبرتاً بیان ہوے ہین جن سے خداے تعالی کے کارنامے اور تصرفات کا اظہار ہوتا
ہی اسیلیے ارشاد ہوا ہی کہ خداے تعالی کے انتظامات کو اگر حصر کرنا چاہو تو ناممکن ہی سمندر کا
پانی جو ایک بہت بڑی وسیع شی ہی اسکی قدرت کے کرشمون کے لیے محض ناکافی ہی قل انما
انا بشر مثلکم یوحی الی اے پیغمبر ان لوگون سے کہو کہ مین بھی تو تم ہی جیسا ایک بشر ہون مجھ مین
تم مین صرف اتنا فرق ہی کہ میرے پاس خدا کی طرف سے وحی آتی ہی - اس سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو تواضع وانکسار اختیار کرنے کی تعلیم ہوئی ہی مگر اس نعمت امتیاز کو ظاہر کرین کہ میرے
پاس اللہ کی یہ وحی آئی ہی انما الٰہکم الٰہ واحد کہ تمھارا پروردگار اکیلا ایک معبود ہی فمن کان

یرجوا لقاء ربه فلیعمل عملا صالحا ولا یشرک بعبادة ربه احدا جسکو اپنے پروردگار سے ملنے
کی آرزو ہو تو چاہیے کہ نیک عمل کرے اور کسی کو اپنے پروردگار کی عبادت مین شریک نکرے۔
خلاصہ اخلاق حسنہ یہی ہی کہ انسان کفر و شرک سے بچے اور ہمیشہ نیک عمل کرتا ہے

این ہمہ علم جسم مختصر ست | علم رفتن براہِ حق دگر ست
چیست این راہ را نشان و دلیل | آن نشان از کلیم پرس و خلیل
ور ز من پرسی اے برادر ہم | باز گویم صریح نے مُبہم
روے سوے جہان حی کردن | عقبۂ جاہ زیر پے کردن
تنقیت کردنِ نفوس از بد | تقویت کردنِ روان بخرد
در درونِ تو نفس دل گردد | زان ہمہ کردہا خجل گردد
در تنِ تو چو نفس تو بگداخت | دل بتدریج کارِ خویش بساخت
پس از و حق نیاز بستاند | چون نیازش نماند حق ماند
جہد کن تا چو مرگ بشتابد | بوے جانت ز کوے او یابد
کان کسانے کہ بندہ اند اورا | بخدائی پسندہ اند اورا
کمر بندگی بہ بستہ مدام | خواجہ ہفت بام ہمچو غلام

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہی کہ حصہ اول خیر الکلام فی اخلاق الاسلام تمام ہوا اُسی کے
فضل و کرم سے امید ہی کہ حصہ دوم کا بھی جلد انجام ہو فقط

تمت

تقریظ دلپذیر امام الحدیث غواص بحر علوم القرآن وحید العصر نجم العرفان عالی جناب مولانا مولوی الحاج حسن الزمان محمد صاحب قبلہ دام فیوضاتکم

التقریظ

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ کتاب بغایت صواب ہے جزاکم اللہ

خیر الجزاء یوم الحساب والجزاء

وامر بکتابتہ العبد المفتاق الی رحمۃ ربہ الصمد

حسن الزمان محمد

لا زال فی احسانہ المؤید

حسن الزمان محمد

صحت نامہ کتاب خیر الکلام فی اخلاق الاسلام

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴	۲	بالاستیاب	بالاستیعاب	۴۸	۱	زائرة	زائرہ
۵	۳	داود	داؤد	۷۰	۲	کہ	مکہ
۱۳	۱	وہ تہذیب	تہذیب	۷۱	۴	۰	قولہ تعالیٰ ان الذین
۱۴	۱۵	یحیا	یحییٰ	۷۳	۵	حبۃ	حبّۃٍ
۱۷	۵	فرمادیا	فرمادیا اور رجادیا	۷۷	۹	یوجہ اللہ	لوجہ اللہ
۱۷	۹	ست	است	۸۶	۸	بنگر	بنگری
۲۰	۸	سے	مین	۸۷	۵	ہم بران	ہم بدان
۲۲	۳	حال تھا	حال ہوا	۹۱	۱۵	نافرماتی	نافرمانی
۳۶	۱۴	کرنا	رکھنا	۹۵	۷	امر	اُمور
〃	۱۶	کلام	کام	۹۹	۳	تیسرے	تیسرے مرتبہ مین
۳۷	۵	ملاقو	مُلاقوا	۱۰۰	۴	لحظور	محظور
〃	۹	نفوس	نفس	〃	۸	انکو	ہمنے انکو
۴۰	۴	اُسکے سمجھے	اور اُسکے سمجھے	〃	۹	سنتا ہی	سُنا ہی
۴۳	۶	ترجمہ	۰	〃	〃	سمجھنا	سمجھا
〃	۷	اُسکا	اُنکا	〃	〃	جاننا	جانا
۴۵	۱۳	لا ینتکل	لا تتکل	۱۰۳	۱۳	یغایر	بغایر
۴۸	۱	اخلاض	اخلاص	۱۰۸	۴	ہوئی ہر	ہوتی ہے

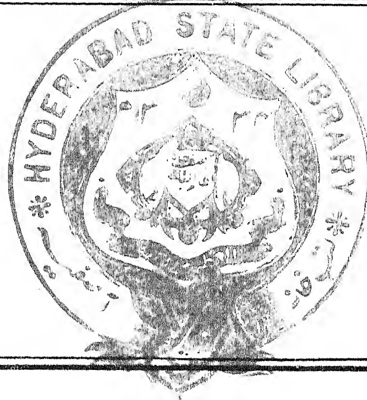
صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۱۲	۵	نفسیر	تفسیر	۱۵۶	۱	ہر	پہر
۱۱۵	۶	تبلایا گیا ہی	بتلایا گیا ہی	۱۶۳	۱۶	والارشدہم	والارشدہ امرہم
〃	۱۰	یعدہ	بعد	۱۶۸	۳	تعقفو	نعضو
۱۱۶	۲	بغد	بعد	۱۶۹	۹	موجہہ	موجبہ
〃	۶	عبادات ر	عبادات پر	۱۷۶	۵	بعد حدسے	بعد حسد سے
۱۱۷	۱	محکوق	مخلوق	۱۷۸	۷	عرض کیا	عرض کی
〃	۱۵	استوار	اِستوا	〃	۷	زن شوہر	زن و شوہر
۱۱۹	۱	چندروز	چندروزہ	۱۸۳	۴	چار جنب	جار جنب
۱۲۵	۲	تھی سوقت	تھی اُسوقت	۱۸۵	۱۲	سچائی دلائل	سچائی اور دلائل
〃	۱۲	اِن تتفقو	ان تتقوا	۱۸۶	۲	ذہب الدنیا	ذہبت الدنیا
۱۲۶	۴	ثو	تو	〃	〃	الملائکتہ	الملائکتہ
۱۲۷	۱	کھے	رکھے	۱۹۳	۱۵	اختار کے نسبت	اختیار کرنیکے نسبت
۱۲۸	۱۷	ہین کہ	ہین اور	۱۹۴	۱۰	صادر کی	صادر کرنیکی
۱۲۹	۱۷	بخندند	بخندید	۱۹۶	۱۶	کام دیا	کام لیا
۱۳۰	۵	انبیا	انبیا	۱۹۹	۶	فرمایا گیا ہی خدا کی	گیا ہی کہ خدا کی
۱۳۱	۸	دقع کرتا	دفع کرنا	۲۰۰	۱۰	لئے چھوڑ دو	لئے پانی چھوڑ دو
۱۳۴	۹	مُسلمانون	اسلام مین	۲۰۹	۱۱	مبتلا تھے	مبتلا رہتے
〃	۱۳	مُسلمانون	مُسلمانو!	۲۰۹	۴	شفاعت	شفاعت سیئۃ
۱۵۱	۱۰	کہرا	گہرا	〃	۱۶	ان اللہ	انّ اللہ کان

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۹	۱۵	عرض کیا جاتا ہی	عرض کہا جاتا ہی	۳۲۰	۴	ثمّ	ثُمَّ
۲۲۳	۵	اور خدکے	اور خدا کے	۳۲۲	۱۶	فینبّئکم	فینبّئکُم
۲۳۵	۱۱	سفعاؤنا	شفعاؤنا	〃	۱۷	برائی	بھلائی برائی
۲۴۴	۴	عالم بھی	عامل بھی	۳۲۳	۱	انما	اِنّما
〃	۱۴	ویہدیہم	ویہدیہم الیہ	۳۲۸	۸	پڑتے ہین	پڑے ہین
۲۵۲	۷	وروعید	اور وعید	۳۳۲	۱۵	من لذن	من لّدن
۲۶۰	۱۰	خدانسے	خدا انسے	۳۳۹	۸	بھائیون	بھائیو
〃	۱۶	افرہ	آفریدہ	〃	۱۵	بھائیون	بھائیو
۲۶۵	۱	بہڑے	بھیڑئے	۳۴۵	۱۶	مفید تاکید	مفید تاکید ہے
〃	۱۱	درشراب	وزشراب	۳۴۶	۲	بما تطغون	بما یعملون
۲۷۲	۱۲	حدیت	حدیث	۳۴۹	۱۲	سمجھنے کے گئے	سمجھنے کے لئے
۲۷۳	۶	نظلم	بظلم	۳۵۰	۲	رسول مقبول	رسول مقبول کو
〃	۱۰	خودپرستی	خودبت پرستی	۳۵۴	۸	موجودات	موجودات عالم
۲۷۵	۸	اراستہ	آراستہ ہے	۳۶۰	۱۲	اسحق گی	اسحق کی
۲۷۹	۱۵	انك	افك	۳۶۵	۸	مشک جو باشد	مشک بو باشد
۲۹۰	۱۶	وہ شان	وجوہ شان	۳۷۰	۲	چھوٹے	چھوٹے
۳۱۵	۳	پیش آئی	پیش آتی	۳۷۳	۱۰	جن جن	جن تین
〃	۱۱	یحستون	یحسنون	۳۷۸	۱	تبلادیتا	تبلادینا
۳۱۸	۴	تمام ترعرب	تمام تر عرب	۳۸۳	۱۵	پیدائش	مگر پیدائش

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۵	۷	عربا	غرباء
۳۸۹	۱۱	پیدا گیا ہے	پیدا کیا گیا ہے
۳۹۲	۳	یہ طرز خواہشات	یہ طرز عمل خواہشات
″	۱۲	پہاڑ	پھاڑ
۳۹۵	۵	اوراس پرہیز	اور نہ اس پرہیز
۴۰۱	۲	پلید وخس	پلید ونجس
″	۹	وہ موجب	کہ وہ موجب
۴۰۴	۱۳	اختیار کہتے ہو	اختیار رکھتے ہو
۴۰۶	۱۳	بغشہ	نغشہ
″	۱۳	لاتلعین	لاتلعنّ
″	۱۴	من جملہ وغیرطلة	من جملہ وغیر جلیہ
۴۱۱	۱۷	توفیقی	توقیفی
۴۱۵	۱	اِلّے ربی	الی ربی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۱۵	۵	یُؤتَینَ	یُؤْتِیَنِ
″	۵	یُرْسِلُ	یُرْسِلَ
″	۶	یُصْبِحُ	یُصْبِحَ
″	۶	تَسْطِیْعُ	تَسْتَطِیْعَ
″	۸	اُشْیِرکَ	اُشْرِكُ
″	۱۱	والبُنُوْن	وَالْبَنُوْنُ
۴۱۷	۵	کیسی	کی سی
۴۱۸	۴	مختلف المذاہب	مختلف المذہب
۴۱۹	۱۴	ردت	رددت
۴۲۰	۱۰	چاہنے سے	چاہے سے
۴۲۲	۴۰	ہوائین	ہوائین
۴۲۴	۱۱	کارنامے	کارنامے
″	۱۳	کے لئے	کے لکھنے کے لئے

تمت



اعلان

حسب منشائے ایکٹ ۲۵ سنہ ۱۸۶۷ء اِس کتاب کا حق تصنیف جناب مولانا غلام احمد صاحب تعلقدارِ سرکارِ آصفیہٗ نظام نے اپنی ملکیّت مین بذریعہٗ رجسٹری محفوظ رکھا ہے۔ کوئی صاحب بلا اُنکی اجازت کے چھاپنے یا چھپوانے کے مجاز نہون گے۔

المعلن
محمد رحمت اللہ رعد مالک نامی پریس کانپور